حج وعمرہ اور روزگار کے لئے سعودی عرب جانے والوں کے لئے بے حد مفید کتاب

حج وعمرہ اور روزگار کے لئے سعودی عرب جانے والوں کے لئے بے حد مفید کتاب

حج و عمرہ
اور
عقائد و نظریات

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔۔۔

عرب کی تاریخ،

مناسکِ حج وعمرہ میں اللہ کے پیاروں کی یاد، اس بارے میں بزرگوں کے عقیدے اور مکہ و مدینہ کی حرمت وتکریم کا بیان،

روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے سفر، اس کا ادب اور اس طرف منہ کر کے دعا کرنے کی علمی تحقیق،

مقام ابراہیم، رکن یمانی اور دیگر مقامات مقدسہ کے بوسے اور انہیں متبرک ماننے کا شرعی حکم،

مزاراتِ صالحین پر گنبد بنانے، اور وہاں حاضری دینے اور دعا مانگنے کا شرعی حکم،

مقدس مقامات ومزارات قائم رکھنے اور ان کی زیارت کرنے کی شرعی حیثیت،

انبیاء واولیاء اللہ سے مدد چاہنے اور ان کے وسیلے سے دعا مانگنے کا ثبوت،

سعودیہ میں ہونے والے غیر شرعی افعال کی نشاندہی،

سعودی تفسیر کا علمی و تحقیقی تجزیہ،

اعتراضات جوابات

وغیرہ

مصنف
ابو احمد محمد انس رضا قادری
تخصُص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیۃ
ایم ۔اے اسلامیات، ایم ۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو

مکتبہ اشاعۃ الاسلام، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ اٰلک و اصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب-------------------- **حج و عمرہ اور عقائد و نظریات**

مصنف-------------------- ***ابواحمد محمد انس رضا قادری بن محمد منیر***

ناشر--------------------مکتبہ اشاعۃ الاسلام، لاہور

قیمت--------------------

اشاعتِ اول--------------ذوالقعدہ 1438ھ، جولائی 2017ء

ملنے کے پتے

☆ نوریہ رضویہ، گنج بخش روڈ، لاہور
☆ کرمانوالہ بک شاپ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور
☆ مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور
☆ شبیر برادرز، اردو بازار لاہور
☆ فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور
☆ رضاورائٹی، داتا دربار مارکیٹ، لاہور
☆ مکتبہ علامہ فضل حق، داتا دربار مارکیٹ
☆ مکتبہ قادری اینڈ ورائٹی ہاؤس
☆ المعارف کتب خانہ، داتا دربار مارکیٹ
☆ دارالعلم داتا دربار مارکیٹ، لاہور
☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ، لاہور
☆ نظامیہ کتاب گھر، اردو بازار، لاہور
☆ مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ، لاہور
☆ مکتبہ شمس وقمر، بھاٹی چوک، لاہور
☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا دربار مارکیٹ، لاہور
☆ کتب خانہ امام احمد رضا خان، داتا دربار، لاہور
☆ والضحی پبلی کیشنز، داتا دربار، مارکیٹ، لاہور
☆ مکتبہ لاثانی اینڈ سی ڈی سنٹر داتا دربار مارکیٹ، لاہور
☆ میلاد پبلیشرز، داتا دربار لاہور
☆ دارالنور، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

۞۞ . . فہرست . . ۞۞

انتساب

عاشقانِ رسول اہل تُرک کے نام جنہوں نے حرمین شریفین پر عشق و محبت سے بھری ایک مثالی حکومت کی، ادب و عشق سے مسجد حرام اور مسجد نبوی کی ایک ایک اینٹ کو نصب کیا، مقدس مقامات و مزارات کی نہ صرف حفاظت فرمائی بلکہ زائرین کو اپنی عقیدت کے ساتھ ان مقامات پر حاضری کی اجازت بھی دی، تاریخی مساجد کو تعمیر و آباد کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت گاہ کو ایک مسجد کی شکل میں تبدیل کیا۔ اللہ عزوجل ان کو اس کا اجر عطا فرمائے اور دوبارہ حرمین شریفین میں ایسی حکومت رائج کرے جس میں زائرین کی تذلیل کی جگہ عزت ہو، مقدس مقامات بالخصوص روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عشق و ادب کے ساتھ حاضری کی اجازت ہو، مسلمانوں کو بات بات پر شرک کی آوازیں سننے کی جگہ درود و سلام کی صداؤں کی گونج سنائی دے۔ آمین ثم آمین۔

۞۔۔ مقدمہ ۔۔۞

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّ حِيْم

سعودی عرب جس کا تاریخی نام حجاز تھا، اہل سعود کے قبضہ کے بعد حجاز سے سعودیہ میں تبدیل ہوگیا۔خطہ حجاز بہت سارے پہلوؤں سے بے مثال اور بے نظیر ہے۔کعبہ معظّمہ اس خطے کے اندر واقع ہے جو روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ عزوجل کا گھر بنا، جس کا طواف انبیاء علیہم السلام نے کیا۔وہ حرم جہاں ایک نیکی ایک لاکھ کے برابر ہے۔اس شہر کعبہ میں بے شمار تاریخی نشانیاں ہیں۔حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے ان کو آباد کیا تو آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ وطن اصلی ہوا۔اس میں جبل نور کے اندر غار حراء بھی ہے جہاں سے ابتدائے نزول قرآن ہوا۔اسی زمین پر اشرف الانبیاء کا روضہ مقدسہ اور صحابہ کرام واہل بیت کا مسکن ومدفن ہے۔

سلسلہ نبوت کا خاتمہ اسی خطے میں ہوا۔معجزات کی سرزمین بھی یہی ہے۔تاریخ بشریت کا عظیم ترین تمدن یہیں پے ظاہر ہوا ہے۔جاہلیت کی زندگی بسر کرنے والوں نے عدالت کی حکومت کا حسین چہرہ یہاں پر دیکھا ہے۔قیصر وکسریٰ کے طاغوتی نظاموں نے اسی سرزمین سے شکست کھائی ہے۔

سرزمین حجاز پوری تاریخ میں بشریت کی توجہ کا مرکز رہی ہے، آج بھی ساری دنیا کی توجہ کا مرکز ہے اور قیامت تک رہے گی۔ہر سال لاکھوں مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ ومدینہ میں اکھٹے ہوتے ہیں، سال بھر میں عمرہ وزیارتِ روضہ رسول کے لئے لاکھوں کی تعداد میں مسلمان دنیا بھر سے سفر کر کے اس سرزمین پر حاضر ہوتے ہیں۔ہر مسلمان کی دلی آرزو ہوتی ہے کہ اپنی زندگی میں کم از کم ایک دفعہ بیت اللہ اور روضہ رسول کی زیارت نصیب ہو جائے۔مسلمان جسمانی طور پر جہاں بھی رہتے ہوں لیکن ان کے دل ہمیشہ مکہ ومدینہ میں رہتے ہیں۔آج تقریبا دوارب مسلمان اسی سرزمین کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔مکہ ومدینہ کے تذکروں کو مقدس سمجھتے ہیں، بچہ ہو یا بڑا ہر کسی کے لبوں پر مدینے کا تذکرہ بہتے دریاؤں کی طرح جاری رہتا ہے۔اپنے گھروں، دوکانوں پر مکہ ومدینہ کی تصاویر آویزاں کر کے اپنی روح کو تسکین دیتے ہیں۔

سرزمین حجاز میں بہت نشیب وفراز آئے ہیں۔زمانہ جاہلیت یہیں پر گزرا ہے، نادان ترین اولادِ آدم بھی یہاں زندگی گزار چکی ہے اور پاک ترین انسانوں نے بھی اسی سرزمین پر آنکھ کھولی ہے۔حجاز بت کدہ بھی رہا ہے اور خدا پرستی کا مرکز بھی، شیاطین کی آماجگاہ بھی رہا ہے اور ملائکہ کا محل نزول بھی، ابوجہل وابولہب بھی اس میں پیدا ہوئے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم، ابوبکرصدیق وعمر فاروق اور عثمان غنی وعلی المرتضیٰ جیسی جلیل القدر ہستیاں بھی اس سرزمین میں پیدا ہوئیں، ظالم وقاتل بھی اسی میں تھے اورشہداء ومظلومین بھی، ابوجہل، ابی بن کعب، یزید پلید، مروان، حجاج وغیرہ ظالم لوگ اس سرزمین پر سردار و حاکم رہے تو ابوبکر وعمر وعثمان وعلی جیسے جلیل القدر خلیفہ بھی اسی سرزمین پر بے مثال حکومت کرتے رہے ہیں اور خلافت کے ساتھ ساتھ امامت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظالمانہ طور پر شہید کرنے والے خارجی باغی مسجد نبوی میں امامت بھی کرتے رہے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ مکہ مکرمہ جیسے تاریخی شہر پر نیکوں کی طرح ظالم وبد بھی حکمرانی کرتے رہے ہیں لیکن مکہ معظّمہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ظالم زیادہ عرصہ یہاں ٹھہر نہ سکے اور ذلیل وخوار ہوکر یہاں سے نکالے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حرم کی بیابان زمین پر چھوڑ گئے تو حضرت اسماعیل ہی کی اولاد نے اس کو آباد کیا۔ حضرت اسماعیل مکہ میں ہی رہتے رہے اور یہی جوان ہوئے، آپ کی اصل زبان عبرانی یا سریانی تھی لیکن بنوجرہم کے ساتھ رہتے رہتے آپ نے عربی سیکھ لی۔ بنوجرہم میں سے ایک عورت سے نکاح کیا۔ بنوجرہم نے بہت عرصہ اس مکہ پر سرداری کی لیکن جب ان میں ظلم و بددیانتی عام ہوگئی تو اللہ عزوجل نے ان کو مکہ سے نکال دیا۔ السیر ۃ النبویۃ لابن ہشام میں عبد الملک بن ہشام (المتوفی 213ھ) لکھتے ہیں "ثُمَّ إِنَّ جُرْهُمًا بَغَوْا بِمَكَّةَ، وَاسْتَحَلُّوا خِلاَلًا مِنَ الْحُرْمَةِ، فَظَلَمُوا مَنْ دَخَلَهَا مِنْ غَيْرِ أَهْلِهَا، وَأَكَلُوا مَالَ الْكَعْبَةِ الَّذِي يُهْدَى لَهَا، فَرَقَّ أَمْرُهُمْ. فَلَمَّا رَأَتْ بَنُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ مَنَاةَ بْنِ كِنَانَةَ، وَغُبْشَانُ مِنْ خُزَاعَةَ ذَلِكَ، أَجْمَعُوا لِحَرْبِهِمْ وَإِخْرَاجِهِمْ مِنْ مَكَّةَ. فَآذَنُوهُمْ بِالْحَرْبِ فَاقْتَتَلُوا، فَغَلَبَتْهُمْ بَنُو بَكْرٍ وَغُبْشَانُ فَنَفَوْهُمْ مِنْ مَكَّةَ. وَكَانَتْ مَكَّةُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَا تُقِرُّ فِيهَا ظُلْمًا وَلَا بَغْيًا، وَلَا يَبْغِي فِيهَا أَحَدٌ إِلَّا أَخْرَجَتْهُ، فَكَانَتْ تُسَمَّى النَّاسَّةَ، وَلَا يُرِيدُهَا مَلِكٌ يَسْتَحِلُّ حُرْمَتَهَا إِلَّا هَلَكَ مَكَانَهُ، فَيُقَالُ: إِنَّهَا مَا سُمِّيَتْ بِبَكَّةِ إِلَّا أَنَّهَا كَانَتْ تَبُكُّ أَعْنَاقَ الْجَبَابِرَةِ إِذَا أَحْدَثُوا فِيهَا شَيْئًا" ترجمہ: اس کے بعد مکہ میں جرہم کی حالت خراب ہوتی گئی، انہوں نے حرام افعال کو حلال ٹھہرا لیا، انہوں نے اپنے علاوہ زائرینِ بیت اللہ پر زیادتیاں شروع کردیں اور خانہ کعبہ کا مال جو اسے ہدیہ ہوتا اسے بھی کھانے سے دریغ نہیں کیا۔ جب بنوبکر بن عبدمنات بن کنانہ اور خزاعہ سے غبشان نے ان کی یہ حرکات دیکھیں تو ان سے لڑنے اور انہیں مکہ سے نکالنے پر اتفاق کرلیا۔ پھر بنوبکر بن عبدمنات بن کنانہ اور خزاعہ سے غبشان نے مل کر جرہم کے ساتھ جنگ کی اور انہیں مکہ سے نکال دیا۔ مکہ میں زمانہ جاہلیت میں بھی ظلم وزیادتی قائم نہیں رہتی تھی۔ جو بھی ایسا کرتا تھا اسے مکہ سے نکال دیا جاتا تھا۔ اس

مکہ کو ناسہ بھی کہا جاتا ہے، کوئی بادشاہ اس کی حرمت کو حلال نہیں سمجھتا مگر یہ کہ وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس مکہ کو بکہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو اس میں کوئی غیر شرعی عمل شروع کرتا ہے تو اسے مغلوب کر دیا جاتا ہے۔

(السيرة النبوية لابن ہشام، استيلاء قوم كنانة وخزاعة على البيت وفى جرہم، بغى جرہم بمكة وطرد بنى بكر لهم، جلد 1، صفحہ113، مصطفى البابى الحلبى)

حجاز پر ترک عاشقانِ رسول کی حکومت کئی برس قائم رہی جنھوں نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا حق ادا کرتے ہوئے مکہ و مدینہ میں ادب و احترام کے بے شمار نمونے قائم کئے، مسجد حرام اور مسجد نبوی کی خوبصورت تعمیر کی اور مزارات صحابہ و اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عالیشان انداز میں تعمیر کیا۔

ترکوں کی عثمانی حکومت اس وقت کی سپر طاقت (Super Power) سمجھی جاتی تھی۔ انگریزوں کو یہ طاقت ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ صلیبی جنگوں میں مسلمانوں سے شکست کھانے کے بعد مکر و فریب کے ذریعے اس حکومت کو توڑنے کی سازشیں ہونے لگیں۔ اسی مقصد کے لئے انگلستان نے اپنے جاسوس اسلامی قلمرو میں مامور کیے جن کا کام مختلف قبائل اور قوموں کو مرکزی حکومت کے خلاف ابھارنا تھا۔ ان جاسوسوں نے پورے زور وشور سے کام کیا۔ اس کی ایک مثال معروف برطانوی جاسوس لیفٹیننٹ کرنل تھومس ایڈوارڈ لارنس Thomas Edward Lawrence ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد جب عثمانی حکومت کو توڑنے کا مغربی منصوبہ طے پایا تو اس کے پہلے مرحلے کے طور پر کرنل لارنس کو عثمانی حکومت کے ماتحت عرب علاقوں میں روانہ کیا گیا تا کہ وہ عربوں کو مرکزی حکومت کے خلاف اکسائے اور انہیں شورش پر مجبور کرے۔ لارنس نے عربی زبان سیکھی، عربی کلچر اپنایا، عربوں کی قوت اور کمزوریوں کو پڑھا اور ان سے استفادہ کیا۔ مختلف باغی قبائل کو آپس میں اکٹھا کیا اور انہیں برطانوی فوج کی مدد سے عثمانی حکومت کے خلاف لڑایا اور آخر کار اس مقصد میں کامیاب بھی ہو گیا۔

دیگر سرزمینوں کی طرح سرزمین حجاز بھی برطانوی توجہ کا مرکز قرار پائی کیونکہ اس چور استعماری قوت کو اس سرزمین کی اہمیت اور افادیت کا بخوبی علم تھا۔ انہیں حجاز کے اندر مکہ اور مدینہ کی معنوی قوت و طاقت کا بخوبی اندازہ تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ مکہ و مدینہ کے دونوں حرم پوری دنیا کے مسلمانوں کا مرکز ہیں۔ جہانِ اسلام پر تسلط کے لئے اس مرکز کی تسخیر ضروری تھی چنانچہ برطانیہ نے نجد پر قابض قبیلہ آل سعود کی مدد کی تا کہ حجاز سے عثمانی تسلط کو ختم کیا جا سکے چنانچہ برطانیہ، پان عرب ازم Arabism PAN اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے افکار نے مل کر عثمانی خلافت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور ہر حصے پر انگلستان کے حمایت

یا فتہ ایک قبیلے کو مسلط کر دیا۔

آل سعود کو اقتدار تک پہنچنے میں برطانیہ کے بعد سب سے زیادہ جس عامل نے مدد دی وہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مخصوص اسلامی افکار ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب کو اس کے مخصوص عقائد ونظریات کی بنا پر اپنے خاندان والوں نے عُیَیّنہ سے نکال باہر کیا جس کے بعد وہ درعیہ میں محمد بن سعود سے آملا۔ دونوں ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے کیونکہ انہیں ایک دوسرے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ان دونوں میں ایک معاہدہ طے پایا جس کے مطابق دونوں ملکر نجد اور ان کے اطراف کے علاقوں پر قبضہ کریں گے۔ مذہبی اقتدار محمد بن عبدالوہاب اور سیاسی اقتدار محمد بن سعود کے پاس رہے گا۔

دونوں نے ایک دوسرے کی مدد سے نجد کے شہروں اور قبائل کو ایک ایک کر کے فتح کرنا شروع کر دیا۔ محمد بن عبدالوہاب نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ اس وقت جتنے مسلمان ہیں وہ اگر اس کے افکار کو قبول نہیں کرتے تو کافر ہیں اور ان کا قتل جائز بلکہ واجب ہے۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا کہیں پر لوگ مزاحمت کرتے اور کہیں مجبورا تابع ہو جاتے یہ سب اہلسنت مسلمان تھے لیکن وہ محمد بن عبدالوہاب کے مخصوص نظریات سے ہر گز متفق نہ تھے۔

محمد بن عبدالوہاب کے مخصوص نظریات بعد میں وہابی فرقے کی بنیاد بنے جو آج بھی سعودی عرب میں رائج مذہب ہے۔ آل سعود اور پیروان ابن عبدالوہاب نے تھوڑے سے عرصے میں بہت کامیابیاں حاصل کیں۔ تقریباً نجد کا سارا علاقہ ان کے قبضے میں آ گیا۔ ان کی سپاہ کی دہشت ہر طرف پھیل گئی۔ جس شہر میں جاتے انہیں اپنے عقائد کی دعوت دیتے۔ انکار کرنے پر سب کچھ لوٹ لیتے اور افراد کو قتل کر دیتے۔ مسلمانوں کے گلے کاٹ کر لاشیں سر عام راہوں پر دفنائے بغیر چھوڑ دیتے۔ ان کے نزدیک ان کے علاوہ تمام مسلمان مشرک اور کافر ہیں اس وجہ سے ان کی ہر چیز مباح اور حلال ہے۔

آل سعود نے نجد پر مکمل قبضہ جمانے کے بعد حجاز کا رخ کیا اور 1806ء میں مکہ پر قبضہ کر لیا لیکن اسے دوبارہ آل سعود سے آزاد کرا لیا گیا۔ اس کے بعد حجاز پر قبضے کے لئے آل سعود اور ابن عبدالوہاب کے پیروکاروں نے کئی حملے کیے یہاں تک کہ آخر کار 1932ء میں برطانیہ نے مکمل طور پر حجاز کی چابیاں آل سعود کو سونپ دیں۔ اس وقت سے اب تک حجاز سعودی عرب کا حصہ بن گیا۔ (سعودی تاریخ اور وہابی عقائد پر آگے تفصیلی کلام کیا جائے گا۔)

سعودیہ کے متعلق کئی اخباری کالم لکھے گئے جن کو راقم الحروف نے اکٹھا بھی کیا لیکن کتاب کا حجم زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کو کتاب میں شامل نہ کیا کہ ہوسکتا ہے کئی لوگوں کو یہ تحریر ہضم نہ ہو۔ یہاں صرف ایک آرٹیکل پیش کیا جاتا ہے جو انٹرنیٹ سے لیا

ہے:

سعودی عرب عالم اسلام میں سب سے بڑا فرقہ پرست ملک ہے
انسٹی ٹیوٹ فار گلف افیئر ز کیٹیگری سعودی عرب، ہفتہ 12 جولائی 2014ء

آل علی احمد انسٹی ٹیوٹ فار گلف سٹیٹس کے نامور محقق اور دانشور ہیں، انہوں نے حال ہی میں ایک اور سماجی سائنس دان کرسٹوفر ڈینیوب کے ساتھ ملکر عراق اور سعودی عرب کے درمیان ایک تحقیقی تقابلی مطالعہ کیا جس کا مقصد یہ جانچ کرنا تھا کہ ان دونوں میں سے کون سی ریاست اور اس کا ڈھانچہ فرقہ پرستانہ ہے ہم نے ان دونوں محققین کی ریسرچ میں سعودی عرب کے ریاستی ڈھانچے، اس کی افسر شاہی، اہم سرکاری عہدوں اور ریاست کے مجموعی مذہبی رجحان کے بارے میں کیئے گئے انکشافات کو کتاب میں شامل کیا ہے۔

آل علی احمد اور کرسٹوفر ڈینیوب کی تحقیق کے مطابق سعودی عرب مذہبی اعتبار سے سلفی وہابی ریاست ہے اور نسلی اعتبار سے نجد کے وہابیوں کے غلبے پر مشتمل ہے اور اس کی حکمران فیملی آل سعود نے زبردستی جزیرۃ العرب کی مذہبی وابستگیوں کو تبدیل کیا ہے اور وہابیت جزیرۃ العرب میں زبردستی نافذ کیا جانے والا مسلک ہے۔ آل علی احمد کی تحقیق کے مطابق سعودی عرب کا میڈیا، تعلیم کا شعبہ اور نصابی کتب وہابی اسلام سے ہٹ کر کسی اور مسلک کے فہم اسلام کو مثبت انداز میں پیش نہیں کرتے اور صوفی اسلام سعودی عرب کے نزدیک سب سے بڑا دشمن ہے۔

ہمارے ہاں دیوبندی اور وہابی مسلک کے لوگوں کی جانب سے اکثر یہ اعتراض وارد کیا جاتا ہے کہ اگر برصغیر پاک و ہند میں سواد اعظم اہل سنت کا جو صوفی مسلک ہے وہ ٹھیک اور اسلامی مسلک ہوتا تو حجاز میں اس کا وجود ہونا چاہیے تھا اور وہ اہل سنت بریلوی/صوفی سنّی اسلام کے پیروکاروں پر اعتراض وارد کرتے ہیں کہ وہ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں آئمہ مساجد کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے اور اسے وہ فرقہ پرستی سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن یہ حضرات یہ نہیں بتاتے کہ آل سعود اور محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار نجدی وہابیوں نے جزیرۃ العرب پر حکومت کسی انتخاب اور جمہوری طریقے سے حاصل نہیں کی بلکہ انھوں نے یہ اقتدار 1925ء میں ابن سعود کی قیادت میں حجاز پر نجد سے لشکر کشی کرتے ہوئے برطانیہ، فرانس اور جرمنی کی رضامندی سے قبضہ کرکے، بڑے پیمانے پر حجازی مسلمانوں کا خون بہا کر، عورتوں کی عصمت دری کرکے اور حجازیوں کے مال ومنال کی لوٹ مار کرکے قائم کیا۔

آل علی احمد کے بقول جزیرۃ العرب کو ابن سعود نے 1932ء میں اپنے باپ کے نام پر سعودی عرب کا نام دیا اور یہ تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ جزیرۃ العرب جس میں مکّہ و مدینہ جیسے مقدس شہر بھی شامل ہیں اس کو نجد کے ایک ڈاکو، لٹیرے اور انگریز سامراج کے ایجنٹ کے نام پر سعودی عرب کا نام دے دیا گیا۔

سعودی عرب کا 1932ء سے سرکاری مذہب وہابیت ہے جبکہ اس سے پہلے ایسا نہیں تھا۔ جب تک جزیرۃ العرب عثمانیہ سلطنت کا حصّہ رہا اس وقت تک یہاں پر مذہبی اور فقہی اعتبار سے سنّی حنبلی وشوافع اکثریت میں تھے جبکہ حنفی اور مالکی بھی موجود تھے لیکن اول الذکر دو فقہی مسالک کے مقابلے میں کم تھے اور عقائد کے لحاظ سے جزیرۃ العرب کے لوگ امام ابوالحسن اشعری کے مکتبہ فکر سنّی اشاعرہ سے تعلق رکھتے تھے، جبکہ اس زمانے میں یہ نجد تھا جہاں پر بدوی عربوں میں محمد بن عبدالوہاب نجدی اور قبیلہ آل سعود مل کر تلوار و بندوق کے زور پر اپنے عقائد کو زبردستی نافذ کر رہے تھے۔

عبدالعزیز بن سعود نے سعودی عرب کے پہلے بادشاہ کی حیثیت سے کام شروع کیا تو اس نے سعودی عرب کے حجازیوں کی اکثریت جو کہ 80 فیصد کے قریب تھی پر سلفی وہابی نجدی مسلک زبردستی تھوپنا شروع کر دیا۔ اس نے تعلیم، میڈیا اور مذہب کے اداروں کو سرکاری تحویل میں لیکر ان تینوں ذرائع سے وہابیت کو مسلط کرنا شروع کر دیا جبکہ غیر وہابی مسلمانوں پر ملازمتوں اور روزگار کے دروازے بند کر دیے گئے اور یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے۔

آل علی احمد کے مطابق سعودی عرب کی جو وزارتی کونسل اور کابینہ ہے اس کے سب کے سب عہدے آل سعود کے پاس ہیں اور وہ سب کے سب وہابی ہیں۔ سربراہ ریاست، وزیراعظم، نائب وزیراعظم، وزیر خارجہ، وزیر برائے سعودی نیشنل گارڈ، وزیر برائے دیہی امور، وزیر تیل، وزیر ایجوکیشن، وزیر برائے مذہبی امور، وزیر برائے انصاف، وزیر داخلہ، وزیر دفاع، انٹیلی جنس چیف سب کے سب آل سعود سے تعلق رکھتے ہیں نسلی اعتبار سے نجدی اور مسلکی اعتبار سے وہابی ہیں۔

سعودی عرب کی بیوروکریسی بھی نسلی اور مذہبی اعتبار سے نجدی اور وہابی مسلک کے لوگوں کی اکثریت اور غلبے پر مشتمل ہے۔ ایک سعودی پروفیسر محمد بن سنتیان نے 2004ء میں سعودی اشراف کے نام سے ایک تحقیق کی جسے سنٹر فار عرب اسٹڈیز لبنان نے 2004ء میں شائع کیا۔

پروفیسر محمد کا کہنا ہے کہ سعودی بیوروکریسی نسلی اعتبار سے اور مسلکی اعتبار سے بھی انتہائی غیر متوازن اور غیر منصفانہ ہے جس میں قطعی غلبہ اور اکثریت نسلی اعتبار سے نجدیوں اور مذہبی اعتبار سے وہابیوں کی ہے۔ پروفیسر محمد کہتے ہیں کہ سینئر افسران

سعودی افسر شاہی میں 70 فیصد نجد سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حجازی 20 فیصد، 2 فی صد دیگر بدوی قبائل سے اور دیگر یعنی نجرانیوں وغیرہ میں سے 8 فیصد ہیں جبکہ یہ سب یعنی نجدی، حجازی، بدوی قبائیلی اور دیگر سب کے سب وہابی ہیں اوران میں کوئی صوفی سنّی مسلک سے تعلق نہیں رکھتا۔ سعودی افسران میں ایک بھی سنّی حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی افسر موجود نہیں ہے۔ وزرات خارجہ، وزرات دفاع، وزرات داخلہ جن کے ماتحت انٹیلی جنس ایجنسیاں اور سیکورٹی فورسز ہیں ان میں بھی سب کے سب وہابی مسلک سے تعلق رکھنے والے اور زیادہ تر نجدی پس منظر رکھنے والے بھرتی کئے جاتے ہیں۔

سعودی عرب میں پرائمری سے لیکر ثانوی اور پھر ہائر ایجوکیشن تک وہابیت کے حق میں اور صوفی اسلام ودیگر مسالک کے خلاف نفرت انگیز نصاب پڑھایا جاتا ہے اور سعودی عرب کے باشندوں کی برین واشنگ (Brain Washing) کی جاتی ہے۔ سعودی عرب میں جو مذہبی تعلیم کے ادارے ہیں یا جامعات میں شعبہ اسلامیات اور اس کے شعبے ہیں وہاں پر بس وہابی نکتہ نظر سے ہی تعلیم کی سہولت موجود ہے اس سے ہٹ کر کوئی اور تعلیم حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

پروفیسر محمد کے مطابق سعودی عرب کے 13 صوبے ہیں اور 13 صوبوں کے کسی ایک بھی شہر میں سوائے وہابی مسلک کی مساجد اور مدارس کے کسی اور مسلک کی مساجد اور تعلیمی ادارے موجود نہیں ہیں اور اگر خفیہ طور پر بنالیں تو پتہ چلنے پر سیکورٹی فورسز کریک ڈاؤن کر دیتی ہیں۔

آل علی احمد کے مطابق سعودی عرب میں سپریم کورٹ 2008ء میں شاہ عبداللہ نے بنائی اور اس کے لیے ججز کا انتخاب سپریم جوڈیشل کونسل پر چھوڑا جو کہ ساری کی ساری وہابی مولویوں پر مشتمل تھی جس نے چیف جسٹس سمیت تمام ججز وہابی مولوی نامزد کئے اور ان کی منظوری شاہ عبداللہ نے دے ڈالی۔ گویا سعودی عرب کا نام نہاد اسلامی نظام عدالت بھی وہابی جج چلا رہے ہیں اور وہاں بھی اہل سنت کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سعودی عرب میں 13 صوبے ہیں اور ہر صوبے کا گورنر آل سعود نجدی سے ہے اور وہابی مسلک سے تعلق رکھتا ہے اور اسی طرح 13 صوبوں کے شہروں کے میئر بھی وہابی مسلک ہیں۔ سعودی عرب کے نزدیک صوفی اسلام یا جسے ہم عرف عام میں سنّی بریلوی اسلام کہتے ہیں سوائے شرک، بدعت اور ضلالت کے سوا کچھ بھی نہیں اور اسی وجہ سے اس پر مکمل پابندی عائد ہے۔

سعودیہ صرف سعودی عرب میں ہی سنّی صوفی اسلام کے خلاف محاذ نہیں بنائے ہوئے ہے بلکہ اس نے پوری مسلم دنیا میں وہابیت نواز اور تصوف مخالف فرقہ پرستانہ سرگرمیوں کی اعانت کرنے کی روش اپنائی ہوئی ہے۔

سعودی عرب کی وہابیت کے توسیع پسندانہ عزائم کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ 1932ء سے لیکر آج تک اس نے نہ صرف جزیرۃ العرب میں سنّی اکثریت کو اقلیت میں بدلتے ہوئے وہابی ازم کو اکثریت کا مذہب بنا ڈالا بلکہ یہ مڈل ایسٹ، جنوبی ایشیا، مشرق بعید، افریقہ میں بھی وہابی ازم کی توسیع کرنے کی کوششیں جاری ہیں اور اس کے لیے اس نے نام نہاد جہادی فیکٹریوں کو پوری دنیا میں بنایا ہے۔

ایک اندازے کے مطابق سعودی عرب اپنی کمائی میں سے 25 سے 30 فیصد وہابی ازم اور وہابی عسکریت پسندی کے پھیلاؤ میں صرف کرتا ہے اور سعودی عرب کی جانب سے زبردستی وہابی ازم پھیلانے کا نتیجہ فتنہ تکفیر و خارجیت کی صورت نکلا ہے اور سعودی وہابیت کا پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں اتحادی دیوبندی مکتبہ فکر ہے جس کے بطن سے دہشت گرد تنظیمیں کھمبیوں کی طرح اگ رہی ہیں اور اس توسیع پسندانہ وہابی، دیوبندی ماڈل نے معاشرے میں امن کو فتنہ فساد اور دہشت گردی میں بدل دیا ہے اور پورا عالم اسلام وہابی، دیوبندی تکفیری خارجی دہشت گردی کا شکار ہے۔

وہابی ازم کی پاکستان میں یلغار اور پاکستان میں آل سعود کے دیوبندی ازم سے اتحاد کے سب سے بڑے متاثر اہل سنت بریلوی ہیں۔

پاکستان بننے سے پہلے اور پاکستان بننے کے بعد 70ء کی دہائی تک پنجاب، جنوبی پنجاب، بلوچستان، خیبر پختون خواہ میں ہزارہ ڈویژن، اندرون سندھ اور کراچی میں ایک اندازے کے مطابق 85 فیصد سنّی بریلوی، 7 فیصد شیعہ، 6 فیصد دیوبندی اور دو فیصد وہابی تھے لیکن پنجاب پولیس ڈیپارٹمنٹ کے پاس اعداد وشمار کے مطابق جنوبی پنجاب کے 11 اضلاع میں دیوبندی 33 فیصد، بریلوی 50 سے 52 فیصد، 10 فیصد شیعہ اور 6 سے 7 فیصد وہابی مسلک کے لوگ ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جنوبی پنجاب کے اضلاع میں 80ء کی دھائی سے لیکر اب تک دیوبندی مکتبہ فکر 27 فیصد بریلویوں کو دیوبندی بنا دیا ہے اور پنجاب پولیس کے ڈیپارٹمنٹ کا کہنا ہے کہ دیوبندی پنجاب میں 33 فیصد ہیں مگر ان کے مدارس کل مدارس دینیہ کا 50 سے 60 فیصد ہیں۔ مطلب اب بھی ان کے مدارس ان کی آبادی کے تناسب سے 17 فیصد زائد ہیں جبکہ بریلوی مدارس 25 سے 30 فیصد ہیں یعنی وہ اپنی آبادی کے تناسب سے نصف کم مدارس رکھتے ہیں۔

وکی لیکس کے مطابق جنوبی پنجاب میں سعودیہ عرب اور یو اے ای سے دیوبندی اور وہابی مدارس کے لیے ایک ارب ڈالر سالانہ امداد آتی ہے اور یہ شدت پسند ذہن پیدا کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

سعودی عرب، قطر، کویت، یو اے ای کے وہابی حکمران، وہابی مالدار عرب شیوخ اور وہابی ملٹی نیشنل کمپنیاں برصغیر پاک و ہند میں عمومی طور پر اور پاکستان میں خصوصی طور پر صوفی اسلام کو اقلیت میں بدلنے کی کوشش کررہی ہیں اور یہ کام وہ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش میں دیوبندی مکتبہ فکر کے شدت پسندوں اور قدرے لو پروفائل میں اہلحدیث کے ساتھ ملکر کررہی ہیں۔ جبکہ سعودیہ عرب کی کوششوں سے جو سلفی دیوبندی وہابی نام نہاد جہادی پیدا ہوئے ہیں وہ صوفی اسلام کی ثقافتی علامتوں مزارات، تبرکات اور آثار کو مٹارہے ہیں۔

مجموعی طور پر زبردستی اور دولت کی لالچ دیکر محمد بن عبدالوہاب کی آئیڈیالوجی کے نفاذ کی کوششوں نے پورے عالم اسلام کو دہشت گردی، بدامنی اور خون آشام تاریکی کا شکار کرڈالا ہے اور اسی لیے مسلمان ممالک فرقہ وارانہ بنیادوں اور نسلی امتیازات کی بنیاد پر ٹوٹنے کے خطرات سے دوچار ہیں۔

عراق کی صورت حال ہمارے سامنے ہے جو وہابی دیوبندی خارجی تنظیم داعش/دولِ اسلامیہ کے حملوں کی وجہ سے عراقی عوام کا مقتل بن گیا ہے اور یہ داعش بھی سعودی عرب کی پھیلائی ہوئی وہابی آئیڈیالوجی کا نتیجہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ دعا فرمارہے تھے کہ اللہ ہمارے شام میں برکت دے، عراق پر برکت نازل کر، یمن پر برکت نازل کر۔ اتنے میں ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے نجد کے لیے بھی برکت کی دعا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیرا اور خاموشی اختیار کی لیکن وہ شخص گھوم کر پھر سامنے آیا اور اس نے پھر نجد کے لیے دعائے خیر کا تقاضا کیا، آپ خاموش رہے اور منہ دوسری طرف پھیرلیا اور جب وہ تیسری دفعہ اصرار کرنے لگا تو رسول کریم نے فرمایا: نجد فتنوں کی سرزمین ہے اور یہیں سے قرن الشیطان (شیطان کے سینگ) کا ظہور ہوگا۔

ایک اور مرتبہ جب رسول کریم صحابہ کرام کی مجلس میں خطاب فرمارہے تھے تو ایک شخص جو نجد سے تعلق رکھتا تھا اٹھا اور کہنے لگا "اعدل یا محمد" (یا محمد انصاف کریں) تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیری ماں تجھے روئے! اگر میں پیغمبر ہوکر عدل نہیں کرتا تو دنیا میں کون عدل کرے گا۔ یہ سن کر وہ بدبخت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیٹھ کرکے چلا گیا، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ حکم دیں اس کی گردن اڑادی جائے۔ آپ نے صحابہ کو روکا اور کہا کہ اس شخص کی نسل سے اللہ عزوجل کی سب سے شریر مخلوق کا ظہور ہوگا جن کی عبادتوں کے آگے تمہیں اپنی عبادت حقیر لگے گی، داڑھی خوب گھنی اور سر منڈاتے ہوں گے اور خوب قرآن پڑھیں گے لیکن یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے تو ان کو تم جہاں پاؤ

وہیں قتل کر دینا۔

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سچ ثابت ہوئی اور آج ہمیں القائدہ، النصرہ، داعش لشکر جھنگوی، طالبان جیسے درندوں سے واسطہ پڑ رہا ہے۔ (http://urdu.shiitenews.org/index.php/component....)

سعودیہ وہابیوں کے پاس جب تیل کی دولت آئی تو ہندوستان کے دیوبندی وہابی مولویوں کی بھی رال بہنے لگی اور یہ دونوں سر توڑ کوشش میں لگ گئے کہ ہم (دیوبندی، اہل حدیث) بھی سعودی وہابیوں جیسے عقائد کے حامل ہیں، ہم پر بھی کچھ کرم نوازی کریں۔ لہٰذا دیوبندی وہابیوں نے ہندوستان و پاکستان میں وہابی عقائد کی ترویج اور جہادی تنظیموں کے نام پر ریال بٹورنا شروع کر دیئے۔ دیوبندیوں کا تو مذہب بھی یہی ہے کہ ہر رنگ میں رنگ جاؤ اور تبلیغ کے نام پر حلال وحرام کی کوئی پرواہ نہ کرو۔ لہٰذا حسب عادت دیوبندی مولویوں نے خوامخواہ سعودی وہابی عقائد کی تائید کرنا شروع کر دی جبکہ ان کے اکابر مولویوں نے ابن عبدالوہاب نجدی کی سختی سے تردید کی تھی اور اسی حرمین شریفین میں ترک حکومت میں اپنے عقائد کی کتاب ''المہند'' میں صاف الفاظ میں ابن عبدالوہاب نجدی اور وہابی عقائد کو بُرا کہا۔ لیکن جیسے ہی سعودی حکومت آئی تو موسم کی طرح ان کے نظریات بھی بدل گئے اور انہوں نے اہل سعود کو بہت باور کروانے کی کوشش کی کہ ہم ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہیں اسی چکر میں دیوبندیوں کے مذہب میں دو فرقے حیاتی اور مماتی بن گئے۔

ادھر ہندوستان و پاکستان کے وہابی بھی بڑے سیانے تھے اور یہ دیوبندیت کی اصلیت کو جانتے تھے انہوں نے عربی زبان میں اہل دیوبند کے خلاف کتابیں لکھ کر سعودی وہابیوں کو باور کروایا کہ ان کے عقائد باطل ہیں۔ نتیجتاً سعودی عرب کے بڑے بڑے مفتیوں نے دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت پر گمراہی کا فتویٰ جاری کیا۔ بہرحال اب بھی دیوبندی زبردستی سعودی عقائد میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں، امام حرمین اگر پاکستان آجائے تو ان کو اپنے اداروں میں لے جا کر دورے کرواتے ہیں اور سعودی حکومت اور عوام کو یہ باور کروانے کی کوشش کرتے ہیں ہم سعودی عقائد رکھتے ہیں اور ان کی تائید کرتے ہیں۔ لیکن سعودی وہابی مولوی ان کے عقائد کے خلاف لکھنا بولنا شروع ہو گئے ہیں۔

جہاں تک ہندوستان و پاکستان کے غیر مقلد وہابیوں کا حال ہے تو وہ بھی زبردستی ہی خود کو سعودی کا ہم نواہ ثابت کرتے ہیں جبکہ ان کے کئی نظریات وافعال سعودی وہابیوں کے خلاف ہیں اگرچہ عمومی طور پر یہ بھی ابن عبدالوہاب نجدی خارجی کے عقائد پر عمل پیرا ہیں۔ برصغیر پاک وہند کے غیر مقلد اور سعودی وہابیوں کے چند باہم متضاد نظریات وافعال پیش خدمت ہیں:

☆ عربی وہابی نجدی نماز کے بعد دعا مانگنا جائز سمجھتے ہیں۔ پاکستانی و ہندی نجدی نماز کے بعد دعا مانگنا بدعت سمجھتے ہیں۔

☆ حرمین طیبین میں ہر نجدی امام پگڑی نہ سہی رومال یا کم از کم ٹوپی پہن کر نماز پڑھاتے ہیں۔ پاکستانی و ہندی وہابی ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور کئی وہابی اسے سنت سمجھتے ہیں۔

☆ عربی نجدی بیس تراویح بالالتزام پڑھتے پڑھاتے ہیں اور ضاد کو اہل سنت بریلوی کی طرح پڑھتے ہیں اور داڑھی کٹواتے یا خشخاسی فیشنی بناتے ہیں۔ پاکستانی و ہندی وہابی آٹھ تراویح کو سنت اور بیس تراویح کو بدعت کہتے ہیں اور ضاد کو ظاء کے مخرج میں ادا کرتے ہیں اور ان کی داڑھیاں چوتھے بٹن سے بھی آگے ہیں بلکہ سرحد پار۔

☆ ہندوستان و پاکستان کے غیر مقلدوں کے نزدیک تقلید شرک ہے۔ مقلد مشرک اور جاہل ہوتا ہے، مقلد اندھے اماموں کی اندھی تقلید کرنے والا ہوتا ہے، مقلد بصیرت کا اندھا اور ذوق کا گندا ہوتا ہے، لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ تقلید سراسر گمراہی ہے اس سے بچنا چاہئے۔ جبکہ سعودی وہابی فقہ حنبلی کی تقلید کرتے ہیں اور انہی کی فقہ پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

سعودی وہابیوں کے مقلد ہونے کے ثبوت پر امامِ کعبہ شیخ محمد بن عبداللہ السبیل کے خط کا خلاصہ ملاحظہ ہو:

ہمارا حنبلی ہونا سو بالکل صحیح ہے وہ یعنی مسجد حرام اور مسجد نبوی کے ائمہ امام اہل السنّت احمد بن حنبل کے پیروکار ہیں کیونکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ''امام اہلسنت'' نام رکھنے پر علماء کا اجماع ہے۔ پس جو شخص ان کے متبعین پر طعن کرتا ہے۔ اپنے عمل بالسنّت کے زعم کی وجہ سے وہ حقیقت میں امام موصوف کی ذات پر طعن کرتا ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رد کرتے ہیں، سو ہم کہتے ہیں یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ سبحانك هذا بهتان عظيم۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے آئمہ اس سے بری ہیں، بلکہ وہ اس شخص سے بھی بری ہیں جو ایسا کرتا ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ اس نے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی حدیث پر عمل ترک کیا ہے تو مناسب یہ ہے کہ اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ اس کو اس حدیث کا علم نہیں یا ترک کنندہ کے نزدیک ثابت نہیں یا وہ اس حدیث کو بھول گیا یا اس کا اعتقاد اس حدیث کے عدم دلالت کا ہے یا اس حدیث کے معارض دوسری حدیث کے پائے جانے کا یقین ہے یا اس معارض کی وجہ سے متروک حدیث کے ضعف کا اعتقاد ہے جبکہ وہ متروک حدیث خود معارض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔۔۔۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

(دستخط) محمد بن عبداللہ السبیل

امور مسجد حرام ونبوی کا سربراہ (چیرمین)

اور امام وخطیب مسجد حرام

(http://www.haqforum.com/)

تقلید کی مذمت پر ہندوستان اور پاکستان کے وہابی غیر مقلد مولویوں کی اتنی کتابیں ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔ان کتب میں انہوں نے مقلدوں کو مثلِ مشرک قرار دیا ہے۔وہابی مولوی شیخ کرم الدین کہتے ہیں: ''یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ چاروں مذاہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چارسو برس کے بعد مسلمانوں میں پھیلے، چارسو برس تک مسلمان ان سے دور تھے۔لیکن چارسو برس کے بعد انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانی احادیث کی جگہ امت کے چار اشخاص کے اقوال اور ان کی رائے اور قیاس کو دے دی۔صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اپنی نسبت بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہٹا کر ان امتیوں کی طرف کر لی اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرنے والوں کو لا مذہب اور بے دین سمجھا جانے لگا ہے اور اسلام کا معیار فقط بزرگوں کے اقوال اور انکی رائے پر رہ گیا ہے۔آہ! یہودی آج تک اپنے تئیں موسائی کہلوائیں، نصاریٰ آج تک اپنے تئیں عیسائی کہیں۔لیکن امت محمد ﷺ نہ کہے بلکہ حنفی، شافعی، مالکی حنبلی کہلوائے۔فانا للہ وانا الیہ راجعون۔''

(امام ابوحنیفہ کی قانون ساز کمیٹی کی حقیقت، صفحہ 9، مکتبہ ابن کرم)

لیکن جب سعودی وہابیوں کے حنبلی ہونے کی بات آتی ہے تو اس وقت یہ سب غیر مقلد وہابی آئیں بائیں شائیں کرنا شروع کردیتے ہیں اور ریال خوری کے چکر میں اپنے فتوے بدل دیتے ہیں اور تقلید کو حیلے بہانوں سے جائز قرار دے دیتے ہیں۔

وہابیوں کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:

تقلید شرک ہے اور مقلد مشرک ہے؟

شروع از M Aamir بتاریخ 01July 2013 01:22 PM

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارا اہل الحدیث کا دعویٰ ہے کہ تقلید شرک ہے اور مقلد مشرک ہے، اور مشرک کی اقتداء میں ہم نماز پڑھنے سے سخت گریز کرتے ہیں کیونکہ مشرک کے تمام اعمال باطل ہیں۔کہیں ان کے مقتدی بننے کی وجہ سے ہمارے اعمال یعنی نمازیں باطل نہ

ہو جائیں۔ہم یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں مشرک کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی ،تقلید شرک ہے چاہے کسی بھی امام کی ہو،ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی بھی تقلید جرم ہے،شرک ہے۔تقلید میں حنبلی،حنفی،شافعی،مالکی سب برابر ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم لوگ لاکھوں روپے خرچ کر کے جاتے ہیں اور نمازیں امام کعبہ اور امام مسجد نبوی کی اقتدا میں پڑھتے ہیں جبکہ وہ ائمہ مقلد حنبلی ہیں،اور حج کا خطبہ جو ہے اس میں بھی شریک ہوتے ہیں،ہماری نمازیں اور ہمارا حج کہاں جائے گا؟ (حافظ محمد امین اللہ،حافظ آباد، چک چٹھہ)

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الحمدللہ،والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ،اُمابعد!

حنفی،شافعی،مالکی اور حنبلی تمام کے تمام مقلد نہیں۔پھر اہل حدیث کہلوانے والے سب کے سب غیر مقلد نہیں بلکہ ان تمام گروہوں میں بعض تقلید کرتے ہیں اور بعض تقلید نہیں کرتے۔

میرے نزدیک تقلید "قُبُوْلُ مَا يُنَا فِي الْكِتَابَ اَوِ السُّنَّةَ" قرآن وسنت کے منافی کو قبول کرنے،کا نام ہے۔نخبۃ الاصول میں لکھا ہے "وَالتَّقْلِيْدُ لَا يَجُوْزُ كُلُّهُ مُفْضٍ إِلَى الشِّرْكِ بَعْضُهُ" تقلید مکمل طور پر جائز نہیں بعض تقلید شرک کی طرف لے جاتی ہے۔

مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر اپنی کتاب ''الکلام المفید'' میں لکھتے ہیں:''قارئین کرام سے مودبانہ گزارش ہے کہ مسئلہ تقلید کی نزاکت کے پیش نظر ٹھنڈے دل سے ساری کتاب کو پڑھ کر کوئی رائے قائم کریں،چند حوالوں کو یا کسی ایک ہی بحث کو پلے نہ باندھ لیں کیونکہ تقلید کی بعض قسمیں خالص شرک و بدعت اور ناجائز ہیں،ان کو جائز کہنے والا اور ان پر عامل کب فلاح پاسکتا ہے۔''(الکلام المفید)

غور کا مقام ہے آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ امام کعبہ اور امام مسجد نبوی حفظہما اللہ تبارک وتعالیٰ مقلد ہیں؟ پھر ان کی تقلید شرک ہے؟ دلائل پیش فرمائیں خواہ مخواہ کسی پر بہتان باندھنا درست نہیں۔لہٰذا آپ نے جو کچھ حج،عمرہ اور سعودی ائمہ کی اقتدا میں نمازیں پڑھنے کے متعلق لکھا وہ سب کا سب بے بنیاد ہے۔ ثَبِّتِ الْعَرْشَ،ثُمَّ نَقُشْ

واللہ اعلم

قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام ومسائل

جلد02،صفحہ852

محدث فتوی

(http://www.urdufatwa.com/index.php?/Knowledgebase/Article/View/5300/360/)

یہ ہے غیر مقلد وہابیوں کی دورخی گفتگو۔حنفی مقلدوں کے لئے کفر وشرک کے فتوے اور سعودی وہابی حنبلیوں کے لئے تقلید کے جواز کے فتوے اور تقلید کے معنیٰ کو گھمانے پھرانے کی فضول کوشش ۔وہابی مولوی نے اپنی جان چھڑانے کے لئے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مکہ و مدینہ کے مولوی مقلد نہیں ہیں جبکہ خود مکہ و مدینہ کے مولوی حنبلی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جیسا کہ اوپر خط میں بیان موجود ہے۔وہابی حنبلی ہو یا شافعی اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا جب عقائد ہی وہابیت والے ہوں۔اصل بات تو عقیدہ ہے،اگر عقیدہ ٹھیک نہیں تو چاہے خود کو اہل قرآن کہا جائے یا اہل حدیث سب بیکار ہے۔

موضوع کی ضرورت

مسلمانوں کی ایک تعداد ہے جو حج وعمرہ کرنے یا سعودیہ میں روزگار کے سلسلہ میں جاتے ہیں تو وہاں وہابیوں کے طور طریقے اور عقائد ونظریات کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہی اسلام ہے۔یوں وہ اپنے ممالک میں رہنے والے صحیح العقیدہ عاشقانِ رسول کو مشرک اور سعودی وہابیوں کو توحید کا علمبردار سمجھتے ہیں۔وہ سمجھتے ہیں کہ سعودیہ جیسے ملک میں جب کوئی مزار نہیں،میلا دوعرس کا کوئی تصور نہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب اعمال ناجائز وحرام ہیں۔تو یادرکھنا چاہیے کہ شرعی طور پر حضور علیہ الصلوۃ و السلام وصحابہ کرام کے علاوہ کسی کا قول وفعل ہمارے لئے شرعی حجت نہیں ہے اور نہ ہی ایک مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ قرآن وسنت کے خلاف عقائد ونظریات اور افعال کو صرف اس وجہ سے دلیل بنالے کہ فلاں شخص یا فلاں ملک وشہر میں یہ عقائد وافعال رائج ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے ہی یہ پیشین گوئی فرمادی تھی کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب ان کے نزدیک سنت اہل عرب کا طریقہ ہوگی یعنی سنت نبی کو چھوڑ کر اہل عرب کے طریقہ کو سنت بنالیا جائے گا چنانچہ کنز العمال کی حدیث پاک ہے"عن عبد اللہ بن عمرو قال:لیأتین علی الناس زمان، قلوبھم فیہ قلوب الأعاجم، فقیل لہ، وما قلوب الأعاجم؟ قال:حب الدنیا، وسنتھم سنۃ الأعراب، ما آتاھم اللہ من رزق جعلوہ فی الحیوان، یرون الجھاد ضرارا والصدقۃ مغرما" ترجمہ:حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے لوگوں پر ایک زمانہ آئے

گا کہ ان کے دل عجمیوں جیسے ہوں گے۔عرض کی گئی عجمیوں جیسے دل سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت، ان کی سنت **اہل عرب کا طریقہ ہوگا**، جو اللہ عزوجل ان کو رزق دے گا اس رزق میں سے وہ حیوانوں کا حصہ رکھیں گے، جہاد کو اپنے لئے نقصان سمجھیں گے اور صدقہ کو تاوان سمجھیں گے۔

(کنزالعمال، حرف الهمزة، الفصل الثاني:في تفصيل الأخلاق على حروف المعجم، جلد3، صفحه724، حديث8581، موسسة الرسالة، بيروت)

آج اس حدیث کی تصدیق دیکھنے کو ملتی ہے کہ عربیوں کی طرح لباس پہننا، عربیوں کی طرح سر پر رومال رکھنا، چھوٹی چھوٹی داڑھی رکھنے کو بعض لوگ سنت سمجھتے ہیں جبکہ یہ سنت نہیں ہے۔

دراصل ہم مسلمانوں کو اندھی بے جا عقیدت نے بہت نقصان پہنچایا ہے ہم نے پیر کے بچے کو پیر سمجھ لیا اگر چہ وہ فاسق داڑھی منڈا ہی کیوں نہ ہو۔ مفتی کے کے بچے کو مفتی و عالم سمجھ لیا اگر چہ وہ پرلے درجے کا جاہل ہو۔ اسی طرح مکہ و مدینہ سے مسلمانوں کی اچھی عقیدت نے یہ بھی سمجھ لیا کہ عرب کے مولوی بھی ہمیشہ صحیح ہوں گے اگر چہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت کے منکر ہوں۔

مکہ و مدینہ کی تاریخ کو پڑھا جائے تو یہ ملتا ہے کہ اس پر ظالم و گمراہ لوگوں کی حکومت رہی ہے بلکہ فتح مکہ سے پہلے خانہ کعبہ جیسی پاک جگہ پر تین سو ساٹھ بت بھی کافی عرصہ تک پڑے رہے ہیں۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں یزید پلید، مروان، حجاج بن یوسف اور دیگر ظالم و گمراہ لوگوں کی حکومت رہی ہے۔ بلکہ تاریخ میں یہاں تک ملتا ہے کہ مکہ و مدینہ کے امام و موذن اور خطیب بھی گمراہ رہے ہیں۔ اس کے باوجود مکہ و مدینہ ایمان کا مرکز بھی رہا ہے وہاں کی اکثر آبادی اہل سنت و جماعت ہی رہی ہے۔ تاریخ میں ان نجدیوں سے قبل کسی ایک ظالم و گمراہ حکمران کے متعلق یہ نہیں ملتا کہ انہوں نے مکہ و مدینہ جیسے پاک شہروں میں زبردستی اپنے عقائد مسلط کرنے اور اہل سنت و جماعت کے عقائد و شرک ثابت کرنے کے لئے عملی طور پر کوئی اقدام کیا ہو، احادیث و مستند کتب میں تحریفات کرتے ہوئے اپنے باطل عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہو لیکن ان نجدی وہابیوں نے مکہ و مدینہ پر قبضہ کر کے زبردستی پوری دنیا میں اپنے عقائد کی تبلیغ شروع کر دی۔

موجودہ دور میں مکہ و مدینہ پر شاہ سعود وہابی کی حکومت ہے جنہوں نے حجاز پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو وہابی بنانے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگانا شروع کر دیا۔ اس کے لئے انہوں نے سب سے زیادہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو ٹارگٹ بنایا اور کئی کتب اردو میں لکھ کر مسلمانوں کو وہابی بنانے کی مذموم کوشش کی جواب بھی جاری ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ جو عام بھولے

بھالے مسلمان حج وعمرہ یا روزگار کے لئے سعودی عرب جاتے ہیں تو وہاں انہیں حج وعمرہ کے مسائل کے متعلق بہت کم اور وہابی عقائد پر زیادہ کتابیں مفت دی جاتی ہیں اور وہاں اردو میں تقاریر کرنے کے لئے پاکستان و ہندوستان سے وہابی مولوی مقرر ہوتے ہیں جو تھوڑی تھوڑی سی تنخواہ پر مقرر ہوتے ہیں یعنی یوں سمجھ لیں کہ **کرائے کے مولوی** ہوتے ہیں جن کا کام لوگوں کو وہابی بنانا ہوتا ہے۔سعودی رومال اور لباس پہن کر عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ وہ سعودی عربی ہیں جبکہ ہندوستان پاکستان کے گاؤں دیہاتوں سے اٹھ کر آئے ہوتے ہیں، ان کی اپنی علمی استعداد کچھ نہیں ہوتی، اگر کوئی ان سے عربی یا انگلش میں بات کرے تو ان کی بولتی بند ہو جاتی ہے، یہ صرف اردو بولنے والے اور بالخصوص غیر برٹش پاسپورٹ والوں پر چڑھائی کرتے ہیں، اگر کسی کے پاس برٹش پاسپورٹ ہو تو یہ ان کو کسی بھی بات پر نہیں ٹوکتے کیونکہ ان کو پتہ ہے برٹش ایمبیسی والے فوراً اپنے بندے کے پیچھے آتے ہیں اور پاکستانی ایمبیسی کے بےحس لوگ اپنے ہی شہری کو قصور وار ٹھہراتے ہیں۔

مسلمانوں کی ایک تعداد ہے جو مکہ و مدینہ میں وہابیوں کی بے ادبیاں دیکھ کر ان سے نفرت کرتی ہے لیکن بعض بھولے لوگ ان کا شکار ہو جاتے ہیں اور واپس آ کر یا تو وہابی بن جاتے ہیں یا سعودی وہابیوں کے افعال کی تعریفیں کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے گزرنا، قبروں کی شہید کر دینا، قرآن کو زمین پر رکھ دینا، قبلہ کی طرف پاؤں کرنا جائز ہے۔ جب ان کو سمجھایا جائے تو وہ آگے سے کہتے ہیں مکہ و مدینہ کے مولوی کیسے غلط ہو سکتے ہیں۔ اس کتاب میں قرآن وحدیث اور تاریخ کی کتب سے اسی جاہلانہ نظریہ کو باطل ثابت کیا گیا ہے۔

علمائے اہل سنت اپنا فرض سمجھتے ہوئے مسلمانوں کی اس معاملہ میں اصلاح کی کوشش کرتے ہیں اور سعودیہ وہابیوں کے عقائد ونظریات لوگوں کو بتاتے ہیں لیکن عوام اپنی اندھی عقیدت میں یہ باتیں سننا گوارا نہیں کرتے اور الٹا علمائے کرام کو بُرا بھلا کہنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کتاب کو لکھنے کا یہ مقصد ہے کہ کوئی ذی شعور جو حق کا متلاشی ہو، اندھی عقیدت کو چھوڑ کر شریعت کی آنکھ سے دیکھے، سعودی تاریخ کا مطالعہ کرے تو اس پر عیاں ہو جائے کہ کس طرح اہل سعود نے انگریزوں سے مل کر ترک مسلمان جو پکے سچے سنی عاشق رسول تھے ان سے یہ ملک چھینا ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مزارات، مقدس مقامات کو شہید کیا ہے اور پوری دنیا میں وہابی عقائد پھیلانے کے لئے کوشاں ہیں۔ ان کی یہی کوشش ہے کہ جو کوئی عمرہ یا حج کرنے یا روزگار کے لئے سعودیہ آئے وہ حج وعمرہ صحیح کرے یا نہ کرے بس وہابی بن کر جائے۔ سعودی لوگوں کو حج وعمرہ جیسے اہم مسائل سے لوگوں کو روشناس نہیں کرواتے بلکہ ان کا تمام لٹریچر صرف وہابیت پر مبنی ہوتا ہے یہاں تک کہ ہر کسی کو واپسی پر ایک تفسیر دیتے ہیں جس میں

تمام دنیا کومشرک اور فقط وہابیت کوتوحید کا ٹھیکیدار ثابت کیا ہے۔

موجودہ امامِ کعبہ عبدالرحمٰن السدیس نے تو حج کے خطبہ کے موقع پر پوری دنیا کے مسلمانوں کو کافر ومشرک قرار دیتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اسلامی ممالک میں سے اکثر لوگ مشرک ہیں۔ان میں بڑی قسم کا شرک پکا ہو چکا ہے کیونکہ وہ قبروں پر گنبد بناتے ہیں،ان کے لئے نذریں مانتے ہیں اور امیدِ میت سے قبور پر حاضری دیتے ہیں۔ (المدینہ اخبار،13-01-2007)

موضوع کی اہمیت

اس موضوع کی اہمیت یہ ہے کہ راقم الحروف کی معلومات کے مطابق آج سے پہلے کسی نے اس موضوع پر قلم نہیں اٹھایا۔ چند متفرق مسائل پر علمائے کرام ضرور گفتگو کرتے ہیں لیکن جس طرح اس کتاب میں تمام مشہور ومعروف درپیش آنے والے مسائل پر کلام کیا گیا ہے ایسا قارئین کو کسی اور کتاب میں نہیں ملے گا۔اگر کوئی مسلمان جو تذبذب کا شکار ہے، گستاخی کے سبب اس پر گمراہی کی مہر نہ لگی ہو وہ اس کتاب کو پڑھ لے گا تو ان شاءاللہ عزوجل عقائد اہل سنت کو اپنا لے گا۔

اس کتاب کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ فقہ حنبلی سے سعودی وہابیوں کے عقائد ونظریات اور افعال کی تردید کی گئی ہے کیونکہ سعودی وہابی فقہ حنبلی پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ فقہ حنبلی کے مطابق بھی مزارات کو شہید کرنا،نمازیوں کے آگے سے گزرنا،بغیر صفیں متصل کئے نمازیں پڑھنا وغیرہ ناجائز ہے۔

نوٹ: اس پوری کتاب میں جذباتی اور بازاری انداز استعمال نہیں کیا گیا بلکہ ایک علمی انداز اختیار کیا گیا ہے۔بغیر علم و دلیل کے کفروشرک کے فتاویٰ صادر نہیں کئے ہیں جیسا کہ بعضوں کی عادت ہوتی ہے۔

اس کتاب سے اگر کوئی اختلاف کرے تو اس اختلاف کی دو صورتیں ہوں گی:ایک صورت تو وہی ہٹ دھرمی والی کہ دلائل کے جواب دینے سے قاصر اور فقط اپنے وہابی مذہب کا اندھا دفاع کرنے کے لئے طعن وتشنیع کرنا جو کہ جہلاء کی روش ہے۔ دوسرا اختلاف علمی سطح کا ہے وہ چاہے اہل سنت کا کوئی فرد کرے یا وہابی کرے۔اگر دلیل کے ساتھ کسی مسئلہ میں اختلاف کرے گا تو ضرور اس پر نظر ثانی کی جائے گی اور اگر میری غلطی واضح ہوئی تو ان شاءاللہ عزوجل ضرور رجوع کروں گا۔

المتخصص فی الفقه الاسلامی
ابو احمد محمد انس رضا قادری
28شوال المکرم 1438ھ23 جولائی 2017ء

۞...باب اول: خوارج اور سعودیہ کی تاریخ ...۞

سعودی وہابیوں کی تاریخ جاننے کے لئے قارئین کوخوارج کی تاریخ کو جاننا ہوگا کیونکہ اہل سعود خارجی عقائدونظریات کے حامل ہیں جیسا کہ آگے دلائل سے ثابت کیا جائے گا۔

☆...فصل اول: تاریخِ خوارج...☆

اسلامی تاریخ میں خارجیوں کی تاریخ ایک ایسا سیاہ دھبہ ہے جس نے پاک صاف مذہب اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان بالخصوص حضرت عثمان غنی وحضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور مبارک، سلطنت بنوامیہ وعباسیہ، پھر ترکوں کے دور سے سعودی حکومت کے قیام اور اب تک پوری دنیا میں جتنے بھی مسلمانوں میں باہم فتنے ہورہے ہیں ان میں خارجیوں کا ہاتھ رہا ہے۔ آج بھی پوری دنیا میں جتنے دہشت گرد نام نہاد مسلمان منظر عام پر آتے ہیں ان کا تعلق اسی خارجی تحریک سے ہوتا ہے۔

خارجیوں کے شروع سے یہ عقائد رہے ہیں کہ پوری اسلامی دنیا میں صرف یہی مسلمان ہیں اور جو ان جیسے عقائد نہیں رکھتا وہ مشرک اور واجب القتل ہے۔ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام واہل بیت اور اولیائے کرام کی شان میں بے ادبیاں کرنا اور ذرا ذرا سی بات پر مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانا اور جہاد کے نام پر قتل وغارت کرنا ان کا وتیرہ رہا ہے۔

احادیث وآثار میں خوارج کے عقائدونظریات کی شدید تردید کی گئی ہے اور ان کی واضح نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ احادیث وتاریخ کی کتب کے حوالہ سے اس پر تفصیلی کلام ملاحظہ ہو:

خارجیوں کا پہلا امام

خارجیوں کا پہلا امام بنوتمیم کا ایک شخص ذوالخویصرہ نامی مکروہ شکل کا وہ گستاخ شخص تھا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے ادبی کی تھی۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ الْبَصْرِيُّ الْحَرَّانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ:حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ الْأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ شِهَابٍ، قَالَ:كُنْتُ أَتَمَنَّى أَنْ أَلْقَى رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَسْأَلُهُ عَنِ الْخَوَارِجِ، فَلَقِيتُ أَبَا بَرْزَةَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقُلْتُ لَهُ:هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْخَوَارِجَ؟ فَقَالَ:نَعَمْ،

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأُذُنِي، وَرَأَيْتُهُ بِعَيْنِي، أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ فَقَسَمَهُ، فَأَعْطَى مَنْ عَنْ يَمِينِهِ، وَمَنْ عَنْ شِمَالِهِ، وَلَمْ يُعْطِ مَنْ وَرَاءَهُ شَيْئًا، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ وَرَائِهِ فَقَالَ:يَا مُحَمَّدُ، مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ رَجُلٌ أَسْوَدُ مَطْمُومُ الشَّعْرِ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَبْيَضَانِ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضَبًا شَدِيدًا وَقَالَ:وَاللَّهِ لَا تَجِدُونَ بَعْدِي رَجُلًا هُوَ أَعْدَلُ مِنِّي، ثُمَّ قَالَ:يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَأَنَّ هَذَا مِنْهُمْ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ، لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ، وَالْخَلِيقَةِ "ترجمہ:**شریک بن شہاب** سے روایت ہے کہ مجھ کوتمنا تھی کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی سے ملاقات کروں اوران سے خوارج کے بارے میں معلومات لوں ،تو عید کے دن صحابہ کی ایک جماعت میں حضرت ابو برزہ سے میری ملاقات ہوئی ۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ خوارج کے متعلق سنا ہے؟انہوں نے فرمایا جی ہاں ۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے کان سے سنا ہے اور میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں کچھ مال آیا، آپ علیہ السلام نے وہ مال ان حضرات کو تقسیم فرما دیا جو کہ دائیں جانب اور بائیں جانب تھے اور جو پیچھے کی طرف تھے ان کو کچھ عطا نہیں فرمایا۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ نے مال انصاف سے تقسیم نہیں فرمایا۔ وہ ایک کالے رنگ کا شخص تھا کہ جس کا سر منڈا ہوا تھا اور وہ دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ یہ بات سن کر آپ علیہ السلام بہت سخت ناراض ہو گئے اور فرمایا اللہ کی قسم !تم لوگ میرے بعد مجھ سے بڑھ کر کسی دوسرے کوانصاف سے کام لیتے ہوئے نہیں پاؤ گے۔ پھر فرمایا: آخر دور میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے یہ آدمی بھی ان میں سے ہے کہ وہ لوگ قرآن کریم کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن کریم ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ دائرہ اسلام سے اس طریقہ سے خارج ہوں گے کہ جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ لوگ سر منڈے ہوئے ہوں گے۔ ہمیشہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال ملعون کے ساتھ نکلے گا۔ جس وقت ان لوگوں سے ملاقات کرو تو ان کو قتل کر ڈالو۔ وہ لوگ بدترین لوگ ہیں اور تمام مخلوقات سے برے انسان ہیں۔

(سنن النسائی، کتاب تحریم الدم ،من شہر سیفه ـــ،جلد7،صفحه 119،حدیث4103،مکتب المطبوعات الإسلامية ،حلب)

اسی مضمون کی حدیث بخاری شریف میں کچھ یوں ہے"عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:بَعَثَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْأَرْبَعَةِ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ، ثُمَّ الْمُجَاشِعِيِّ،

وَعُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الفَزَارِيِّ، وَزَيْدٍ الطَّائِيِّ، ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهَانَ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ عُلاَثَةَ العَامِرِيِّ، ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلاَبٍ، فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ، وَالأَنْصَارُ، قَالُوا: يُعْطِي صَنَادِيدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا، قَالَ: إِنَّمَا أَتَأَلَّفُهُمْ. فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ العَيْنَيْنِ، مُشْرِفُ الوَجْنَتَيْنِ، نَاتِئُ الجَبِينِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوقٌ، فَقَالَ: اتَّقِ اللَّهَ يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ: مَنْ يُطِعِ اللَّهَ إِذَا عَصَيْتُ؟ أَيَأْمَنُنِي اللَّهُ عَلَى أَهْلِ الأَرْضِ فَلاَ تَأْمَنُونِي فَسَأَلَهُ رَجُلٌ قَتْلَهُ، أَحْسِبُهُ خَالِدَ بْنَ الوَلِيدِ فَمَنَعَهُ، فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا، أَوْ: فِي عَقِبِ هَذَا قَوْمًا يَقْرَءُونَ القُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَقْتُلُونَ أَهْلَ الإِسْلاَمِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الأَوْثَانِ، لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ" ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں تھوڑا سا سونا بھیجا تو آپ نے اس کو چار آدمیوں میں تقسیم کیا (جن کے نام یہ ہیں) اقرع بن حابس حنظلی مجاشعی، عیینہ بن بدر فزاری، زید طائی جو بنی نبھان میں سے ایک تھا، علقمہ بن علاثہ عامری جو بنی کلاب کا ایک شخص تھا۔ قریش اور انصار متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ اہل نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہم لوگوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ان کی تالیف قلوب کرتا ہوں۔ (یعنی ان کو اس لیے دیتا ہوں تاکہ یہ اسلام پر ثابت رہیں۔) ایک شخص آیا کہ اس کی دونوں آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں، دونوں گال اٹھے ہوئے، پیشانی ابھری ہوئی، داڑھی گھنی اور سر منڈائے ہوئے تھا اس نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ سے ڈر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی اطاعت کون کرے گا جب میں ہی اس کی نافرمانی کروں؟ کیا اللہ عزوجل نے مجھے زمین والوں پر امین نہ بنایا ہے اور تم مجھ کو امین نہیں سمجھتے ہو! قوم کے ایک شخص غالباً خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کے قتل کرنے کی اجازت چاہی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔ جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا، تو آنحضرت نے فرمایا کہ اس شخص کی نسل سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے، اگر میں ان کا زمانہ پالوں تو ان لوگوں کو قومِ عاد کی طرح قتل کر دوں۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، جلد4، صفحہ137، دار طوق النجاۃ، مصر)

خارجیوں کی صفات ونشانیاں

ان دو حدیثوں میں خارجیوں کی درج ذیل نشانیاں بیان ہوئیں:

(1)خارجی قرآن بہت پڑھے گےلیکن اس پرعمل پیرانہ ہوں گے۔

(2)وہ قرآن پڑھنے،عبادات کرنے کے باوجود گمراہ ہوں گے۔دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سےنکل جاتا ہے۔

(3)ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ لوگ سر منڈے ہوئے ہوں گے۔

(4)یہ ہمیشہ ہر دور میں نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجّال کذاب کی حمایت میں نکلے گا۔

(5)خارجی اگرچہ کلمہ پڑھیں،قرآن پڑھیں، بڑے عبادت گزار ہوں،ان کی عبادت پر نہ جاؤ بلکہ ان سے لڑو۔

(6)خارجی اہل ایمان نہیں بلکہ بدترین لوگ ہیں اورتمام مخلوقات سے برے انسان ہیں۔

(7)یہ بت پرستوں کفار کے خلاف جہادنہیں کریں گے بلکہ مسلمانوں کوکافرومشرک قرار دے کران کاقتل عام کریں گے۔

(8)خارجیوں کے سردار کامکروہ چہرہ ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بھی اسی طرح ہوں گے کہ ان کی شکلیں دیکھ کر خوف آئے گا،ان کے چہروں پر رونق ونورانیت نہ ہوگی بلکہ سختی اور کراہت جھلکے گی۔

آج کے خارجیوں میں یہ سب نشانیاں پائی جاتی ہیں جو کفار سے اتحاد کرکے مسلمانوں کے خلاف نام نہاد جہاد کرکے مردوں،عورتوں اور بچوں کاقتل عام کرتے ہیں اوراس پرفخر کرتے ہیں۔

خارجی کاخودکوحضورعلیہ السلام اورصحابہ کرام سےافضل جاننا

خارجی متکبرقوم ہے،یہ اپنے سے بڑھ کر کسی کوقرآن وحدیث پرعمل پیرا ہونے والانہیں سمجھتے،خودکوسب سے نیک و پرہیز گاراور بقیہ کومشرک و بدعتی جانتے ہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ سے بڑھ کوخودکو نیک جانتے ہیں۔**مجمع الزوائد میں خوارج کے باب کےتحت ایک روایت یوں ہے**"وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ:كَانَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُعْجِبُنَا تَعَبُّدُهُ وَاجْتِهَادُهُ، فَذَكَرْنَاهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاسْمِهِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ، وَوَصَفْنَاهُ بِصِفَتِهِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ، فَبَيْنَا نَحْنُ نَذْكُرُهُ إِذْ طَلَعَ الرَّجُلُ، قُلْنَا:هَا هُوَ ذَا .قَالَ:إِنَّكُمْ لَتُخْبِرُونِي عَنْ رَجُلٍ إِنَّ عَلَى وَجْهِهِ سَفْعَةً مِنَ الشَّيْطَانِ،فَأَقْبَلَ حَتَّى وَقَفَ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يُسَلِّمْ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَشَدْتُكَ بِاللَّهِ، هَلْ قُلْتَ حِينَ وَقَفْتَ عَلَى الْمَجْلِسِ مَا فِي الْقَوْمِ أَحَدٌ أَفْضَلُ مِنِّي؟ قَالَ:اللَّهُمَّ نَعَمْ، ثُمَّ دَخَلَ يُصَلِّي .فَقَالَ رَسُولُ

اللَّـهِ صَـلَّـى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ :مَنُ يَقُتُلُ الرَّجُلَ؟ فَقَالَ أَبُو بَكُرٍ:أَنَا، فَدَخَلَ عَلَيُهِ، فَوَجَدَهُ قَائِمًا يُصَلِّي، فَقَالَ:سُبُحَانَ اللَّـهِ!أَقُتُلُ رَجُلًا يُصَلِّي، وَقَدُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ عَنُ قَتُلِ الُمُصَلِّينَ؟ فَخَرَجَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ:مَا فَـعَـلُـتَ؟ قَـالَ:كَـرِهُتُ أَنُ أَقُتُلَهُ وَهُوَ يُصَلِّي، وَقَدُ نَهَيُتَ عَنُ قَتُلِ الُمُصَلِّينَ .قَـالَ عُـمَـرُ:أَنَا، فَدَخَلَ فَوَجَدَهُ وَاضِعًا وَجُهَـهُ، فَقَالَ عُمَرُ:أَبُو بَكُرٍ أَفُضَلُ مِنِّي .فَـخَـرَجَ، فَـقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ:مَهُ؟ قَالَ:وَجَدُتُهُ وَاضِعًا وَجُهَهُ فَكَرِهُتُ أَنُ أَقُتُلَهُ .فَقَالَ:مَنُ يَقُتُلُ الرَّجُلَ؟ فَقَالَ عَلِيّ:أَنَا .فَقَالَ:أَنُتَ إِنُ أَدُرَكُتَهُ .قَالَ:فَدَخَلَ عَلَيُهِ، فَوَجَدَهُ قَدُ خَرَجَ، فَرَجَعَ إِلَـى رَسُـولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:مَه .قَـالَ:مَا وَجَدُتُهُ .قَـالَ:لَـوُ قُتِلَ مَا اخُتَلَفَ فِي أُمَّتِي رَجُلَانِ، كَـانَ أَوَّلَهُـمُ وَآخِرَهُمُ .قَـالَ مُـوسَـى:سَـمِـعُـتُ مُـحَـمَّـدَ بُـنَ كَـعُـبٍ يَـقُـولُ:هُـوَ الَّذِي قَتَلَـهُ عَلِيٌّ ذُو الثُّـدَيَّةِ" ترجمہ:حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک میں ایک شخص کے زہد وعبادت پر ہم تعجب کرتے تھے،تو ہم نے اس کا ذکر اس کے نام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔حضور علیہ السلام نے اسے نہیں پہچانا۔ہم نے اس کی پہچان کروانے کی کوشش کی لیکن آپ اس شخص کو پہچان نہ سکے۔اتنے میں وہ شخص آ گیا،تو ہم نے کہا یہ وہی شخص ہے جس کے متعلق ہم آپ کو خبر دے رہے تھے۔تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم مجھے ایسے شخص کے بارے خبر دے رہے تھے جس کے چہرے پر شیطان کا داغ ہے۔وہ آیا اور صحابہ کے پاس کھڑا ہو گیا لیکن کسی کو سلام نہ کیا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں تمہیں اللہ عزوجل کی قسم دیتا ہوں کیا تو نے (اپنے آپ سے) اس مجلس میں کھڑے ہو کر یہ نہیں کہا کہ اس مجلس میں تجھ سے بڑھ کر کوئی افضل نہیں۔اس شخص نے کہا ہاں۔پھر وہ شخص نماز پڑھنے لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اسے قتل کرے گا؟ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: میں۔وہ اس پر داخل ہوئے تو اسے نماز میں پایا تو کہنے لگے سبحان اللہ کیا میں اس شخص کو قتل کروں جو نماز پڑھ رہا ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے،تو حضرت ابوبکر صدیق واپس آ گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے کیا کیا؟ حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کی میں نے مکروہ جانا کہ اسے قتل کروں جبکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور آپ نے ہمیں نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میں اسے قتل کرتا ہوں۔جب حضرت عمر فاروق گئے تو وہ سجدہ میں تھا آپ نے فرمایا: ابوبکر مجھ سے افضل ہیں تو وہ بھی بغیر قتل کئے باہر آ گئے (یعنی جب ابوبکر صدیق نے اسے قتل نہیں کیا تو میں کیسے قتل کر دوں۔)۔جب حضرت عمر فاروق باہر نکلے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: رک جاؤ۔حضرت عمر

نے عرض کی وہ سجدہ میں تھا تو میں نے اسے قتل کرنا پسند نہ کیا۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کون ہے جو اسے قتل کرے؟ حضرت علی المرتضٰی نے عرض کی میں قتل کرتا ہوں۔حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر تو نے پالیا تو تو قتل کرے گا۔حضرت علی گئے تو وہ نکل چکا تھا۔ حضرت علی حضور علیہ السلام کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا رک جاؤ۔تو حضرت علی نے عرض کی میں نے اسے نہیں پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس شخص کو قتل کر دیا جاتا تو میری امت کے دو بندوں میں بھی اختلاف نہ ہوتا۔یہ ان فتنوں کا اول وآخر ہے۔موسیٰ نے کہا میں نے محمد بن کعب سے سنا ہے کہ یہی وہ (خارجیوں کا سردار) ذو ثدیہ ہے جسے حضرت علی المرتضٰی نے (نہروان کی جنگ میں) قتل کیا تھا۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب قتال أہل البغي، باب ما جاء في الخوارج، جلد6، صفحه 337، حديث10402، دار الفكر، بيروت)

کثرت کے ساتھ تلاوتِ قرآن کرنے والا گمراہ فرقہ

خارجیوں کی ایک نشانی کثرت سے قرآن پاک پڑھنا بیان کی گئی ہے۔یہ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ صرف دور ہیں بلکہ نعت پڑھنے کو بھی یہ شرک وبدعت سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ گانے تو سن لیں گے، گانے والوں کے خلاف نہیں بولیں گے لیکن نعت پڑھنے والوں کو بُرا بھلا اور مشرک کہیں گے۔ان کے جلسوں میں قرآن پاک کی تلاوت ہر وقت لگی رہتی ہے اگرچہ سنتا کوئی نہیں خود یہ ادھر ادھر کام کر رہے ہوتے ہیں۔مجمع الزوائد میں خوارج کے باب میں ہے"وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:سَيَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي يَشْرَبُونَ الْقُرْآنَ كَشُرْبِهِمُ اللَّبَنَ .رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ" ترجمہ:حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:عنقریب میری امت میں سے ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن کو دودھ کی طرح پیئیں گے (یعنی کثرت کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرنے والے ہوں گے۔)۔اس کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب قتال أہل البغي، باب ما جاء في الخوارج، جلد6، صفحه 342، حديث10412، دار الفكر، بيروت)

ہدایت کی طرف بلانے کا دعویٰ کریں گے لیکن وہ گمراہی ہوگی

کثرتِ تلاوت کرنے کے باوجود بدعقیدہ ہونے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شدید مذمت کی اور واضح کیا کہ وہ قرآن کی طرف لوگوں کو دعوت دیں گے لیکن ان میں قرآن کی تعلیمات نہ ہوں گی۔یہ خارجی آج بھی لوگوں کو قرآن وحدیث کا جھانسا دے کر گمراہ کرتے ہیں جبکہ ان کے عقائد واعمال قرآن وحدیث کے خلاف ہوتے ہیں۔حدیث پاک میں خارجیوں کی یہی نشانی بتائی گئی ہے چنانچہ السنۃ میں ابو بکر بن ابی عاصم (المتوفی 287ھ) نے خارجیوں کے باب میں یہ

حدیث پاک روایت کی"عَنْ صَالِحٍ أَبِی الْخَلِیلِ، عَنْ أَبِی زَیْدٍ الْأَنْصَارِیِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:یَدْعُونَ إِلَی کِتَابِ اللَّهِ وَلَیْسُوا مِنَ اللَّهِ فِی شَیْءٍ، فَمَنْ قَاتَلَهُمْ کَانَ أَوْلَی بِاللَّهِ مِنْهُمْ" **ترجمہ:** حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ وہ قرآن کی طرف بلائیں گے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کرنے والے نہ ہونگے۔ جوان کو قتل کرے گا وہ اللہ عزوجل کے حضور افضل ہوگا۔

(السنة،باب المارقة، والحرورية، والخوارج، السابق لها خذلان خالقها،جلد2،صفحه458،حديث941، المكتب الإسلامی ،بيروت)

ایک دن تلاوتِ قرآن اور اگلے دن قتل وغارت کریں گے

ان کا خوش الحانی سے قرآن پڑھنا، بات بات پر قرآن کی دلیل دینا ایک دھوکہ ہے جس سے بچنے کا فرمایا گیا ہے کہ قرآن کے نام پر قتل وغارت کرنا ان کی عادت ہے۔ **مجمع الزوائد** میں باب ''خوارج'' کے تحت ہے "وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ، عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ:أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ یَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، فَقَالَ:لَا یَغُرَّنَّكَ هَؤُلَاءِ، إِنَّهُمْ یَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ الْیَوْمَ، وَیَتَجَالَدُونَ بِالسُّیُوفِ غَدًا" **ترجمہ:** حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قوم کے پاس سے گزرے کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کررہی تھی۔ آپ نے فرمایا: تم کو ان کا قرآن پڑھنا ہرگز دھوکہ نہ دے۔ یہ آج قرآن پڑھ رہے ہیں، کل تلواروں سے لڑائی کریں گے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب قتال أهل البغی ،باب ما جاء فی الخوارج ،جلد6،صفحه 346،حديث10425، دار الفكر، بيروت)

ان کا قرآن پڑھنا منافقت ہوگا

ان کے قرآن پڑھنے کو منافقت قرار دیا گیا چنانچہ **مجمع الزوائد** میں خوارج کے باب کے تحت ہے "عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :أَكْثَرُ مُنَافِقِی أُمَّتِی قُرَّاؤُهَا .رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَالطَّبَرَانِیّ" **ترجمہ:** حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے اکثر منافق زیادہ قرآن پڑھنے والے ہیں۔ اس کو امام احمد وطبرانی نے روایت کیا۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب قتال أهل البغی ،باب ما جاء فی الخوارج ،جلد6،صفحه 343،حديث10413، دار الفكر، بيروت)

قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا

بخاری شریف کی حدیث پاک ہے یُسَیر بن عمرو فرماتے ہیں میں نے حضرت سہیل بن حُنیف سے پوچھا کیا آپ نے خوارج کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ سنا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا

آپ نے فرمایا"يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ" ترجمہ: ان میں سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھے گی لیکن وہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ دائرہ اسلام سے اس طرح سے خارج ہوں گے کہ جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

(صحيح البخاری، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب من ترك قتال الخوارج للتألف، وأن لا ينفر الناس عنه، جلد9، صفحه17، دار طوق النجاة، مصر)

کم علم کم عقل خود کو زیادہ عالم سمجھنے والے

امام بخاری نے اسی باب میں ایک اور حدیث پاک خارجیوں کی صفت کے متعلق نقل کی کہ وہ کم عقل ہو کر خود کو بہت اہل علم، خیر کی دعوت دینے والا سمجھیں گے۔ یعنی قرآن وحدیث پر چلنے کا دعویٰ کریں گے اور دوسروں کو قرآن وحدیث کے خلاف چلنے والا سمجھیں گے جیسا کہ ائمہ کرام کی تقلید کو شرک و گمراہی کہہ دیا جاتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، أَحْدَاثُ الأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ البَرِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ، كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ القِيَامَةِ" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں کچھ لوگ کم عقل آئیں گے کہ باتیں بظاہر اچھی کریں گے لیکن ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ تم جہاں بھی ان سے ملو ان کو قتل کرو۔ ان کو قتل کرنا قیامت والے دن قتل کرنے والے کے لیے باعثِ اجر ہوگا۔

(صحيح البخاری، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، جلد9، صفحه16، دار طوق النجاة، مصر)

تکبر کے ساتھ ساتھ کم عقل ہونا بھی ان کا واضح ہے کہ جہاد کی غلط تعریف کر کے بھولے بھالے مسلمانوں کو پھانستے ہیں جیسے خودکش حملے میں ملوث چھوٹی عمر کے لڑکے ہوتے ہیں۔

بتوں پر مشتمل آیات مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے

خارجی شروع سے ہی بتوں والی آیات مسلمانوں پر منطبق کر کے انہیں مشرک ثابت کر کے ان پر جہاد کرتے رہے ہیں جیسا کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ کو معاذ اللہ مشرک ٹھہرایا اور صحابہ وتابعین پر جہاد کیا۔ صحابی رسول حضرت ابن عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ خارجیوں کی اس عادتِ بد کا تذکرہ کرتے ہیں۔امام بخاری نے باب باندھا"بَابُ قَتْلِ الخَوَارِجِ وَالمُلْحِدِينَ بَعْدَ إِقَامَةِ الحُجَّةِ عَلَيْهِمْ" اس میں حدیث پاک نقل کی"وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللَّهِ، وَقَالَ:إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الكُفَّارِ، فَجَعَلُوهَا عَلَى المُؤْمِنِينَ" ترجمہ:حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوارج کو مخلوق میں سب سے بدتر جانتے تھے اور انہوں نے فرمایا:انہوں نے کفار کے متعلق نازل ہوئی آیتوں کو مسلمانوں پر منطبق کردیا ہے۔

(صحيح البخاري،كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،،باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم،جلد9،صفحہ16،دار طوق النجاة،مصر)

موجودہ دور میں بھی یہ خارجی بتوں کے متعلق آیات کو مزاراتِ اولیاء پر منطبق کر کے مسلمانوں کو مشرک قرار دیتے ہیں۔

خارجی بدترین مخلوق

دوسری روایت میں ہے"عَنْ عُمَيْرِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ:ذَكَرُوا الْخَوَارِجَ عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ" ترجمہ:حضرت عمیر بن اسحاق سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ کے پاس لوگوں نے خوارج کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:وہ مخلوق میں بدترین ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمل،ما ذکر فی الخوارج،جلد7،صفحہ553،حدیث37885،مکتبۃ الرشد ،الریاض)

خارجی جہنمی کُتے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خارجیوں کی شدید مذمت کے ساتھ ساتھ انہیں جہنم کے کتے کہا۔مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے"عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اَلْخَوَارِجُ كِلَابُ النَّارِ"ترجمہ:حضرت ابن ابی اوفیٰ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:خارجی جہنم کے کتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمل،ما ذکر فی الخوارج،جلد7،صفحہ552،حدیث37884،مکتبۃ الرشد ،الریاض)

مصنف ابن ابی شیبہ کی دوسری روایت میں ہے کہ سعید بن جُمہان نے فرمایا کہ خوارج مجھے اپنے گروہ میں لانے کی کوشش کرتے تھے اور قریب تھا کہ میں ان میں داخل ہوجاتا۔میں نے خواب میں ابو بلال (خارجی) کے (کتوں جیسے دانت دیکھ کر) اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا"جُعِلْنَا بَعْدَكُمْ كِلَابَ أَهْلِ النَّارِ" ترجمہ:مرنے کے بعد ہمیں جہنم کے کتے بنا دیا گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمل،ما ذکر فی الخوارج،جلد7،صفحہ555،حدیث37895،مکتبۃ الرشد ،الریاض)

خارجی خروجِ دجال تک آتے رہیں گے

پھر ان خارجیوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبی خبر دی ہے کہ یہ آتے رہیں گے یہاں تک کہ ان خارجیوں کا آخری گروہ دجال کی پیروی کرے گا۔سنن النسائی میں ہے" یَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ "ترجمہ: یہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا۔

(سنن النسائی، کتاب تحریم الدم ،من شہر سیفه۔۔،جلد7،صفحه 119،حدیث4103،مکتب المطبوعات الإسلامیة ،حلب)

خارجیوں کو قتل کرنے کا حکم

احادیث میں ان لوگوں کو قتل کرنے کا فرمایا گیا حالانکہ وہ بظاہر کلمہ گو تھے۔سنن النسائی میں ہے" فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ، وَالْخَلِيقَةِ "ترجمہ: جب تم ان کو پاؤ تو ان کو قتل کرو۔وہ مخلوق میں بدترین ہیں۔

(سنن النسائی، کتاب تحریم الدم ،من شہر سیفه۔۔۔جلد7،صفحه 119،حدیث4103،مکتب المطبوعات الإسلامیة،حلب)

حضور علیہ السلام کا خارجیوں کو قتل کرنے کا ارادہ

بلکہ بخاری شریف کی حدیث پاک میں آپ علیہ السلام کا ارشاد یوں مذکور ہے"لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ "ترجمہ: اگر میں ان کو پاتا تو ان لوگوں کو قوم عاد کی طرح قتل کرتا۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء ،جلد4،صفحه137،دار طوق النجاة،مصر)

جہاں خارجی فتنہ نکلتا رہے گا وہاں ختم بھی ہوتا رہے گا

جہاں غیبوں کی خبر دینے والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خارجیوں کی دہشت گردی کی خبریں دی ہیں وہاں یہ بھی خوشخبری ساتھ دی گئی ہے کہ وہ ساتھ ساتھ ختم بھی کئے جائیں گے۔مجمع الزوائد میں ہے"يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، فَإِنْ خَرَجُوا فَاقْتُلُوهُمْ، ثُمَّ إِنْ خَرَجُوا فَاقْتُلُوهُمْ :قَالَ ذَلِكَ ثَلَاثًا .رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ ."ترجمہ: قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔جب وہ نکلیں تو ان کو قتل کردو۔پھر اگر نکلیں تو قتل کردو۔آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔یہ حدیث امام بزار نے روایت کی اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب قتال أہل البغی ،باب ما جاء فی الخوارج ،جلد6،صفحه 340،حدیث10407، دار الفکر، بیروت)

مجمع الزوائد میں ہے"قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:سَيَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ، كُلَّمَا خَرَجَ مِنْهُمْ قَرْنٌ

قُطِعَ .حَتّٰی عَدَّهَا زِيَادَةً عَلَى عَشْرِ مَرَّاتٍ: كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ مِنْهُمْ قُطِعَ، حَتَّى يَخْرُجَ الدَّجَّالُ فِي بَقِيَّتِهِمْ .رَوَاهُ أَحْمَدُ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ .وَشَهْرٌ ثِقَةٌ، وَفِيهِ كَلَامٌ لَا يَضُرُّ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ رِجَالُ الصَّحِيحِ " ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: عنقریب میری امت میں سے ایک گروہ مشرق سے نکلے گا، قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ جب بھی وہ نکلیں گے ختم کردیئے جائیں گے، جب بھی وہ نکلیں گے ختم کردیئے جائیں گے۔ حضور علیہ السلام نے یہ دس سے زیادہ مرتبہ ارشاد فرمایا۔ جب بھی نکلیں گے ختم کردیئے جائیں گے یہاں تک کہ ان کے آخری گروہ میں دجال نکلے گا۔ اسے امام احمد نے طویل حدیث میں روایت کیا۔ شہر راوی ثقہ ہیں اور ان کے متعلق جرح مضر نہیں ہیں۔ بقیہ راوی صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب قتال أہل البغی، باب ما جاء فی الخوارج، جلد6، صفحہ 340، حدیث10406، دار الفکر، بیروت)

اس حدیث کی تائید آج بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ حال ہی میں ان خارجی دہشت گردوں نے پاکستان میں کفار کے کہنے پر خوب دہشت گردی کی لیکن پاک فوج نے ان کو نیست و نابود کردیا۔

خارجیوں سے لڑنے والوں کے لیے خوشخبری

جہاں خارجیوں کو قتل کرنا عام کفار کو قتل کرنے سے زیادہ ثواب ہے وہیں خارجیوں کے ہاتھوں شہید ہونے پر بشارتیں دی گئی ہیں۔ امام ابوداؤد نے باب باندھا "باب فی قتال الخوارج" اس میں یہ حدیث پاک روایت کی "حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، وَمُبَشِّرٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ الْحَلَبِيَّ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو، قَالَ: يَعْنِي الْوَلِيدَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنِي قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ، قَوْمٌ يُحْسِنُونَ الْقِيلَ وَيُسِيئُونَ الْفِعْلَ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا يَرْجِعُونَ حَتَّى يَرْتَدَّ عَلَى فُوقِهِ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ، طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوهُ، يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَلَيْسُوا مِنْهُ فِي شَيْءٍ، مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلَى بِاللَّهِ مِنْهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا سِيمَاهُمْ؟ قَالَ: اَلتَّحْلِيقُ" ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ ہوگا۔ ایک قوم (خارجی) باتیں اچھی اور اعمال برے کرے گی۔ قرآن پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ دین سے اس طرح نکل جائے گی جیسے تیر کمان سے نکلتا

ہے، وہ نہیں پلٹیں گے یہاں تک کہ تیر کمان میں پلٹ آئے۔ وہ مخلوق میں بدترین قوم ہوگی۔ خوشخبری ہے اس کے لئے جو اس قوم کو قتل کرے یا اس کے ہاتھوں شہید ہو۔ یہ قوم قرآن کی طرف بلائے گی لیکن ان کے پاس قرآن کا کچھ نہ ہوگا۔ جو ان کو قتل کرے وہ اللہ عزوجل کے ہاں بلند مرتبے والا ہے۔ صحابہ نے عرض: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قوم کی نشانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: سرمنڈوانا۔ (سنن أبي داود، کتاب السنة، باب في قتال الخوارج، جلد4، صفحه243، حدیث4765، المکتبة العصرية، بيروت)

خارجیوں کے ہاتھوں شہید ہونے پر آٹھ گنا زیادہ فضیلت

ایک روایت کے مطابق جو مسلمان مجاہد ان خارجیوں کے ہاتھوں شہید ہوا سے دیگر شہداء سے آٹھ گنا زیادہ فضیلت ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے "عَنْ كَعْبٍ، قَالَ: الَّذِي تَقْتُلُهُ الْخَوَارِجُ لَهُ عَشَرَةُ أَنْوَارٍ، فُضِّلَ ثَمَانِيَةُ أَنْوَارٍ عَلَى نُورِ الشُّهَدَاءِ" ترجمہ: حضرت کعب نے فرمایا: جس کو خارجی شہید کردیں اس کے لئے دس نور ہیں۔ اسے دیگر شہداء کے نور کے مقابلہ آٹھ انوار کی فضیلت دی گئی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الجمل، ما ذکر فی الخوارج، جلد7، صفحه557، حدیث37911، مکتبة الرشد، الرياض)

ان کا قتل مشرکین کے قتل سے زیادہ محبوب

خارجی چونکہ قرآن وحدیث کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اس لئے ان کو ختم کرنا مشرک کو ختم کرنے سے زیادہ ضروری ہے کہ ایک مسلمان مشرک سے تو محتاط رہتا ہے لیکن کلمہ گو گمراہ کے فتنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے "عَنْ عَاصِمِ بْنِ شُمَيْخٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: وَيَدَاهُ هَكَذَا يَعْنِي تَرْتَعِشَانِ مِنَ الْكِبَرِ: لَقِتَالُ الْخَوَارِجِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قِتَالِ عُدَّتِهِمْ مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ" ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خارجیوں کا قتل کرنا میرے نزدیک مشرکوں کو قتل کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الجمل، ما ذکر فی الخوارج، جلد7، صفحه553، حدیث37886، مکتبة الرشد، الرياض)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا "لَوْ كُنْتُ فِيهَا وَمَعِي سِلَاحِي لَقَاتَلْتُ عَلَيْهَا يَعْنِي نَجْدَةَ وَأَصْحَابَهُ" ترجمہ: اگر میں ان میں ہوتا اور میرے پاس میرے ہتھیار ہوتے تو میں ضرور ان سے یعنی نجدہ اور اسکے پیروؤں سے قتال کرتا۔

(مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الجمل، ما ذکر فی الخوارج، جلد7، صفحه557، حدیث37912، مکتبة الرشد، الرياض)

خارجیوں نے ہی حضرت عثمان غنی کا محاصرہ کیا

یہی وہ خارجی تھے جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کر کے ان پر پانی بند کیا، نماز باجماعت میں شرکت کو بند کیا اور آپ کو شہید کیا۔ البدایہ والنہایہ میں ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی 774ھ) لکھتے ہیں "وَقَدْ ذَكَرَ ابْنُ جَرِيرٍ أَنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا رَأَى ما فعل هَؤُلَاءِ الْخَوَارِجُ مِنْ أَهْلِ الْأَمْصَارِ، مِنْ مُحَاصَرَتِهِ فِي دَارِهِ، وَمَنْعِهِ الْخُرُوجَ إِلَى الْمَسْجِدِ، كَتَبَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ، وَإِلَى ابْنِ عَامِرٍ بِالْبَصْرَةِ وَإِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ، يَسْتَنْجِدُهُمْ فِي بَعْثِ جَيْشٍ يطردون هؤلاء من المدينة" ترجمہ: ابن جریر نے ذکر کیا کہ جب حضرت عثمان غنی نے دیکھا کہ یہ خوارج جو مختلف شہروں سے ہیں انہوں نے ان کے گھر کا گھیراؤ کر لیا ہے اور حضرت عثمان غنی کو گھر سے مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا ہے تو حضرت عثمان غنی نے حضرت امیر معاویہ کو شام کی طرف، ابن عامر کو بصرہ اور اہل کوفہ کی طرف مدد کیلئے خط لکھے کہ وہ اپنے لشکر بھیجیں جو ان خارجیوں کو مدینہ منورہ سے دور کریں۔

(البداية والنهاية،ثم دخلت سنة خمس وثلاثين ففيها مقتل عثمان بن عفان رضى الله عنه،جلد7،صفحه180،دار الفكر،بيروت)

انہوں نے ہی حضرت عثمان غنی کو شہید کیا

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے "عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ، قَالَ: سَأَلَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ عَنِ الْخَوَارِجِ فَقُلْتُ لَهُمْ: أَطْوَلُ النَّاسِ صَلَاةً وَأَكْثَرُهُمْ صَوْمًا غَيْرَ أَنَّهُمْ إِذَا خَلَفُوا الْجِسْرَ أَهْرَقُوا الدِّمَاءَ وَأَخَذُوا الْأَمْوَالَ، قَالَ: لَا تَسْأَلْ عَنْهُمْ إِلَا ذَا أَمَّا أَنِّي قَدْ قُلْتُ لَهُمْ: لَا تَقْتُلُوا عُثْمَانَ، دَعُوهُ، فَوَاللَّهِ لَئِنْ تَرَكْتُمُوهُ إِحْدَى عَشْرَةَ لَيَمُوتَنَّ عَلَى فِرَاشِهِ مَوْتًا فَلَمْ يَفْعَلُوا وَإِنَّهُ لَمْ يُقْتَلْ نَبِيٌّ إِلَّا قُتِلَ بِهِ سَبْعُونَ أَلْفًا مِنَ النَّاسِ وَلَمْ يُقْتَلْ خَلِيفَةٌ إِلَّا قُتِلَ بِهِ خَمْسَةٌ وَثَلَاثُونَ أَلْفًا" ترجمہ: بشر بن شغاف سے مروی ہے عبداللہ بن سلام نے مجھ سے خوارج کے متعلق پوچھا تو میں نے خوارج کے متعلق کہا کہ وہ لوگ لمبی نمازیں پڑھتے تھے اور کثرت سے روزے رکھتے تھے، پھر جب حد سے بڑھتے تھے تو لوگوں کا خون بہاتے اور ان کا مال چھینتے تھے۔ تو ان کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھ۔ میں نے ان خوارج سے کہا تھا: حضرت عثمان کو قتل نہ کرو انہیں چھوڑ دو۔ اللہ عزوجل کی قسم اگر تم انکو انکی حالت پر چھوڑ دو گے گیارہ سال تک تو وہ اپنے بستر پر وصال کریں گے۔ لیکن خارجیوں نے ایسا نہ کیا۔ کسی نبی کو شہید نہیں کیا گیا مگر اس کے بدلے میں ستر ہزار لوگ قتل ہوئے اور کسی نبی کے خلیفہ کو قتل نہ کیا گیا مگر اس کے بدلے میں پینتیس ہزار لوگ قتل ہوتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفتن، ما ذکر فی عثمان، جلد7، صفحه523، حدیث37693، مکتبة الرشد، الریاض)

خارجیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور آپ کے جنازے پر حملہ کرنے کا بھی ارادہ کیا تھا جسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورا نہیں ہونے دیا جیسا کہ تاریخ طبری میں ہے۔

اسلام میں ہونے والے اختلافات کے ذمہ دار یہی خارجی تھے

پھر یہی خارجی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی اختلاف تھا کہ جن خارجی بلوائیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا ہے ان سے قصاص لیا جائے۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ تھا کہ یہ باغی لوگ میرے گروہ میں ہیں لیکن آپ فتنہ کی وجہ سے قصاص لینے اور اپنی جماعت سے نکالنے میں تاخیر کر رہے تھے کہ حالات بہتر ہوں تو ان سے قصاص لیا جائے۔جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گروہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گروہ آمنے سامنے آیا تو یہی طے پایا کہ کل صبح جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا ہے انہیں قتل کر دیا جائے گا۔خارجیوں کو یہ حکم سن کر جب اپنی موت نظر آئی تو انہوں نے راتوں رات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گروہ سمجھا کہ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گروہ نے ہم پر حملہ کیا ہے،اس طرح جنگ جمل ان خارجیوں کی وجہ سے ہوئی اور جنگ صفین جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ہوئی وہ بھی یہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے خارجیوں کی وجہ سے ہوئی۔

خارجیوں نے حضرت علی المرتضیٰ کو مشرک قرار دیا

پھر جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ وجدل ختم کرنے کے لئے چند صحابہ کو ثالث بنایا تو یہ خارجی آپ کے خلاف ہو گئے اور آپ کی جماعت سے نکل گئے اور آپ کو مشرک قرار دیا اور دلیل یہ دی کہ آپ نے اللہ عزوجل کو چھوڑ کر مخلوق کو فیصلہ کرنے والا بنایا ہے چنانچہ کنز العمال میں علی المتقی اور الإبانۃ الکبری لابن بطۃ میں ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد المعروف بابن بَطَّۃ العکبری (المتوفی 387ھ) روایت کرتے ہیں”عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:لَمَّا حَكَّمَ عَلِيٌّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الْحَكَمَيْنِ، قَالَتْ لَهُ الْخَوَارِجُ:حَكَّمْتَ رَجُلَيْنِ؟ قَالَ:مَا حَكَّمْتُ مَخْلُوقًا، إِنَّمَا حَكَّمْتُ الْقُرْآنَ“ ترجمہ:حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کو حکم

بنایا تو خوارج نے اعتراض کیا کہا کہ آپ نے دو انسانوں کو حکم بنایا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے درحقیقت مخلوق کو نہیں بلکہ قرآن کو حکم بنایا ہے۔ (الإبانة الكبرى لابن بطة، باب اتضاح الحجة۔۔۔، جلد6، صفحہ38، حدیث 231، دار الراية ، الرياض)

یہ خارجیوں کی بنیادی دلیل ہے کہ وہ بات بات پر مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں اور ان کے بڑوں نے حضرت علی المرتضٰی اور دیگر صحابہ کرام کو مشرک قرار دیا تھا اور یہی موجودہ خارجیوں کی گھٹی میں ہے کہ وہ مسلمانوں کے کلمہ کا اعتبار نہیں کرتے اور انہیں مشرک سمجھتے ہیں جیسے کوئی کسی بزرگ کو مجازی طور پر داتا، غوث کہے تو یہ ان کو مشرک قرار دیتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف نعرے بازی

جس طرح موجودہ خارجیوں کی عادت ہے کہ وہ جائز و مستحب کاموں کو شرک و بدعت سمجھ کر اس سے مسلمانوں کو روکتے ہیں چاہے لڑائی جھگڑا کرنا پڑے یا مارنا پڑے جیسا کہ میلاد شریف کے جلسوں پر ثواب عظیم سمجھتے ہوئے کبھی پتھراؤ کرتے ہیں تو کبھی گولیاں چلاتے ہیں، خارجی بھی اسی طرح حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ مشرک ثابت کرتے ہوئے آپ کے اجتماع میں نعرے بازی کرتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ ”عَنْ كَثِيرِ بْنِ نِمْرٍ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا فِي الْجُمُعَةِ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، عَلَى الْمِنْبَرِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ، ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ، ثُمَّ قَامُوا مِنْ نَوَاحِي الْمَسْجِدِ يُحَكِّمُونَ اللَّهَ فَأَشَارَ عَلَيْهِمْ بِيَدِهِ: اجْلِسُوا، نَعَمْ لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ ، كَلِمَةُ حَقٍّ يُبْتَغَى بِهَا بَاطِلٌ“

ترجمہ: کثیر بن نمر فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضٰی منبر پر جمعہ کا خطبہ دینے کھڑے ہوئے، میں بھی حاضر تھا اس وقت ایک شخص آیا اور کہنے لگا: نہیں ہے حکم مگر اللہ عزوجل کا۔ (اس جملہ سے مراد خارجیوں کی یہ تھی کہ حضرت علی نے اللہ عزوجل کو چھوڑ کر لوگوں کو حکم بنایا ہے۔) پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اس نے بھی یہی کہا۔ پھر مسجد کے اطراف سے لوگ کھڑے ہوئے اور یہی جملہ کہا۔ حضرت علی المرتضٰی نے ان کی طرف اپنے ہاتھ کا اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ! ہاں اللہ عزوجل کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے۔ یہ کلمہ حق ہے لیکن اس سے باطل مطلب نکالا جا رہا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمل، ما ذكر في الخوارج، جلد7، صفحہ562، حدیث37930، مكتبة الرشد ، الرياض)

خارجی حضرت علی المرتضٰی کو اپنے سے کم علم سمجھتے تھے

جس طرح موجودہ نجدیوں کی عادت ہے کہ وہ خود کو ہی بڑا مسلمان سمجھتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں بالخصوص مقلدین کو مشرک سمجھتے، خود کو احادیث پر عمل پیرا ہونے والا کہلواتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دیگر مسلمان قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ ائمہ

مجتہدین، صوفیائے کرام کی تحقیر کرتے ہیں۔اسی طرح خارجیوں کی عادت تھی کہ وہ صحابہ کرام کو بھی کمتر سمجھتے تھے۔خارجی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے تھے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کم علم اور خود کو بہت علم والا سمجھتے تھے۔علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ تلبیس ابلیس میں فرماتے ہیں''وکانت الخوارج تتعبد إلا أن اعتقادهم أنهم أعلم من علی بن أبی طالب کرم الله وجهه وهذا مرض صعب''ترجمہ: خارجی لوگ بہت عبادت کیا کرتے تھے مگران کا یہ اعتقاد تھا کہ وہ لوگ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر عالم ہیں اور یہ اعتقاد ان کا سخت (مہلک) مرض تھا۔

(تلبیس ابلیس،الباب الخامس،ذکر تلبیس إبلیس علی الخوارج،صفحہ82،دار الفکر،بیروت)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اقرارِ کفر پر اصرار کرنا

خارجی حضرت علی المرتضیٰ سے کہتے تھے کہ آپ تحکیم والے مسئلہ میں اپنے کفر سے توبہ کریں چنانچہ تاریخ ابن خلدون میں عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد ابن خلدون (المتوفی 808ھ) لکھتے ہیں" قالوا:إنا کفرنا بالتحکیم وقد تبنا فان تبت أنت فنحن معك وان أبیت فقد نابذناك، فقال:کیف أحکم علی نفسی بالکفر بعد إیمانی وهجرتی وجهادی ثم انصرف عنهم" ترجمہ: خارجیوں نے کہا ہم نے تحکیم کا کہہ کر کفر کیا اور اب ہم نے اس کفر سے توبہ کر لی ہے۔اگر آپ (حضرت علی) بھی اس کفر سے توبہ کرلیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اگر آپ توبہ نہیں کرتے تو آپ سے جدا ہو جائیں گے۔حضرت علی نے فرمایا: میں اپنے ایمان،ہجرت اور جہاد کے بعد کیسے خود پر کفر کا حکم لگا دوں! پھر آپ وہاں سے چلے گئے۔

(تاریخ ابن خلدون،الطبقة الثالثة،أمر الخوارج وقتالهم،،جلد2،صفحہ639،دار الفکر، بیروت)

حضرت علی کو مشرک ثابت کرنے کے لیے آیات پڑھنا

جس طرح موجودہ دور میں خارجی قرآن وحدیث کے غلط معنی بیان کر کے امت مسلمہ کو مشرک و بدعتی ٹھہراتے ہیں اسی طرح یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرک ثابت کرتے ہوئے قرآن کی آیات پڑھتے تھے۔مسند ابن الجعد میں علی بن الجَعْد بن عبید الجَوْہَری البغدادی (المتوفی 230ھ) روایت کرتے ہیں"عَنْ أَبِی تَحْیَی قَالَ:صَلَّی عَلِیٌّ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَیْهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَنَادَاهُ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ:﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِینَ﴾ قَالَ:فَأَجَابَهُ عَلِیٌّ وَهُوَ فِی الصَّلَاةِ ﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا یَسْتَخِفَّنَّکَ الَّذِینَ لَا یُوقِنُونَ﴾" ترجمہ:حضرت ابو تحییٰ نے فرمایا:حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز فجر پڑھی تو ایک خارجی شخص نے پکارا: اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا اور ضرور تو ہار میں رہے گا۔حضرت علی نے نماز ہی میں جواباً قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی۔تو صبر کرو

بیشک اللہ کا وعدہ سچّا ہے اور تمہیں سبک نہ کر دیں وہ جو یقین نہیں رکھتے۔

(مسند ابن الجعد،شریك عن شبیب بن غرقدة،صفحه344،حدیث2371، مؤسسة نادر ،بیروت)

شیرِ خدا پر بہتان

اسی طرح خارجیوں کا یہ وتیرہ ہے کہ جھوٹی اور بے بنیاد باتوں کو پھیلا کر دینی شخصیات پر طرح طرح کے الزام لگاتے رہتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ویسے ہی توبہ واستغفار کی، آپ نے تحکیم والے مسئلہ کو نہ تو کفر قرار دیا اور نہ گمراہی قرار دیا لیکن خارجیوں نے یہ مشہور کر دیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاذ اللہ اپنی گمراہی سے رجوع کر لیا ہے۔ مرآۃ الجنان میں ابو محمد عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد الیافعی (المتوفی 768ھ) لکھتے ہیں "قالوا:اتینا ذنباً عظیماً، فتبنا إلى الله تعالى منه، فتب أنت إليه منه واستغفر نعد إليك، قال:فإني أستغفر الله من كل ذنب فرجعوا معه، فلما استقروا بالكوفة أشاعوا أن علياً رجع عن التحكيم، وتاب منه، ورآه ضلالاً، فأتاه الأشعث بن قيس، وقال له :يا أمير المؤمنين إن الناس قد تحدثوا أنك، قد رأيت الحكومة ضلالاً والإقامة عليها كفراً، وأنك قد بدا لك، ورجعت عنها، فخطب الناس وقال:من زعم أني رجعت عن الحكومة فقد كذب، ومن رآها ضلالاً فهو أضل منها، فلما سمعت الخوارج منه هذا خرجت من المسجد، فقيل إنهم خارجون، فقال لا أقاتلهم حتى يقاتلوني" ترجمہ: خارجیوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ہم سے گناہ عظیم ہوا ہے، ہم نے اللہ عزوجل سے توبہ کی ہے آپ بھی اللہ عزوجل سے توبہ کریں۔ ہم آپ کی طرف لوٹ آئیں گے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا: میں اللہ عزوجل سے اپنے ہر گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ خارجی آپ کے پاس لوٹ آئے، پھر جب کوفہ میں ٹھہر گئے تو یہ مشہور کر دیا کہ حضرت علی نے تحکیم والے مسئلہ سے رجوع اور توبہ کر لی ہے اور اپنے موقف کو گمراہی سمجھا ہے۔ اشعث بن قیس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اے امیر المومنین! لوگ آپ کے متعلق باتیں کر رہے ہیں کہ آپ نے حکومت کو گمراہی اور اس کے قیام کو کفر قرار دیا ہے اور آپ نے اس سے رجوع کر لیا ہے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ نے خطبہ دیا کہ جو گمان کرتے ہیں کہ میں نے تحکیم والے مسئلہ سے رجوع کر لیا ہے وہ جھوٹا ہے۔ جو اسے گمراہی کہے وہ خود بڑا گمراہ ہے۔ جب خوارج نے یہ سنا تو وہ مسجد سے نکل گئے۔ حضرت علی سے کہا گیا کہ یہ جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا جب تک وہ مجھ سے نہیں لڑتے میں ان سے نہیں لڑوں گا۔

(مرآة الجنان وعبرة اليقظان فى معرفة ما يعتبر من حوادث الزمان،سنة اربعين،جلد1،صفحه93، دار الكتب العلمية، بيروت)

حضرت علی کا اپنی شہادت کی پیشین گوئی کرنا

اس دوران خارجیوں نے حسبِ عادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخیاں بھی کیں جیسے موجودہ دور کے خارجی بھی اہل بیت، ائمہ مجتہدین اور صوفیائے کرام کی شان میں بے ادبیاں کرتے ہیں۔ المستدرک میں امام حاکم روایت کرتے ہیں"عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ:قَدِمَ عَلَى عَلِيٍّ وَفْدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ، وَفِيهِمْ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ يُقَالُ لَهُ الْجَعْدُ بْنُ نَعْجَةَ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ:اتَّقِ اللَّهَ يَا عَلِيُّ، فَإِنَّكَ مَيِّتٌ، فَقَالَ عَلِيٌّ:لَا، وَلَكِنِّي مَقْتُولٌ، ضَرْبَةٌ عَلَى هَذَا، تُخَضِّبُ هَذِهِ ، قَالَ:وَأَشَارَ عَلِيٌّ إِلَى رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ بِيَدِهِ، قَضَاءٌ مَقْضِيٌّ، وَعَهْدٌ مَعْهُودٌ، وَقَدْ خَابَ مَنَ افْتَرَى" ترجمہ:حضرت زید بن وہب نے فرمایا کہ اہل بصرہ کا ایک وفد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور اس وفد میں خارجیوں کا ایک شخص جعد بن نعجہ تھا۔اس نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا پھر کہا: اے علی اللہ عزوجل سے ڈر، بے شک تو مرنے والا ہے۔حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا:نہیں، میں مقتول ہوں (یعنی میں اپنی موت نہیں مروں گا بلکہ شہید کیا جاؤں گا۔) مجھے یہاں ضرب لگے گی اور یہ حصہ خون میں رنگا جائے گا یہ کہہ کر آپ نے ہاتھ کے ساتھ اپنے سر اور داڑھی کی طرف اشارہ کیا (یعنی سر پر حملہ کیا جائے گا اور میری داڑھی خون میں رنگ جائے گی۔) یہ پورا ہونے والا فیصلہ اور وفا ہونے والا وعدہ ہے اور ہلاک ہوا جو جھوٹ بولے۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة،ذكر مقتل أمير المؤمنين على بن أبى طالب رضى الله تعالى عنه بأصح الأسانيد على سبيل الاختصار،جلد3،صفحه154،حديث 2687،دار الكتب العلمية،بيروت)

اس روایت سے پتہ چلا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ علم تھا کہ انہیں شہید کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس اور خارجیوں کا مناظرہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر خارجیوں سے مناظرہ کیا اور انہیں شکست دی لیکن جس طرح موجودہ نجدی خارجیوں پر قرآن وحدیث کے دلائل اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ ان پر بدبختی کی مہر لگ چکی ہوتی ہے اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں شکست فاش کھانے کے باوجود خارجی اپنے موقف پر ڈٹے رہے چنانچہ المعرفۃ والتاریخ میں یعقوب بن سفیان الفارسی الفسوی (المتوفی 277ھ)، المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک میں جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ)، الکامل فی التاریخ میں ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد ابن الأثیر

(المتوفی 630ھ) تاریخ الإسلام ووفیات المشاہیر والأعلام میں شمس الدین ابوعبد اللہ الذہبی (المتوفی 748ھ) سمط النجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی میں عبدالملک بن حسین بن عبدالملک العصامی المکی (المتوفی 1111ھ) اور تلبیس ابلیس میں امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ خارجیوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس مناظرے کو یوں لکھتے ہیں کہ خارجیوں سے بات چیت کرنے کے لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اجازت چاہی اور بحکم امیر المومنین ان کے پاس تشریف لے گئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب ان گمراہ خارجیوں کے پاس گئے تو ان کی ظاہری عبادات وسجدوں کی کثرت کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں "فدخلت علیهم نصف النهار فدخلت علی قوم لم أر قط أشد منهم اجتهادا جباههم قرحة من السجود وأیادیهم کأنها ثفن الإبل وعلیهم قمص مرحضة مشمرین مسهمة وجوههم من السهر" ترجمہ: میں وہاں دوپہر کے وقت پہنچا، میں نے وہاں ایسی قوم کو دیکھا جن سے بڑھ کر عبادت میں کوشش کرنے والی قوم میں نے نہ دیکھی تھی، ان کی پیشانیوں پر سجدوں کی کثرت سے زخم پڑ گئے تھے، ان کے ہاتھ گویا اونٹ کے دست تھے (کہ اونٹ کے بیٹھتے وقت زمین پر لگنے کی وجہ سے سخت ہوجانے والے حصہ کی طرح تھے)، ان کے بدن پر پرانی قمیصیں تھیں، ان کی ازاریں (شلواریں) ٹخنوں سے بہت اونچی تھیں۔ راتوں کی عبادت میں جاگنے سے ان کے چہروں کے رنگ تبدیل ہو چکے تھے۔

میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے کہا کہ مرحبا اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما! آپ اس وقت کس غرض سے تشریف لائے ہیں؟ میں نے کہا کہ میں تمہارے پاس مہاجرین وانصار کے پاس سے آیا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد کے پاس سے آیا ہوں، انہی لوگوں پر قرآن نازل ہوا ہے اور یہ لوگ قرآن کے معنی تم سے زیادہ سمجھتے ہیں، میری گفتگو سن کر ان میں سے ایک قوم نے کہا کہ قریش سے مناظرہ مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قریش کے حق میں فرمایا ہے ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ بلکہ وہ ہیں جھگڑالو لوگ۔ (یعنی قرآن کی اس آیت سے قریش کو جھگڑالو ثابت کیا)

پھر ان میں سے دو تین آدمیوں نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم ان سے مباحثہ کریں گے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں "فقلت هاتوا ما نقمتم علی صهر رسول الله صلی الله علیه وسلم والمهاجرین والأنصار وعلیهم نزل القرآن ولیس فیکم منهم أحد وهو أعلم بتأویله" ترجمہ: میں نے کہا تم لوگ وہ الزامات بیان کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد اور مہاجرین وانصار پر لگائے ہیں، حالانکہ انہی لوگوں پر قرآن نازل ہوا ہے اور ان میں سے کوئی بھی تم میں

شامل نہیں ہے (یعنی تم خارجیوں میں کوئی بھی صحابی رسول شامل نہیں ہے۔) اور وہ لوگ قرآن کے معانی ومطلب تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

خوارج نے کہا کہ وہ تین باتیں ہیں۔ میں نے کہا کہ اچھا ان کو بیان کرو، کہنے لگے کہ ایک یہ ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدا کے معاملہ میں لوگوں کو ثالثی بنایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾ ترجمہ: حکم نہیں مگر اللہ کا۔ سو اس قول الٰہی کے بعد آدمی کو حکم سے کیا تعلق رہا؟ میں (ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے کہا یہ تو ایک ہوا اور کیا ہے؟ کہنے لگے کہ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے قتال کیا مگر نہ مخالفوں کو لونڈی وغلام بنایا اور نہ ان کا مال لے کر غنیمت جہادی ٹھہرایا، تو ہم پوچھتے ہیں کہ جن سے قتال کیا اگر وہ مؤمنین تھے تو ہم کو ان سے لڑنا حلال نہیں اور نہ ان کو لونڈی وغلام بنانا حلال ہے۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ثالثی فیصلہ کا عہد نامہ لکھواتے وقت امیر المؤمنین کا لقب اپنے نام سے مٹا دیا۔ پس وہ اگر امیر المؤمنین نہیں ہے تو امیر الکافرین ہوئے یعنی کافروں کے سردار ہیں۔

میں نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اعتراض ہے؟ خوارج نے کہا کہ بس یہی اعتراضات کافی ہیں، میں نے کہا کہ پہلا قول تمہارا یہ ہے کہ امر الٰہی عزوجل میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو حاکم بنایا ہے۔ بھلا اگر میں تم پر کتاب الٰہی عزوجل سے ایسی آیات تلاوت کروں جن سے تمہارا قول ٹوٹ جائے تو کیا تم اپنے قول سے توبہ کرلو گے؟ کہنے لگے کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خرگوش کے معاملہ میں جس کی قیمت چوتھائی درہم ہوتی ہے دو مردوں کے حکم پر اس کا فیصلہ راجح کردیا، میں نے یہ آیت پڑھی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ...﴾ ترجمہ: اے ایمان والو! شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی سے دے تم میں کہ دو ثقہ آدمی اس کا حکم کریں یہ قربانی ہو کہ کعبہ کو پہنچتی۔

اللہ تعالیٰ نے عورت اور اس کے شوہر کے معاملہ میں فرمایا ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَن يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ﴾ ترجمہ: پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہیں حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے، یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اب میں تم لوگوں کو اللہ عزوجل کی قسم دلاتا ہوں کہ بھلا مردوں کو حاکم بنانا اپنی درمیانی اصلاح حال میں اور خون ریزی روکنے میں افضل ہے یا یہ کہ ایک خرگوش اور ایک عورت کے معاملہ میں افضل ہے؟ خوارج نے کہا کہ ہاں بے شک اصلاح ذاتی میں افضل ہے، میں نے کہا کہ اچھا میں تمہارے اس حاکم والے اعتراض کے جواب سے باہر ہوا، خارجیوں نے کہا کہ ہاں جواب ہو گیا۔

میں نے کہا کہ رہا تمہارا دوسرا قول کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتال کیا اور قیدی وغنیمت حاصل نہ کی۔ تو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم اپنی ماں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی مملوکہ لونڈی بناؤ گے؟ اللہ عزوجل کی قسم اگر تم کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں ہے تو تم اسلام سے خارج ہوئے اور اللہ عزوجل کی قسم اگر تم یہ کہو کہ ہم ان کو مملوکہ بنا دیں گے یا ان سے بھی وہ بات حلال کریں گے جو دیگر عورتوں سے حلال ہوا کرتی ہے تو اللہ عزوجل کی قسم تم اسلام سے خارج ہو گئے، تم دو گمراہیوں کے بیچ میں کھڑے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَلنَّبِیُّ أَوْلَی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ ترجمہ: یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

اب بتلاؤ کہ میں تمہارے اس اعتراض کے جواب سے بھی باہر ہوا کہ نہیں؟ کہنے لگے کہ جی ہاں۔ میں نے کہا کہ رہا تمہارا تیسرا قول کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین کا لفظ اپنے نام سے مٹا دیا تو میں تمہارے پاس ایسے عادل گواہ لاتا ہوں جن کو تم مانتے ہو کہ جب حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکوں کے ساتھ صلح ٹھہرائی تو مشرکوں کے سردار ابوسفیان بن حرب وسہیل بن عمرو وغیرہ کے ساتھ عہد نامہ لکھوایا اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ لکھو "هذا ما صالح علیه محمد رسول الله" یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو مشرکوں نے کہا کہ واللہ یہ ہم نہیں جانتے کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہو، اگر ہم بھی جانتے کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہو تو تم سے قتال نہ کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللهم انك تعلم انی رسول الله"، ترجمہ: الٰہی تو جانتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں، پھر فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اے علی! رسول اللہ کو مٹا دو اور اس کو یوں لکھو "هذا ما اصطلح علیه محمد بن عبد الله" ترجمہ: یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر محمد ابن عبداللہ ہے۔ اب دیکھو اللہ عزوجل کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر ہیں اور رسول اللہ کا لفظ اپنے نام سے محو کرا دیا حالانکہ اس سے وہ رسول اللہ ہونے سے خارج نہیں ہو گئے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں (اس مناظرے کے نتیجہ میں) "فرجع منهم ألفان وخرج سائرهم

فقتلوا" ترجمہ: دو ہزار خارجی توبہ کرکے واپس آئے اور باقی اپنی گمراہی پر قتل ہوئے۔

(تلبیس ابلیس، الباب الخامس، ذکر تلبیس إبلیس علی الخوارج، صفحہ83، دار الفکر، بیروت)

خارجیوں کا صحابی کے بیٹے حضرت عبداللہ بن خباب کو شہید کرنا

اب خارجی اپنے مؤقف پر بضد رہے اور فتنہ وفساد پھیلاتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے بہت بڑے تابعی اور صحابی کے بیٹے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ کافر ٹھہراتے ہوئے شہید کردیا۔ تاریخ الإسلام ووفیات المشاہیر والأعلام میں شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی (المتوفی 748ھ) لکھتے ہیں "لقوا عَبد الله بُن خَبَّاب بُن الأرت، ومعه امرأته فقالوا:من أنت؟ فانتسب لهم، فسألوه عن أبي بَكْر، وعمر، وعثمان، وعليّ، فأثنى عليهم كلّهم، فذبحوه وقتلوا امرأته، وكانت حُبْلَى، فبقروا بطنها، وكان من سادات أبناء الصحابة" ترجمہ: خارجی حضرت عبداللہ بن خبّاب بن ارت سے ملے اور حضرت ابن خباب کے ساتھ ان کی زوجہ بھی تھیں۔ خارجیوں نے پوچھا تم کون ہو؟ حضرت ابن خباب نے اپنا نسب بتایا۔ خارجیوں نے حضرت ابوبکر صدیق، عمر فارق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن خباب نے سب صحابہ کی تعریف کی۔ خارجیوں نے ان کو ذبح کردیا اور ان کی زوجہ کو قتل کردیا حالانکہ وہ حاملہ تھیں پھر انہوں نے ان کے پیٹ کو چاک کردیا۔ حضرت عبداللہ بن خباب سردار صحابہ کی اولاد میں سے تھے۔

(تاریخ الإسلام ووفیات المشاہیر والأعلام، سنة ثمان و ثلاثین، جلد3، صفحہ587، دار الکتاب العربی، بیروت)

تابعی حضرت عبداللہ بن خباب کی شہادت کے بعد ان سے حضرت علی کی جنگ

جب خارجیوں نے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے خلاف جنگ کی۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے "عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ:لَمْ يَسْتَحِلَّ عَلِيٌّ قِتَالَ الْحَرُورِيَّةِ حَتَّى قَتَلُوا ابْنَ خَبَّابٍ" ترجمہ: حمید بن ہلال عدوی نے کہا: حضرت علی المرتضیٰ نے خارجیوں سے لڑائی کو جائز نہ ٹھہرایا یہاں تک کہ انہوں نے حضرت ابن خباب کو شہید کردیا۔

(المصنف، کتاب العقول، باب قتال الحروریة، جلد10، صفحہ118، حدیث18577، المجلس العلمی، الھند)

حضرت علی المرتضیٰ کا خارجیوں سے جنگ سے پہلے ہدایت کی دعوت دینا

شیر خدا نے خارجیوں کے خلاف جنگ کرنے سے قبل بھی انہیں ہدایت کی طرف آنے کی دعوت دی۔ السنن الصغیر للبیہقی میں احمد بن الحسین بن علی بن موسی البیہقی (المتوفی 458ھ) فرماتے ہیں "عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ:بَعَثَنِي عَلِيٌّ إِلَى النَّهَرِ

إِلَى الْخَوَارِجِ، فَدَعَوْتُهُمْ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ نُقَاتِلَهُمْ" ترجمہ: براء بن عازب نے فرمایا: حضرت علی المرتضٰی نے مجھے خوارج کے پاس بھیجا تو میں نے ان کو جنگ سے پہلے تین مرتبہ حق کی طرف آنے کی دعوت دی۔

(السنن الصغیر للبیہقی، کتاب قتال اہل البغی، باب السیرۃ فی قتال أہل البغی، جلد3، صفحہ272، جامعۃ الدراسات الإسلامیۃ، کراچی)

مصنف ابن ابی شیبہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذِ محترم روایت کرتے ہیں "عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ، وَفُلَانِ بْنِ نَضْلَةَ، قَالَا: بَعَثَ عَلِيٌّ إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ: لَا تُقَاتِلُوهُمْ حَتَّى يدْعوا إِلَى مَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنْ إِعْطَاءِ رِزْقٍ فِي أَمَانِ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، فَأَبَوْا وَسَبُّونَا" ترجمہ: جبلہ بن سحیم اور فلان بن نضلہ نے کہا کہ حضرت علی المرتضٰی نے خوارج کی طرف فوج بھیجی اور فرمایا: تم ان خارجیوں سے جنگ نہ کرو جب تک کہ ان کو دعوت نہ دیدی جائے اس کی طرف جس پر یہ پہلے تھے یعنی اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی امان میں رزق دیے جانے میں۔ لیکن خارجیوں نے اس دعوت سے اعراض کیا اور گالیاں دیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمل، ما ذکر فی الخوارج، جلد7، صفحہ555، حدیث37897، مکتبۃ الرشد، الریاض)

المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک میں جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) لکھتے ہیں "دفع علی إلى أبی أيوب الأنصاری راية أمان، فناداهم أبو أيوب: من جاء هذه الراية منكم ممن لم يقتل ولم يستعرض فهو آمن، ومن انصرف منكم إلى الكوفة أو إلى المدائن وخرج من هذه الجماعة فهو آمن" ترجمہ: حضرت علی المرتضٰی نے حضرت ابو ایوب انصاری کو ایک امان کا جھنڈا دے کر بھیجا کہ ابو ایوب اعلان کرے: تم میں سے جو اس جھنڈا کی طرف آجائے جس نے کوئی قتل نہیں کیا اور نہ اعراض کیا وہ امن میں ہے اور جو تم میں سے اس جماعت سے نکل کر کوفہ یا مدائن کی طرف چلا جائے وہ امن میں ہے۔

(المنتظم فی تاریخ الأمم والملوك، وفی ہذہ السنۃ اجتمعت الخوارج علی حرب علی رضی اللہ عنہ وتأہبوا لذلك، جلد5، صفحہ134، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

خارجیوں کا مسلمانوں کو قتل کرنے پر جنت کی بشارت دینا

لیکن خارجیوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے سے پہلے خارجیوں نے موجودہ دہشت گردوں کی طرح جہاد کی باطل تعریفات کرکے مسلمانوں کو نام نہاد جہاد کے لئے اکسایا چنانچہ البدایۃ والنہایۃ میں ابو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی 774ھ) لکھتے ہیں "عَنْ عَبْدِ الملك عَنْ أَبِي حُرَّةَ أَنَّ عَلِيًّا لَمَّا بَعَثَ أَبَا مُوسَى لِإِنْفَاذِ الْحُكُومَةِ اجْتَمَعَ الْخَوَارِجُ فِي مَنْزِلِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهْبٍ الرَّاسِبِيِّ فَخَطَبَهُمْ خُطْبَةً بَلِيغَةً زَهَّدَهُمْ فِي

هَـذِهِ الـدُّنيَـا وَرَغَّبَهُـمُ فِـي الآخرة والجنة،وَحَثَّهُمُ عَلَى الْأَمرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنُكَرِ، ثُمَّ قَالَ:فَاخرُجُوا بِنَا إِخْـوَانَـنَـا مِـنُ هَـذِهِ الْـقَـرُيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا، إِلَى جَانِبِ هَذَا السَّوَادِ إِلَى بَعُضِ كُوَرِ الْجِبَالِ، أَوُ بَعُضِ هَذِهِ الْمَدَائِنِ، مُنُكِرِينَ لِهَذِهِ الْأَحُكَامِ الْجَائِرَةِ .ثُـمَّ قَامَ حُرُقُوصُ بُنُ زُهَيرٍ فَقَالَ بَعُدَ حَمُدِ اللَّهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيُهِ:إِنَّ الْمَتَاعَ بِهَذِهِ الدُّنُيَا قَـلِيـلٌ، وإن الـفـراق لها وشيك، فلا يدعونكم زينتها أو بهجتها إلى المقام بها، ولا تلتفت بكم عن طلب الحق وإنـكـار الـظلم ف إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوُا وَالَّذِينَ هُمُ مُحُسِنُونَ فَقَالَ سِنَانُ بُنُ حَمُزَةَ الْأَسَدِيّ:يَا قَوُمُ إِنَّ الرَّأُيَ مَا رَأَيُتُـمُ، وَإِنَّ الْـحَـقَّ مَـا ذَكَـرُتُـمُ، فَوَلُّوا أَمُرَكُمُ رَجُلًا مِنُكُمُ، فَإِنَّهُ لَا بُدَّ لَكُمُ مِنُ عِمَادٍ وَسِنَادٍ، وَمِنُ رَايَةٍ تَحُفُّونَ بِهَا وَتَـرُجِـعُـونَ إِلَيُهَـا، فَبَعَثُوا إِلَى زَيُدِ بن حصن الطَّائِيِّ وَكَانَ مِنُ رُءُوسِهِمُ فَعَرَضُوا عَلَيُهِ الْإِمَارَةَ فَأَبَى، ثُمَّ عَرَضُوهَا عَـلَـى حُرُقُوصَ بُنَ زُهَيُرٍ فأبى، وعرضوها على حمزة بن سنان فأبى، وعرضوها على شريح بن أبى أوفى العبسىّ فـأبـى وعرضوها عَلَى عَبُدِ اللَّهِ بُنِ وَهُبٍ الرَّاسِبِيِّ فَقَبِلَهَا وَقَالَ:أَمَا وَاللَّهِ لَا أَقُبَلُهَا رَغُبَةً فِي الدُّنُيَا وَلَا أَدَعُهَا فَرَقًا مِنَ الْمَوُتِ.وَاجُتَـمَعُوا أيضا فى بيت زيد بن حصن الطَّائِيِّ السِّنُبِسِيِّ فَخَطَبَهُمُ وَحَثَّهُمُ عَلَى الْأَمُرِ بِالْمَعُرُوفِ وَالنَّهُيِ عَـنِ الْـمُـنُكَرِ، وَتَلَا عَلَيُهِمُ آيَاتٍ مِنَ الْقُرُآنِ مِنُهَا قَوُلُهُ تَعَالَى ﴿**يَـا داوُدُ إِنَّا جَعَلُناکَ خَلِيفَةً فِي الْأَرُضِ فَاحُكُمُ بَيُـنَ الـنَّاسِ بِالُحَقِّ وَلا تَتَّبِعِ الْهَوى فَيُضِلَّکَ عَنُ سَبِيلِ الله**﴾ الآية، وقوله تعالى ﴿**وَمـن لَمُ يَحُكُمُ بما أَنُزَلَ الـلَّهُ فَأُولئِکَ هُمُ الْكافِرُونَ**﴾وكـذا التـى بـعدها وبعدها الظالمون الفاسقون ثُمَّ قَالَ:فَأَشُهَدُ عَلَى أَهُلِ دَعُوَتِنَا مِنُ أَهُلِ قِبُلَتِنَا أَنَّهُمُ قَدِ اتَّبَعُوا الْهَوَى، وَنَبَذُوا حُكُمَ الْكِتَابِ، وَجَارُوا فِي الْقَوُلِ وَالْأَعُمَالِ، وَأَنَّ جهادهم حق على الـمـؤمـنيـن، فَبَكَى رَجُلٌ مِنُهُمُ يُقَالُ لَهُ عَبُدُ اللَّهِ بُنُ سخبرة السُّلَمِيُّ، ثُمَّ حَرَّضَ أُولَئِكَ عَلَى الْخُرُوجِ عَلَى النَّاسِ، وَقَـالَ فِـي كَلَامِهِ:اِضُرِبُوا وُجُوهَهُمُ وَجِبَاهَهُمُ بِالسُّيُوفِ حَتَّى يُطَاعَ الرَّحُمَنُ الرَّحِيمُ، فَإِنُ أَنُتُمُ ظفرتم وأطيع الله كـمـا أردتـم أثـابـكـم ثَـوَابَ الْمُطِيعِينَ لَهُ الْعَامِلِينَ بِأَمُرِهِ وَإِنُ قُتِلُتُمُ فأى شىء أفضل من المصير إلى رضوان الله وَجَنَّتِهِ؟

قُـلُتُ:وَهَذَا الضَّرُبُ مِنَ النَّاسِ مَنُ أَغُرَبَ أَشُكَالِ بَنِي آدَمَ، فَسُبُحَانَ مَنُ نَوَّعَ خلقه كما أراد، وسبق فى قدره العظيم .وَمَـا أَحُسَـنَ مَـا قَالَ بَعُضُ السَّلَفِ فِي الْخَوَارِجِ إِنَّهُمُ الْمَذُكُورُونَ فِي قَوُلُهُ تَعَالَى ﴿**قُلُ هَلُ نُنَبِّئُكُمُ بِالْأَخُسَرِينَ أَعُمالًا O اَلَّـذِيـنَ ضَـلَّ سَعُيُهُمُ فِي الْحَياةِ الدُّنُيا وَهُمُ يَحُسَبُونَ أَنَّهُمُ يُحُسِنُونَ صُنُعاًOأُولئِکَ**

الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْناً ﴾ وَالْمَقْصُودُ أَنَّ هَؤُلَاءِ الْجَهَلَةَ الضُّلَّالَ، وَالْأَشْقِيَاءَ فِي الْأَقْوَالِ وَالْأَفعَالِ، اجْتَمَعَ رَأْيُهُمْ عَلَى الْخُرُوجِ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِ الْمُسْلِمِينَ، وَتَوَاطَئُوا عَلَى الْمَسِيرِ إِلَى المدائن ليملكوها على الناس ويتحصنوا بها ويبعثوا إلى إخوانهم وأضرابهم ممن هو على رأيهم ومذهبهم، مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَغَيْرِهَا فَيُوَافُوهُمْ إِلَيْهَا" ترجمہ: عبدالملک سے مروی ہے وہ ابی حرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکومت چلانے کے لئے بھیجا تو خوارج عبداللہ بن وہب راسبی کے گھر میں جمع ہو گئے۔ عبداللہ بن وہب نے ان سے ایک بلیغ خطاب کیا اور انہیں دنیا سے بے رغبتی کرنے اور آخرت اور جنت میں رغبت کرنے کی تلقین کی اور انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب دی۔ پھر کہنے لگا، اے ہمارے بھائیو! ان ظالمانہ احکام کے منکر ہو کر ہمارے ساتھ اس بستی سے نکل چلو جس کے باشندے ظالم ہیں، ان بستیوں کی طرف جوان پہاڑی صوبوں کے اردگرد ہیں یا ان شہروں میں سے کسی شہر کی طرف۔ پھر حرقوص بن زہیر کھڑا ہوا اور اس نے حمد و ثناء الٰہی کے بعد کہا: بلاشبہ اس دنیا کا متاع قلیل ہے اور اس سے جدا ہونا قریب ہے۔ پس اس کی زیب و زینت تمہیں یہاں ٹھہرنے کی دعوت نہ دے اور تمہیں طلب حق اور انکارِ ظلم سے بے پروانہ کر دے۔ بے شک اللہ عزوجل تقویٰ اختیار کرنے والوں اور محسنوں کے ساتھ ہے۔ سنان بن حمزہ اسدی نے کہا: اے لوگو! رائے وہی ہے جو تم نے اختیار کی ہے اور حق وہی ہے جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ پس اپنی امارت اپنے میں سے ایک شخص کے سپرد کر دو۔ بلاشبہ تمہارے لئے قوت، سہارا اور ایسا جھنڈا ضروری ہے جسے تم گھیرے رہو اور اس کی طرف رجوع کرو۔

پس انہوں نے زید بن حصن طائی جوان کے سرداروں میں سے ایک تھا کی طرف پیغام بھیجا اور اسے امارت کی پیشکش کی مگر اس نے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے حرقوص بن زہیر کو اس کی پیشکش کی اس نے بھی انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے حمزہ بن سنان کو پیشکش کی اس نے بھی انکار کر دیا، پھر شریح بن ابی اوفی عبسی کو پیشکش کی اس نے بھی انکار کیا۔ پھر انہوں نے عبداللہ بن وہب راسبی کو اس کی پیشکش کی تو اس نے قبول کر لیا اور کہا اللہ عزوجل کی قسم! میں اسے دنیا کی رغبت کی وجہ سے قبول نہیں کر رہا اور نہ اسے موت کے خوف کی وجہ سے چھوڑ رہا ہوں۔

اسی طرح خارجی زید بن حصن طائی کے گھر میں اکٹھے ہوئے تو اس نے ان سے خطاب کیا اور انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب دی اور انہیں قرآن کی آیات پڑھ کر سنائیں جن میں یہ آیات بھی شامل تھیں: اے داؤد بیشک ہم نے تجھے

زمین میں نائب کیا،تو لوگوں میں سچّا حکم کراور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔اور اللہ عزوجل کا فرمان: اور جو اللہ کے اُتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔اوراسی طرح اس کے بعد جو آیات آئی ہیں جن کے آخر میں الظالمون الفاسقون کے الفاظ آتے ہیں وہ آیات بھی پڑھیں۔پھر کہنے لگا: میں اپنے اہل قبلہ میں سے اپنے اہل دعوت کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے خواہشات کی پیروی کی ہے اور کتاب کے فیصلے کو چھوڑ دیا ہے اوراقوال واعمال میں ظلم سے کام لیا ہے اور مومنین پر ان سے جہاد کرنا فرض ہے۔تو ان میں سے ایک شخص جسے عبداللہ بن سخبرہ سلمی کہا جاتا تھا رو پڑا۔پھر اس نے ان کولوگوں کے خلاف بغاوت کرنے کی ترغیب دی اور اپنی تقریر میں کہا: ان کے چہروں اور جبینوں پر تلواریں مارو حتی کہ رحمٰن ورحیم کی اطاعت ہو۔اگر تم کامیاب ہوگئے اور تمہاری منشاء کے مطابق اللہ عزوجل کی اطاعت ہوئی تو وہ تم کو اپنے اطاعت کنندہ اور اپنے حکم پر عمل کرنے والوں کا ثواب دے گا اور اگر تم قتل ہو گئے تو رضوان الٰہی عزوجل اور جنت کی طرف جانے سے کون سی چیز افضل ہے۔

میں کہتا ہوں لوگوں کی یہ قسم بنی آدم کی شکل میں سب سے زیادہ عجیب وغریب ہے پس پاک ہے وہ جس نے جس طرح چاہا کسی نوع کو پیدا کیا اور وہ یہ سب اپنی عظیم تقدیر میں پہلے ہی کر چکا اور خوارج کے بارے میں بعض اسلاف نے کیا خوب کہا کہ ان کا ذکر اس قول الٰہی میں ہے: تم فرماؤ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں۔ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ اچھا کام کررہے ہیں۔یہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس کا ملنا نہ مانا تو ان کا کیا دھرا سب اکارت ہے تو ہم ان کے لئے قیامت کے دن کوئی تول نہ قائم کریں گے۔

حاصل کلام یہ کہ ان جاہل گمراہوں اوراقوال واعمال میں بدبخت لوگوں نے مسلمانوں کے درمیان سے خروج کرنے پر اتفاق رائے کرلیا اور مدائن کی طرف روانگی پر موافقت کرلی تاکہ اس پر قبضہ کرلیں اور وہاں قلعہ بند ہو جائیں اور بصرہ اور دیگر شہروں کے اپنے ہم مذہب بھائیوں کی طرف پیغام بھیجیں تاکہ وہ بھی ان سے آملیں۔

(البداية والنهاية،ثم دخلت سنة سبع وثلاثين،ذكر خروج الخوارج من الكوفة ومبارزتهم عليا رضى الله عنه بالعداوة والمخالفة وقتال على إياهم وما ورد فيهم من الأحاديث،جلد7،صفحه284،دار الفكر،بيروت)

البدایہ والنہایہ ہی میں ابوالفداءاسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی 774ھ) لکھتے ہیں"فَـاجْتَمَعَ النَّاسُ هُنَالِكَ عَلَى عَـلِيٍّ، وَبَعَثَ إِلَى الْخَوَارِجِ:أَنِ ادْفَعُوا إِلَيْنَا قَتَلَةَ إِخْوَانِنَا مِنْكُمْ حتى أقتلهم ثم أنا تارككم وذاهب إلى العرب يعنى أهـل الشَّـامِ ثُـمَّ لَـعَـلَّ الـلَّـهَ أَنْ يُقْبِلَ بِقُلُوبِكُمْ وَيَرُدَّكُمْ إِلَى خَيْرٍ مِمَّا أَنْتُمْ عَلَيْهِ.فَبَـعَثُـوا إلـى على يَقُولُونَ:كُلُّنَا قَتَلَ

إِخْوَانَكُمْ وَنَحْنُ مُسْتَحِلُّونَ دِمَاءَهُمْ وَدِمَاءَكُمْ .فَتَقَدَّمَ إِلَيْهِمْ قَيْسُ بْنُ سعد بن عبادة فوعظهم فيما ارتكبوه مِنَ الْأَمْرِ الْعَظِيمِ، وَالْخَطْبِ الْجَسِيمِ، فَلَمْ يَنْفَعْ و كذلك أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّبَهُمْ وَوَبَّخَهُمْ فَلَمْ يَنْجَعْ، وَتَقَدَّمَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إليهم فوعظهم وخوفهم وحذرهم وأنذرهم وَتَوَعَّدَهُمْ وَقَالَ:إِنَّكُمْ أَنْكَرْتُمْ عَلَيَّ أَمْرًا أَنْتُمْ دعوتموني إليه فَنَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَلَمْ تَقْبَلُوا وَهَا أَنَا وَأَنْتُمْ فارجعوا إلى ما خرجتم منه ولا ترتكبوا مَحَارِمَ اللَّهِ فَإِنَّكُمْ قَدْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا تَقْتُلُونَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمِينَ، وَاللَّهِ لَوْ قَتَلْتُمْ عَلَيْهِ دَجَاجَةً لَكَانَ عَظِيمًا عِنْدَ اللَّهِ، فَكَيْفَ بِدِمَاءِ الْمُسْلِمِينَ؟ فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَوَابٌ إِلَّا أن تنادوا فِيمَا بَيْنَهُمْ أَنْ لَا تُخَاطِبُوهُمْ وَلَا تُكَلِّمُوهُمْ وَتَهَيَّئُوا لِلِقَاءِ الرَّبِّ عَزَّ وَجَلَّ، الرَّوَاحَ الرَّوَاحَ إِلَى الْجَنَّةِ" ترجمہ:لوگوں نے حضرت علی المرتضٰی پر اتفاق کیا اورآپ نے خوارج کی طرف پیغام بھیجا کہ تم اپنے میں سے ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو ہمارے سپرد کردو تاکہ میں انہیں قتل کروں، پھر میں تمہیں چھوڑ دوں گا اور عربوں یعنی اہل شام کی طرف چلا جاؤں گا،شاید اللہ عزوجل تمہارے دلوں کا کفیل ہوجائے اور جس حال میں تم ہو اس سے بہتر حال کی طرف تمہیں لوٹا دے۔انہوں نے حضرت علی المرتضٰی کی طرف پیغام بھیجا،ہم سب نے تمہارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ہم ان کے خون اور تمہارے خون کو جائز سمجھتے ہیں۔پس قیس بن سعدان کی طرف بڑھے اور انہوں نے جس امر عظیم اور بڑے ناپسندیدہ کام کا ارتکاب کیا تھا اس کے بارے میں انہیں نصیحت کی مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا اور اسی طرح حضرت ابوایوب انصاری نے ان کو زجروتوبیخ کی مگروہ بھی کامیاب نہ ہوئے۔امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف بڑھ کر ان کو نصیحت کی اور ڈرایا دھمکایا اور فرمایا تم نے مجھ پر اس امر کا الزام لگایا ہے جس کی طرف تم نے مجھے دعوت دی ہے، میں نے تمہیں اس سے روکا مگر تم نے قبول نہ کیا اور دیکھو میں یہاں ہوں اور تم بھی ہو تو جہاں سے آئے ہو واپس چلے جاؤ اور محارم الٰہی پر سوار نہ ہو۔تمہارے نفسوں نے تمہیں ایک کام خوب صورت کرد کھایا ہے جس پر تم مسلمانوں کو قتل کرنا چاہتے ہو،اللہ عزوجل کی قسم اگر تم نے اس پر ایک مرغی کو بھی مارا تو اللہ عزوجل کے ہاں یہ ایک بڑی بات ہوگی۔پس مسلمانوں کا خون کا کیا حال ہوگا؟ خارجیوں کے پاس کوئی جواب نہ تھا مگر یہ کہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو آواز دے کر کہا کہ ان سے گفتگو نہ کرو اور اللہ عزوجل سے ملاقات کے لئے تیار ہوجاؤ، جنت کی طرف رواں دواں ہوجاؤ۔

(البداية والنهاية،ثم دخلت سنة سبع وثلاثين،ذكر مسير أمير المؤمنين علی رضی الله عنه إلى الخوارج،جلد 7،صفحه287،دار الفكر،بيروت)

جنگ میں پہلی شہادت اس صحابی کی جسے دوبار جنت کی بشارت مل چکی تھی

خارجیوں نے دورانِ جنگ پہلا قتل اس صحابیِ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا جن کو دو بار جنت کی بشارت دی گئی تھی ۔ المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک میں جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) لکھتے ہیں'حَاتِمٍ الْمَدَنِيُّ، قَالَ:أَوَّلُ قَتِيلٍ قُتِلَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ يَوْمَ النَّهْرَوانِ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ:يَزِيدُ بْنُ نُوَيْرَةَ، شَهِدَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ شَهِدَ لَهُ يَوْمَ أُحُدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَازَ التَّلَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ .فَقَالَ يَزِيدُ بْنُ نُوَيْرَةَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا بَيْنِي وَبَيْنَ الْجَنَّةِ هَذَا التَّلُّ، ثُمَّ أَخَذَ سَيْفَهُ فَضَارَبَ حَتَّى جَازَ التَّلَّ، فَقَالَ ابْنُ عَمٍّ لَهُ:يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتَجْعَلُ لي ما جعلت مِثْلَ مَا جَعَلْتَ لابْنِ عَمِّي يَزِيدَ؟ قَالَ:نَعَمْ ، فَقَاتَلَ حَتَّى جَازَ التَّلَّ، ثُمَّ أَقْبَلا يَخْتَلِفَانِ فِي قَتِيلٍ قَتَلاهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمَا:كِلاكُمَا قَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَلَكَ يَا يَزِيدُ عَلَى صاحبك درجة ، قال:فشهد يزيد مَعَ عَلِيٍّ فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ يَوْمَ النَّهْرَوَانِ"، ترجمہ: حاتم مدنی نے کہا: حضرت علی المرتضی کے اصحاب میں سے جس شخص کو نہروان کے دن سب سے پہلے شہید کیا گیا وہ انصار کا ایک آدمی تھا اس کو یزید بن نویرہ کہا جاتا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو بار جنت کی بشارت دی تھی ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری غزوہ احد کے دن دی تھی ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس ٹیلے سے تجاوز کرے اس کے لیے جنت کی بشارت ہے ۔ تو یزید بن نویرہ نے کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور جنت کے درمیان یہ ٹیلا حائل ہے پھر اپنی تلوار پکڑی تو قتال شروع کیا کیا حتی کہ ٹیلا تجاوز کر گئے ۔ پھر ان کے چچا کے بیٹے نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ میرے لیے وہی بشارت دیتے ہیں جو میرے چچازاد بھائی یزید کو دی ہے؟ فرمایا: ہاں! تو اس نے قتال کیا یہاں تک ٹیلا سے تجاوز کر گیا، پھر وہ دونوں اس مقتول کے بارے اختلاف کرتے ہوئے واپس ہوئے جس کو ان دونوں نے قتل کیا تو حضور علیہ السلام نے ان دونوں کے لیے فرمایا: تم دونوں کے لیے جنت واجب ہوگئی، اور اے یزید تیرے لیے تیرے صاحب پر فضلیت ہے، راوی کہتے ہیں کہ یزید حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد میں تھے اور وہ پہلے شخص تھے جو نہروان کے دن حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے شہیدہ ہوئے ۔

(المنتظم فی تاريخ الأمم والملوك،وفي ہذہ السنة اجتمعت الخوارج على حرب علي رضى الله عنه وتأہبوا لذلك،جلد5،صفحه135، دار الكتب العلمية، بيروت)

جنگ نہروان میں خارجی فوج کا نام قاری تھا

جیسا کہ احادیث میں بتایا گیا تھا کہ یہ خارجی قرآن پاک کی کثرت سے تلاوت کرنے والے ہوں گے، اسی وجہ سے جنگ نہروان میں صحابہ کرام وتابعین نے ان خارجیوں کا نام قاری رکھا ہوا تھا۔ المقصد العلی فی زوائدأبی یعلی الموصلی میں ابوالحسن نورالدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی (المتوفی 807ھ) میں ابووائل رحمۃ اللہ علیہ ان خارجیوں کے متعلق فرماتے ہیں" وَكُنَّا نُسَمِّيهِمُ يَوُمَئِذٍ الْقُرَّاءَ "ترجمہ: اس دن ہم خارجیوں کو قاری کہتے تھے۔

(المقصد العلی فی زوائد أبی یعلی الموصلی، کتاب قتال أہل البغی، جلد3، صفحہ10، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

صحابہ کرام کا خارجیوں کا زہد دیکھ کے تشویش کا شکار ہونا اور حضرت علی کا حدیثِ رسول بیان کرنا

جنگ نہروان میں خارجی حسبِ عادت خود کو حق پر سمجھ رہے تھے اور صحابہ وتابعین کو کافر سمجھتے تھے۔ جنگ کی رات عبادت کرتے رہے اور صبح بھی جہاد سمجھتے ہوئے لڑتے رہے۔ بعض صحابہ کرام کو ان کی عبادات دیکھ کر تشویش ہوتی تھی کہ کہیں ہم بے گناہ کو تو قتل نہیں کر رہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی تشفی کے لئے حضور علیہ السلام کی وہ احادیث سنائیں جن میں آپ نے ان خارجیوں کے متعلق پیشین گوئیاں کی تھیں بالخصوص اس شخص کے قتل ہونے کا آپ علیہ السلام نے ذکر فرمایا تھا جس کے ہاتھ عورت کی چھاتی کی طرح ہوں گے۔ صحیح مسلم کی حدیث پاک ہے۔" حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ الْجُهَنِيُّ، أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ:أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيبُونَهُمْ، مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَاتَّكَلُوا عَنِ الْعَمَلِ، وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ، وَلَيْسَ لَهُ ذِرَاعٌ، عَلَى رَأْسِ عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ، عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ فَتَذْهَبُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُونَ هَؤُلَاءِ يَخْلُفُونَكُمْ فِي ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَاللهِ، إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونُوا هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ، وَأَغَارُوا فِي سَرْحِ النَّاسِ، فَسِيرُوا عَلَى اسْمِ اللهِ .قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ:فَنَزَّلَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنْزِلًا، حَتَّى قَالَ:مَرَرْنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ، فَلَمَّا الْتَقَيْنَا وَعَلَى الْخَوَارِجِ يَوْمَئِذٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ، فَقَالَ:لَهُمْ

أَلْقُوا الرِّمَاحَ، وَسُلُّوا سُيُوفَكُمْ مِنْ جُفُونِهَا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوكُمْ كَمَا نَاشَدُوكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ، فَرَجَعُوا فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِهِمْ، وَسَلُّوا السُّيُوفَ، وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ، قَالَ:وَقُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ:اَلْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخْدَجَ، فَالْتَمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِنَفْسِهِ حَتَّى أَتَى نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، قَالَ:أَخِّرُوهُمْ، فَوَجَدُوهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ، فَكَبَّرَ، ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللهُ، وَبَلَّغَ رَسُولُهُ، قَالَ:فَقَامَ إِلَيْهِ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ، فَقَالَ:يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، لَسَمِعْتَ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ:إِي، وَاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا، وَهُوَ يَحْلِفُ لَهُ"،ترجمہ:حضرت زید بن وہب جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس لشکر میں شریک تھے جو سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں خوارج سے جنگ کے لئے چلا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:اے لوگو!میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ ایک قوم میری امت سے نکلے گی وہ قرآن اس طرح پڑھیں گے کہ تمہاری قراءت ان کی قراءت کے مقابلہ میں،تمہاری نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اور تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ ہوں گے۔وہ قرآن پڑھتے ہوئے گمان کریں گے کہ وہ ان کے لئے مفید ہے حالانکہ وہ ان کے خلاف ہوگا اوران کی نماز ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گی۔وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ان سے قتال کرنے والے لشکر کو اگر یہ معلوم ہو جائے جو نبی کریم کی زبانی ان کے لئے فیصلہ کیا گیا ہے تو وہ اسی عمل پر بھروسہ کرلیں (یعنی ان خارجیوں کو قتل کرنے کا اتنا ثواب ہے کہ اگر وہ ثواب معلوم ہو جائے تو لوگ بقیہ نیک اعمال کرنا چھوڑ دیں)ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی کے بازو کی کلائی نہ ہوگی اوراس کے بازو کی نوک عورت کے پستان کی طرح لوتھڑا ہوگی اس پر سفید بال ہونگے۔فرمایا تم معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوراہل شام سے مقابلہ کے لیے جاتے ہوئے اوران خارجیوں کو چھوڑ جاتے ہو کہ یہ تمہارے پیچھے تمہاری اولادوں اورتمہارے اموال میں رہ جائیں۔اللہ کی قسم میں امید کرتا ہوں کہ یہ وہی لوگ ہیں،بے شک انہوں نے حرام خون بہایا اورلوگوں کے مویشی وغیرہ لوٹ لئے۔پس تم اللہ کے نام پر چلو۔حضرت سلمہ بن کُہَیل کہتے ہیں پھر مجھے زید بن وہب نے ایک منزل پر اتارا یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایک پل سے گزرے اور جب ہمارا خوارج سے مقابلہ ہوا تو عبداللہ بن وہب راسبی انکا سردار تھا۔اس نے اپنے لشکر سے کہا تیر پھینک دو اوراپنی تلواریں میانوں سے کھینچ لو میں خوف کرتا ہوں کہ یہ تمہارے ساتھ وہی معاملہ نہ کریں جوانہوں نے حروراء کے دن تمہارے ساتھ کیا۔تو وہ لوٹے اورانہوں نے نیزوں کو

دور پھینک دیا اور تلواروں کو میان سے نکالا۔لوگوں نے ان سے نیزوں کے ساتھ مقابلہ کیا اور یہ ایک دوسرے پر قتل کئے گئے ہم میں صرف دوآدمی کام آئے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ان میں سے ناقص ہاتھ والے کو تلاش کرو، تلاش کرنے پر نہ ملا تو علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ان لوگوں پر آئے جو ایک دوسرے پر قتل ہو چکے تھے آپ نے فرمایا ان کو ہٹاؤ پھر اس کو زمین کے ساتھ ملا ہوا پایا آپ نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر فرمایا اللہ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہنچا دیا۔تو پھر عبیدہ سلمانی نے کھڑے ہوکر کہا اے امیر المومنین اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ آپ نے خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث سنی؟ تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، یہاں تک عبیدہ نے تین بار قسم کا مطالبہ کیا اور آپ نے تین بار ہی اس کے لئے قسم کھائی۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ،باب التحریض علی قتل الخوارج،جلد2،صفحہ 748،حدیث1066،دار إحياء التراث العربي،بيروت)

صحیح مسلم کی حدیث پاک ہے"عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْحَرُورِيَّةَ لَمَّا خَرَجَتْ، وَهُوَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالُوا:لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ، قَالَ عَلِيٌّ:كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَ نَاسًا، إِنِّي لَأَعْرِفُ صِفَتَهُمْ فِي هَؤُلَاءِ، يَقُولُونَ الْحَقَّ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يَجُوزُ هَذَا، مِنْهُمْ، وَأَشَارَ إِلَى حَلْقِهِ مِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللهِ إِلَيْهِ مِنْهُمْ أَسْوَدُ، إِحْدَى يَدَيْهِ طُبْيُ شَاةٍ أَوْ حَلَمَةُ ثَدْيٍ فَلَمَّا قَتَلَهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:انْظُرُوا، فَنَظَرُوا فَلَمْ يَجِدُوا شَيْئًا، فَقَالَ:ارْجِعُوا فَوَاللهِ، مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِبْتُ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ وَجَدُوهُ فِي خَرِبَةٍ، فَأَتَوْا بِهِ حَتَّى وَضَعُوهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: وَأَنَا حَاضِرُ ذَلِكَ مِنْ أَمْرِهِمْ، وَقَوْلِ عَلِيٍّ فِيهِمْ ، زَادَ يُونُسُ فِي رِوَايَتِهِ:قَالَ بُكَيْرٌ:وَحَدَّثَنِي رَجُلٌ عَنِ ابْنِ حُنَيْنٍ أَنَّهُ، قَالَ:رَأَيْتُ ذَلِكَ الْأَسْوَدَ"، ترجمہ:عبیداللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ حروریہ کے خروج کے وقت وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے،خوارج نے کہا اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں۔حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کلمہ تو حق ہے لیکن اس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کا حال بیان کیا تھا میں ان میں ان لوگوں کی نشانیاں پہچان رہا ہوں یہ زبان سے تو حق کہتے ہیں مگر وہ اس سے تجاوز نہیں کرتا اور حلق کی طرف اشارہ فرمایا۔اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ کے ہاں یہی ہیں۔ان میں سے ایک سیاہ آدمی ہے اس کا ہاتھ بکری کے تھن یا پستان کے سر کی طرح ہے۔پھر جب ان کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا تو فرمایا کہ دیکھو لوگوں نے دیکھا تو وہ نہ ملا۔پھر کہا دوبارہ جاؤ اللہ کی قسم میں نے جھوٹ بولا نہ مجھے جھوٹ کہا گیا۔دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا پھر انہوں نے اس کو ایک کھنڈر میں پایا تو اس کو لائے یہاں تک

کہ اسے حضرت علی کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت عبید اللہ کہتے ہیں میں اس جگہ موجود تھا جب انہوں نے یہ کام کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے حق میں یہ فرمایا۔ یونس نے اپنی روایت میں یہ زیادہ کیا ہے: بکیر نے کہا مجھے ایک شخص نے ابن حنین سے روایت بیان کی کہ اس نے کہا کہ میں نے اس کالے کو دیکھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، جلد2، صفحہ 749، حدیث 1066، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

صحیح بخاری کی حدیث پاک ہے "أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قِسْمًا، أَتَاهُ ذُو الخُوَيْصِرَةِ، وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اعْدِلْ، فَقَالَ: وَيْلَكَ، وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ، قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ . فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ائْذَنْ لِي فِيهِ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ؟ فَقَالَ: دَعْهُ، فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلاَتَهُ مَعَ صَلاَتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَقْرَءُونَ القُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يُنْظَرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلاَ يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى رِصَافِهِ فَمَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهِ، وَهُوَ قِدْحُهُ ، فَلاَ يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلاَ يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، قَدْ سَبَقَ الفَرْثَ وَالدَّمَ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ، إِحْدَى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ المَرْأَةِ، أَوْ مِثْلُ البَضْعَةِ تَدَرْدَرُ، وَيَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَأَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ هَذَا الحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ، فَأَمَرَ بِذَلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَأُتِيَ بِهِ، حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهِ عَلَى نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي نَعَتَهُ" ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ علیہ السلام کچھ مال تقسیم کررہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ذوالخویصرہ جو قبیلہ بنی تمیم کا ایک شخص تھا حاضر ہوا۔ اس نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! انصاف کیجئے! آپ علیہ السلام نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہ کروں گا تو کون ہے جو انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف نہیں کیا تو تم نے بہت نقصان اٹھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ فرمایا اس کو رہنے دو اس کے چند ساتھی ایسے ہیں جن کی نمازوں کو دیکھ کر تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے، اور ان کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو کمتر، وہ قرآن کی تلاوت کریں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے اس کے پھل کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز معلوم نہ ہوگی۔ پھل سے اوپر والے حصہ کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز معلوم نہ ہوگی۔ اس کے پر اور پیکان کے

درمیانی مقام کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز دکھائی نہ دے گی اور اگر اس کے پَر کی جگہ کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کچھ نہیں ملے گا، وہ گندگی اور خون سے گزر گیا، ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ آدمی ہوگا اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان یا پھڑکتے ہوئے گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگا جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگا تو یہ ظاہر ہوں گے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث نبی علیہ السلام سے سنی ہے اور یہ کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے جنگ کی ہے۔ میں ان کے ساتھ تھا انہوں نے اس شخص کے بارے حکم دیا وہ شخص تلاش کر کے لایا گیا میں نے اس میں وہی خصوصیات پائیں جن کو نبی علیہ السلام نے اس کے بارے میں بیان فرمایا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب،باب علامات النبوة فی الإسلام ،جلد4،صفحه200،دار طوق النجاة،مصر)

حضرت علی شیرِ خدا کی پیشین گوئی کہ خارجی ختم نہ ہوئے یہ نکلتے رہیں گے

جنگ نہروان میں خارجیوں کی عبرتناک شکست کے موقع پر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دے دی تھی کہ یہ خارجی ابھی ختم نہیں ہوئے بلکہ آگے بھی آتے رہیں گے۔ البدایۃ والنہایۃ میں ابو الفداء اِسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی 774ھ) لکھتے ہیں"عَنِ الرَّيَّانِ بْنِ صِبْرَةَ الْحَنَفِيّ قَالَ:شَهِدْنَا النَّهْرَوَانَ مَعَ عَلِيٍّ، فَلَمَّا وَجَدَ الْمُخْدَجَ سَجَدَ سجدة طويلة۔۔۔ يَقُولُونَ:اَلْحَمْدُ للّٰه يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِی قَطَعَ دَابِرَهُمْ.فَقَالَ عَلِيٌّ: كَلَّا وَاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَفِی أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَأَرْحَامِ النِّسَاء "ترجمہ:حضرت ریان بن صِبرہ حنفی سے مروی ہے: ہم نہروان میں حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ تھے۔ جب مخدج مل گیا تو حضرت علی المرتضیٰ نے لمبا سجدہ کیا۔ مسلمانوں نے کہا: اللہ عزوجل کے لئے حمد ہے اے امیر المومنین جس نے ان خارجیوں کو ختم فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا:نہیں، اللہ عزوجل کی قسم یہ اپنے باپوں کے صلبوں اور ماؤں کے رحموں میں موجود ہیں۔

(البداية والنهاية،ثم دخلت سنة سبع وثلاثين،ذكر مسير أمير المؤمنين على رضى الله عنه إلى الخوارج،جلد7،صفحه289،دار الفكر،بيروت)

خارجیوں کا حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص کو شہید کرنے کا منصوبہ بنانا

یہی ہوا کہ بچے ہوئے خارجی جنگ نہروان میں مرے ہوئے خارجیوں کو شہید سمجھتے ہوئے انہیں یاد کرتے تھے جیسا کہ خارجی پھانسی دیئے جانے والے دہشت گردوں کو شہید ثابت کرتے ہوئے ان کی تشہیر کرتے ہیں۔ ان خارجیوں نے مکہ جیسی پاک جگہ پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کرنے کا عزم کیا تھا۔ مقاتل الطالبیین میں علی بن الحسین الأصبہانی (المتوفی 356ھ)

لکھتے ہیں"اجتمع بمكة نفر من الخوارج فتذاكروا أمر المسلمين فعابوهم وعابوا أعمالهم عليهم وذكروا أهل النهروان وترحموا عليهم وقال بعضهم لبعض فلو أنا شرينا أنفسنا لله فأتينا أئمة الضلال وطلبنا غرّتهم فأرحنا منهم العباد والبلاد وثأرنا بإخواننا الشهداء بالنهروان، فتعاقدوا على ذلك عند انقضاء الحج، فقال عبد الرحمن بن ملجم لعنه الله أنا أكفيكم عليا، وقال أحد الآخرين:أنا أكفيكم معاوية، وقال الثالث:أنا أكفيكم عمرو بن العاص" ترجمہ:خوارج کاایک گروہ مکہ میں اکٹھاہوااورانہوں نے مسلمانوں کے امر کے متعلق ذکرکیااوران پرتنقیدیں کیں اور ان کے اعمال پرطعن کیا۔جنگ نہروان میں مارے جانے والے خارجیوں کے لئے رحمت کی دعا کی اوربعض نے بعض سے کہا: اگرہم اپنی جانیں اللہ عزوجل کے لئے بیچ دیں پھرگمراہ حکمرانوں کےخلاف لڑیں اوران کےفریب کوختم کریں اورملک ولوگوں سےان حکمرانوں کودورکرکےامن دیں اوراپنے نہروان کےشہدا بھائیوں کےقتل کا بدلہ لیں۔پس حج کے بعدان خارجیوں کااس پرمعاہدہوا۔عبدالرحمٰن بن ملجم اللہ عزوجل کی اس پرلعنت ہونے کہا کہ میں علی کوکافی ہوں۔ایک نے کہا میں معاویہ کوقتل کرتا ہوں اورتیسرے نے کہامیں عمروبن عاص کوقتل کروں گا۔

(مقاتل الطالبيين،عصر النبي والخلفاء الأولين،ثم نعود إلى ذكر خبر مقتله والسبب فيه،صفحه43، دار المعرفة، بيروت)

تجارب الأمم وتعاقب الهمم میں ابوعلی احمد بن محمد بن یعقوب مسکویہ (المتوفی 421ھ) نے یہ الفاظ لکھے ہیں

"فتذاكروا أصحاب النهروان، وترحّموا عليهم، وعابوا ولاتهم، وقالوا:ما نصنع بالبقاء بعدهم؟ فلو قتلنا أئمة الضلال، لرجونا الأجر والثواب . فتحالف عبد الرحمان بن ملجم، والبرك بن عبد الله وعمرو بن بكر التميمي أن يأتي كلّ واحد منهم واحدا من الأئمة الثلاثة يعنون:عليّا، ومعاوية، وعمرو بن العاص، فيغتالونهم .فأمّا ابن ملجم فقال:أنا أكفيكم عليّ بن أبي طالب. وكان من أهل مصر" ترجمہ:خارجیوں نےنہروان میں مارے جانے والےخارجیوں کا ذکرکیااوران پررحمت کی دعا کی اورحکمرانوں پرعیب لگایا۔انہوں نے کہا:ان کے بعدہم جی کرکیا کریں گے؟ اگرہم ان گمراہ حکمرانوں کوقتل کریں گےتو امید ہےہمیں اس پراجروثواب ملے گا۔عبدالرحمٰن بن ملجم ،برک بن عبداللہ اورعمروبن بکرتمیمی میں سے ہرایک نے تینوں ائمہ یعنی حضرت علی،حضرت معاویہ اورحضرت عمروبن عاصم میں سے ایک کوقتل کرنے کی قسم کھائی۔ابن ملجم نے کہامیں علی بن ابی طالب کوکافی ہوں۔یہ ابن ملجم مصرکارہنے والاتھا۔

(تجارب الأمم وتعاقب الهمم،تحالف الخوارج لقتل عليّ، ومعاوية، وعمرو بن العاص،جلد1،صفحه565، سروش، طهران)

خارجیہ عورتیں بھی فتنہ باز رہی ہیں

خارجیوں کے جہاد میں خارجیہ عورتوں کا بھی بہت عمل دخل رہا ہے جیسا موجودہ دور میں بھی خارجیہ عورتیں جہاد اور شرک و بدعت کے عنوان پر بہت بھاگ دوڑ والی ہوتی ہیں۔ان عورتوں کا نام نہاد جہاد میں شرکت کرکے خارجیوں سے زنا کروانا بھی ثابت ہے۔حضرت علی المرتضٰی کو شہید کروانے میں ایک خارجیہ عورت کا بھی ہاتھ تھا۔المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک میں جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) لکھتے ہیں"ان عَبد الرَّحمَنِ بن ملجم رأى امرأة من تيم الرباب يقال لها:قطام ، كانت من أجمل النساء ، ترى رأى الخوارج، قد قتل قومها على هذا الرأى يوم النهروان، فلما أبصرها عشقها فخطبها، فقالت:لا أتزوجك إلا على ثلاثة آلاف، وقتل على بن أبى طالب، فتزوجها على ذلك، فلما بنى بها قالت:يا هذا قد فرغت فافرغ، فخرج ملتبسا سلاحه، وخرجت فضربت له قبة فِى المسجد، وخرج على رضى الله عنه يقول:الصلاة الصلاة، فاتبعه عَبُد الرَّحمَنِ فضربه بالسيف على قرن رأسه" ترجمہ:عبدالرحمٰن بن ملجم نے تیم الرباب کی ایک عورت کو دیکھا جس کو قطام کہا جاتا تھا۔وہ بہت خوبصورت عورت تھی،وہ خارجی تھی۔اس عورت کی قوم کو خارجی عقیدہ کی وجہ سے حضرت علی المرتضٰی نے یوم نہروان کو قتل کیا تھا۔جب ابن ملجم نے نے اس عورت کو دیکھا تو اسے اس عورت سے عشق ہوگیا،اس نے نکاح کا پیغام بھیجا۔قطام نے کہا میں تم سے دو شرطوں پر نکاح کروں گی پہلی شرط ہے کہ حق مہر تین ہزار ہوگا اور دوسری شرط ہے کہ حضرت علی المرتضٰی کو شہید کیا جائے۔ابن ملجم نے ان شرائط کے ساتھ اس سے نکاح کرلیا۔جب اس عورت کے ساتھ صحبت ہوگئی تو قطام نے کہا میں نے اپنا عہد پورا کیا اب تو بھی اپنا عہد پورا کر۔ابن ملجم اسلحہ لے کر نکلا اور یہ عورت بھی اس کے ساتھ گئی اور اس نے اس کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگوایا۔حضرت علی المرتضٰی لوگوں کو فجر کی نماز کے لئے جگاتے ہوئے یہ کہتے ہوئے نکلے:الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔عبدالرحمٰن ان کے پیچھے ہوا اور ان کے سر پر تلوار ماردی۔

(المنتظم فی تاریخ الأمم والملوك،وفی ہذہ السنة اجتمعت الخوارج علی حرب علی۔۔ ،لد5،صفحہ174، دار الکتب العلمیة، بیروت)

ابن ملجم خارجی کا حضرت علی کو شہید کرتے وقت قرآن پڑھنا

ابن ملجم خارجی نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرتے وقت بھی قرآن پڑھا تھا۔المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک میں جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) لکھتے ہیں"وذكر أبو الحسن المدائنى أن ابن ملجم لما ضرب على بن أبى طالب، قَالَ ابن ملجم:وَمن النَّاسِ مَنْ يَشُرِى نَفُسَهُ ابْتِغاءَ مَرُضاتِ

الله ،وآخر ما تکلم به علی رضی الله عنه فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ وَمن يَعْمَلْ مِثْقالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ " ترجمہ:ابو الحسن مدائنی نے ذکر کیا کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی بن ابی طالب پر تلوار کا وار کیا تو ابن ملجم نے کہا: اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں۔ جواباً حضرت علی المرتضیٰ نے جو آخری کلام فرمایا وہ یہ آیت تھی: جو ایک ذرہ بھر نیکی کرے وہ اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

(المنتظم فی تاریخ الأمم والملوك،علی بن أبی طالب رضی الله عنه،جلد5،صفحه179، دار الکتب العلمية، بيروت)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زخمی ہونے کے بعد بھی شریعت پر عمل کرنا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے زخمی ہونے کے بعد بھی شرعی حکم پر عمل کیا۔ البدایۃ والنہایۃ میں ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی 774ھ) لکھتے ہیں "فَلَمَّا خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ صَرَخَ الْإِوَزُّ فِي وَجْهِهِ فَسَكَّتُوهُنَّ عَنْهُ فَقَالَ: ذَرُوهُنَّ فَإِنَّهُنَّ نَوَائِحُ، فَلَمَّا خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ فَكَانَ مَا ذَكَرْنَا قَبْلُ . فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا نَقْتُلُ مُرَادًا كُلَّهَا؟فَقَالَ: لَا وَلَكِنِ احْبِسُوهُ وَأَحْسِنُوا إِسَارَهُ، فَإِنْ مِتُّ فَاقْتُلُوهُ وَإِنْ عِشْتُ فَالْجُرُوحُ قِصَاصٌ .وَجَعَلَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عَلِيٍّ تَقُولُ: مَا لِي ولصلاة الغداة، وقتل زَوْجِي عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ صَلَاةَ الْغَدَاةِ، وَقُتِلَ أَبِي أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ صَلَاةَ الْغَدَاةِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا . وَقِيلَ لِعَلِيٍّ: أَلَا تَسْتَخْلِفُ؟ فَقَالَ: لَا ولكن أترككم كما ترككم رسول الله، فَإِنْ يُرِدِ اللَّهُ بِكُمْ خَيْرًا يَجْمَعْكُمْ عَلَى خَيْرِكُمْ كَمَا جَمَعَكُمْ عَلَى خَيْرِكُمْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهَذَا اعْتِرَافٌ منه فی آخر وقت الدُّنْيَا بِفَضْلِ الصِّدِّيقِ" ترجمہ: جب حضرت علی مسجد کی طرف گئے تو آپ کے سامنے بطخیں چلائیں تو لوگوں نے انہیں خاموش کرادیا۔ آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو یہ نوحہ گر ہیں (یعنی آپ کو پتہ چل گیا تھا کہ آپ شہید ہونے والے ہیں)۔ جب آپ مسجد کی طرف گئے تو ابن ملجم نے آپ کو تلوار ماری پھر جو کچھ ہوا اسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لوگوں نے کہا یا امیر المومنین! ہم ان سب قاتلوں کو قتل کر دیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ ان کو قید کر دو اور اچھی طرح باندھ دو۔ اگر میں مر جاؤں تو اس ایک کو قتل کر دو اور اگر میں زندہ رہا تو زخموں کا قصاص ہوگا۔ حضرت علی المرتضیٰ کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں صبح کی نماز کے ساتھ میرا کچھ تعلق ہے کہ میرے شوہر امیر المومنین حضرت عمر فاروق صبح کی نماز میں شہید ہوئے اور میرے باپ امیر المومنین بھی صبح کی نماز میں شہید ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ سے دریافت کیا گیا کیا آپ خلیفہ مقرر نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ میں تمہیں اس طرح چھوڑوں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے تمہیں چھوڑا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری بھلائی چاہی تو وہ تم کو تمہارے بہترین آدمی پر اسی طرح اکٹھا کر دے گا جس طرح اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمہیں بہتر آدمی (حضرت ابوبکر صدیق) پر اکٹھا کر دیا تھا۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا سے جاتے وقت بھی ان کی شان بیان کر رہے ہیں۔

(البداية والنهاية،تتمة سنة أربعين من الهجرة،غريبةمن الغرائب وآبدة من الأوابد،جلد8،صفحه13،دار الفكر،بيروت)

ابن ملجم حضرت علی کو شہید کرنا عظیم ثواب جانتا تھا

ابن ملجم حضرت علی المرتضٰی کو شہید کرنے کو ثوابِ عظیم سمجھتا تھا۔ البدایۃ والنہایۃ میں ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی 774ھ) لکھتے ہیں "شَبِيبُ بن نجدة الْأَشْجَعِيُّ الْحَرُورِيُّ قَالَ لَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ:هَلْ لَكَ فِي شَرَفِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ؟ فَقَالَ:وَمَا ذَاكَ:قَالَ؟ قَتْلُ عَلِيٍّ، فَقَالَ:ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ، لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِدًّا كَيْفَ تَقْدِرُ عَلَيْهِ؟ قَالَ أَكْمُنُ لَهُ فِي الْمَسْجِدِ فَإِذَا خَرَجَ لِصَلَاةِ الْغَدَاةِ شَدَدْنَا عَلَيْهِ فَقَتَلْنَاهُ، فَإِنْ نَجَوْنَا شَفَيْنَا أَنْفُسَنَا وَأَدْرَكْنَا ثَأْرَنَا، وَإِنْ قُتِلْنَا فَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا .فَقَالَ:وَيْحَكَ لو غير علي كان أَهْوَنَ عَلَيَّ؟ قَدْ عَرَفْتُ سَابِقَتَهُ فِي الْإِسْلَامِ وَقَرَابَتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا أَجِدُنِي أَنْشَرِحُ صَدْرًا لِقَتْلِهِ .فَقَالَ :أَمَا تَعْلَمُ أَنَّهُ قَتَلَ أَهْلَ النَّهْرَوَانِ؟ فَقَالَ:بَلَى قَالَ:فَنَقْتُلُهُ بِمَنْ قَتَلَ مِنْ إِخْوَانِنَا" ترجمہ: شبیب بن نجدۃ اشجعی خارجی سے ابن ملجم نے کہا: کیا تجھے دنیا اور آخرت کی بزرگی میں کچھ دلچسپی ہے؟ اس نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا حضرت علی کا قتل۔ اس نے کہا: تیری ماں تجھے روئے، تو نے ایک بڑی بات کی ہے۔ تو اسے کیسے قتل کر سکے گا؟ ابن ملجم نے کہا میں مسجد میں چھپ جاؤں گا اور جب وہ صبح کی نماز کے لئے نکلیں گے تو ہم ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں گے۔ اگر ہم بچ گئے تو ہم اپنے دلوں کو ٹھنڈا کر لیں گے اور اپنا بدلہ لے لیں گے اور اگر قتل ہو گئے تو جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دنیا سے بہتر ہے۔ اس نے کہا تو ہلاک ہو جائے، اگر حضرت علی کے سوا کوئی اور شخص ہوتا تو وہ میرے لئے بہت معمولی ہوتا۔ میں ان کی سبقت اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی قرابت کو جانتا ہوں اور میں ان کے قتل کے لئے شرح صدر نہیں پاتا۔ ابن ملجم نے کہا: تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے اہل نہروان کو قتل کیا۔ تو اس نے کہا: کیوں نہیں۔ ابن ملجم نے کہا: ہم حضرت علی کو اپنے مقتول بھائیوں کے بدلے میں قتل کریں گے۔

(البداية والنهاية،سنة أربعين من الهجرة النبوية،صفة مقتله رضى الله عنه،،جلد7،صفحه326،دار الفكر،بيروت)

البدایۃ والنہایۃ میں ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی 774ھ) لکھتے ہیں "فَلَمَّا مَاتَ عَلِيٌّ رَضِيَ الله عنه

استدعی الحسن بِابْنِ مُلْجَمٍ فَقَالَ لَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ:إِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْكَ خَصْلَةً قَالَ:وَمَا هِيَ؟ قَالَ:إِنِّي كُنْتُ عَاهَدْتُ اللَّهَ عِنْدَ الْحَطِيمِ أَنْ أَقْتُلَ عَلِيًّا وَمُعَاوِيَةَ أَوْ أَمُوتَ دُونَهُمَا" یعنی حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن سے ابن ملجم نے کہا کہ میں نے خانہ کعبہ میں حطیم کے پاس اللہ عزوجل سے عہد کیا تھا کہ حضرت علی المرتضٰی اور حضرت امیر معاویہ دونوں کو یا دونوں میں سے ایک کو قتل کروں گا۔

(البداية والنهاية،سنة أربعين من الهجرة النبوية،صفة مقتله رضي الله عنه،جلد7،صفحه330،دار الفكر،بيروت)

خارجیوں کا حضرت علی کی شہادت پر خوش ہونا

خارجیوں کو جب حضرت علی کی شہادت کی خبر ملی تو وہ اس پر خوش ہوئے اور اللہ عزوجل کی حمد بیان کی اور ابن ملجم کی تعریف کی۔المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک میں جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) لکھتے ہیں" بلغهم قتل على رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فدعا أصحابه أولئك وكانوا تسعة عشر رجلا، فأتوه، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قَالَ:أيها الإخوان من المسلمين، إنه قد بلغني أن أخاكم ابن ملجم قعد لعلى عند أغباش الصبح، فشد عليه فقتله، فأخذ القوم يحمدون الله على قتله" ترجمہ:جب خارجیوں کو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو (حیان بن ظبیان سلمی نے) خارجیوں کو بلایا اور وہ انیس (۱۹) لوگ تھے۔جب سب آ گئے تو اس نے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر کہا:اے مسلمان بھائیو! مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارا بھائی ابن ملجم، علی کو شہید کرنے کے لئے سحری کے وقت چھپ کر بیٹھا رہا اور حضرت علی پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔قوم نے حضرت علی کی شہادت کی خبر سن کر اللہ عزوجل کی حمد بیان کی۔

(المنتظم في تاريخ الأمم والملوك،وفيها تحركت الخوارج،جلد5،صفحه193، دار الكتب العلمية، بيروت)

ابن ملجم قتل ہوتے وقت بھی قرآن پڑھتا رہا

ابن ملجم کو جب بطور قصاص قتل کیا گیا اس وقت بھی یہ قرآن پڑھ رہا تھا۔الوافی بالوفیات میں صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبداللہ الصفدی (المتوفی 764ھ) لکھتے ہیں"قيل إنه قطعت يداه ورجلاه ولم يتأوه بل يتلو القرآن فلما أرادوا قطع لسانه امتنع عن إخراجه فتعبوا في ذلك فقيل له قطعت يداك ورجلاك وما ألمت ولا امتنعت فما هذا الامتناع من قطع لسانك فقال لئلا تفوتني تلاوة القرآن شيئا وأنا حي فشقوا شدقه وأخرجوا لسانه بكلاب وقطعوه" ترجمہ:کہا جاتا ہے کہ جب ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے تو اس نے آہ و بکا نہ کی بلکہ قرآن پڑھتا رہا۔جب اس کی زبان کاٹنے کا ارادہ کیا تو اس نے اس سے منع کر دیا۔لوگ اس پر حیران ہوئے اور ابن ملجم سے کہا گیا تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹے

گئے لیکن تمہیں نہ درد ہوا اور نہ تم نے منع کیا تو اب زبان کاٹتے وقت کیوں منع کر رہے ہو؟ ابن ملجم نے کہا اس لئے کہ میں قرآن پڑھنے سے محروم ہو جاؤں گا جبکہ میں زندہ ہوں۔ تو انہوں نے اس کے جبڑے کو پھاڑ کر میخ کے ساتھ اس کی زبان باہر نکالی اور اس کو کاٹ دیا۔ (الوافی بالوفیات،عبد الرحمن بن ملجم،جلد18،صفحہ 172، دار إحياء التراث ،بيروت)

خارجی ابن ملجم کو بہت نیک انسان سمجھتے تھے

جس طرح موجودہ خارجی مولوی یزید کو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اور حضرت امام حسین کو باغی ثابت کرتے ہیں اسی طرح خارجی بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ غلط اور ابن ملجم جیسے ملعون کو نیک وکار سمجھتے تھے۔ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والأعلام میں شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی (المتوفی 748ھ) لکھتے ہیں "قال الفقيه أبو مُحَمَّد بن حزم:يقولون إنّ ابنُ مُلْجَم أفضل أهل الأرض" ترجمہ: الفقیہ ابومحمد بن حزم نے کہا: خارجی کہتے تھے کہ ابن ملجم اہل زمین میں سے افضل ہے۔ (تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام،عبد الرحمن بن ملجم،جلد3،صفحه653، دار الكتاب العربي، بيروت)

مختلف اَدوار میں خارجی نکلتے رہے اور قتل وغارت کرتے رہے

یہ خارجی فتنہ تھم تو جاتا ہے ختم نہیں ہوتا۔ نہروان اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بھی یہ ختم نہیں ہوا۔ مختلف ادوار میں مختلف عقائد ونظریات کے ساتھ یہ نکلتے رہے ہیں۔ اپنی وحشیانہ قتل وغارت کو یہ جہاد سمجھتے رہے ہیں اور قرآن وحدیث سے باطل استدلال کرتے رہے ہیں۔ تاریخ ابن خلدون میں عبد الرحمٰن بن محمد بن محمد ابن خلدون (المتوفی 808ھ) لکھتے ہیں "أفتاهم بعض علماء الخوارج بالجهاد لقوله تعالى ﴿ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هاجَرُوا من بَعْدِ ما فُتِنُوا﴾ الآية، فاجتمعوا للخروج كما قلنا" ترجمہ: بعض علمائے خوارج نے جہاد کا فتویٰ دیا اللہ عزوجل کے اس فرمان کو دلیل بناتے ہوئے: پھر بیشک تمہارا رب ان کے لئے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے بعد اس کے کہ ستائے گئے ۔۔۔ پوری آیت۔ تو تمام خوارج نے لڑنے پر اتفاق کرلیا جیسا کہ ہم نے کہا ہے۔

(تاريخ ابن خلدون،الخبر عن الخوارج وذكر أوّليتهم وتكرّر خروجهم في الملة الإسلامية،جلد3،صفحه181،دار الفكر،بيروت)

خارجیوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ جو ہمارے گروہ میں نہیں وہ مشرک ہے

خارجیوں کا شروع سے ہی یہ بنیادی عقیدہ رہا ہے کہ جو ان کے عقیدے کا مخالف ہو وہ بھی مشرک ہے جو لڑائی میں ہمارے ساتھ نہ ہو وہ کافر ہے، تاریخ طبری میں بہت بڑے خارجی شبیب کا تذکرہ ہے جس نے کئی مسلمانوں کو قتل کیا۔ شبیب

سے صالح بن مسرح کہتا ہے ''یا أمیر المؤمنین، کیف تری فی السیرة فی هؤلاء الظلمة؟ أنقتلهم قبل الدعاء،أم ندعوهم قبل القتال؟ وسأخبرك برأیي فیهم قبل أن تخبرني فیهم برأیك، أما أنا فأرى أن نقتل كل من لا يرى رأينا قريبا كان أو بعيدا'' ترجمہ: اے امیر المومنین! آپ کی کیا رائے ہے ہمیں اس رات میں جنگ کے لئے روانہ ہو جانا چاہئے؟ اور کیا ہمیں ان کو حق کی طرف دعوت دینے سے قبل ان سے لڑنا چاہئے یا لڑنے سے پہلے ان کو دعوت دینی چاہئے؟ قبل اس کے کہ اس معاملہ میں آپ کوئی رائے دیں میں اپنی رائے پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو ہمارے عقائد و خیالات کو نہ مانے ہمیں اس کو قتل کر ڈالنا چاہئے، چاہے وہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہو یا غیر ہو۔

(تاریخ الطبری،الجزء السادس،سنه ست و سبعین ،جلد6،صفحه219،دار التراث ،بیروت)

تاریخ الاِسلام ووفیات المشاہیر والأعلام میں امام ذہبی (المتوفی 748ھ) لکھتے ہیں"والإباضية فرقة من الخوارج، رأسهم عبد الله بن يحيى بن إباض،خرج فى أيّام مروان الحمار وانتشر مذهبه بالمغرب، ومذهبه أنّ أفعالنا مخلوقة لنا .ويكفّر بالكبائر، وأنهّ ليس فى القرآن خصوص .ومّن خالفه كفر وحلّ له دمه وماله" ترجمہ: اباضیہ فرقہ خارجیوں میں سے ہے اس کا سردار عبداللہ بن یحیٰ بن اباض تھا۔ اس نے مروان الحمار کے زمانے میں خروج کیا۔ اس کا مذہب مغرب میں پھیلا ہوا۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ ہمارے افعال ہماری ہی مخلوق ہیں (یعنی افعال کا خالق رب تعالیٰ نہیں۔) کبیرہ گناہ پر مسلمان کو کافر قرار دیتا تھا۔ اس کے نزدیک قرآن میں کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور جس نے اس کے عقائد کی مخالفت کی وہ کافر ہو گیا اور اس کا خون و مال مباح ہو گیا۔

(تاریخ الإسلام ووفیات المشاہیر والأعلام،سنة أربع وثلاثین وثلاثمائة،جلد25،صفحه33، دار الکتاب العربی، بیروت)

درسِ قرآن کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنا

جس طرح موجودہ نجدی خارجی درس قرآن کے نام پر اجتماع کر کے مسلمانوں کو مشرک ثابت کر کے ان کے خلاف جہاد کے فتوے دیتے ہیں، اسی طرح یہ خارجی بھی کرتے رہے ہیں۔ تاریخ طبری میں ہے جب خارجی کاروائی کرنے کے لئے آپس میں مشورے کر رہے تھے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے متعلق خبر پہنچی آپ نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے انہیں پکڑا ''فقال لهم المغيرة ما حملكم على ما أردتم من شق عصا المسلمين؟فقالوا ما أردنا من ذلك شيئا، قال بلى، قد بلغني ذلك عنكم، ثم قد صدق ذلك عندى جماعتكم، قالوا له أما اجتماعنا فى هذا المنزل فان حيان ابن ظبيان أقرأنا القرآن، فنحن نجتمع عنده فى منزله فنقرأ القرآن عليه فقال اذهبوا بهم إلى السجن'' ترجمہ: حضرت

مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم لوگوں نے مسلمانوں میں تفریق پھیلانے کا کیوں ارادہ کیا ہے؟ خارجیوں نے کہا ہم نے کوئی ایسا ارادہ نہیں کیا، حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں، مجھ تک تمہارے متعلق یہی خبر پہنچی ہے اور تمہارے اس اجتماع کو دیکھ کر اس خبر کی سچائی ثابت ہو گئی۔ خارجیوں نے کہا ہم اس جگہ اس لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ حیان بن ظبیان ہمیں قرآن سیکھاتا ہے اور ہم اس کے پاس جمع ہو کر قرآن پڑھتے ہیں، حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا انہیں قید کر دو۔

(تاريخ الطبرى ،الجزء الخامس،سنة ثلاث وأربعين،جلد5،صفحه 182،دار التراث ،بيروت)

چھوٹے سے گناہ پر مسلمانوں کو کافر قرار دینا

تاریخ شاہد ہے کہ یہ خارجی ذرا سے گناہ پر مسلمانوں کو کافر قرار دے کر قتل کرتے رہے ہیں جیسے ابھی بھی نام نہاد مجاہد جو فی الحقیقت امریکہ کے پالے ہوئے تھے ان دہشت گردوں نے ایک پروفیسر کو نماز میں ٹخنے ننگے نہ کرنے پر قتل کر دیا، داعش والوں نے فٹ بال میچ دیکھنے والے تیرا (۱۳) افراد کو سرعام گولیاں مار کر قتل کیا، اپنی بیویوں کو برقعہ نہ پہنانے پر پانچ افراد کو قتل کر دیا۔ ان نام نہاد جہادیوں کا عورتوں کو قتل کرنے کی ویڈیوز نیٹ پر ملتی ہیں۔ تاریخ میں بھی ایسے کثیر واقعات ہیں کہ خارجی مسلمانوں کو گناہ پر کافر سمجھ کر قتل کر دیتے تھے۔ تاریخ الإسلام ووفیات المشاہیر والأعلام میں شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی (المتوفی 748ھ) لکھتے ہیں"وهمّ العُبّاد والقُرّاء من أصحاب عليّ الذين مَرَقُوا من الْإِسْلَام، وأوقعهم الغُلُوّ فِي الدين إِلَى تكفير العُصاة بالذُّنوب، وإِلى قُتِلَ النساء والرجال، إلّا من اعترف لهم بالكفر وجدَّد إسلامه"، ترجمہ: خارجی عبادت گزار اور قاری تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گروہ میں سے تھے، پھر اسلام سے نکل گئے اور دین میں غلو کی طرف چلے گئے، ان کا وتیرہ گناہ پر مسلمانوں کی تکفیر کرنا، عورتوں اور مردوں کا قتل کرنا تھا۔ ہاں جوان کے لیے کفر کا اقرار کر لیتا اور نیا اسلام قبول کر لیتا (اسے مسلمان جانتے تھے۔)

(تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام،سنة تسع و ثلاثين،جلد3،صفحه606، دار الكتاب العربي، بيروت)

خارجی مسلمان عورتوں کو لونڈیاں اور بچوں کو غلام بناتے رہے ہیں

عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کے ساتھ ساتھ لونڈیاں اور غلام بھی بناتے رہے ہیں۔ الکامل فی التاریخ میں ابو الحسن علی بن ابی الکرم ابن الأثیر (المتوفی 630ھ) لکھتے ہیں"وَقَامَ الْعُلَمَاءُ فِي أَهْلِ الْقَيْرَوَانِ يَحُثُّونَهُمْ عَلَى الْجِهَادِ وَقِتَالِ الْخَوَارِجِ وَيُذَكِّرُونَهُمْ مَا يَفْعَلُونَهُ بِالنِّسَاءِ مِنَ السَّبْيِ وَبِالْأَبْنَاءِ مِنَ الِاسْتِرْقَاقِ وَبِالرِّجَالِ مِنَ الْقَتْلِ" ترجمہ: اہل قیروان کے علماء اٹھے اور انہوں نے لوگوں کو جہاد اور خوارج کے خلاف لڑنے کے لئے تیار کیا اور خارجیوں کی خرافات بتائیں کہ

جو وہ کرتے ہیں یعنی مسلمان عورتوں کو لونڈیاں، لڑکوں کو غلام بناتے اور مردوں کو قتل کرتے ہیں۔

(الکامل فی التاریخ،ثم دخلت سنة سبع عشرة ومائة،جلد4،صفحه226، دار الکتاب العربی، بیروت)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم مبارک کی بے حرمتی کا خدشہ

جس طرح موجودہ خارجیوں نے صحیح مجاہدین کو بدنام کروایا اور سُنّی علماء کو قبروں سے نکال کر پھانسی دی، حضرت ابن حجر عدی کو قبر سے نکالا، کئی صحابہ و اولیاء کی قبروں پر بم مارے اسی طرح پہلے خارجی بھی مسلمانوں کو قبروں میں سے نکال کر ان کے جسموں کی بے حرمتی کرتے تھے۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک چھپانے میں یہی حکمت تھی کہ کہیں خارجی ان کے جسم مبارک کے ساتھ بُری حرکت نہ کریں۔ البدایۃ والنہایۃ میں ابو الفداء اِسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی 774ھ) لکھتے ہیں"أَنَّ عَـلِيًّـا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا مَاتَ صَلَّى عَلَيْهِ ابْنُهُ الْحَسَنُ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ وَدُفِنَ بِدَارِ الْإِمَارَةِ بِالْكُوفَةِ خَـوْفًـا عَلَيْهِ مِنَ الْخَوَارِجِ أَنْ يَنْبُشُوا عَنْ جُثَّتِهِ" ترجمہ: حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شہید ہوئے تو ان کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور اس پر نو تکبیرات پڑھیں اور ان کو دارالخلافہ کوفہ میں دفن کیا گیا اس خوف سے کہ خارجی ان کی قبر شہید کر کے ان کا جسم مبارک نہ نکال لیں۔

(البدایة والنهایة،سنة أربعین من الهجرة النبویة،صفة مقتله رضی الله عنه،جلد7،صفحه329،دار الفکر،بیروت)

ابن کثیر نے جلد 8، صفحہ 13 میں چار تکبیروں کا بھی ذکر کیا ہے اور دیگر کتب میں حضرت علی کی قبر نجف میں ہونے کا بھی ذکر موجود ہے۔

خارجیوں کی مکہ و مدینہ پر قبضہ کرنے کی شروع سے کوشش رہی ہے

ان خارجیوں کی شروع سے بہت بڑی کوشش یہی رہی ہے کہ مکہ و مدینہ پر قبضہ کیا جائے۔ تاریخی ثبوت اس پر موجود ہیں کہ انہوں نے کئی مرتبہ مکہ مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کا قتل کیا ہے۔ 128 ہجری میں ابوحمزہ نامی خارجی نے ایک بار پھر مسلمانوں کے خلاف جہاد کے لئے لوگوں کو ابھارا اور مکہ و مدینہ پر حملہ کیا اور مدینہ شریف کے بے شمار مسلمانوں کا قتل عام کیا، پھر یہ ابوحمزہ خارجی مدینہ میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چڑھا اور جہاد کی باطل تعریف و مفہوم بیان کیا، پھر خارجیوں کی بُری عادت کی طرح وہی کفر و شرک کے فتوے دیئے چنانچہ المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک میں جمال الدین أبوالفرج ابن جوزی (المتوفی 597ھ) اور تاریخ الطبری میں امام طبری نے لکھا ہے"حـدثـنـی الـعبـاس قـال قـال هـارون حدثنی جدی أبو عـلقمة، قال سمعت أبا حمزة علی منبر رسول الله یقول:من زنی فهو کافر ومن شك فهو کافر، ومن سرق فهو

کافر، ومن شك أنه كافر "ترجمہ: ابوعلقمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوحمزہ کو منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ کہتے ہوئے سنا جو زنا کرے وہ کافر ہے اور جو اس میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جو چوری کرے وہ کافر ہے اور جو اس میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (تاريخ الطبری،الجزء السابع،سنه ثلاثين و مائة،جلد7،صفحه397،دار التراث ،بيروت)

تاریخ شاہد ہے کہ نورالدین وصلاح الدین ایوبی رحمہا اللہ کے بعد انگریز اور دوسرے دشمنانِ اسلام ترکوں کی قوت و طاقت سے لرزہ براندام تھے۔ ترک مسلمانوں کی حجاز پر حکومت تھی۔ لیکن ترکوں کو بہر جانب جنگوں نے گھیر رکھا تھا، ترکوں کی انہی دشمنوں میں مصروفیت سے فائدہ اٹھا کر نجدیوں نے مل کر بیس ہزار کا ایک لشکر تیار کیا۔ اس لشکر نے مکہ مدینہ پر چڑھائی کر دی، مسلمانوں کو بے دریغ شہید کر دیا، مسجد نبوی کے خزانوں کو لوٹ لیا، حرمین طیبین پر قبضہ کر لیا، صحابہ کرام وصحابیات کی قبروں کو ختم کر دیا، مقدس مقامات کو گرا دیا۔

ترک حکمران جلد ہی نجدی عقائد اور ان کے پشت پناہ انگریزوں کے بڑھتے ہوئے سیاسی خطرے سے باخبر ہو گئے اور انہوں نے نجدیوں کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی جس نے نجدیوں کو شکست دی۔

نجدیوں کی اس طرح حرمین شریفین پر قتل وغارت پر کلام کرتے ہوئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار، کتاب الجہاد، باب البغاۃ میں زیر بیان خوارج فرماتے ہیں "کما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجدو تغلبوا علی الحرمين و کانو ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقد وا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقاد هم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله تعالٰى شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثالث وثلثين و مائتين والف "ترجمہ: یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ (ابن) عبدالوہاب سے واقع ہوا جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پر غلبہ حاصل کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان بس وہی ہیں اور جو ان کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے اہلسنت کا قتل اور ان کے علماء کا شہید کرنا مباح ٹھہرالیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہر ویران کیے اور لشکرِ مسلمین کو 1233ھ میں ان پر فتح بخشی۔ (ردالمحتار كتاب الجهاد ،باب البغاة،جلد4،صفحه262،دارالفكر،بيروت)

اس کے بعد پھر 1925ء میں اہل سعود نے یہودیوں اور برطانیہ کی مدد سے مکہ پر حملہ کیا اور کثیر مسلمانوں کا قتل کیا اور اس پر قبضہ کر لیا جو ابھی تک قائم ہے جس کی مزید تفصیل آگے سعودی تاریخ میں آئے گی۔

☆۔۔فصل دوم: محمدبن عبدالوھاب کا تعارف۔۔☆

اہل سعود کی حجاز پرحکومت کے پیچھے ابن عبدالوہاب نجدی کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔اس لئے سعودی حکومت سے پہلے ابن عبدالوہاب نجدی کا تعارف بہت ضروری ہے جو پیش خدمت ہے:

تاریخ اسلام میں نجد کے فتنے عام طور پر ملتے ہیں۔جب مشرکین مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوشہید کرنے کا ارادہ بنا رہے تھے تو اس وقت شیطان شیخ نجدی کے روپ میں آیا اوران کومشورے دیئے،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورمبارک میں سب سے آخر میں جس قبیلہ نے اسلام قبول کیا وہ نجد کا قبیلہ تھا اورآپ کے ظاہری وصال کے بعد سب سے پہلے جو قبیلہ اسلام سے پھرا وہ بھی نجد تھا۔حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں لشکر مرتدوں کی سرکوبی کے لئے یہاں بھیجا تھا،یہ شکست پانے کے بعد دوبارہ مسلمان ہوگئے تھے۔بعض علماء کا کہنا ہے کہ مسیلمہ کذاب جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا وہ بھی نجد سے تھا۔

ابن عبدالوہاب کے متعلق حضور علیہ السلام کی پیشین گوئی

نجد کے فتنوں کے متعلق حضورعلیہ السلام نے پیشین گوئی کی تھی کہ وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔اس حدیث کی تصدیق اٹھارہویں صدی عیسوی میں ابن عبدالوہاب نجدی خارجی سے ہوئی۔یہ وہی شخص تھا جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا”هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان“ ترجمہ:وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلے گا شیطان کا سینگ۔ (صحيح بخاری ،كتاب الجمعة،باب ما قيل فی الزلازل والآيات،جلد2،صفحه33،دار طوق النجاة،مصر)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق ابنِ عبدالوہاب خارجی نجد میں پیدا ہوا جس کی وجہ سے اسے نجدی کہا گیا اورابن عبدالوہاب کی نسبت سے اس کے ماننے والوں کو وہابی کہا جاتا ہے۔یہ ابن عبدالوہاب نہ صرف خارجی نظریات پر تھا بلکہ ساری زندگی ان نظریات کو آگے پھیلانے میں مصروفِ عمل رہا،دیگر خارجیوں کی طرح اس کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جو میرے جیسا اعتقاد نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔ابن عبدالوہاب اسی گستاخ ذوالخویصر کے قبیلہ تمیم سے تعلق رکھتا تھا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا تھا کہ اے محمد(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)انصاف کرو۔محمد بن عبدالوہاب کے نجدی اورتمیمی ہونے کا اعتراف وہابی مولویوں نے بھی کیا ہے۔ملاحظہ ہو!(1)مقدمہ کتاب التوحید عربی،صفحہ 3۔(2)مقدمہ کتاب التوحید مترجم،صفحہ 15،24۔(3)حیات طیبہ،صفحہ 258۔(4)ہدایۃ المستفید،صفحہ 71،79۔(5)ترجمان وہابیہ

،صفحہ 10، 18، 19، 58۔(6) محمد بن عبدالوہاب، صفحہ 13۔(7) فتاویٰ ثنائیہ، جلد 1، صفحہ 414۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں 1115ھ کے قریب پیدا ہوا، اس کی شخصیت نے ملت اسلامیہ میں افتراق اور انتشار کا ایک نیا دروازہ کھولا، اہل اسلام میں کتاب وسنت کے مطابق جو معمولات صدیوں سے رائج تھے، اس نے خارجیوں کی پرانی رسم برقرار رکھتے ہوئے ان معمولات کو کفر اور شرک قرار دیا، مقابر صحابہ اور مشاہد ومآثر کی بے حرمتی کی، قبہ جات کو مسمار کیا، رسومات صحیحہ کو غلط معنی پہنائے اور ایصال ثواب کی تمام جائز صورتوں کی غلط تعبیر کرکے انہیں الذبح لغیر اللہ (غیر اللہ کے لیے ذبح) اور النذر لغیر اللہ (غیر اللہ کے لیے منت) کا نام دیا، توسل کا انکار کیا اور انبیاء کرام علیہم السلام اور صلحاء امت سے استمداد اور استغاثہ کو یدعون من دون اللہ کا جامہ پہنا کر عبادت لغیر اللہ قرار دیا، انبیاء علیہم السلام، ملائکہ کرام، اور حضور تاجدار مدنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرنے والوں کے قتل اور ان کے اموال لوٹنے کو جائز قرار دیا۔

ابن عبدالوہاب کے متعلق اس کے اساتذہ کا فرمان کہ یہ گمراہ ہوگا

ابن عبدالوہاب کے چال چلن دیکھ کر اس کے اساتذہ نے ہی پیشین گوئی کردی تھی کہ یہ گمراہ ہوجائے گا۔ مفتی اعظم مکہ مکرمہ (یہ اپنے دور میں مکہ شہر کے مفتی رہے ہیں) احمد زینی دحلان متوفی (1304ھ) لکھتے ہیں "فاخذ عن كثير من علماء المدينه منهم الشيخ محمد بن سليمان الكردى الشافعي والشيخ محمد حياة السندى الحنفى وكان الشيخان المذكوران وغير هما من اشياخه يتفرسون فيه الالحادوالضلال، ويقولون:سيضل هذا ، ويضل الله به من ابعد ه واشقاه ، وكان الامر كذلك ، وما اخطات فراسهم فيه" ترجمہ: محمد بن عبدالوھاب نے بہت سے علمائے مدینہ مثلاً شیخ محمد سلیمان کردی شافعی اور شیخ محمد حیات سندی حنفی سے علمی استفادہ کیا، یہ دونوں اور ان کے علاوہ اساتذہ کرام ابتداء ہی سے اس کے اندر بے دینی اور گمراہی کے آثار محسوس کررہے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ عنقریب گمراہ ہوجائے گا اور اس کے ہاتھوں رحمت خدا سے دور اور شقی لوگ بھی گمراہ ہوں گے ان کی یہ پیش گوئی بالکل درست ثابت ہوئی، اس کے بارے میں ان کی فراست ایمانی نے خطا نہیں کھائی۔ (الدررالسنية في الرد على الوهابية ،صفحه112،مكتبة الاحباب،دمشق)

ابن عبدالوہاب کے نئے دین کا نام وہابیت تھا

شیخ نجدی نے جس نئے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دی، وہ عرف عام میں وہابیت کے نام سے مشہور ہوا اور اس کے پیروکار وہابی کہلائے چنانچہ خود شیخ نجدی کے متبعین اپنے آپ کو برملا وہابی کہتے اور کہلاتے ہیں چنانچہ علامہ طنطاوی نے لکھا

ہے"امامحمد ، فهو صاحب الدعوة التی عرفت بالوهابية" ترجمہ: محمد بن عبدالوہاب نے جس تحریک کی دعوت دی تھی، وہ وہابیت کے نام سے معروف ہے۔ (محمد بن عبد الوہاب، صفحہ 13)

ابن عبدالوہاب کے بعض گمراہ استاد

ابن عبدالوہاب نجدی مدینہ منورہ حصولِ علم کے لیے گیا وہاں اس کی ملاقات شیخ محمد حیات سے ہوئی۔ شیخ محمد حیات انتہائی متعصب قسم کا عالم تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد حاصل کرنے کو شرک قرار دیتا تھا۔ اس نے شیخ نجدی کو یہی تعلیم دی۔ عثمان نجدی لکھتا ہے "حكى ان الشيخ محمد اوقف يوما عند الحجرة النبوية عند الناس يدعون و يستغيثون عند حجرة النبی صلی الله عليه وآله وسلم فقال الشيخ ما تقول فی هؤلاء قال ان هؤلاء متبر ما هم فيه و باطل ما كانو يعلمون فقام فی المدينة ماشاء الله ثم خرج منها الی نجد و تجهز الی البصرة يريد الشام فلما وصلها جلس يقرء فيها عند عالم جيل من اهل المجموعة قرية من قرى البصرة فی مدرسة فيها ذكر لی ان اسمه محمد المجموعی فاقام مدة يقرء عليه فيها و ينكر اشياء من الشركيات والبدع و اعلن بالانكار و استحسن شيخه قوله" یعنی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن شیخ نجدی حجرہ نبویہ کے سامنے کھڑا ہوا تھا، وہاں لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے وسیلہ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ شیخ نجدی نے شیخ محمد حیات سے پوچھا کہ ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ شیخ محمد حیات نے کہا یہ لوگ تباہ ہونے والے ہیں اور ان کے یہ اعمال باطل ہیں۔ پس یہ کچھ عرصہ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا مدینہ میں رہا پھر شیخ نجدی اس کے بعد نجد چلا گیا اور وہاں سے پھر بصرہ جانے کی تیاری کی اور وہاں سے شام کا ارادہ کیا۔ جب وہاں پہنچا تو بصرہ کی ایک بستی میں محمد مجموعی سے ملاقات ہوئی۔ اس کے پاس شیخ نجدی ایک مدت تک ٹھہرا اور جائز اعمال کا انکار کرتے ہوئے اسے شرک و بدعت قرار دیتا رہا اور اس کا استاد اس کی تعریف کرتا رہا۔

(المجد فی تاریخ نجد، جلد1، صفحہ21)

ابن عبدالوہاب نجدی کی حجاز میں جن علماء سے ملاقات ہوئی وہ غیر مقلد تھے جن میں ایک عبداللہ بن ابراہیم تھا یہ ابن تیمیہ جیسے مولوی کے نظریات سے متاثر تھا۔ اس نے ابن تیمیہ کے افکار میں شیخ نجدی کو اس طرح ڈھالا کہ ابن عبدالوہاب نجدی ابن تیمیہ سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گیا۔ علی طنطاوی لکھتا ہے "ولقی فی المدينة رجلين و كان لهما فی حياته و توجيهه اثر كبر الاول شيخ نجدی، من اسرة لها الوجاهة والرياسته فی قرية المجعة عالم عاقل من العاكفين علی كتب

ابـن تيمية و المتبعين له والاخذين بآراء ه هو الشيخ عبد الله بن ابراهيم بن سيف" ترجمہ: شیخ نجدی کی ملاقات مدینہ منورہ میں دو ایسے شخصوں سے ہوئی جو اس کی زندگی کا رخ بدلنے میں بہت مؤثر ہوئے۔ ان میں سے پہلا شخص نجد کا ایک ایسا عاقل عالم تھا جس کے خاندان کو مجعہ شہر میں وجاہت وریاست حاصل تھی۔ اس کا اوڑھنا بچھونا ابن تیمیہ اور اس کے پیروکاروں کی کتابیں تھیں۔ اس شخص کا نام شیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف تھا۔ (محمد بن عبدالوہاب، صفحہ 15)

شیخ نجدی جب اس طرح کی گمراہ کن تعلیم سیکھ کر نجد واپس آیا تو والد سے مزید تعلیم حاصل کرنے کی اجازت لے کر بصرہ گیا (جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا) اور وہاں محمد مجموعی سے ملاقات ہوئی جو متشدد عالم تھا۔ یہاں شیخ نجدی پھٹ پڑا اور بصرہ کے مسلمانوں کو کافر کہنا شروع ہوگیا۔ خود ابن عبدالوہاب لکھتا ہے "وعـرفـت أن إقـرارهـم بتـوحيـد الـربوبية لم يدخلهم في الإسـلام، وأن قـصدهم الملائكة أو الأنبياء أو الأولياء يريدون شفاعتهم، والتقرب إلى الله بذلك هو الذى أحل دماء هم وأموالهم" ترجمہ: مجھے معلوم ہوگیا کہ ان لوگوں (مسلمانوں) کا توحید کو مان لینا انہیں اسلام میں داخل نہیں کرتا اور ان لوگوں کا نبیوں اور فرشتوں سے شفاعت طلب کرنا اور ان کی تعظیم سے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنا ہی وہ سبب ہے جس نے ان کے قتل اور اموال لوٹنے کو جائز کر دیا ہے۔" (کشف الشبہات، صفحہ 20، 21)

محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد

ابن عبدالوہاب کے چند عقائد پیش خدمت ہیں جن پر آج بھی وہابیت عمل پیرا ہے:

1۔ محمد کی قبر، ان کے دوسرے متبرک مقامات، تبرکات یا کسی نبی ولی کی قبر یا ستون وغیرہ کی طرف سفر کرنا بڑا شرک ہے۔ (کتاب التوحید محمد ابن عبدالوہاب، صفحہ 124)

2۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مزار گرا دینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرا دینے پر قادر ہوگیا تو گرا دوں گا۔

(اوضح البراہین)

3۔ مفتی اعظم مکہ فرماتے ہیں "ان بـعـض اتبـاعه كان يقول عصاى هذه خير من محمد لانها ينتفع بها فى قتـل الحية ونحوها و محمد قدمات و لم يبق فيه نفع اصلا" ترجمہ: اس کے بعض پیروکار کہتے ہیں: میری لاٹھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے بہتر ہے کیونکہ اس سے سانپ وغیرہ مارنے کا کام لیا جا سکتا ہے اور (معاذ اللہ) محمد مر گئے ان سے کوئی نفع باقی نہ رہا۔

(الدررالسنية في الرد على الوهابية ،صفحه111،مكتبة الاحباب،دمشق)

4۔جس نے یارسول اللہ۔ یا عباس۔ یا عبدالقادر وغیرہ کہا اور ان سے ایسی مدد مانگی جو صرف اللہ دے سکتا ہے جیسے بیماروں کو شفاء۔دشمن پر مدد اور مصیبتوں سے حفاظت وہ سب سے بڑا مشرک ہے اس کا قتل حلال ہے اور اس کا مال لوٹ لینا جائز ہے یہ عقیدہ اس صورت میں بھی شرک ہوگا جب کہ ایسا کہنے والا فاعل مختار اللہ ہی کو سمجھتا ہو اور ان حضرات کو محض سفارشی اور شفاعت کرنے والا جانتا ہو۔ (کتاب العقائد،صفحہ 111)

5۔میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ توحید کا اقرار کر کے اسلام میں داخل نہیں ہو سکتے یہ لوگ ملائکہ اور اولیاء سے شفاعت کے خواستگار ہیں اور اس طرح اللہ کا قرب چاہتے ہیں اسی وجہ سے ان کو قتل کرنا جائز اور ان کا مال لوٹنا حلال ہے۔

(کشف الشبہات ابن عبدالوہاب ،صفحہ 6)

ابن عبدالوہاب نجدی کا مزارات کو شہید کرنا

شیخ نجدی نے اپنے باطل عقائد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے خارجیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شدت کا راستہ اختیار کیا اور خود مزارات کو شہید کرنے کے درپے ہوا۔سب سے پہلے جس مزار کو اس نے شہید کیا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔مولوی عثمان بن بشر نجدی لکھتا ہے "ثم ان الشيخ اراد ان يهدم قبه قبر زيد بن خطاب رضى الله تعالىٰ عنه التى عند الجبيلة فقال لعثمان دعنا نهدم هذه القبة التى وضعت على الباطل و ضل بها الناس عن الهدى فقال دونكها فاهدمها فقال الشيخ اخاف من اهل الجبيلة ان يوقعوا بنا و لااستطيع هدمها الا وانت معى فسار معه عثمان بنجو ستمائة رجل فلما اقتربوا منها ظهورا عليهم اهل الجبيلة يريدون ان يمنعوها فلما راهم عثمان علم ما هموا به فتاهب لحربهم فلما رأتوا ذلك كفوا عن الحرب دخلوا بينهم و بينهما ذكر لى ان عثمان لما اتاها قال للشيخ نحن لا نتعرضها فقال اعطونى الفاس فهدمها الشيخ بيده حتى ساواها" ترجمہ: پھر شیخ نے جبیلہ میں حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گنبد ڈھانے کا ارادہ کیا اور اپنے معاون عثمان سے کہا آؤ ہم دونوں مل کر اس قبہ کو گرا دیں جو ناجائز ہے اور اس نے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔عثمان نے کہا یہ کام تم خود ہی کرو۔شیخ نجدی نے کہا میں اہل جبیلہ سے ڈرتا ہوں وہ ہم پر حملہ کر دیں گے۔میں تمہاری معاونت کے بغیر اس قبہ کو گرانے کی طاقت نہیں رکھتا۔یہ سن کر عثمان اپنے تقریباً چھ سو ساتھیوں کے ساتھ شیخ نجدی کو لے کر چل پڑا۔جب اہل جبیلہ نے دیکھا تو وہ مزاحم ہوئے، جب عثمان نے ان کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ ان کا کیا ارادہ ہے تو وہ ان سے لڑائی کے لئے تیار ہو گیا، جب اہل جبیلہ نے یہ دیکھا تو

انہوں نے ان کا راستہ چھوڑ دیا تو اس کے آدمی بستی والوں اوران دونوں کے درمیان آ گئے۔ مجھے بتایا گیا کہ جب عثمان قبہ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا ہم لوگ قبہ کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔شیخ نجدی نے کہا مجھے کلہاڑی دو۔ پھر شیخ نجدی نے ہاتھ میں کلہاڑی لے کر قبہ توڑنا شروع کیا حتی کہ اس کو زمین کے برابر کر دیا۔ (المجد فی تاریخ نجد،جلد1،صفحہ10،9)

اسی طرح شیخ نجدی نے چند مزارات اور بھی شہید کئے۔

ابن عبدالوہاب نجدی کے والداس کے مخالف تھے

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے دادا سلیمان بن علی شرف حنبلی المسلک اوراپنے وقت کے مشہور عالم دین تھے اس کے چچا ابراہیم بن سلیمان بھی ممتاز عالم دین تھے،ابراہیم کے بیٹے عبدالرحمان مشہور فقیہ اورادیب تھے۔

شیخ نجدی کے والد (متوفی 1740ء 1153ھ) نہایت صالح العقیدہ بزرگ اورمشہور عالم دین اورفقیہ تھے، وہ شیخ نجدی کو تنقیصِ رسالت،توہینِ صحابہ اورتکفیرالمسلمین جیسے گمراہ کن عقائد پر ہمیشہ سرزنش کرتے رہتے تھے۔

عثمان بن بشر نجدی لکھتے ہیں"فلما الشیخ محمد وصل الی بلد حریملا جلس عند ابیه یقراء علیه وینکر مایفعل الجهال من البدع و الشرك فی الاقوال والافعال اکثرمنه الانکار لذالك ولجمیع المحظورات حتی وقع بینه وبین ابیه کلام وکذالك وقع بینه وبین الناس فی البلد ،فاقام علی ذالك مدة سنین حتی توفی ابوه عبدالوهاب فی سنة ثلاث وخمسین وماة والف ثم اعین بالدعوة والانکار والامر بالمعروف والنهی عن المنکر وتبعه ناس من اهل البلد ومالوا معه!واشتهر بذالك " ترجمہ:جب شیخ نجدی حریملا پہنچ گیا اوراپنے والد سے پڑھنا شروع کر دیا اور وہاں کے لوگ اپنے جن معمولات میں مشغول تھے، شیخ نجدی نے ان کو شرک اور بدعت قرار دیا اوراس بات میں اس کا اپنے والد عبدالوہاب سے بھی مباحثہ ہوا اورشہر کے دوسرے عمائدین نے بھی شیخ نجدی کی مخالفت کی۔ کئی سال تک یہ یہی ٹھہرا رہا حتی کہ شیخ نجدی کے والد عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ 1153ھ میں فوت ہو گئے،والد کی وفات کے بعد شیخ نجدی نے کھل کر اپنی تحریک کو پھیلایا اور بہت سے لوگ شیخ نجدی کے تابع ہو گئے اوراس کی دعوت مشہور ہو گئی۔

(المجد فی تاریخ نجد ، جلد1،صفحه 38،دارة الملك عبدالعزیز،الریاض)

محمد بن عبدالوہاب کے والد صاحب اس نجدی کے عقائد کی تردید کرتے تھے اورلوگوں کو اپنے بیٹے سے دور رہنے کا حکم دیتے تھے۔احمد زینی دحلان لکھتے ہیں "وکان والده عبدالوهاب من العلماء الصالحین فکان ایضا یتفرس فی ولده

المذکور الالحادویذمه کثیراویحذرالناس منه" ترجمہ:اس کے والدعبدالوہاب نیک علماء میں سے تھےاوروہ بھی دوسرے علماء کے مانند اپنے بیٹے میں الحاد وبے دینی کے آثار کومحسوس کررہے تھےاوراس کی شدید مذمت کرتے اورلوگوں کواس سے دور رکھتے تھے۔ (الدررالسنية فی الرد علی الوهابية ،صفحه112،مكتبة الاحباب،دمشق)

شیخ نجدی کا بھائی سلیمان بھی اس کے عقائد کی مذمت کرتا تھا

شیخ نجدی کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب(متوفی 1208ھ)اپنے والد کے مسلک کے حامل تھےاوراسلاف کے معمولات کوعقیدت سے گلے لگائے ہوئے تھے،ان کا تعارف کراتے ہوئے طنطاوی نےلکھاہے"وکان لعبد الوهاب ولد ان محمد و سلیمان اما سلیمان فکان عالما فقیها ، وقد خلف اباه فی قضاء حریملة وکان له ولدان عبد الله و عبد العزیز وکانا فی الورع والعبادة اية من الايات " ترجمہ:شیخ عبدالوہاب کے دو بیٹے تھے محمد اورسلیمان،شیخ سلیمان بہت بڑے عالم اورفقیہہ تھےاورحریملہ میں اپنے والد کے بعد قاضی مقرر ہوئے ،ان کے دولڑکے تھے عبداللہ اورعبدالعزیز وہ دونوں عبادت اورتقویٰ میں اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک نشانی تھے۔ (محمد بن عبد الوہاب نجدی،صفحه 13)

شیخ سلیمان بن عبدالوہاب تمام زندگی شیخ نجدی سے عقائد کی جنگ لڑتے رہے۔ (الدررالسنية،صفحه 47)

مفتی مکہ مکرمہ زینی دحلان لکھتے ہیں "وکذا اخوه سلیمان بن عبد الوهاب فکان ینکر مااحد ثه من البدع والضلال والعقائد الذائغة ، وتقدم انه الف کتابا فی الردعلیه " ترجمہ:محمد بن عبدالواب کے بھائی سلیمان بھی اس کی بدعات،گمراہی اورمنحرف عقائد کاانکارکرتے تھےاورانھوں نے پہلے پہل اس کے عقائد کے رد میں ایک کتاب لکھی۔

(الدررالسنية فی الرد علی الوهابية ،صفحه112،مكتبة الاحباب،دمشق)

دوسرے مقام پرلکھاہے"کان محمد بن عبد الوهاب الذی ابتدع هذه البد عة یخطب للجمعة فی مسجد الدرعية ویقول فی کل خطبة:ومن توسل بالنبی فقد کفر ، وکان اخوه الشیخ سلیمان بن عبد الوهاب من اهل العلم فکان ینکر علیه انکارا شدید ا فی کل مایفعله ، او یامربه ولم یتبعه فی شئی مما ابتدا عه،وقال له اخوه سلیمان یوما کم ارکان الاسلام یامحمد بن عبدا لوهاب ؟ !فقال خمسة ، فقال :انت جعلتها ستة ، السادس من لم یتبعك فلیس بمسلم ، هذا عندك رکن سادس للاسلام" ترجمہ:محمد بن عبدالوہاب جواس بدعت کا بانی ہےوہ درعیہ میں جمعہ کاخطبہ دیا کرتا تھااورہرمرتبہ خطبے میں کہا کرتا:پیغمبر سے توسل کفر ہے۔اس کے بھائی شیخ سلیمان بھی اہل علم

تھے، وہ اس کی ہر ہر بات اور ہر ہر عمل کی سخت مخالفت کرتے اور اس کی بدعات میں سے کسی ایک میں بھی اس کی پیروی نہ کرتے۔ ایک دن سلیمان نے اپنے بھائی محمد سے سوال کیا اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟ شیخ نجدی نے جواب دیا پانچ۔ اس وقت شیخ سلیمان نے کہا: تو نے تو چھ بنا رکھے ہیں اور چھٹا یہ کہ جو تیری پیروی نہ کرے وہ مسلمان ہی نہیں۔

(الدررالسنية فی الرد علی الوهابية ،صفحه104،مكتبة الاحباب،دمشق)

شیخ سلیمان جہاں نجدی کے عقائد ونظریات کی قرآن وحدیث کی روشنی میں تردید کرتے تھے وہاں انہیں اس خارجی نجدی سے اپنی جان کا بھی خوف تھا کہ کہیں ابن عبدالوہاب لوگوں کو قرآن وحدیث کی غلط تشریح بیان کر کے اپنے بھائی کو واجب القتل قرار دے کر اسے قتل نہ کروادے۔ احمد زینی دحلان کہتے ہیں "ولما طال النزاع بينه وبين اخيه خاف اخوه ان يامر بقتله فارتحل الى المدينه المنورة والّف رسالة فى الرد عليه وارسلها له فلم ينته والّف كثير من علماء الحنابلة وغيرهم رسائل فى الرد عليه وارسلوها له فلم ينته " ترجمہ: جب سلیمان اور اس کے بھائی شیخ نجدی کے درمیان اختلاف حد سے تجاوز کر گیا تو سلیمان اس خوف سے مدینہ منورہ ہجرت کر گئے کہ کہیں ان کا بھائی ان کے قتل کا حکم نہ دیدے۔ وہاں پر انہوں نے اس کی رد میں ایک رسالہ لکھا اور اسے بھیج دیا، وہ باز نہیں آیا، پھر بہت سے حنبلی اور غیر حنبلی علماء نے بھی اس کے رد میں رسالے لکھے اور اسے بھجوائے لیکن وہ پھر بھی باز نہیں آیا۔ (الدررالسنية فی الرد علی الوهابية ،صفحه105،مكتبة الاحباب،دمشق)

شیخ سلیمان نے اپنے بھائی ابن عبدالوہاب نجدی خارجی کے عقائد کے رَد میں ایک انتہائی مفید اور مدلل رسالہ ''الصواعق الالٰہیہ'' تصنیف کیا جس کو عوام وخواص میں انتہائی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ موجودہ دور کے نجدی علماء کہتے ہیں کہ شیخ سلیمان نے اخیر عمر میں اپنے عقیدہ سے رجوع کر کے شیخ نجدی سے اتفاق کر لیا تھا لیکن یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اس دعویٰ کے ثبوت پر نہ کوئی تاریخی شہادت ہے اور نہ شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے ''الصواعق الالٰہیہ'' کے بعد کوئی ایسی کتاب لکھی جس نے ''الصواعق الالٰہیہ'' میں مذکور دلائل پر خط نسخ کھینچ دیا ہو۔

اسی طرح اس کے اساتذہ بھی اس کے تخریبی افکار پر اس کو ہمیشہ ملامت کرتے رہتے تھے۔

(بحواله المجد فی تاريخ نجد،جلد1،صفحه8)

ابن عبدالوہاب نجدی کے بنیادی عقائد میں تنقیصِ رسالت اور توہین صحابہ تھی

اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ شیخ نجدی کے والد عبدالوہاب اور بھائی سلیمان صحیح العقیدہ مسلمان تھے اور عینیہ میں اس کے جو استاذ تھے وہ بھی ایک صالح اور دین دار شخص تھے، البتہ دو گمراہ مولویوں نے اس کو ابن تیمیہ کی کتابیں پڑھا کر اسلاف کی

روایات سے باغی بنادیا۔اس سلسلہ میں ایک وہابی مولوی مسعود عالم ندوی شیخ نجدی کی سرگرمیوں کے بارے میں لکھتا ہے :''جاہلوں کے غلط عقیدوں کی اصلاح معبودان باطل قبہ وقبر سے ہٹا کر پھر معبود حقیقی کی درگاہ میں لا کھڑا کرنا ان کا مقصود تھا، پھر یہ ہرکس وناکس کی بات نہ تھی، اس کے لیے ایمان خالص اور سچی عزیمت کی ضرورت تھی، اس راہ میں شیخ کو جن صبر آزما مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا اور جس خندہ پیشانی کے ساتھ انہوں نے اس راہ کی تکلیفوں کا استقبال کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان اوصاف سے پوری طرح متصف تھے۔توحید کی طرف دعوت دی، غیر اللہ کے آگے سرخم کرنے، قبروں ولیوں سے مدد مانگنے اور نیکوکار بندوں کو معبود ثانی بنانے سے روکنے کی کوشش کی۔قبروں کی زیارت میں مسنون طریقہ کے خلاف جو بدعتیں رائج ہوگئی تھیں، ان کے مٹانے کو عملی قدم اٹھایا۔بس پھر کیا تھا مخالفت کا سیلاب امڈ آیا اعزّہ واقرباء درپے آزار ہوگئے، خود باپ کو بھی یہ ادا پسند نہ آئی، شیخ نے باپ کے ادب اور استاذ کی عزت کا پورا لحاظ کیا، پر جو قدم آگے بڑھ چکا تھا، وہ پیچھے نہ ہٹا۔''

(محمد بن عبد الوہاب نجدی، صفحہ 31)

اس اقتباس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ توحید کے نام پر تنقیص رسالت اور توہین صحابہ واولیاء کی جو دعوت لے کر شیخ نجدی اٹھا تھا، اس کی صدیوں پیچھے اسلام میں کوئی نظیر نہ تھی نہ جزیرہ عرب میں توحید کی اس نئی تشریح سے کوئی واقف تھا اور نہ شیخ نجدی کا اپنا خاندان اور اس کے اساتذہ اس سے واقف تھے۔

شیخ نجدی کے باطل عقائد کی مذمت جس طرح شیخ نجدی کے والد اور بھائی نے کی اسی طرح عرب وعجم کے بڑے بڑے علمائے کرام نے بھی کی ہے بلکہ مکہ مدینہ کے اس وقت کے جید مفتیانِ کرام نے شیخ نجدی کو گمراہ کہا ہے۔آج بھی کئی اردو اور عربی کتب ابن عبدالوہاب نجدی کے خلاف باآسانی ملتی ہیں۔اب حجاز پر قبضہ کرکے آج کے نجدی مولوی شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کو اپنے وقت کا مجدد ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

خارجیوں کی ایک نشانی سر منڈوانا

حضور علیہ السلام نے خارجیوں کی ایک نشانی بتائی تھی کہ وہ سر منڈوائیں گے شیخ نجدی اس نشانی پر بھی پورا اترا۔بخاری شریف کی حدیث پاک ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا''یَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، وَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔۔۔قِيلَ مَا سِيمَاهُمْ؟ قَالَ:سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ أَوْ قَالَ:اَلتَّسْبِيدُ'' ترجمہ:مشرق سے کچھ لوگ قیام کریں گے جو قرآن کی تلاوت تو کریں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نہ اترے گا،

یہ لوگ دین سے اسی طرح خارج ہو جائیں گے جس طرح تیر کمان سے خارج ہوتا ہے اور پھر دین کی طرف پلٹ کر نہ آئیں گے۔عرض کیا گیا: ان کی نشانی کیا ہوگی؟ فرمایا: وہ اپنے سر کے بال منڈواتے ہوں گے۔

زینی دحلان مفتی مکہ مکرمہ اس حدیث کی طرف اشارہ کرنے کے ضمن میں لکھتے ہیں "ففی قوله سیماهم التحلیق تصریح بهذه الطائفة لانهم کانوا یامرون کل من اتبعهم ان یحلق راسه ولم یکن هذا الوصف لاحد من طوائف الخوارج والمبتدعة الذین کانوا قبل زمن هئولاء" ترجمہ: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان ''اس گروہ کی نشانی سر منڈوانا ہے'' میں اسی گروہ کی صراحت ہے کیونکہ یہ اپنے تمام پیروکاروں کو سر منڈوانے کا حکم دیتے تھے اور یہ صفت وہابیوں سے پہلے گزرے ہوئے خوارج و بدعتی فرقوں میں سے کسی ایک کے اندر نہیں تھی۔

(فتنة الوهابية، صفحه19، اسلک کتابوی، استنبول)

وہ آگے چل کر لکھتے ہیں "وکان السیدعبدالرحمن الاهدل مفتی زبید یقول: لاحاجة الی التالیف فی الرد علی الوهابیة بل یکفی فی الرد علیهم قوله صلی الله علیه وسلم سیما هم التحلیق ، فانه لم یفعله احد من المبتدعة غیرهم " ترجمہ: مفتی زبید سید عبدالرحمٰن اہدل کہا کرتے تھے کہ وہابیوں کے عقائد کو رد کرنے کے لئے کتاب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہی حدیث پیغمبر جس میں اس فرقہ کی پہچان (سر منڈوانا) بیان کی گئی ہے ان کے عقیدہ کے باطل ہونے پر کافی ہے اس لئے کہ وہابیوں کے سوا کسی بھی بدعتی فرقے میں یہ صفت نہیں پائی جاتی۔

(فتنة الوهابية، صفحه19، اسلک کتابوی، استنبول)

شیخ نجدی عورتوں کے بھی سر منڈواتا تھا

ابن عبدالوہاب نجدی ہر اس مرد وعورت کو سر منڈوانے کا حکم دیتا جو اس کے عقائد کو اپنا لیتا تھا۔فتنۃ الوہابیہ میں ہے "واتفق مرة ان امراة اقامت الحجة علی بن الوهاب لمااکر هو ها علی اتباعهم ففعلت،امرها ابن عبد الوهاب ان تحلق راسها فقالت له حیث انك تامرالمراة بحلق راسها ینبغی لك ان تامر الرجل بحلق لحیته ، لان شعر راس المراة زینتها وشعر لحیة الرجل زینته فلم یجد لها جوابا " ترجمہ: ایک مرتبہ ایک عورت نے ابن عبدالوہاب پر حجت قائم کی جب انہوں نے اس کو اپنی اتباع پر مجبور کیا چنانچہ محمد بن عبدالوہاب نے اس کو سر کے بال منڈوانے کا حکم دیا تو اس عورت نے اس سے کہا: تو جو عورتوں کو سر منڈوانے کا حکم دیتا ہے تو مردوں کو داڑھی منڈوانے کا حکم دے اس لئے کہ جس طرح

مرد کی زینت اس کی داڑھی ہے اسی طرح عورت کی زینت اس کے سر کے بال ہیں محمد بن عبدالوھاب کوئی جواب نہ دے پایا۔

(فتنة الوهابية، صفحه19، اسلك كتابوى، استنبول)

مفتی مکہ احمد زین دحلان کا اقتباس

حجاز کے سابقہ سنی مفتی سیدّی احمد زین دحلان مکی قدس سرہ نے اپنی کتاب مستطاب ''دررسنیہ'' میں اس کے باطل عقائد کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے ''كان محمد بن عبدالوهاب ابتدع هذه البدعة، وكان اخوه الشيخ سليمٰن من اهل العلم فكان ينكرعليه انكارا شديد افى كل يفعله اويامربه فقال له يوما كم اركان الاسلام؟ قال خمسة، قال انت جعلتها ستة، السادس من لم يتبعك فليس بمسلم، هذا عندك ركن سادس للاسلام ،وقال رجل اٰخريوما كم يعتق اللّٰه كل ليلة فى رمضان ؟ قال مائة الف، وفى اٰخرليلة يعتق مثل ما اعتق فى الشهر كله؟ فقال له لم يبلغ من اتبعك عشرعشر ماذكرت فمن هٰؤلاء المسلمون الذين يعتقهم اللّٰه وقدحصرت المسلمين فيك وفيمن اتبعك فبهت الذى كفر، فقال له رجل اٰخر هٰذا الدين الذى جئت به متصل ام منفصل فقال حتى مشايخى و مشايخهم الٰى ستمائة سنة كلهم مشركون فقال الرجل اذن دينك منفصل لا متصل فعمن اخذته قال وحى الهام كالخضر ومن مقابحه انه قتل رجلا اعمٰى كان مؤذنا صالحاذا صوت حسن نهاه عن الصلوة على النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم فامربقتله فقتل ثم قال ان الربابة فى بيت الخاطئة يعنى الزانية اقل اثما ممن ينادى بالصلوٰة على النبى(صلى الله تعالٰى عليه وسلم) فى المنائر، وكان يمنع اتباعه من مطالعة كتب الفقه واحرق كثيرا منها واذن لكل من اتبعه ان يفسرالقرآن بحسب فهمه حتى همج الهمج من اتباعه فكان كل واحد منهم يفعل ذلك ولو كان لايحفظ القرآن ولا شيئاً منه فيقول الذى لايقرؤ منهم لا خريقرؤاقرأ على حتى افسرلك فاذا قرأ عليه يفسره له برايه وامرهم ان يعملوا ويحكموابما يفهمونه فجعل ذلك مقدماعلٰى كتب العلم ونصوص العلماء وكان يقول فى كثير من اقوال الائمة الاربعة ليست بشئى وتارة يتستر ويقول ان الائمة علٰى حق ويقدح فى اتباعهم من العلماء الذين القوا فى مذهب الاربعة وحرروها ويقول انهم ضلوا واضلوا، وتارة يقول ان الشريعة واحدة فما لهٰؤلاء جعلوها مذاهب اربعة هذا كتاب اللّٰه وسنة رسوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم لاتعمل الا بهما كان ابتداء ظهورا مره فى الشرق، وهى فتنة من اعظم الفتن كانوا اذا اراد احد ان يتبعهم علٰى

دینهم طوعاً او کرهاً یامرونه بالاتیان بالشهادتین اولا ثم یقولون له اشهد علٰی نفسك ان كنت كافرا واشهد علٰی والدیك انهما ماتا كافرین واشهد علٰی فلان وفلان ویسمون له جماعة من اكابر العلماء الماضین فان شهدوا بذلك قبلوهم والا امروابقتلهم وكانوا یصرحون بتكفیر الا مة من منذست مائة سنة،و اول من صرح بذلك محمد بن عبدالوهاب فتبعوه فی ذلك،وكان یطعن فی مذاهب الائمة واقوال العلماء ویدعی الانتساب الی مذهب الامام احمد رضی الله تعالٰی عنه كذبا وتسترا وزوراوالا مام احمد برء منه واعجب من ذلك انه كان یكتب الی عماله الذین هم من اجهل الجاهلین اجتهدوا بحسب فهمكم ولا تلتفتوا لهذه الكتب فان فیها الحق والباطل وكان اصحابه لایتخذون مذهباً من المذاهب بل یجتهدون كما امرهم ویسترون ظاهرا بمذهب الامام احمد ویلبسون بذلك علی العامة،فانتدب للرد علیه علماء المشرق والمغرب من جمیع المذاهب،ومن منكراته منع الناس من قراءة مولدالنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ومن الصلوة علی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی المنائر بعد الاذان، ومنع الدعاء بعد الصلوة وكان یصرح بتكفیر المتوسل بالانبیاء والاولیاء وینكرعلم الفقه ویقول ان ذلك بدعة ''ترجمہ: محمد بن عبدالوہاب اس بدعت کا بانی ہے،اس کے بھائی شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہ اہل علم سے تھے اس پر ہر فعل وقول میں سخت انکار فرماتے ،ایک دن شیخ نجدی سے کہا اسلام کے رکن کتنے ہیں؟ بولا: پانچ ۔فرمایا: تو نے چھ کردیئے، چھٹا یہ کہ جو تیری پیروی نہ کرے وہ مسلمان نہیں، یہ تیرے نزدیک اسلام کا رُکن ششم ہے۔ایک صاحب نے اس سے پوچھا اللہ تعالیٰ رمضان شریف میں کتنے بندے ہر رات آزاد فرماتا ہے؟ بولا ایک لاکھ۔اور شب عید اتنے کہ سارے مہینے میں آزاد فرمائے تھے۔ان صاحب نے کہا: تیرے پیروکار تو اس کے سوویں حصہ کو بھی نہ پہنچے وہ کون مسلمان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ رمضان میں آزاد فرماتا ہے؟ تیرے نزدیک تو بس تو اور تیرے پیرو ہی مسلمان ہیں،اس کے جواب میں حیران ہوکر رہ گیا۔ایک شخص نے اس سے کہا یہ دین کہ تو لایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متصل ہے یا منفصل؟ بولا خود میرے اساتذہ اوران کے اساتذہ چھ سو برس تک سب مشرک تھے۔اس شخص نے کہا: تب تیرا دین منفصل ہوا متصل تو نہ ہوا، پھر تو نے کس سے سیکھا؟ بولا: مجھے خضر کی طرح الہامی وحی ہوئی۔اس کی خباثتوں سے ایک یہ ہے کہ ایک نابینا متقی خوش آواز موذن کو منع کیا کہ تو منارہ پر اذان کے بعد صلوۃ نہ پڑھا کر،نجدی نے اس مؤذن کے قتل کا حکم دے کر شہید کرادیا اور کہا کہ زانیہ اتنی گنہگار نہیں جتنا منارہ پر باآواز بلند نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر درود بھیجنے والا ہے۔یہ ابنِ عبدالوہاب نجدی اپنے پیروؤں کو کتبِ فقہ دیکھنے سے منع

کرتا، فقہ کی بہت سی کتابیں جلادیں اورانہیں اجازت دی کہ ہرشخص اپنی سمجھ کے موافق قرآن کے معنی گھڑلیا کرے، یہاں تک کہ کمینہ سا کمینہ اس کے پیروؤں کا ایسا ہی کرتا اگرچہ قرآن عظیم کی ایک آیت بھی نہ یاد ہوتی، جومحض ناخواندہ تھا وہ پڑھے ہوئے سے کہتا کہ تو مجھے پڑھ کرسنا میں اس کی تفسیر بیان کروں، وہ پڑھتا اور یہ معنی گھڑتا۔ پھرانہیں تفسیر ہی کرنے کی اجازت نہ دی بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی حکم کیا کہ قرآن کے جومعنی تمہاری اپنی اٹکل میں آئیں انہیں پرعمل کرواورانہیں پرمقدمات میں حکم دواورانہیں کتابوں کے حکم اوراماموں کے ارشاد سے مقدم سمجھو، آئمہ اربعہ کے بہت سے اقوال کومحض ہیچ وپوچ بتاتا اورکبھی تقیہ کرجاتا اورکہتا کہ امام توحق پرتھے مگریہ علماء جوان کے مقلد تھے اور چاروں مذہب میں کتابیں تصنیف کرگئے اوران مذاہب کی تحقیق وتلخیص کوگزرے یہ سب گمراہ تھے اوراوروں کوگمراہ کرگئے۔ کبھی کہتا شریعت تو ایک ہے ان فقہاء کوکیا ہوا کہ اس کے چار مذہب کردیئے۔ یہ قرآن وحدیث موجود ہیں ہم توانہیں پرعمل کریں گے۔ مشرق میں اس کے مذہب جدید سے ظہور کیا اور یہ فتنہ عظیم فتنوں سے ہوا۔ جب کوئی شخص خوشی سے خواہ جبراً ابنِ عبدالوہاب کے مذہب میں آنا چاہتا اس سے پہلے کلمہ پڑھواتا پھرکہتا خود اپنے اوپر گواہی دے کہ اب تک توکافرتھا اوراپنے ماں باپ پرگواہی دے کہ وہ کافرمرے اوراکابرآئمہ سلف سے ایک جماعت کے نام لے کرکہتا ان پرگواہی دے کہ یہ سب کافرتھے، پھراگراس نے گواہیاں دے لیں جب تو مقبول ورنہ اسے قتل کردیتا اورصاف کہتا کہ چھ سوبرس سے ساری امت کافرہے۔ اول اس کی تصریح اسی ابنِ عبدالوہاب نے کی پھراس کے سارے چیلے یہی کہنے لگے۔ وہ آئمہ کے مذہب اورعلماء کے اقوال پرطعن کرتا اور براہ تقیہ جھوٹ فریب سے حنبلی ہونے کا ادعا رکھتا حالانکہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بری وبیزار ہیں اوراس سے عجیب تر یہ کہ اس کے نائب جو ہرجاہل سے بدتر جاہل ہوتے انہیں لکھ بھیجتا کہ اپنی سمجھ کے موافق اجتہاد کرواوران کتابوں کی طرف منہ پھیرکرنہ دیکھو کہ ان میں حق وباطل سب کچھ ہے۔ اس کے ساتھ لامذہب تھے اس کے کہنے کے مطابق آپ مجتہد بنتے اور بظاہر جاہلوں کے دھوکا دینے کومذہب امام احمد کی ڈھال رکھتے، یہ چال ڈھال دیکھ کرمشرق ومغرب کے علمائے جمیع مذاہب اس ابن عبدالوہاب نجدی کے رد پرکمربستہ ہوئے۔ اس کی بری باتوں سے یہ بھی ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف پڑھنے اوراذان کے بعد مناروں پرحضور والاصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرصلوۃ بھیجنے اورنماز کے بعد دعا مانگنے کوناجائز بتایا اورانبیاء واولیاء سے توسل کرنے والوں کوصراحۃً کافرکہتا اورعلم فقہ سے انکار رکھتا اوراسے بدعت کہا کرتا۔ (الدررالسنیہ ،صفحہ104---،مکتبۃ الاحباب،دمشق)

یہ جس ہستی کا اقتباس نقل کیا گیا ہے یہ کوئی پاک وہند کا مولوی نہیں ہے بلکہ مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً کے بہت

بڑے مفتی ہیں۔اس مذکورہ عبارت میں واضح طور پر ائمہ کی تقلید،اذان کے ساتھ درود پڑھنے اور میلاد منانے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ ابن عبدالوہاب نجدی کے نظریات کو باطل ثابت کیا جو ان افعال کو ناجائز و بدعت کہتا تھا اور آج کے وہابی نجدی بھی اسی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امت مسلمہ کو مشرک و بدعتی ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں۔

علامہ جمیل آفندی عراقی کا بیان

ایک اور علامہ جمیل آفندی عراقی اپنی کتاب الفجر الصادق میں لکھتے ہیں"و کان محمد هذا بادیء بدء ه کما ذکره بعض کبار المؤلفین مولعا بمطالعة اخبار من ادعی النبوة کاذبا کمسیلمة الکذاب و سجاح و الاسود العنسی و طلیحة الاسدی وا ضرابهم فکان یضمر فی نفسه دعویٰ النبوة الا انه لم یتمکن من اظهارها و کان یسمی جماعته من اهل بلده الانصار ویسمی متابعیه من الخارج المهاجرین و کان یامر من حج حجة الاسلام قبل اتباعه ان یحج ثانیة قائلا ان حجتك الاولی غیر مقبولة لانك حججتها و انت مشرك ویقول لمن اراد ان یدخل فی دینه اشهد علی نفسك انك کنت کافرا و اشهد علی والدیك انهما ماتا کافرین واشهد علی فلان و فلان و یسمی له جماعة من اکابر العلماء الماضین انهم کانوا کفارا فان شهد بذلك قبله والا امر بقتله و کان یصرح بتکفیر الامة منذ ستماء ة سنة و یکفر کل من لا یتبعه وان کان من اتقی المسلمین و یسمیهم مشرکین و یستحل دماء هم و اموالهم و یثبت الایمان لمن اتبعه و ان کان من افسق الناس و کان علیه ما یستحق من الله ینقض النبی صلی الله علیه وآله وسلم کثیرا بعبارات مختلفة منها قوله فیه انه (طارش) وهو فی لغة العامةبمعنی الشخص الذی یرسله احد الی غیره و العوام لا یستعملون هذه الکلمة فیمن له حرمة عندهم ومنها قوله انی نظرت فی قصة الحدیبیة فوجدت فیها کذا و کذا من الکذب الی غیر ذلك من الالفاظ الاستخفافیة حتی ان بعض اتباعه یقول بحضرته ان عصای هذه خیر من محمد لانی انتفع بها و محمد قد مات فلم یبق فیه نفع وهو یرضی بکلامه و هذا کما تعلم کفر فی المذاهب الاربعة" ترجمہ:محمد(ابن عبدالوہاب)اس بدعت کا ایجاد کنندہ ہے جیسا کہ بعض کبار مؤلفین نے ذکر کیا کہ ابتداء میں شیخ نجدی جھوٹے مدعیان نبوت مثلاً مسیلمہ کذاب،سجاح،اسود عنسی،طلیحہ اسدی اور دوسرے مدعیان نبوت کی کتابوں کا بڑے شوق سے مطالعہ کیا کرتا تھا اور وہ خود بھی اپنے تئیں نبوت کا مدعی سمجھتا تھا،لیکن اس کو اس دعویٰ کے اظہار پر قدرت حاصل نہ ہوسکی۔اپنے شہر والوں کا نام اس نے انصار رکھا اور اسی کے دوسرے

ہم عقیدہ لوگ باہر سے آتے ان کا نام مہاجرین رکھا۔ جو شخص اس کے ہاتھ پر بیعت کرتا اس سے اقرار کراتا کہ تمہاری پچھلی زندگی مشرکانہ تھی اور اگر تم حج کر چکے ہو تو تم پر اب دوبارہ حج کرنا لازم ہے کیونکہ پہلے جو تم نے حج کیا وہ مشرک ہونے کی حالت میں کیا تھا۔ نئے وہابی بننے والے سے کہتا کہ تو گواہی دے کہ تو کافر تھا، گواہی دے کہ تیرے والدین کفر پر مرے ہیں، گزشتہ اکابر علماء دین کا نام لے لے کر کہتا کہ گواہی دو وہ سب کافر تھے۔ اگر وہ شخص یہ گواہیاں دیتا تو اس کی بیعت قبول کرتا ورنہ اس کو قتل کرا دیتا۔ شیخ نجدی بتصریح کہتا تھا کہ اب سے چھ سو سال پہلے کی تمام امت کافر تھی اور وہ شخص جو اس کی پیروی نہ کرتا، اس کو کافر کہتا خواہ وہ کتنا ہی پرہیزگار مسلمان کیوں نہ ہو، مسلمانوں کو مشرک کہتا اور ان کے قتل کو حلال اور ان کے مال لوٹنے کو جائز سمجھتا اور جو شخص اس کی اتباع کر لیتا خواہ وہ کیسا ہی فاسق کیوں نہ ہو اس کو مومن کہا کرتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں مختلف طریقوں سے گستاخیاں کرتا تھا۔ آپ کو طارش کہتا تھا اور طارش کے معنی عام لغت میں ایلچی (ڈاکیا) کے ہوتے ہیں، لوگوں کے ہاں جو عزت دار ہو لوگ اس کے لیے یہ کلمہ استعمال نہیں کرتے۔ واقعہ حدیبیہ کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ میں نے اس واقعہ کو پڑھا اور اس میں بہت جھوٹی باتیں ہیں اسی طرح کے گستاخانہ جملے بولتا، یہاں تک کہ اس کے بعض پیروکار اس کی موجودگی میں برملا کہتے تھے کہ ہماری یہ لاٹھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر ہے کیونکہ ہم اس سے نفع حاصل کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فوت ہو چکے ہیں اور ان میں کوئی نفع باقی نہیں رہا۔ یہ باتیں سن کر وہ خوش ہوا کرتا تھا اور یہ امور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے مذاہب اربعہ میں کفر ہیں۔

(الفجر الصادق فی الرد علی منکری التوسل والکرامات والخوارق ،صفحہ16،مکتبة الحقیقة،ترکی)

ہمفرے کے اعترافات

ابن عبدالوہاب نجدی کی سیرت اور سعودی تاریخ پر جہاں کلام کیا جائے وہاں برطانوی جاسوس ہمفرے کے اعترافات بھی بیان کرنا تاریخ کا حصہ ہے۔

''ہمفرے کے اعترافات'' نامی کتاب انگریز حکومت کے ہمفرے نامی جاسوس کی آپ بیتی (انگریزی زبان میں) ہے، اب اردو میں بھی چھپ چکی ہے۔ یہ جاسوس خود اپنی ڈائری میں لکھتا ہے مجھے ترکوں کے خلاف جاسوسی کے لئے چھوٹی عمر میں بھیجا گیا وہاں مسلمان بن کر قرآن مجید اور اسلامی کتابیں ترکوں کے ایک بڑے معتمد علیہ عالم دین سے پڑھیں۔ ترکوں کے مخالفین کی تاک میں رہا۔ علماء میں محمد بن عبدالوہاب نجدی خوب انسان ملا، اس سے دوستی جوڑی اور انگریز سربراہوں سے

ملاقاتیں کرائیں، انہوں نے اسے خوب تیار کیا اور ہرطرح کی تربیت کے بعد ترکوں کے خلاف استعمال کیا۔ یہاں تک کہ وہ ترکوں کی شکست میں اسی تحریک وہابیت سے کامیاب ہوا۔ ہمفرے کہتا ہے: محمد بن عبدالوہاب سے میل جول اور ملاقاتوں کے ایک سلسلہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ برطانوی حکومت کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ شخص بہت مناسب دکھائی دیتا ہے۔ اس کی اونچا اڑنے کی خواہش، جاہ طلبی، غرور، علماء ومشائخ اسلام سے اس کی دشمنی، اس حدتک آزادخیالی کہ خلفائے راشدین بھی اس کی تنقید کا نشانہ بنیں اور حقیقت کے سراسر خلاف قرآن وحدیث سے استنباط اس کی کمزوریاں تھیں، جس سے بڑی آسانی سے فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا۔

میں نے سوچا کہاں یہ مغرور جوان اور کہاں استنبول کا وہ ترک بوڑھا آدمی (احمد آفندی) جس کے افکاروکردار گویا ہزار سال پہلے کے افراد کی تصویر کشی کرتے تھے۔ اس نے اپنے اندر ذرا بھی تبدیلی پیدا نہیں کی تھی۔ حنفی مذہب سے تعلق رکھنے والا وہ بوڑھا شخص ابوحنیفہ کا نام زبان پر لانے سے پہلے اٹھ کر وضو کرتا تھا یا مثلاً صحیح بخاری کے مطالعہ کو اپنا فرض سمجھتا تھا جو اہل سنت کے نزدیک حدیثوں کی نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے اور وہاں بھی وضو کئے بغیر کتاب کو نہیں چھوتا تھا اور اس کے بالکل برعکس شیخ محمد بن عبدالوہاب ابوحنیفہ کی تحقیر کرتا تھا اور اسے ناقابل اعتبار سمجھتا تھا۔ محمد (بن عبدالوہاب) کہتا تھا: ''میں ابوحنیفہ سے زیادہ جانتا ہوں۔'' اس کا دعویٰ تھا کہ نصف صحیح بخاری بالکل لچر اور بیہودہ ہے۔

بہرصورت میں نے محمد بن عبدالوہاب سے بہت گہرے مراسم قائم کر لئے اور ہماری دوستی میں ناقابل جدائی استحکام پیدا ہوگیا۔ میں بار بار اس کے کانوں میں یہ رس گھولتا تھا کہ خدا نے تمہیں حضرت علی اور حضرت عمر سے کہیں زیادہ صاحب استعداد بنایا ہے اور تمہیں بڑی فضیلت اور بزرگی بخشی ہے۔ اگر تم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو یقیناً ان کی جانشینی کا شرف تمہیں ہی ملتا۔'' (ہمفرے کے اعترافات، صفحہ35)

ہمفرے ابن عبدالوہاب نجدی سے مسائل پر بحث ومباحثہ کرتا تھا۔ ایک دن اس نے ابن عبدالوہاب نجدی سے متعہ کے متعلق بحث کی تو ابن عبدالوہاب نجدی کو صحیح جواب نہ دینا آیا۔ جب ابن عبدالوہاب نجدی خاموش ہوگیا تو پھر کیا ہوا؟ اس پر ہمفرے کا یہ بیان پڑھئے: ''محمد بن عبدالوہاب نے چپ سادھ لی اور خاموشی اس کی رضامندی کی دلیل تھی۔ اس موضوع پر اس کے خیالات درست کر کے میں نے اس کے ''حیوانی خیالات'' کو ابھارنا شروع کر دیا۔ وہ ایک غیر متاہل شخص تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: متعہ کے ذریعے اپنی زندگی پر مسرت بنانا چاہتے ہو؟ محمد بن عبدالوہاب نے رضا اور رغبت کی علامت سے اپنا سر جھکا

لیا۔

میں اپنے فرائض کے انتہائی اہم موڑ پر پہنچ چکا تھا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں بہرحال تمہارے لئے اس کا انتظام کردوں گا۔ مجھے اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں محمد بن عبدالوہاب بصرہ کے ان سنیوں سے خوف زدہ نہ ہوجائے جو اس بات (متعہ) کے مخالف تھے۔ میں نے اطمینان دلایا کہ ہمارا پروگرام بالکل مخفی رہے گا یہاں تک کہ عورت کو بھی تمہارا نام نہیں بتایا جائے گا۔ اس گفتگو کے بعد اس بدقماش نصرانی عورت کے پاس گیا جو انگلستان کے نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کی طرف سے بصرہ میں عصمت فروشی پر معمور تھی اور مسلم نوجوانوں کو بے راہ روی پر ابھارتی تھی۔ میں نے اس سے تمام واقعات بیان کئے۔ جب وہ راضی ہوگئی تو میں نے اس کا عارضی نام صفیہ رکھا اور کہا کہ میں شیخ کو لے کر اس کے پاس آؤں گا۔

مقررہ دن میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کو لے کر صفیہ کے گھر پہنچا۔ ہم دونوں کے سوا وہاں اور کوئی نہیں تھا۔ محمد بن عبدالوہاب نے ایک اشرفی مہر پر ایک ہفتہ کے لئے صفیہ سے عقد کیا۔ مختصر یہ کہ میں باہر اور صفیہ اندر سے محمد بن عبدالوہاب کو آئندہ کے پروگراموں کے لئے تیار کررہے تھے۔ صفیہ نے احکام دین کی پامالی اور آزادی رائے کا پرکیف مزہ محمد بن عبدالوہاب کو چکھادیا تھا۔'' (ہمفرے کے اعترافات، صفحہ 37،38)

ہمفرے نے مزید ابن عبدالوہاب سے شراب کے مسئلہ میں بات کی اور اسے شراب کے جائز ہونے پر دلائل دیئے نتیجۃً ابن عبدالوہاب نے اپنا جو مؤقف اختیار کیا اسے ہمفرے کی زبانی سنئے: ''(ابن عبدالوہاب نے کہا) اگر شراب میں مستی اور نشہ نہ ہو تو پینے والے پر اس کے اثرات مرتب نہیں ہوں گے اور اس لئے وہ شراب جس میں مستی نہیں حرام نہیں۔

میں نے محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ شراب سے متعلق گفتگو کو صفیہ کے گوش گزار کیا اور اس کو تاکید کی کہ موقع ملتے ہی محمد بن عبدالوہاب کو نشہ میں چور کردو اور جتنا ہوسکے شراب پلاؤ۔

دوسرے دن صفیہ نے مجھے اطلاع دی کہ اس نے شیخ کے ساتھ جی کھول کر شراب نوشی کی یہاں تک کہ وہ آپے سے باہر ہوگیا اور چیخنے چلانے لگا۔ رات کی آخری گھڑی میں کئی مرتبہ اس نے مقاربت کی اور اب اس پر نقاہت کا عالم طاری ہے اور چہرے کی آب وتاب ختم ہوچکی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ میں اور صفیہ پوری طرح محمد بن عبدالوہاب پر چھا چکے تھے۔ اس منزل پر مجھے نوآبادیاتی علاقوں کے وزیر کی سنہری بات یاد آئی جو اس نے مجھے الوداع کرتے ہوئے کہی تھی۔ اس نے کہا تھا: ہم نے اسپین کو کفار (مراد اہل اسلام ہیں) سے شراب اور جوئے کے ذریعے دوبارہ حاصل کیا۔ اب انہی دو طاقتوں کے ذریعے دوسرے

علاقوں کو بھی پامردی کے ساتھ واپس لینا ہے۔" (ہمفرے کے اعترافات، صفحہ 39، 40)

ہمفرے نے ابن عبدالوہاب نجدی کے ذہن میں نماز فرض نہ ہونے کے وسوسے دیئے اور آہستہ آہستہ اسے نمازوں سے دور کر دیا۔ ہمفرے کہتا ہے: نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے پابندی چھوٹ گئی۔ اب وہ کبھی نماز پڑھتا اور کبھی نہ پڑھتا۔ خاص طور سے صبح کی نماز غالباً اس نے ترک ہی کر دی تھی۔ ہم لوگ رات کو دیر تک جاگتے، جس کی وجہ سے صبح اٹھنے اور وضو کرنے کی ہمت اس میں باقی نہیں رہتی تھی۔

قصہ مختصر آہستہ آہستہ میں محمد بن عبدالوہاب کے بدن سے ایمان کا لبادہ اتارنے میں کامیاب ہو گیا۔

(ہمفرے کے اعترافات، صفحہ 41)

ہمفرے ابن عبدالوہاب نجدی کو جھوٹے خواب سنا کر اس طرح بہلا پھسلا کر مسلمانوں میں فتنہ پھیلانا اور ایک نیا وہابی فرقہ بنانا چاہتا تھا جس کا اعتراف ہمفرے کرتے ہوئے لکھتا ہے: "میرا مقصد محمد بن عبدالوہاب کو رہبری اور پیشوائی کی فکر دینا ہو گیا۔ مجھے اس کے قلب وروح میں اتر کر شیعہ سنی فرقوں کے علاوہ اسلام میں ایک تیسرے فرقے کی سربراہی کی پیش کش کو اس کے لیے قابل عمل بنانا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ضروری تھا کہ پہلے میں اس کے ذہن کو بیجا محبتوں اور اندھے تعصّبات سے پاک کر دوں اور اس عنوان سے اس کی آزاد خیالی اور بلند پروازی کو تقویت پہنچاؤں۔ اس کام میں صفیہ بھی میری مددگار تھی کیونکہ محمد بن عبدالوہاب اسے دیوانوں کی طرح چاہتا تھا اور ہر ہفتہ متعہ کی مدت کو بڑھاتا تھا۔ مختصر یہ کہ صفیہ نے محمد بن عبدالوہاب سے صبر وقرار اور اس کے تمام اختیارات چھین لئے تھے۔" (ہمفرے کے اعترافات، صفحہ 42)

اب انگریزوں اور ہمفرے کا مقصد ابن عبدالوہاب نجدی کو حکمرانی کی لالچ دے کر قتل وغارت کروانا تھا۔ ہمفرے لکھتا ہے: سیکرٹری نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا: تمہیں محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ بالکل واضح اور دوٹوک الفاظ میں گفتگو کرنی ہے کیونکہ ہمارے عمال اصفہان میں اس سے بڑی صراحت کے ساتھ پہلے ہی گفتگو کر چکے ہیں اور وہ ان باتوں کو مان چکا ہے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ اسے عثمانی حکومت کے مقامی عمال، علماء اور متعصب لوگوں کے ہاتھوں آنے والے خطرات سے بچالیا جائے اور اس کی حمایت اور تحفظ کا بھرپور انتظام کیا جائے کیونکہ اس کی دعوت کے ظاہر ہوتے ہی ہر طرف سے اسے ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی اور خطرناک صورتوں میں اس پر حملے کئے جائیں گے۔"

حکومت برطانیہ نے شیخ محمد عبدالوہاب کو اسلحے سے اچھی طرح لیس کرنے کے بعد ضرورت کے موقع پر اس کی مدد کی تائید بھی کی تھی اور شیخ کی مرضی کے مطابق جزیرۃ العرب میں واقع نجد کے قریب علاقے کو اس کی حاکمیت کا پہلا مقام قرار دیا

تھا۔

شیخ کی موافقت کی خبر سن کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور میں نے سیکرٹری سے صرف یہ سوال کیا کہ میری آئندہ کی ذمہ داریاں کیا ہوں گی؟ مجھے اس کے بعد کیا کرنا ہوگا اور شیخ سے کس قسم کا کام لینا ہوگا۔ نیز یہ کہ میں اپنے فرائض کا کہاں سے آغاز کروں؟

سیکرٹری نے جواب دیا: نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت نے تمہارے فرائض کو بڑی وضاحت سے متعین کیا ہے اور وہ ان امور کی نگرانی ہے جسے شیخ کو تدریجاً انجام دینا ہے وہ یہ ہیں:

(1) اس کے مذہب میں شمولیت اختیار نہ کرنے والے مسلمانوں کی تکفیر اور ان کے مال، عزت اور آبرو کی بربادی کو روا سمجھنا، اس ضمن میں گرفتار کئے جانے والے مخالفین کو بردہ فروشی کی مارکیٹ میں غلام وکنیز کی حیثیت سے بیچنا۔

(2) بت پرستی کے بہانے بصورت امکان خانہ کعبہ کا انہدام اور مسلمانوں کو فریضہ حج سے روکنا اور حاجیوں کے جان و مال کی غارت گری پر قبائل عرب کو اکسانا۔

(3) عرب قبائل کو عثمانی خلیفہ کے احکامات سے سرتابی کی ترغیب دینا اور ناخوش لوگوں کو ان کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنا۔ اس کام کے لئے ایک ہتھیار بن فوج کی تشکیل۔ اشراف حجاز کے احترام اور اثر ونفوذ کو توڑنے کے لئے انہیں ہر ممکن طریقے سے پریشانیوں میں مبتلا کرنا۔

(4) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جانشینوں اور کلی طور پر اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں کی اہانت کا سہارا لے کر اور اسی طرح بت پرستی کے آداب ورسوم کو مٹانے کے بہانے مکہ، مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہوسکے مسلمانوں کی زیارت گاہوں اور مقبروں کو ختم کرنا۔

(5) جہاں تک ممکن ہوسکے اسلامی ممالک میں فتنہ وفساد، شورش اور بدامنی کا پھیلاؤ۔''

(ہمفرے کے اعترافات، صفحہ 85، 86)

اس کے بعد ابن عبدالوہاب نجدی نے کھل کر برطانیہ کے ان نکات پر عمل کیا اور نجد میں اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی اور برطانیہ اس کی مدد کرتا رہا۔ پھر انگریزوں نے محمد بن سعود جو سعودی خاندان کا مورث اعلیٰ ہے اور اسی کے نام پر سعودیہ ملک ہے اسے بھی ابن عبدالوہاب نجدی کے ساتھ کام پر لگایا۔ ہمفرے لکھتا ہے: ''محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے برسوں بعد جب یہ نکاتی پروگرام کامیابی کی پوری منزلیں طے کر چکا تو نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت نے ارادہ کیا کہ اب سیاسی اعتبار سے بھی جزیرۃ

العرب میں کوئی کام ہونا چاہیئے۔یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنے عمال میں سے محمد بن سعود کو محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ اشتراک عمل پر مامور کیا اور اس کام کے لئے محمد بن عبدالوہاب کے پاس خفیہ طور پر ایک نمائندہ بھیجا تا کہ اس کے سامنے حکومت برطانیہ کے مقاصد کی توضیح کرنے اور محمدین (یعنی محمد بن عبدالوہاب اور محمد بن سعود) کے اشتراکِ عمل کی ضرورت پر زور دے اور تاکید کرے کہ دینی امور کے فیصلے کلی طور پر محمد بن عبدالوہاب کے ہاتھ ہونگے اور سیاسی امور کی نگرانی محمد بن سعود کی ذمہ داری ہوگی۔"

(ہمفرے کے اعترافات، صفحہ89)

ہوسکتا ہے کوئی شخص بالخصوص وہابی نظریات والا ہمفرے کے اعترافات کو غلط کہے اور اسے غیر مستند ثابت کرے اس لیے اس کی سند کے لیے انٹرنیٹ کی مشہور معلوماتی سائیٹ ویکیپیڈیا کا اقتباس ملاحظہ ہو: "ہمفر کی یادداشتیں ایک برطانوی جاسوس ہمفر کی یادداشتوں کا ایک مجموعہ ہے۔ہمفر ایک ایسا برطانوی جاسوس تھا جس نے لارنس آف عربیا سے بھی پہلے خلافت عثمانیہ کو توڑنے میں راہ ہموار کی اور اہم کردار ادا کیا تھا۔یہ یادداشتیں دنیا کی بیشتر زبانوں بشمول اردو میں چھپ چکی ہیں۔ہمفر نے ایک مسلمان کا روپ دھارا، اپنی جاسوسیوں کی ابتداء ترکی سے شروع کی جس کے بعد وہ عربستان (موجودہ سعودی عرب) چلا گیا جہاں اس نے اسلام میں رخنے پیدا کرنے اور ترکی خلافت کے خلاف عربوں کو ہموار کرنے اور بغاوت پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔واضح رہے کہ ان یادداشتوں کے بیانات کی تصدیق ممکن نہیں، اس لیے سچ جھوٹ کی تمیز کرنا مشکل ہے۔

پہلے پہل یہ یادداشتیں قسط وار جرمنی کے مشہور اخبار شپیگل (Spiegel) میں شائع ہوئیں۔بعد میں یہ فرانسیسی اخبار لی مونڈ (Le Monde) میں شائع ہوئیں جہاں سے لبنان کے ایک مترجم نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔کافی عرصہ بعد اس کا انگریزی ترجمہ بعنوان ایک برطانوی جاسوس کے اعترافات اور برطانیہ کی اسلام دشمنی (Confessions of a British spy and British enmity against Islam) ہزمت بکس (Hizmet Books) نے برطانیہ سے شائع کیا۔ترکی میں ترکی اور انگریزی دونوں زبانوں میں یہ کتاب وقف اخلاص پبلیکیشنز (Waqf Ikhlas) نے استنبول، ترکی سے شائع کی ہے جس کے جملہ حقوق بمعہ حقوق ترجمہ محفوظ نہیں رکھے گئے یعنی اسے کوئی بھی ترجمہ کر کے چھاپ سکتا ہے۔

فارسی میں اس کا ترجمہ بعنوان "خاطرات مستر همفر، جاسوس بریتانیا در خاورمیانه" تہران سے شائع ہوا۔ چونکہ اس کے جملہ حقوق آزاد رکھے گئے تھے اس لیے تہران ہی میں اسے "اعترافهای یك جاسوس بریتانیایی" کے نام سے بھی شائع کیا گیا۔اردو میں اس کا ترجمہ "ہمفرے کی یادداشتیں" (جبکہ اصل نام ہمفر ہے) کے عنوان سے شائع ہوا جس کا ہر

سال دو سال بعد کوئی نیا نسخہ چھپ جاتا ہے۔

یہ یادداشتیں برطانوی ہمفرے نے لکھی ہیں جو برطانیہ کی وزارتِ نوآبادیات (Ministry of Colonies) کی طرف سے خلافت عثمانیہ کے زیرِ نگین علاقوں میں آیا۔ اس کا کام دو برطانوی مقاصد کو حاصل کرنا تھا۔ اول یہ کہ موجودہ نوآبادیات میں برطانوی قبضہ کو مستحکم کرنا اور دوم یہ کہ نئی نوآبادیات بنانا خصوصاً اسلامی ریاستوں پر قابض ہونا۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے ہمفر نے بظاہر اسلام قبول کیا اور ترکی میں رہائش رکھی۔ وہاں اس نے ترکی میں رہائش پذیر عربوں میں ترکوں کے خلاف نفرت پھیلانے کا کام کیا۔ یہ دور اٹھارویں صدی کا ابتدائی زمانہ ہے۔ خود ہمفر کے الفاظ میں وہ اکیلا نہیں تھا بلکہ اسلامی دنیا میں اس جیسے 5000 برطانوی جاسوس بھیجے گئے تھے جنہیں عربی و ترکی زبانوں کی تعلیم بھی دی گئی تھی۔ اولاً ان افراد کو 1710ء میں بھیجا گیا تھا۔ 1720ء اور 1730ء کی دہائی میں ہمفر نے اپنا کام جاری رکھا۔ اس کے اپنے الفاظ کے مطابق اس نے ایک انقلابی مسلمان کے طور پر محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ تعلقات بڑھائے اور اسے شیشے میں اتارا۔ ہمفر لکھتا ہے کہ اس نے محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ مل کر قرآن کی ایک تفسیر بھی لکھی۔ اس نے عرب سرداروں اور دیگر اہم افراد کے ساتھ بھی تعلقات بڑھائے۔ بعض وقتوں میں اس نے دو لاکھ برطانوی پونڈ فی مہینہ تک عربوں میں بانٹے۔ یہ وہ رقم تھی جو برطانیہ انہیں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے دیتا تھا۔ ہمفر نے 11 تربیت یافتہ برطانوی افراد کو جو صحرائی جنگ کے ماہر تھے، غلاموں کے روپ میں عربوں کو پیش کیا تاکہ وہ ترکوں کے خلاف کام آ سکیں۔ 1730ء سے 1750ء کی دہائی تک اس نے نہ صرف محمد بن عبدالوہاب کی مدد کی بلکہ محمد بن سعود کی بھی مدد کی۔

ہمفر نے یہ بھی لکھا کہ برطانیہ نے محمد بن سعود کو مال و دولت کے علاوہ اسلحہ بھی مہیا کیا۔ مجموعاً ہمفر نے کچھ ابتدائی وقت ترکی میں، کچھ بصرہ میں اور باقی وقت جو بیس سال سے زیادہ ہے عرب علاقوں (موجودہ سعودی عرب) میں گزارا۔ اپنے ترکی میں قیام کے بارے میں اس نے ایک شرمناک واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ اپنے مقصد کے حصول کے وقت ایک شخص نے مجھ سے فعل قومِ لوط کی فرمائش کی۔ اس وقت ہمفر نے اسے رد کر دیا مگر جب اس نے ایک خط میں برطانیہ کے ذمہ دار افراد کو یہ بات لکھی تو وہاں سے جواب آیا کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے یہ قبیح فعل بھی سرانجام دے دو۔

سعودی اور محمد بن عبدالوہاب کے پیروکاروں کا خیال ہے کہ یہ کتاب کسی عراقی سنی مسلمان کی اختراع ہے جو ان کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لیے لکھی گئی تھی۔ ایک اور اعتراض بر بارڈ ہیکل نے بھی کیا کہ یہ کتاب صرف وہابیت کے

خلاف لکھی گئی تھی جسے ترکی زبان میں ایوب صابری پاشا نے لکھا۔مگر یہ اعتراض اس لیے درست نہیں کیونکہ یہ کتاب پہلے عربی یا ترکی میں نہیں بلکہ آلمانی (جرمن) زبان میں ایک مشہوراخبار میں ان سے کافی عرصہ پہلے چھاپی گئی تھی۔

ایک اورمسئلہ یہ ہے کہ بعض تاریخیں آپس میں نہیں ملتیں۔کتاب کے مخالفین کا کہنا ہے کہ جن تاریخوں میں ہمفر نے محمد بن عبدالوہاب سے ملاقات وتعلقات کا حال لکھا ہے ان تاریخوں میں یاتو محمد بن عبدالوہاب کی عمرکم تھی یا وہ اس زمانے میں بصرہ اور بعد میں دریہ میں موجودنہیں تھے۔جبکہ کتاب پر یقین رکھنے والے یہ کہتے ہیں کہ خود محمد بن عبدالوہاب کے مختلف سفرکی تاریخیں واضح نہیں ہیں اور 1740ء سے پہلے محمد بن عبدالوہاب کے سفراورزندگی کے بارے میں معلومات کم ہیں۔''

(ہمفر کی یادداشتیں https://ur.wikipedia.org/wiki)

انگلینڈ کی تصدیق: انگلینڈ (برطانیہ) سے شائع ہونے والا ماہنامہ دعوت الحق (اپریل) 1980ء میں ہے کہ حکومت ترکی کے ساتھ پاکستان کا گہرا تعلق رہا ہے 1014ء کی جنگ میں حالانکہ پاکستان نہیں بنا تھا یہ ہندوستان تھا اور برطانیہ کا غلام تھا لیکن پھر بھی مسلمانوں نے ترکی کا ساتھ دیا۔یورپ و برطانیہ دونوں نے شریف حسین شاہ کے سبب نجدی وہابی تحریک کی مدد کی، ترکوں کو مکہ مدینہ سے نکال کردم لیا۔پانچ سوسال تک ترکوں نے تمام یورپ کے عیسائیوں کا مقابلہ کیا جب یورپ والے ترکوں کو فتح نہ کرسکے تو پھر مسلمانوں کو آپس میں لڑادیا۔مکہ مدینہ سے ترکوں کو نکالا اور وہابی بن کران کی مدد کرائی جب نجدی وہابیوں کی مدد کرچکے تو ترک عرب سے نکل گئے پھر ہندوستان میں نجدی وہابیوں کے خلاف ایک جماعت بنادی کہ تم وہابیوں کے خلاف بغاوت کرو، مرزا غلام احمق قادیانی کو کھڑا کر دیا کہ تم تمام مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرو، جنگ لڑو، نبوت کا دعویٰ کرو پوری پوری مدد مرزا قادیانی کی برطانیہ نے فرمائی، آج ترکی حکومت میں لڑائی جھگڑا ہورہا ہے مارشل لا لگایا ہوا ہے اس بڑے جھگڑے میں یورپ والوں کا ہاتھ ہے۔

المختصر یہ کہ ابن عبدالوہاب نجدی سے وہابیت کا نیا فرقہ بنوانے اور حجاز پر وہابیوں کی حکومت قائم کرنے میں برطانیہ کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔

☆۔۔۔فصل سوم: تاریخِ سعوی عرب۔۔۔☆

ابن عبدالوہاب کیونکہ خارجی تھا اس لئے مسلمانوں کو کافر قرار دے کر قتل و غارت کرنا اس کے خمیر میں تھا۔ابنِ عبدالوہاب نجدی کو باطل عقائد کی وجہ سے جلا وطن کر دیا گیا۔1143ھ میں اس نے علمائے مدینہ سے مناظرہ کیا جس میں اسے شکست فاش ہوئی۔جب مدینہ سے ناکام ہوا تو نجد کے بدوؤں میں اس نے اپنے مسلک کی تبلیغ شروع کر دی۔1157ھ میں محمد بن سعود نامی ایک حاکم اس کے خیالات سے متفق ہو گیا اور وہابی عقائد ونظریات کا حامل ہو گیا۔ابن عبدالوہاب نجدی نے اسے مزید اپنے عقائد میں رنگنے کے لئے اپنی بیٹی کا نکاح بھی ابن سعود سے کر دیا۔محمد بن عبدالوہاب نے محمد بن سعود کے تعاون اور برطانوی فوجی مشیروں کی مدد سے سعودی عرب کے علاقے نجد اور درعیہ میں افکار ابن تیمیہ کی ترویج کا کام شروع کیا جس کے نتیجہ میں سخت لڑائی ہوئی اور وہابیوں نے سوائے خلیج فارس اور حجاز کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

ابن سعود ابن عبدالوہاب نجدی کا پیروکار

ابن سعود ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد ونظریات کا پرچار کرتا تھا۔علامہ عراقی لکھتے ہیں"ثم انه صنف لابن سعود رسالة سماها "كشف الشبهات عن خالق الارض والسموات"كفر فيها جميع المسلمين وزعم ان الناس كفار منذ ستمائة سنة و حمل الآيات التى نزلت فى الكفار من قريش على اتقياء الامة واتخذ ابن سعود ما يقوله وسيلة لاتساع الملك و انقياد الاعراب له فصار ابن عبد الوهاب يدعو الناس الى الدين ويثبت فى قلوبهم ان جميع من هو تحت السماء مشرك بلا مراء ومن قتل مشركا فقد وجبت له الجنة و كان ابن سعود يمتثل كلما يامره به فاذا امره بقتل انسان او اخذ ماله سارع الى ذلك فكان ابن عبد الوهاب فى قومه كالنبى فى امته لا يتركون شيئا مما يقوله ولا يفعلون شيئا الا بامره و يعظمونه غاية التعظيم ويبجلونه غاية التبجيل" ترجمہ: شیخ نجدی نے محمد بن سعود کی خاطر ''کشف الشبہات'' نامی ایک رسالہ لکھا۔اس رسالہ میں اس نے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور یہ زعم کیا کہ چھ سو سال سے تمام مسلمان کفر وشرک میں مبتلا ہیں اور قرآن کریم کی جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں ان کو صالح مسلمانوں پر چسپاں کیا۔ابن سعود نے اس رسالہ کو اپنی مملکت کی حدود وسیع کرنے اور عرب کو اپنا پیروکار بنانے کے لیے وسیلہ بنایا۔شیخ نجدی لوگوں کو اپنے دین کی طرف دعوت دیتا اور لوگوں کو یہ ذہن نشین کراتا کہ آسمان کے نیچے اس وقت جس قدر مسلمان ہیں، بلا ریب سب مشرک ہیں اور جو مشرک کو قتل کرے گا، اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔شیخ نجدی جو بھی حکم دیتا، ابن

سعود اس پر عمل کرتا۔ جب شیخ نجدی کسی انسان کے قتل یا اس کے مال لوٹنے کا حکم جاری کرتا، تو ابن سعود اس کی طرف دوڑ اٹھتا۔ پس نجدیوں کی اس قوم میں محمد بن عبدالوہاب ایک نبی کی طرح رہتا تھا۔ اس کی ہر بات پر عمل کیا جاتا تھا اور وہ کوئی کام اس کی اجازت کے بغیر نہیں کرتے تھے اور نجد کے لوگ شیخ نجدی کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔

(الفجر الصادق فی الرد علی منکری التوسل والکرامات والخوارق ،صفحہ18،17،مکتبۃ الحقیقۃ،ترکی)

مقبوضہ علاقوں پر نجدی حکومت

خاندان سعود نے 75 سال مسلسل 1233ھ تک مقبوضہ علاقوں پر حکومت کی۔ محمد بن سعود حاکم اور امام وہابیت نے 1765ء تک نجد کا ایک بڑا حصہ فتح کرلیا، اس سال محمد بن سعود کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا عبدالعزیز اس کا جانشین ہوا۔ باپ کے بعد یہ 1133ھ سے 1218ھ تک وہابیوں کا حاکم رہا۔ عبدالعزیز باپ کی زندگی ہی میں کئی لڑائیوں میں شریک ہو چکا تھا اور گرم جوشی میں باپ سے دو ہاتھ آگے تھا۔ اس نے اپنے والد کی اجازت کے بغیر ہی نجف اشرف اور کربلا معلیٰ پر حملے کئے اور وہاں کے مزارات مقدسہ کو تہ و بالا کر دیا۔ لوٹ اور غارت کا تو کچھ حساب ہی نہیں تھا۔

1792ء میں ابن عبدالوہاب کا انتقال ہوا مگر جب تک وہ زندہ رہا نجد کی حکومت اور ان کے حکمران اس کے زیر نگرانی رہے۔ اس نے نجد کے لوگوں کو اپنے عقائد میں اس طرح ڈھالا کہ مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ وجود میں آیا۔ ابن عبدالوہاب کے انتقال کے بعد بھی اس کے پیروکاروں کی سلطنت کی توسیع کا سلسلہ جاری رہا حتی کہ پورا نجد ان کے قبضے میں آ گیا۔

عبدالعزیز کے بیٹے کا نام سعود تھا جو عبدالعزیز کے بعد جانشین مقرر ہوا۔ اس کی جانشینی کے بارے میں محمد بن عبدالوہاب سے پہلے ہی رائے لی جا چکی تھی چنانچہ عبدالعزیز کے قتل ہونے کے بعد سعود بن عبدالعزیز متوفی 1229ھ سلطنت نجد کا حاکم مقرر ہوا۔

امام حسین کے مزار شریف کو شہید کرنا

سعود بن عبدالعزیز بھی باپ اور دادا کی طرح خونخوار تھا اور وہابی عقائد کا حامل تھا۔ وہابیوں نے 1801ء میں سعود بن عبدالعزیز کی قیادت میں کربلا معلیٰ پر حملہ کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس مزار کو منہدم کر دیا۔ کربلا معلیٰ کی بے حرمتی کی۔ اسی طرح اس نے اور بھی کئی مزارات کو شہید کیا اور مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ عثمان بن بشر نجدی لکھتا ہے "ثم نزل سعود علی الجامع المعروف قرب الزبیر فنهضت جمیع القباب و الشاهد التی خارج سور البلد وضعت علی

القبور وقبة الحسن وقبة طلحة ولم يبقوا لها اثرا ثم انها اعيدت قبة طلحة والحسن بعدهدم الدرعية ثم ان سعودا امر على المسلمين ان يحشروا على قصر الدربهيمة فهدموه و قتلوا اهله" ترجمہ: پھر سعود جامعہ زبیر پر حملہ آور ہوا اور جامع مسجد کے قریب جس قدر مزارات کے گنبد تھے اور شہر کے باہر جس قدر مزارات کے گنبد اور آثار تھے وہ سب منہدم کرادیئے۔ حتیٰ کہ امام حسن اور حضرت طلحہ کے مزارات کے گنبد بھی گرادیئے اور ان کی قبروں کا کوئی نشان تک نہیں چھوڑا۔ سقوط درعیہ کے بعد حضرت طلحہ اور امام حسن کے مزارات پر پھر گنبد بنادیئے گئے تھے۔ سعود نے نجدی فوجوں کو حکم دیا کہ بہیمہ کے قصر پر ہلہ بول دیں انہوں نے محل کو گرادیا اور اس کے اہل کو قتل کردیا۔ (المجد فی تاریخ نجد، جلد1، صفحہ132)

طائف کی گلیوں میں قتل وغارت

سعود نے اپنے ایک کمانڈر عثمان کو سرزمین طائف کو لوٹنے پر مامور کیا۔ عثمان نے طائف کی گلیوں اور بازاروں کو مسلمانوں کی لاشوں سے بھر دیا اور دوسو سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کیا اور طائف کے گھروں سے مال ومتاع، سونا، چاندی اور اسلحہ اور تمام قیمتی اشیاء جن کا شمار بیان سے باہر ہے لوٹ کر نجدیوں میں تقسیم کیا۔ (المجد فی تاریخ نجد، جلد1، صفحہ123)

مکہ ومدینہ کے مقدس مقامات کی بے حرمتی

سعود بن عبدالعزیز قتل وغارت کو عام کرنے کے بعد پھر حجاز کی طرف بڑھا اور لگے ہاتھ طائف پر بھی قبضہ کرلیا اور وہاں سے گردونواح میں اپنی افواج بھیجنے لگا۔ اپریل 1803ء میں سعود بلا مزاحمت مکہ میں داخل ہوگیا اور مقدس مزارات کو شہید کردیا گیا، زیارت گاہوں کے بے حرمتی کی گئی، حرم کعبہ کے غلاف کو پھاڑ دیا گیا۔ سعود بن عبدالعزیز نے مکہ کے سرداروں اور شریفوں کو قتل کیا اور لوگوں کو جبراً وہابیت کی دعوت قبول کرنے پر زور دیا۔

حرم مکہ کی بے حرمتی کے بعد وہابی شمال کی طرف بڑھے، جدہ کا محاصرہ کرلیا۔ ترکوں نے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا۔ مدینہ پر حملہ کے وقت بھی ترکوں نے مقابلہ کیا لیکن 1803ء کے اخیر میں سعود بن عبدالعزیز کی قیادت میں وہابیوں نے مدینہ منورہ بھی فتح کرلیا۔ مدینہ پر قبضہ کرنے کے بعد حسب دستور مدینہ منور کے مزارات کو شہید کردیا۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار مبارک کو بھی سلامت نہ چھوڑا اور آپ کے مزار کے جواہر نگار چھت کو خراب کردیا اور اس چادر کو اٹھادیا جو آپ کے مزار اقدس کی دیوار پر پڑی رہتی تھی۔ انہوں نے حرم نبوی کے قبہ مبارک کے اوپر سے سونے کا ہلال اور کرہ اتار لیا تھا اور وہ قبہ مبارک کو بھی گرانا چاہتے تھے لیکن ان کارکنوں میں سے جو ہلال اور کرہ مذکورہ کو اتارنے کے لئے اوپر چڑھے تھے، وہ آدمی نیچے گر

کر مر گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے گنبد مبارک کو گرانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

سعود بن عبدالعزیز کے دور میں کئی فتوحات ہوئیں۔حجاز کے شمال سے لے کر عمان تک جزیرۃ العرب نجدیوں کی حکومت میں آ گیا۔عرب کا مشرقی ساحل بھی ان کے قبضہ میں تھا، بحرین بھی فتح ہوگیا۔یمن کے سوا سارا ملک بطیّب خاطر یا باامر مجبوری وہابی ہوگیا تھا۔

ترک حکومت کا کردار

جزیرہ عرب خلافت عثمانیہ کے زیر انتظام تھا اور ترکوں کی طرف سے شریف غالب حجاز کا حکمران اور محافظ حرمین تھا۔ بظاہر یہ بات بہت حیران کن معلوم ہوتی ہے کہ وہابیوں کی اس ساری کاروائی کے دوران ترک خاموش تماشائی بنا رہا۔اس کا مقرر کردہ حاکم شریف غالب شکست پر شکست کھاتا رہا اور ترکوں کی طرف سے اس کو کوئی مدد نہ پہنچی حتی کہ وہابی خلافت عثمانیہ اور وحدت اسلامیہ کو پارہ پارہ کر کے تمام جزیرہ عرب پر قابض ہو گئے لیکن اس خاموشی کی بہت سی وجوہات تھیں۔ترک کا سلطان اس وقت بین الاقوامی طور پر بہت سی جنگوں میں الجھا ہوا تھا جیسے ہی اس کو ان جنگوں سے ایک گونہ اطمینان ہوا، اس کی ایک ضرب نے وہابی حکومت کو اکھاڑ پھینکا۔

ترکی سلطان نے محمد علی پاشا حاکم مصر کے نام فرمان صادر کیا کہ پاشا موصوف حجاز پر حملہ کرے اور حرمین شریفین کو فتنہ نجدیہ سے نجات دلائے۔اس نے ایک جرار لشکر تیار کیا اور 1811ء میں اپنے بیٹے طوسون پاشا کی قیادت میں حجاز پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔اس فوج میں تقریباً 800 ترک کے جوان اور 2000 البانوی تھی۔طوسون مدینہ منورہ کی طرف بڑھا لیکن اس مقدس شہر کو 1812 عیسوی تک فتح نہ کر سکا۔اس کے بعد مکہ اور طائف فتح ہو گئے۔لیکن سعود بن عبدالعزیز برابر مقابلہ پر بڑھتا رہا۔اس وقت محمد علی پاشا خود فوج کی قیادت کے لئے حجاز میں آ گیا۔طرابہ کے مقام پر جو نجد و حجاز کی سرحد پر واقع ہے یہاں سعود بن عبدالعزیز نے محمد علی پاشا کو شکست دی۔یہ 1813 کا واقعہ ہے۔اس کے تقریباً ایک سال بعد 1814 میں سعود بن عبد العزیز مر گیا۔اس کی وفات کے فوراً بعد ہی وہابی کمزور ہو گئے۔محمد علی پاشا نے شکست کے بعد حکمت عملی سے ان بدوی لوگوں کو انعام و اکرام دے کر اپنے ساتھ ملا لیا جو جبراً وہابی ہوئے تھے اور محمد علی پاشا نے وہابیوں کو شکست فاش دے کر وہابی طاقت کا خاتمہ کر دیا۔ (ماخوذ از تاریخ نجد و حجاز، صفحہ 188 تا 197، ضیاء القرآن، لاہور)

سعود بن عبدالعزیز کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ بن سعود جانشین مقرر ہوا لیکن وہابی حکومت کی بربادی کو نہ بچا سکا۔محمد علی

پاشا کا بیٹا ابراہیم پاشا جو لائق اور مشہور ومعروف جرنیل تھا اس نے کئی علاقوں کو فتح کیا یہاں تک کہ 1818ء میں درعیہ دارالسلطنت پر بھی قبضہ کرلیا۔ وہابی امیر عبداللہ بن سعود نے اپنی تیئں درعیہ کو فاتحین کے حوالے کیا۔ عبداللہ بن سعود کو قیدی بنالیا گیا اور ترکوں نے 1233ھ کو مجمع عام میں عبداللہ کو مسجد ایاصوفیہ استنبول کے چوک میں بڑی ذلت سے قتل کیا۔ اس طرح وہابی سلطنت کے پہلے دور کا خاتمہ ہوگیا۔

استنبول میں عبداللہ بن سعود کے قتل اور عثمانی حکمران ابراہیم پاشا کے ہاتھوں حکومت نجد کے قلع قمع ہونے سے سعودی خاندان اپنی طاقت کھوبیٹھا اور پھر کئی سال گوشہ نشینی میں گزارے۔ لیکن تھوڑے تھوڑے وہابی فتنے کسی حدتک قائم رہے۔

آل سعود میں سے ایک شخص جس کا نام ''ترکی'' تھا یہ عبداللہ بن محمد بن سعود کا بیٹا تھا۔ یوں یہ سعود بن عبدالعزیز کے چچا کا بیٹا ہوا۔ یہ ترکی وہابیوں کا امیر بنا۔ ریاض میں اس وقت مصری لشکر موجود تھا۔ ترکی نے وہابیوں کو اپنے ساتھ ملا کر مصریوں کو نجد سے نکال باہر کیا اور خود نجد، الحصاء اور عمان کا امیر بن گیا۔ لیکن امیر ترکی کی اس حکومت کو وہابی سلطنت نہیں کہا جاسکتا کیونکہ امیر ترکی مصر کو خراج ادا کرکیا کرتا تھا۔

وہابیوں میں باہم خانہ جنگی

درحقیقت وہابیوں کی حقیقی طاقت کا خاتمہ ہوچکا تھا اب خانہ جنگی بھی شروع ہوگئی۔ سعودی خاندان کے افراد آپس میں بغض وعناد رکھنے لگے۔ ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود 1249ھ میں قتل کردیا گیا۔ اس کو قتل کرنے والا مشعری بن عبدالرحمٰن جو کہ خاندانِ سعود کا تھا اور اس کا چچازاد بھائی تھا۔ اس نے بغاوت میں ترکیوں کے ساتھ مل کر امیر ترکی کو قتل کیا۔

ترکی کے بعد اس کا بیٹا فیصل بن ترکی بن عبداللہ امیر بنا اور وہابیوں کی حکومت میں جان کی رمق پیدا ہوئی۔ فیصل نے مشعری بن عبدالرحمٰن کی حکومت کا خاتمہ کیا اور مصریوں کو خراج دینا بند کردیا۔ 1837ء محمد علی پاشا نے اُسے زیادہ مہلت نہ دی اور اس نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا، خالد بن سعود (جو مصر میں جلاوطن تھا) بھی لشکر کے ساتھ تھا اور محمد علی پاشا کے لشکر میں تھا۔ محمد علی پاشا کے لشکر نے پائے تخت پر قبضہ کرلیا اور فیصل بھاگ نکلا، لیکن بعد میں وہ گرفتار کرلیا گیا اور مصر کی طرف جلاوطن کردیا گیا، مصریوں نے خالد بن سعود کو فیصل کی جگہ حاکم مقرر کیا، اور اس طرح وہابیوں کی حکومت سعود کے بیٹوں کے ذریعہ پلٹ آئی۔

محمد علی پاشا نے خالد بن سعود کو قاہرہ میں جزیرۃ العرب کی حکومت میں اپنے نمائندہ کے عنوان سے تربیت کیا تھا۔ خالد کے کچھ ساتھی ایسے تھے جو بڑے سعود کے بیٹوں سے حکومت کو عبداللہ بن محمد کے بیٹے کی طرف منتقل ہونے پر راضی نہیں تھے،

ریاض کے بہت سے قبیلوں نے خالد کی تائید (وحمایت کی) اسی وجہ سے بڑے سعود کی نسل میں پلٹ آئی، اور خالد آٹھواں حاکم بن گیا جس کی حکومت دوسال تک باقی رہی۔عبداللہ بن ثنیان نے لوگوں سے مل کر خالد بن سعود کے خلاف قیام کیا تو خالد بن سعود مکہ کی طرف بھاگ نکلا اور اس کا انتقال وہیں پر ہوا۔

جب مصر میں قید فیصل کو یہ معلوم ہوا کہ عبداللہ نے حکومت کی مہار اپنے ہاتھوں میں لے لی ہے اور خالد بھاگ گیا ہے تو 1843ء میں فیصل قاہرہ سے بھاگ نکلا۔قصیم میں پہنچا، بہت سے لوگوں نے اس کی تائید کی اور عنیزہ قبیلوں کی حمایت سے عبد اللہ بن ثنیان کے ساتھ ریاض میں جنگ کی اور اُسے گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا اور سن 1258 ہجری میں اُسے قید خانہ میں ہی گلا گھونٹ کر مار دیا۔فیصل ریاض کا امیر بن گیا۔ بعدازاں اس نے اپنی حکومت کو پھر عمان، الحصا، قاسم اور جبل شمار تک وسیع کرلیا۔اس نے اپنی وفات تک کامیابی کے ساتھ حکمرانی کی لیکن وہابی سلطنت میں پہلی سی آن بان پیدا نہ کرسکا۔فیصل 1867ء میں نابینا ہوا اور فالج کے اثر سے مرگیا۔وہ جب نابینا اور فالج زدہ ہوگیا تو اس نے اپنے چار بیٹوں کے درمیان سے عبداللہ کو حکومت حوالہ کردی، اس کے بھائیوں میں اختلاف اور جھگڑا ہوا اور شہر میں افراتفری کا ماحول بن گیا۔

فیصل کے بیٹے عبداللہ، سعود اور عبدالرحمٰن تھے۔فیصل کے مرنے کے بعد جب اس کا بیٹا عبداللہ تخت حکومت پر بیٹھا۔یہ شخص بُری خصلتوں کا مالک تھا۔نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔اس کے بھائی سعود نے اس کے خلاف خروج کیا اور 1871 میں اسے تخت سے اتارا اور خود امیر بن بیٹھا۔معزول شدہ عبداللہ تخت کا طلب گار تھا وہ سعود سے انتقام لینے کا خواہاں تھا۔ دونوں طرف سے آپسی جنگ 25 سال تک چلتی رہی، جس کے نتیجہ میں وہابیوں کی حکومت کمزور ہوتی چلی گئی اور بعض ولایتیں الگ ہوگئیں، ترکوں نے احصا اور قطیف پر قبضہ کرلیا اور خاندان آل سعود میں جھگڑے چلتے رہے۔عبداللہ نے فتح کئے گئے علاقوں میں اپنا وجود ظاہر کرنا شروع کردیا۔سعود کو ریاض سے بھگا دیا گیا۔سن 1282ء میں عبداللہ ریاض میں واپس آ گیا، جبکہ لوگ فقروفاقہ اور سختیوں میں مبتلا تھے۔

دو بھائیوں (عبداللہ اور سعود) کے درمیان جنگ جاری تھی، قتل وغارت کا بازار گرم تھا (جیسا کہ وہابیوں کی عادت رہی ہے) ترک، عبداللہ کی اور برطانوی سعود کی حمایت کیا کرتے تھے اور وہ غذائی سامان سعود کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ترک سعودی خاندان کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن عبداللہ نے انتقام کے مذموم جذبے کے تحت ترکوں سے تعلقات قائم کرلیے اور ترکوں نے موقع کو غنیمت جانا اور عبداللہ کو اپنی طرف سے نجد کا والی قرار دے کر اس کی مدد کی اور صوبہ الحصاء کو فتح کرلیا۔

سعود ترکوں سے مقابلے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ 1872ء میں اس نے ترکوں سے مفاہمت پیدا کرنے کے لئے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بغداد بھیجا، ترک سعود کی پیش قدمی سے خوش کیا ہوتے الٹا عبدالرحمٰن کو دو برس قید کردیا۔

1877 میں سعود مر گیا اور معزول شدہ عبداللہ واپس تخت نشین ہوا۔ عبداللہ آٹھ برس تک حکومت کرتا رہا لیکن فرمانروائی کی پوری صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ سعود کے دونوں بیٹے محمد اور سعود اس سے حسد رکھتے تھے اور فتنہ وفساد برپا رکھتے تھے۔ آخر کار انہوں نے عبداللہ کو تخت سے اتار کر قید کردیا۔ اس پر شکوہ بادشاہ نے نجد کو مسخر کرلیا اور عبداللہ کو قید سے نکال کر اس کے بھائی عبدالرحمٰن کے ساتھ حائل بھیج دیا۔ 1886ء میں دونوں کو ریاض واپس آنے کی اجازت مل گئی۔ دونوں بھائی خاموشی سے اپنے آبائی دارالسلطنت میں مقیم ہوگئے اور یہیں 1889ء میں عبداللہ مر گیا۔

عبداللہ کی زندگی ہی میں محمد ابن رشید شخصیت سامنے آئی یہ حنفی مذہب کا پیروکار تھا اور اس کو ترکوں کی طرف سے مدد حاصل تھی اور اس کا اثر ورسوخ تھا۔ عبداللہ کے مرنے کے بعد عبدالرحمٰن اور سعود کے بیٹوں کے درمیان اختلافات شعلہ ور ہوگئے، دوسری طرف سے نجد کے قبیلے جو وہابی نہیں تھے انھوں نے محمد بن رشید کی حمایت کی۔ چونکہ محمد بن رشید، عثمانی خلافت کا ہم پیمان اور مذہب حنفی کا پیروکار تھا، اسی بنا پر عثمانی حکومت اس کے لئے مال ودولت اور اسلحہ بھیجتی تھی۔ جب عبداللہ مر گیا تو اس کے بھائی عبدالرحمٰن کو یہ توقع تھی کہ عبداللہ کی جگہ اسے ریاض کا حاکم بنا دیا جائے لیکن محمد ابن رشید اس تجویز کے موافق نہ تھا۔ اس نے سلیم ابن سبحان کو ریاض کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد محمد بن رشید کو خاندان سعود کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوئی اس نے سلیم کو حکم دیا کہ اس خاندان کے تمام افراد کو قتل کرادے۔ کسی طرح یہ بات عبدالرحمٰن کو پتہ چل گئی اور آل سعود نے الٹا سلیم کو قتل کردیا اور ریاض پر دوبارہ آل سعود کا قبضہ ہوگیا۔ لیکن نجد پر ابن رشید کا اقتدار بحال تھا۔ چند ماہ یہ لوگ صوبہ الاریہ پر جہاں ریاض واقع ہے حکومت کرتے رہے۔ لیکن جنوری 1891ء میں محمد بن رشید نے بریدہ کے مقام پر سعود افواج کو شکست فاش دی اور مزید کو شمالی کے لئے ریاض دارالسلطنت کی طرف بڑھا۔ آخر کار عبدالرحمٰن نے محسوس کیا کہ وہ ابن رشید سے مقابلہ نہیں کرسکتا، اس لئے وہ اہل وعیال لے کر اندرون عرب سے چلا اور کویت کے ہاں جا کر پناہ گزیں ہوگیا۔ اس خاندان کے بعض افراد قید کر کے حائل پہنچا دیئے گئے۔

عبدالرحمٰن جب اپنے اہل وعیال اور چار بیٹوں کے ساتھ کویت پہنچ گیا تو اس نے کویت کے امیر کی مدد سے اپنی کھوئی ہوئی مملکت واپس لینے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ شیخ محمد بن الصباح (حاکم کویت) نے اس کے لئے ماہانہ وظیفہ معین

کیا۔1895 میں ترک حکومت نے نجد کے ابن رشید کی بڑھتی ہوئی قوت میں توازن پیدا کرنے کے لئے امیر عبدالرحمٰن کو کویت میں رہائش اختیار کرنے کی اجازت دے دی اور عثمانی حکومت نے عبدالرحمٰن کے لئے ماہانہ 60 لیرہ وظیفہ معین کیا، اس کے بعد کویت کی حکومت نے اس کا وظیفہ بند کر دیا اور انہوں بہت زیادہ پریشانیوں کے عالم میں زندگی بسر کی۔ یہاں تک کہ عبدالرحمٰن کے بیٹے عبدالعزیز (جو بعد میں سعودیہ کا حاکم بنا) کی شادی محض رقم نہ ہونے کی وجہ سے چالیس دن تک ملتوی کرنا پڑی۔ یہاں تک کہ ایک دیرینہ دوست یوسف ابراہیم نے اس کی مدد کی تو عبدالعزیز کی شادی ہوئی۔

پہلے سعودی بادشاہ عبدالعزیز کے حالات

کویت میں قیام کے دوران امیر عبدالعزیز اپنا وقت گھوڑا سواری میں صرف کرتا اور کبھی کبھار وہ شتر سواری کرتا ہوا صحرا میں نکل جاتا اور شکار کرتا۔ شام کو آگ جلا کر لوگوں کو بٹھا کر اپنے بڑوں کے قصے سناتا۔ عبدالعزیز کو صرف ایک ہی دھن سوار تھی کہ وہ کسی طرح نجد پر قبضہ کر لے۔ ایک روز عبدالعزیز، شیخ مبارک کے پاس گیا اور اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ ابن رشید سے نجد لے لوں، کیا تم مجھے پیسہ اور اسلحہ دے سکتے ہو؟ تو شیخ مبارک نے 200 ریال، 30 بندوقیں، 40 اونٹ اور غذائی سامان اسے دیا اور اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ روانہ کیا، اس کے ساتھیوں میں عبدالعزیز، اس کا بھائی محمد، اس کا بھتیجا، اس کا چچا زاد بھائی عبداللہ بن جلوہ اس کے ساتھ تھے، کل 40 لوگ اس کے ہمراہ تھے۔ یہ گروہ مخفی طریقہ سے ریاض کی طرف روانہ ہوا، 3 شوال 1319ھ کو شہر میں داخل ہو گئے جبکہ چوکیدار غافل تھے، رات کے اندھیرے میں قلعہ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب رشیدی گورنر عجلان صبح قلعہ سے نکلا تو عبدالعزیز کے گروہ نے اس پر حملہ کر دیا وہ بھاگ کر قلعہ میں گیا تو پیچھے سے آ کر انہوں نے گورنر عجلان کو قتل کر دیا۔ اتنے میں عبدالعزیز کے آدمیوں نے قلعہ کا پھاٹک کھولا تو ان کے بقیہ ساتھی بھی اندر آ گئے اور وہاں ایک خون ریز جنگ ہوئی جس میں عجلان کے چالیس آدمی قتل ہو گئے اور بقیہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور علاقہ آل سعود کے ہاتھوں میں آ گیا۔ قبضہ کے بعد عبدالعزیز نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ کویت سے اپنے والد عبدالرحمٰن کو بلایا۔ عبدالرحمٰن نے تمام اختیارات عبدالعزیز کے سپرد کر دیئے اور عبدالعزیز مزید فتح کی لالچ میں لڑائیوں میں مصروف ہو گیا۔ عبدالعزیز کی پوزیشن مستحکم ہو رہی تھی۔1904ء میں ترکوں نے ابن رشید کی مدد کے لئے فوج واسلحہ بھیجا اور ابن رشید اور عبدالعزیز کی جنگ ہوئی نتیجۃً عبدالعزیز کو ریاض کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ لیکن پھر دوبارہ مقابلہ کیا تو کامیاب ہو گیا اور پورا صوبہ قصیم ان کے قبضہ میں آ گیا۔

1906ء کے موسم بہار میں عبدالعزیز ریاض کی طرف لوٹ رہا تھا کہ اسے پتہ چلا کہ ابن رشید بریدہ سے بیس میل شمال

میں فوج لے کر پہنچ گیا ہے۔ دونوں میں زبردست لڑائی ہوئی اور ابن رشید کے جسم میں بیس گولیاں لگیں اور وہ فوت ہوگیا۔ اس کے بعد نجد سے ترکوں کا اثر مکمل ختم ہوگیا۔ چند سال تک چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہیں تاہم عبدالعزیز کی حکومت برقرار رہی لیکن 1910ء میں عبدالعزیز کے چچا سعود کے پوتوں نے خرج اور حریق کے علاقے میں بغاوت کا اعلان کردیا اور عبدالعزیز کے خلاف ہوگئے۔ ادھر مکہ کا شریف حسین ایک زبردست فوج کے ساتھ صوبہ قصیم میں آپہنچا۔ شریف حسین نے مطالبہ کیا کہ عبدالعزیز ترکی حاکمیت اعلیٰ تسلیم کرے وہ سالانہ چار ہزار پونڈ حکومت مکہ کو دے اور اہل قصیم کو اپنا گورنر منتخب کرنے کی آزادی دے۔ عبدالعزیز کو مجبوراً اس معاہدہ پر دستخط کرنا پڑے لیکن عبدالعزیز نے اس پر عمل نہ کیا۔ عبدالعزیز نے بغاوت کرنے والوں کے خلاف کاروائی کی۔

ابن رشید اور ترکوں کے خلاف عبدالعزیز کی یہ لڑائی جاری تھی کہ پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی اور ترک جنگ میں شریک ہوگئے۔ عبدالعزیز نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھایا اور رشیدیوں سے لڑتا رہا اور خود کو مضبوط کرتا رہا۔

برطانیہ ترکوں کو کمزور کرنے کے لئے عبدالعزیز کی مدد کرتا رہا۔ 26 دسمبر 1915ء میں عبدالعزیز اور برطانیہ کے درمیان معاہدہ طے پایا۔ معاہدہ پر برطانیہ کی طرف سے خلیج فارس کے علاقے میں مقیم چیف پولیٹکل ریذیڈنٹ سرپرسی کاکس نے دستخط کئے۔ اس معاہدہ کی رو سے:

(1) برطانیہ نے ابن سعود (یعنی عبدالعزیز اس کو ابن سعود بھی کہا جاتا ہے) اور اس کی اولاد کو نجد کا حکمران تسلیم کرلیا۔

(2) بیرونی جارحیت کی صورت میں عبدالعزیز کو برطانیہ کی اعانت حاصل ہوگی۔

(3) عبدالعزیز کے بیرونی معاملات پر برطانوی سیادت تسلیم کرلی گئی۔

(4) ابن سعود نے یہ تسلیم کیا کہ وہ اپنا علاقہ یا اس کا کچھ حصہ برطانیہ کی مرضی کے بغیر کسی طاقت کے حوالے نہ کریں گے۔

(5) ابن سعود اپنے علاقے میں حاجیوں کے قافلے کے راستے کھلے رکھیں گے۔

(6) ابن سعود نے وعدہ کیا کہ وہ کویت، بحرین اور ساحلی امارتوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔

معاہدے کا قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ اس میں کوئی دفعہ نہ تھی کہ ابن سعود شریف حسین کے علاقے پر حملہ نہ کریں گے۔

بعد ازاں کاکس کی استدعا پر ابن سعود نے ستمبر 1914ء میں کویت کے شیخ جابر الصباح عنیزہ کے شیخ فہد اور محمرہ کے شیخ ہزال سے

بصرہ میں ملاقات کی۔اس ملاقات کے نتیجے میں ابن سعود کو برطانیہ سے 60,000 پونڈ سالانہ کی امداد ملنے لگی۔آگے چل کر یہ رقم ایک لاکھ پونڈ مقرر کردی گئی۔علاوہ ازیں انہیں تین ہزار رائفلیں اور تین مشین گنیں بھی تحفے میں دی گئیں۔

برطانیہ کی مدد اور اخوان تحریک جو وہابی نظریات کی حامل تھی اس نے عبدالعزیز کی بر پور مدد کی نتیجۃً عبدالعزیز مضبوط ہوتا گیا۔شریف حسین جو ترکی کی طرف سے مکہ کا نگران تھا اس نے جنگ عظیم میں غداری کرتے ہوئے انگریزوں کا ساتھ دینا شروع کردیا اس لالچ پر کہ جنگ کے بعد برطانیہ اسے پورے عرب کا بادشاہ بنانے کا وعدہ پورا کرے گا۔اس چھینا جھپٹی میں ابن سعود اور شریف حسین کی باہم جنگ ہوئی اور شریف حسین شکست کھا گیا۔1921ء میں ابن سعود نے رشیدیوں کو آخری شکست دے کر جبل الشهیر اور حائل کے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔اسی سال محمد بن طلال نے ہتھیار ڈال دیئے اور پورا نجد سعودیوں کے زیرنگیں آ گیا۔

کمال اتاترک نے خلافت کے خاتمہ کا اعلان کرکے آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید اور اس کے خاندان کو جلاوطن کردیا تو 7 مارچ 1924ء کو شریف حسین نے اپنے خلیفہ ہونے کا اعلان کردیا۔ابن سعود نے شریف حسین کے خلاف حجاز پر چڑھائی کا فیصلہ کیا اور 24 اگست 1924ء میں حملہ کردیا۔ابن سعود کی فوجوں نے طائف کو گھیر لیا اور شدید مزاحمت کے بعد طائف فتح ہوگیا۔اب سعودی افواج مکہ کی طرف بڑھی اور 30 اکتوبر کو شریف حسین نے تخت سے دستبردار ہونے کا اعلان کردیا۔پندرہ روز بعد مکہ میں سعود کا پرچم لہرانے لگا۔5 دسمبر 1925ء کو دس مہینے کے محاصرہ کے بعد مدینہ منورہ بھی فتح ہوگیا اور 23 دسمبر کو سعودی فوج نے جدہ پر بھی قبضہ کرلیا۔فتوحات کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور 22 ستمبر 1934ء کو انہوں نے مملکت کا نام حجاز سے تبدیل کرکے سعودی عرب رکھ دیا اور خود عبدالعزیز بادشاہ بن گیا۔اس کے بعد بھی مزید ابن سعود کی فوجیوں کے حملے مختلف علاقوں میں ہوتے رہے اور مسلمانوں کو قتل کیا جاتا رہا۔ (ماخوذ ازمع اضافہ ،تاریخ نجدو حجاز، صفحہ197تا212 ،ضیاء القرآن،لاہور)

عبدالعزیز عرف ابن سعود کی حکومت لانے میں برطانیہ کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔برطانیہ ترکوں کی قوت کو توڑنا چاہتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی تصدیق ایک مرتبہ پھر ہوئی کہ ابن سعود خارجی نے مسلمانوں کو ہی قتل کرنے کے لئے کفار کے ساتھ دوستی کی۔برطانیہ ہر طریقہ سے ملک شریف حسین اور ہاشمی خاندان پر دباؤ ڈالتا رہا تاکہ ان کی جگہ وہابیت کو لائے ،منجملہ اس نے ہاشمی خاندان کی مالی مدد بند کردی جس سے ہاشمی خاندان،افسروں اور سپاہیوں کی تنخواہ نہ دے سکا۔ملک شریف حسین کی حالت ناگفتہ ہوگئی جو اس کی شکست کا باعث ہوئی۔اس کا مکمل نام سید حسین ابن علی ہاشمی تھا۔

یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے تھا اس وجہ سے 1908ء میں شریف مکہ کا اعزاز حاصل کیا۔ پہلی جنگ عظیم میں جب انگریزوں کو ترکوں کے خلاف کوئی کامیابی حاصل نہیں ہورہی تھی لارنس آف عریبیہ کے ساتھ مل کر اس نے خلافت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کردی جس کے نتیجے کے طور پر ترکوں کو شکست ہوئی۔ اسکے ایک بیٹے امیر فیصل کو عراق کا بادشاہ بنا دیا گیا اور ایک کو اردن کا۔ 1924ء میں نجد کے فرمانروا ابن سعود سے شکست کھا کر تخت سے دست بردار ہوگیا۔ 1924ء سے 1931ء تک قبرص میں جلاوطن رہا۔ اردن کے درالحکومت عمان میں وفات پائی۔ اپنے مذہب اور اپنی قوم سے غداری کی سزا عرب اب بھی اسرائیل کی صورت میں بھگت رہے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے اس غداری کو ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے:

کیا خوب امیر فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا
تو نام ونسب کا حجازی تھا پر دل کا حجازی بن نہ سکا

وہابی لوگ جنگ کئے بغیر ہی مکّہ میں وارد ہوگئے اور ملک حسین (شریف حسین) اور اس کے بیٹے کے مکّہ سے مدینہ جانے کے بعد اس کے گھر اور مال واسباب کو غارت کردیا گیا، اس کے بعد ملک علی اور وہابیوں کے درمیان جنگ ہوئی اور اس سال حج معطل ہوگیا، اس کے بعد خالد بن لوءی کو مکّہ کا حاکم قرار دیا گیا، اور لوگوں کو مکہ میں پانچ وقت کی نماز باجماعت میں حاضر ہونے کے لئے مجبور کیا جاتا تھا، اور جسے بھی ان کاموں کی خلاف ورزی کرتے دیکھتے تھے اسے مارتے تھے اور قید خانہ میں ڈالتے یا اس پر جرمانہ لگاتے تھے۔

عبدالعزیز مکّہ میں وارد ہوا، اس کی فوج نے شہر میں گشت کیا، اور اس نے علماء کے ساتھ میٹنگ رکھی اور انہیں وہابیت کے عقائد قبول کرنے پر مجبور کیا، اس نے ملک علی سے جنگ کرتے وقت کہا: میں یہاں آیا ہوں تاکہ عام مسلمانوں کو بڑے بڑے لوگوں کے ظلم سے نجات دلاؤں اور میں مکّہ کا مالک نہیں بننا چاہتا ہوں بلکہ اس کے امور کو عام مسلمانوں کے حوالہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ طریقہ کار تمام ہی دھوکہ دینے والوں کا ہوتا ہے کہ جب وہ کسی جگہ پر قبضہ کرتے ہیں تو یہی کہتے ہیں یہاں تک کہ جب اسرائیل نے 1967 عیسوی میں وہاں قبضہ کیا (تو یہی کہا)۔

عبدالعزیز نے یہ طے کیا کہ مکّہ، مدینہ اور جدّہ میں مسلمانوں کے آثار کو ختم کردیا جائے چنانچہ اس نے مکّہ میں حضرت عبدالمطلب، ام المومنین حضرت خدیجہ، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت زہرا کی جائے ولادت کو منہدم کردیا بلکہ تمام گنبدوں اور زیارت گاہوں اور مقامات مقدسہ کو منہدم کردیا، اور جب اس نے مدینہ کا محاصرہ کیا تو مسجد جناب حمزہ اور ان

کی زیارت گاہ کو منہدم کر دیا جو شہر کے باہری علاقہ میں تھی۔حضرت امام حسن، امام زین العابدین، امام باقر اور امام صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات کو شہید کر دیا۔

یہ قبور ایک مدت تک سالم باقی رہیں، لیکن ابن سعود جو کہ وہابیوں کے اغراض ومقاصد کو آگے بڑھانے پر مامور تھا اس پر یہ اعتراض ہوا کہ اس نے ان قبروں کو باقی چھوڑ دیا ہے، تو ماہ رمضان سن 1322ء میں عبداللہ بن بلیہد نے بڑے بڑے علمائے نجد کو مکہ اور مدینہ بھیجا تا کہ وہاں کی گنبدوں کو منہدم کر دے، یہاں تک کہ جب ابن بلیہد مدینہ پہنچا تو اس نے وہاں کے علماء سے ایک میٹنگ رکھی اور ان سے فتوی لیا کہ مدینہ کے علماء اس چیز کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ اگر قبروں پر گنبد یا اُسے مسجد کے عنوان سے بنایا جائے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں بلکہ ممنوع ہے اور اس سے ممانعت ہوئی ہے تو کیا ان کا منہدم کرنا واجب ہے، ان کے پاس نماز پڑھنا ممنوع ہے، ان پر گنبد بنانا جیسا کہ بقیع میں ہے جس سے دوسری قبروں کا حق ضائع ہوتا ہے کہ وہاں عمارت تعمیر کی جائے، اور وہ مستحقین پر ظلم ہے اور ان کا حق ان کو دیا جائے یا نا؟ اور جس طرح جاہل لوگ وہاں انجام دیتے ہیں جیسے قبروں پر اپنا ہاتھ مس کرنا اور صاحبان قبر کے ساتھ خدا سے دعا مانگنا، قربت (خدا کے لئے) وہاں نذر یا قربانی کرنا، اور اسی طرح وہاں پر چراغ روشن کرنا، کیا یہ چیزیں جائز ہیں؟ نیز اسی طرح کیا اذان واقامت اور نماز صبح اور نماز جمعہ سے پہلے درود بھیجنا یا ذکر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ لوگ فتوی دیں، خدا تمہیں اس کا اجر دے، آپ لوگ دلیل کے ساتھ بیان کریں کہ آپ لوگ اس کے اہل اور اس چیز کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

مکہ مدینہ میں ترک دور میں مستند مفتیانِ کرام اہل سنت عاشق رسول تھے وہ کبھی بھی مزارات کو شہید کرنے کا فتویٰ نہیں دے سکتے تھے کیونکہ ان کے دور حکومت میں یہ مزار آباد تھے مسلمان ان مقدس مقامات پر حاضری دیتے تھے۔

وہابیوں نے اپنے جیسے عقائد کے مولویوں سے فتویٰ لے کر تمام قبروں کو مسمار کر دیا، جس کی بنا پر عالم اسلام میں بہت زیادہ شور مچا، لوگوں نے جلوس نکالے، ٹیلگرام ہوئے جس میں وہابیت اور آل سعود کی مذمت کی گئی، نیز دیگر اسلامی ممالک کے حکمرانوں کے نام ٹیلگرام بھی کئے گئے۔

عبدالعزیز کی موت اور نئے اختلافات کا آغاز

بہر حال عبدالعزیز بن سعود نے 1932ء میں آج کے سعودی عرب کی بنیاد رکھتے ہوئے خود کو بادشاہ قرار دیا۔آل سعود ہی نے تیل کی دولت سے مالا مال اس خلیجی ملک کو سعودی عرب کا نام دیا۔اس قدامت پسند وہابی ریاست میں تیل کی

پیداوارکا آغاز 1938ء میں ہوا،جس کے بعد سعودی عرب کا شمار دنیا کے امیر ترین ملکوں میں ہونے لگا۔

سعودی عرب کے حکمران خاندان کے شہزادوں اورشہزادیوں کے پاس دولت کی کمی نہیں ہے۔سعودی عرب دنیا کا وہ واحد ملک ہے جس کا نام دوصدیاں پہلے پیدا ہونے والے مقامی حکمران پر رکھا گیا ہے۔

سن 1367ھ میں عبدالعزیز پر بڑھاپا اور کمزوری کے آثار نمایاں ہوئے اور وہ زانو درد میں مبتلا ہوگیا اور ویل چیئر سے چلنے لگا،اسے کسی چیز کا پتہ نہیں چلتا تھا۔چشمہ لگا ہوا تھا لیکن پھر بھی کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا،وہ نابینا ہوگیا تھا۔اس کا انتقال سن 1372ھ میں 77 سال کی عمر میں ہوا اور سعود اس کی جگہ بادشاہ مقرر ہوا اور فیصل ولی عہد معین ہوا۔

ملک سعود بن عبدالعزیز

عبدالعزیز بن سعود کے بیٹوں کی مجموعی تعداد پینتالیس بنتی ہے۔عبدالعزیز کے دو بیٹے سعود اور فیصل ہیں۔سعود بن عبدالعزیز 1319ھ یا 1320ھ میں پیدا ہوا اور فیصل 1324ھ میں۔فیصل عبدالعزیز کی دوسری بیوی سے پیدا ہوا۔عبد العزیز کے مرنے سے پہلے ہی ان دو بھائیوں میں اختلاف شروع ہوگیا تھا۔ان کے باپ نے (اپنی عمر کے آخری دنوں میں)ان دونوں کو اپنے کمرہ میں بلایا اور کہا:ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دو اور قسم کھاؤ کہ میرے مرنے کے بعد آپس میں مل کر کام کروگے اور ایک دوسرے سے جھگڑا یا اختلاف نہیں کروگے،لیکن عبدالعزیز کے مرنے کے بعد ان دونوں بھائیوں میں اختلاف اور جھگڑے امید سے زیادہ ہوئے۔

ملک سعود سن 1381ھ میں زخم معدہ میں مبتلا ہوا،اس سے امریکیوں نے کہا:علاج کے لئے ہمارے یہاں آجاؤ۔چنانچہ جب وہ چند ماہ کے علاج کے بعد واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ فیصل نے تمام حکومتی اداروں پر قبضہ کرلیا ہے اور تمام چیزوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے،قریب تھا کہ ان دونوں کے درمیان جنگ وجدال ہو،لیکن سعودی خاندان نے مداخلت کی اور وہ ان کے جھگڑے میں مانع ہوگئے اور وہ اس بات پر قانع ہوگئے کہ ایک کے پاس حکومت اور دوسرے کے پاس وزارت رہے۔

سن 1382 ہجری میں سعود علاج کے لئے یورپ گیا،فیصل نے حکومت کو دوبارہ اپنے ہاتھوں میں لینے کے لئے جدّ و جہد کی،اس نے اپنے بھائی کو نیشنل گارڈز کی سرداری پر منصوب کیا اور اپنے دوسرے بھائی کو ریاض کا والی بنا دیا،اور جب سعود پلٹا تو اس نے اچانک یہ تبدیلی دیکھی تو مجبوراً اپنے بھائی فیصل کے کام پر راضی ہونا پڑا کہ وہ صرف بادشاہ کے عنوان سے رہے لیکن اسے اندرون ملک کے امور میں مداخلت کا کوئی حق نہ ہو چنانچہ اس نے مجبوراً اسے قبول کیا۔

اختلافات اور جھگڑوں کے بعد سعود بن عبدالعزیز کو معزول کردیا گیا اور شیخ محمد بن ابراہیم (سعودیہ کے مفتی) سے شرعی فتوی لے لیا۔ چنانچہ سعود ملک چھوڑنے پر مجبور ہوگیا اور وہ (جمال عبدالناصر کے زمانہ میں) مصر چلا گیا اور سن 1889 عیسوی اپنی آخری عمر تک وہاں رہا، اس نے دوبارہ حکومت کو حاصل کرنے کے لئے بہت سا مال ودولت خرچ کیا، لیکن ان سب کا کوئی فائدہ نہیں ہوا اور نقصان کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوا۔ جبران شامیہ کا کہنا ہے: کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جس نے سعود کی طرح بہت کم مدت میں اتنا مال ودولت خرچ کیا ہو لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

سعود نے اپنے باپ کی وفات کے بعد 1377ھ سے 1388ھ تک گیارہ سال حکومت سنبھالی۔

فیصل بن عبدالعزیز

فیصل نے حکومت کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اپنے بھائی کو معزول کرنے کے بعد اس کو معلوم ہوگیا کہ مسند حکومت پر باقی رہنے کا واحد راستہ امریکہ کے آگے جھکنا ہے، لہٰذا اس نے متعدد بار امریکی سفیروں اور آرامکو کمپنی سے اس بات پر قانع کرنے کے لئے رابطہ برقرار کیا کہ وہ امریکہ کے منافع اور فائدوں کو بہترین طور پر پورا کرسکتا ہے۔

اور اس نے سن 1385 میں امریکہ کا سفر کیا اس وقت کے صدر مملکت آیزنہاور اور فوسٹر ڈلس (امریکی وزیر خارجہ) سے ملاقات کی اور سعود کے تصرفات کے سلسلہ میں ان سے شکایت کی اور ان دونوں سے کہا: میں واضح طور پر تم سے کہتا ہوں کہ بعض امریکی ذمہ داران جو میرے خلاف رپورٹ پیش کرتے اور کہتے ہیں کہ سعود میری نسبت امریکہ سے زیادہ مخلص ہے، وہ مغالطہ میں ہیں کیونکہ میں امریکہ کا بہت سچا اور پکا دوست ہوں!!

مجلّہ مصور نے فیصل سے چند سوالات کئے کہ فیصل نے امریکہ سے اپنی دوستی کو غیر مستقیم طور پر بیان کیا:

سوال: آپ امریکہ کس مقصد سے گئے تھے؟

جواب: چونکہ میں امریکہ کا ایک پکا اور سچا دوست ہوں، لیکن افسوس کہ امریکی ابھی تک میری اس سچی دوستی پر یقین نہیں رکھتے۔

مجلّہ مصور نے بھی سن 1958 عیسوی میں اس کا وہ نظریہ چھاپ دیا جس میں اس نے کہا تھا کہ امریکیوں کا ماننا ہے کہ میں ان کا دشمن ہوں، لیکن اگر وہ اپنی نسبت میرے اخلاص کو سمجھ لیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ میں ان کا سچا اور پکا دوست ہوں۔

فوسٹر ڈلس (امیریکی وزارت خارجہ) سے ایک خبرنامہ کے انٹریو میں فیصل کی حکومت کے بارے میں سوال ہوا تو اس

نے واضح طور پر اعلان کیا: میں مکمل طور پر مطمئن ہوں کہ جو بات ہوئی وہی ہے کہ ہم نے امیر فیصل سے قرارداد کی جب وہ امریکہ میں تھے۔

فیصل نے سات سال سعودی عرب پر حکومت کی اور اپنی حکومت کے دوران حرمین شریفین کو وسیع کیا۔ وہ سن 1395 میں اپنے بھتیجے فیصل بن مساعد بن عبدالعزیز کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا۔ جب وہ کویت کی تیل کمیٹی کے ساتھ فیصل کے دفتر میں پہنچا اور فیصل سے ملاقات کے لئے فیصل کے نزدیک گیا تو اس کے ہاتھوں کو چومنے کے بجائے اپنا اسلحہ باہر نکالا اور تین گولیاں اس پر چلا دیں اور اسے مار ڈالا۔ اس وقت تجزیہ کیا گیا کہ قاتل دیوانہ تھا۔ لیکن پھر بھی اس پر قصاص کا حکم لگایا گیا اور اس کو پھانسی دیدی گئی۔

خالد بن عبدالعزیز

خالد 1331ھ میں پیدا ہوا اور اپنے بھائی شاہ فیصل کی وفات کے بعد 1395ھ سے 1402ھ سات سال حکومت کی۔

سعودی خاندان نے فیصل کے بعد ایک میٹنگ رکھی اور خالد کو بادشاہ کے عنوان سے معین کیا، اور فہد کو ولی عہد کے عنوان سے مقرر کیا۔ لیکن تمام لوگوں کی توجہ فہد پر تھی کیونکہ وہی حکومت کیا کرتا تھا اور خالد نام کا بادشاہ تھا اور حکومت میں اسکا کردار بہت کم رنگ تھا۔

فہد کو بھی امریکی پسند کرتے تھے اور وہ ان کی طرف رجحان رکھتا تھا وہی ملک خالد کی طرف سے بیانات پڑھتا تھا اور وہی ایران، عراق، کویت، فرانس، لندن، سوریہ اور اردن سرکاری طور پر جاتا تھا۔

محرم سن 1400 میں اخوان المسلمین کی تحریک کے بعض گروہ نے عورتوں اور بچوں کے ساتھ مل کر شہر مکہ پر غلبہ کر لیا اور اس پر قابض ہو گئے۔ سعودیوں نے پہلے تو مسئلہ کو مخفی رکھا لیکن جب اس کی خبر مشہور ہو گئی تو اس خبر کو مبہم طریقہ سے بیان کیا۔

جزیرۃ العربیہ میں سازمان حرکت انقلاب اسلامی (الثوار المسلمین) نے اعلان کیا کہ وہ اس انقلاب کی رہبری کرتا ہے اور انقلابیوں کے عالم رہبر (محمد القحطانی) نے اعلان کیا کہ وہ مہدی منتظر ہے۔ اس تحریک کا مقصد ملک سے خاندان ملکی اور کفار کے گروہ اور بکے ہوئے علماء سے ملک کو پاک کرنا ہے۔ لیکن سیاسی تحریک جہمیوں کے رہبر نے جس کی عمر 47 سال تھی، اعلان کیا کہ حکومت ایک طرف سے دعوی کرتی ہے کہ دنیا بھر میں دین اسلام کا یہ مرکز ہے، لیکن وہ ظلم وستم، فساد اور رشوت خواری

کو بڑھاوا دی رہی ہے۔جہمیوں نے ان امیروں کی مذمت کی جومختلف علاقوں میں قابض تھے اور ملکی سرمایہ کوفضول خرچی میں صرف کررہے تھےاورانہیں شراب خوری،فسق وفجور کی زندگی بسر کرنے اور بڑے بڑے محل بنانے والاقراردیا۔

جب ملک فہد تیونس سے واپس آیا اس نے اپنی طاقت کے بل پر قیام اورتحریک کودبادیا اوراس کے لیے آنسوگیس، توپ خانہ اورہوائی جہازوں کا استعمال کیا گیا، انقلابیوں نے چھت پر سے اورمناروں سے گولیاں چلائیں، یہ جنگ دو ہفتہ تک جاری رہی،سینکڑوں لوگ مارے گئے،جن میں مذکورہ تحریک کے عالم رہبر بھی تھے۔سیاسی تحریک کے رہبر کے ساتھ 62 لوگوں کو پھانسی دیدی گئی۔

خالد نے ریاض کے علماء سے ایک میٹنگ رکھی اورغلط رپورٹ پیش کی کہ نمازیوں اور حاجیوں کوقتل کردیا گیا ہےاوران سے بحران کوحل کرنے کے لئے فتوی طلب کیا۔ریاض کے علماء نے فتوی دیا کہ ان پر واجب ہے کہ وہ خودکوگرفتارکروادیں اور اسلحہ کوزمین پررکھ دیں،اوراگر وہ گرفتار ہوگئے تو ٹھیک ہے ورنہ انھیں گرفتارکرلیا جائے ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے،اوراگر انھوں نے اسے قبول نہ کیا تو ان کی گرفتاری کے لئے ہرممکن طریقہ اپنایا جائے گا، یہاں تک کہ اگر وہ اس راہ میں قتل بھی کردئے جائیں،اور جوگرفتاری نہ کروائے ان کےقتل کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہ ہوتو انھیں قتل کردینا چاہئے، چنانچہ اس طریقہ سے وہ لوگ یا پھانسی پر چڑھادئے گئے یاان کوگرفتارکرلیا گیا۔

ان کی تحریک کودبانے کے بعد سعودی خاندان خوش وخرم ہوگیا،ابھی خالد بادشاہ تھا،لیکن وہ حکومت نہیں کرتا تھا، یہاں تک وہ مرگیا اورفہدکوبادشاہ مقررکیا گیا۔

ملک فہد بن عبدالعزیز

فہد 1340 میں پیدا ہوا اوراپنے بھائی خالد کی وفات کے بعد 1402ھ سے 1426ھ تک 24 سال تک سعودی عرب پرحکومت کی۔فہد بن عبدالعزیز امریکہ کا اہم اتحادی اور ہم نوا تھا۔1975 میں ولی عہد بننے سے پہلے سعودی عرب کے وزیرتعلیم رہا۔خلیج کی جنگ میں عراق کے خلاف امریکہ کا اہم اتحادی رہا۔اوراپنی سرزمین پرامریکی فوج کواڈے بنانے اورفوج رکھنے کی اجازت دی۔1997 شاہ فہد نے دل کے عارضے میں مبتلا ہونے کے بعدخودکوروزمرہ کےحکومتی معاملات سےعلیحدہ کرلیا اوراختیارات اپنے سوتیلے بھائی ولی عہدشہزادہ عبداللہ کومنتقل کردیے تھے۔

2005ء میں طویل علالت کے بعداس کا انتقال ہوا۔اس کی وفات کے بعدشہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز ملک کا نیا

بادشاہ بن گیا اور وزیر دفاع پرنس سلطان کو ولی عہد مقرر کیا گیا۔

فہد نے ''جلالۃ الملک'' بدل کر'' خادمین الحرمین الشریفین'' کا لقب پسند کیا اس سے پہلے تمام سربراہان المملکت کو ''جلالۃ الملک'' پکارا جاتا تھا۔

ملک عبداللہ بن عبدالعزیز

شاہ عبداللہ سعودی عرب کے چھٹا بادشاہ تھا۔شاہ عبداللہ اپنے والد ملک عبدالعزیز کا بارہواں بیٹا تھا۔1 اگست 1924 کو پیدا ہوا۔شاہ فہد کی وفات کے بعد یکم اگست 2005 کو 76 سال کی عمر میں سعودی عرب کا بادشاہ بنا۔

عبداللہ کی 23 سے زائد بیویاں تھیں اور اولاد کی بھی ایک لمبی فہرست ہے۔شاہ عبداللہ کا شمار دنیا کے امیر ترین اشخاص میں ہوتا ہے۔اس کی دولت کا اندازا 21 ارب امریکی ڈالر تک ہے۔

ملک عبداللہ بن عبدالعزیز نے اپنے دور میں امریکہ سے اپنے تعلقات بہت اچھے بنانے کی کوشش کی۔نیٹ پر ویڈیو اور تصاویر موجود ہیں جس میں عبداللہ سابقہ امریکی صدر بش کے ساتھ شراب پیتا ہوا نظر آتا ہے۔

کمر میں تکلیف کے باعث اس کے دو آپریشن ہو چکے تھے جن میں 13 گھنٹے کا ایک طویل آپریشن بھی شامل ہے۔ 2010 میں وہ تین ماہ تک امریکہ میں بھی زیر علاج رہا تھا۔ڈاکٹروں کے مطابق اس کے دل، گردوں اور پھیپڑوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا اور اس کے بعد اس کو وینٹی لیٹر پر منتقل کر دیا گیا تھا مگر سر توڑ کوششوں کے باوجود اس کی صحت بحال نہیں ہوئی۔

23 جنوری سن 2015ء کو جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات مقامی وقت کے مطابق ایک بجے 91 سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔

ملک سلمان بن عبدالعزیز

ملک سلمان بن عبدالعزیز تادم تحریر سعودیہ کے بادشاہ ہیں۔ملک سلمان بن عبدالعزیز 77 سال عمر کے ہیں جو سابقہ بادشاہ عبداللہ کے سوتیلے بھائی ہیں۔

سعودی عرب کے نئے حکمران شاہ سلمان بن عبدالعزیز اس سے پہلے وزیر دفاع رہ چکے ہیں۔شاہ سلمان بن عبدالعزیز 31 دسمبر 1935 کو پیدا ہوئے۔تعلیم اپنے دادا السعود کی طرف سے شاہی خاندان کیلئے بنائے گئے اسکول میں حاصل کی۔1950 میں انہیں سرکاری عہدے پر شاہ عبدالعزیز نے اپنے نمائندے کے طور پر متعارف کروایا۔1954 میں انہیں

ریاض کا میئر بنایا گیا تو ان کی عمر 19 برس تھی۔20 سال کی عمر میں 1955 میں انہیں وزیر کا عہدہ بھی مل گیا۔1963 میں جب وہ صرف 27 سال کے تھے تو ان کو ریاض کا گورنر بنایا گیا۔شاہ سلمان بن عبدالعزیز 1963 سے 2011 تک 48 سال تک صوبہ ریاض کے گورنر رہے۔5 نومبر 2011 کو انہیں سعودی عرب کا وزیر دفاع مقرر کیا گیا۔18 جون 2012 کو شہزادہ سلمان اپنے بھائی شہزادہ نائف کے انتقال کے بعد ولی عہد مقرر ہوئے۔

اس وقت شاہ سلمان بن عبدالعزیز کو کئی چیلنجز کا سامنا ہے۔ملک میں بے روزگاری، خواتین کے حقوق، سیاسی تحاریک سمیت دہشت گردی جیسے مسائل کا سامنا ہے۔داعش تحریک سے سعودیہ کو کافی خطرہ لاحق ہے۔امریکہ کی پالی ہوئی خارجی تحریک داعش جس کی کچھ عرصہ پہلے وہابی بہت تعریفات کرتے تھے، داعش نے جو مزارات کو شہید کیا اس پر ان کی تحسین کرتے تھے، اب سعودی مفتی اس کے خلاف بولتے ہیں کیونکہ ان کو اس تحریک سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔

اس وقت سعودیہ ملک کے خلاف دو ملک سرفہرست ہیں جن میں ایک امریکہ اور دوسرا اس کا پرانا دشمن ایران ہے۔ملک سلمان نے اپنے دورِ حکومت کے شروع میں امریکہ کے آگے تھوڑا اکڑنے اور مسلم ممالک کی اتحادی فوج بنانے کی کوشش کی لیکن جلد ہی امریکہ کے آگے گھٹنے ٹیک دیے اور امریکی صدر ٹرمپ کی خوب آؤ بھگت کی۔اب دیکھیں امریکہ سعودی دوستی کو مسلم دنیا کے خلاف کس حد تک استعمال کرتا ہے۔ہماری دعا ہے کہ اللہ عزوجل مکہ ومدینہ اور دیگر اسلامی ممالک کی حفاظت فرمائے۔

سعودی تاریخ میں کئی سعود نامی شخص ہیں اس لیے جب ان کی تاریخ پڑھی جائے تو پتہ نہیں چلتا کہ کس سعود کی بات ہو رہی ہے اس لیے یہاں شجرہ نسب کی صورت میں ایک نقشہ پیش کیا جا رہا ہے، قارئین اس کو مدنظر رکھیں گے تو فہم میں آسانی ہوگی۔

☆۔۔۔فصل چہارم: برصغیر میں وہابیت کی ابتدا۔۔۔☆

برصغیر شروع سے ہی اہل سنت کا مرکز رہا ہے، بڑے بڑے صوفیا و علماء حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے جیسے حضور داتا گنج بخش، معین الدین چشتی ،صابر پیا، بہاؤالدین زکریا ملتانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ سب کے سب حنفی تھے۔لیکن ابن عبدالوہاب کا فتنہ ہندوستان میں بھی اثر انداز ہوا اور اس سرزمین میں وہابیت پروان چڑھنا شروع ہوگئی۔

ہندوستان کا پہلا وہابی اسماعیل دہلوی

ہندوستان میں ایک شخص اسماعیل دہلوی پیدا ہوا جو ہندوستان میں وہابیت کا امام بنا۔اسماعیل دہلوی دیوبندیوں اور غیر مقلد وہابیوں دونوں کا مشترکہ امام ہے۔

اسماعیل دہلوی ایک علمی حنفی گھرانے سے تعلق رکھتا تھا لیکن اس پر انفرادیت کا بھوت سوار تھا۔تقویۃ الایمان مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کے شروع میں شامل ''مختصر حالات شاہ محمد اسماعیل'' کے مطابق اسماعیل دہلوی 12 ربیع الثانی 1193 ہجری کو اپنے ننھیال پُھلت ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوا۔والد کا نام شاہ عبدالغنی اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے والد شاہ عبدالغنی سے ابتدائی کتابیں پڑھیں پھر شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے تعلیم حاصل کی ۔مگر افسوس صد افسوس! کہ اتنی بڑی شخصیات سے تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اس شخص پر خفیہ تدبیر غالب آگئی اور یہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا۔شاہ اسماعیل بہت زیادہ شرارتی تھا۔ چنانچہ، دیوبند کے حکیم الامت جناب اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز کا وعظ ہو رہا تھا کہ مولانا آئے اور سب کی جوتیاں لیکر سقایا میں ڈال دیں، بعد وعظ لوگوں کو تلاش ہوئی ۔شاہ صاحب کو اطلاع کی ۔شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ اسماعیل کی شرارت ہوگی کہیں سقایا میں نہ ڈال دی ہوں ۔لوگوں نے سقایا کو جا کر دیکھا تو اس میں ابل رہی تھیں۔''

(ارواح ثلاثہ یعنی حکایات اولیاء ص 80 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

اسماعیل دہلوی ابتداء ایک آزاد خیال شخص تھا۔تھانوی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ خان صاحب نے فرمایا مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ مولانا شہید ابتداء میں نہایت آزاد خیال تھے۔(آگے مزید لکھتے ہیں)

اسماعیل دہلوی کی میلوں میں شرکت :کوئی میلہ خواہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا ایسا نہ ہوتا کہ جس میں وہ شریک نہ ہوتے ہوں ۔(آگے مزید لکھتے ہیں)

اسماعیل دہلوی کے کھیل: اور کھیل بھی ہرقسم کا کھیلتے تھے، کنکوا (پتنگیں) بھی اڑاتے تھے، شطرنج بھی کھیلتے تھے۔ملتقطا

(ارواح ثلاثه يعنى حكايات اولياء ص 72مطبوعه دار الاشاعت كراچى)

اللہ اکبر! ہندوستان کے نام نہاد مصلح اعظم وشہید اسلام کی آزادخیالی کا کیا عالم ہے کہ حرام کام کرنے پر کس قدر جری تھے، ہندوؤں کے میلے میں جانا، پتنگیں اڑانا، شطرنج کھیلنا حضرت کے پسندیدہ مشاغل تھے اور جب تبلیغ دین کا نشہ چڑھا تو مستحبات تک کو شرک وکفر لکھ مارا، اولیاء کے مزارات پر جانے اور محافل میلاد میں شرکت کو شرک وحرام لکھ دیا۔کیا عجیب تماشا ہے؟

ابن عبدالوہاب کی کتاب کا اردو ترجمہ

محمد بن عبدالوہاب نجدی خارجی نے پچاس سالوں میں مسلمانوں کو مشرک ٹھہرا کر قتل کیا اور اپنے باطل عقیدہ پر کئی کتابیں بھی لکھیں جن میں ایک ''کتاب التوحید'' ہے۔یہ کتاب اسماعیل دہلوی اور اس کے مرشد سید احمد کے 1820ء میں حج پر جانے سے بہت پہلے عرب میں عام ہو چکی تھی۔جب یہ دونوں حج کے لئے گئے تو دونوں وہاں نئی نئی اٹھنے والی محمد بن عبدالوہاب کی تحریک جو کہ وہابیت کے نام سے معروف تھی سے متاثر ہوئے اور شاہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی حجاز کے سفر سے واپس آتے ہوئے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے دروس کی کتاب ''کتاب التوحید'' ساتھ لیکر آئے اور اس کتاب کے اسباق توحید کو انہوں نے اپنی دو کتابوں میں ظاہر کیا ایک کتاب کا نام ''تقویۃ الایمان'' تھا اور دوسری کتاب کا نام ''صراط مستقیم'' تھا۔یہ دونوں کتابیں اس زمانے میں مرکنٹائل پریس سے شائع ہوئیں اور اس کی تقسیم کے بارے میں یہ شہادتیں موجود ہیں کہ ان کو انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی نے شائع اور تقسیم کرنے میں مدد دی۔

اسماعیل دہلوی کی ابن عبدالوہاب نجدی کے نظریات سے ہم آہنگی اور اس کی تشہیر کے لئے لکھی جانے والی کتب تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم نے ہندوستان میں وہابی فتنہ کی بنیاد رکھی اور امت مسلمہ میں انتشار پھیل گیا۔مولانا فضل احمد لدھیانوی صاحب اپنی کتاب ''انوار آفتاب صداقت''میں ''فریاد المسلمین'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:''انہی دنوں ایک کتاب شیخ (ابن) عبدالوہاب نجدی کی بمبئی سے دہلی میں آئی چونکہ ابن عبدالوہاب مسطور ملک عرب کا باشندہ زبان دان تھا، مولوی اسماعیل ان کی فصاحت وبلاغت پر فریفتہ ہوگئے، اس کے کچھ مسائل انتخاب واخذ کر کے علماء دہلی حنفی مذہب سے چھیڑ چھاڑ کرنی شروع کردی، انہوں نے اُس کو خوردسال، خام خیال سمجھ کر ان سے بحث نہ کی، مگر مولانا عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) سے انکی بے اعتدالی کے شاکی ہوئے، مولانا موصوف نے کچھ رنجیدہ خاطر ہو کر مولوی اسماعیل کو پیغام بھیجا کہ میری طرف سے کہو اس نامراد لڑکے کو

کہ جو کتاب بمبئی سے آئی ہے میں نے بھی اس کو دیکھا ہے اس کے عقائد صحیح نہیں بلکہ بے ادبی اور بے نصیبی سے بھرے ہوئے ہیں، میں آج کل بیمار ہوں اگر صحت ہوگئی تو میں اس کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں تم ابھی نوجوان بچے ہو ناحق شور و شر برپا نہ کرو۔" (انوار آفتاب صداقت ج1ص516 بحوالہ مشعل راہ المعروف برطانوی مظالم کی کہانی ص209، فرید بک سٹال، لاہور)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب پڑھ کر متأثر ہو گیا اور سلف صالحین اور اپنے خاندان کے نظریات کو چھوڑ کر اس کا پیروکار بن گیا۔ اس تقویۃ الایمان میں اسماعیل دہلوی نے شیخ نجدی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسلمانوں کو کافر و مشرک ٹھہرایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی شان میں گستاخیاں کیں۔ اسماعیل دہلوی کی تصنیف ''تقویۃ الایمان'' ابن عبدالوہاب نجدی کی اسی کتاب کا چربہ ہے جس کے بارے میں شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے یہ تأثرات بیان فرمائے تھے کہ ''اس کے عقائد صحیح نہیں بلکہ بے ادبی اور بے نصیبی سے بھرے ہوئے ہیں'' لہٰذا تقویۃ الایمان'' بھی بے ادبی اور بے نصیبی سے بھری ہوئی ہے اور یہی کتاب برصغیر میں توہین و تحقیر انبیاء و اولیاء کا سنگ بنیاد ثابت ہوئی۔

تعارف تقویۃ الایمان

قارئین یہاں تقویۃ الایمان کے بارے میں خود اسماعیل دہلوی صاحب کے تأثرات بیان کرنا بھی بے جا نہ ہوگا۔ چنانچہ، اشرفعلی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''(اسماعیل دہلوی نے) فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ اگر میں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد (نام نہاد) عزمِ جہاد ہے اسی لئے میں کام سے معذور ہو گیا اور میں دیکھتا ہوں دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں اس لئے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔'' (ارواح ثلاثہ یعنی حکایات اولیاء ص 65 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

اس عبارت میں تو اسماعیل دہلوی نے بھی صاف اقرار کیا ہے کہ میں نے شرک خفی کو جلی لکھ دیا ہے، قارئین! کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایسا کام کہ جس کے کرنے کی وجہ سے انسان پر شریعت تو اسلام سے خارج اور مشرک ہونے کا حکم نہیں لگاتی مگر دہلوی موصوف کمال ڈھٹائی کے ساتھ ایسے شخص کو بھی خارج عن الاسلام اور مشرک قرار دے رہا ہے اور واضح طور پر اقراری ہے کہ اس

سے شورش ہوگی ،لڑائی جھگڑا، دنگا فساد ہوگا لیکن موصوف کو کچھ پرواہ ہی نہیں ذرا انداز بیان تو دیکھئے کہتے ہیں ''گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ہی ٹھیک ہوجائیں گے''اور الزام علماء اہلسنت پر لگایا جاتا ہے کہ یہ فسادی ہیں دیو بندیوں، وہابیوں کو بُرا کہتے ہیں۔ہم ایسے لوگوں سے کہتے ہیں کہ ذرا اپنے گریبان میں جھانکو اور دیکھو کہ یہ فتنہ برپا کرنے والے کون ہیں خود ہی حقیقت واضح ہوجائے گی۔

اب قارئین کو ہندوستان میں وہابیت کے بانی اسماعیل دہلوی کے عقائد کی چند جھلکیاں دکھاتے ہیں تاکہ قارئین پر واضح ہوسکے کہ یہ وہابیت خارجیت کی جدید شکل ہے۔

شاہ اسماعیل دہلوی نے جہاں بات بات پر شرک وبدعت کے وظیفے پڑھنا شروع کئے وہاں اللہ (عزوجل) اور رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات پر حملے بھی کئے۔اسماعیل دہلوی نے یہ عقیدہ اپنایا کہ اللہ (عزوجل) معاذ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے چنانچہ **رسالہ یکروزی** میں لکھا:''ہم نہیں مانتے کہ خدا کا جھوٹ بولنا محال ہے کیونکہ اس طرح قدرت خداوندی آدمی سے کم ہوجاتی ہے۔''اسی طرح ایک اور نیا عقیدہ ایجاد کیا کہ حضور (علیہ السلام) کی نظیر ممکن ہے یعنی حضور (علیہ السلام) جیسا کوئی اور پیدا ہوسکتا ہے چنانچہ تقویۃ الایمان میں لکھا:''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ جبرائیل اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے برابر پیدا کرڈالے۔''

(تقویۃ الایمان،صفحہ35،مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ،دہلی)

مزید''تقویۃ الایمان''میں حضور (علیہ السلام) کے متعلق لکھا کہ ان کی تعظیم بڑے بھائی جتنی کرو چنانچہ لکھا:''سوفرمایا بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے۔سو اسکی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔''

(تقویۃ الایمان ،صفحہ68،مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ،دہلی)

انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء کرام کی حیثیت رب تعالیٰ کے حضور کیا ہے،اس کے بارے میں لکھا:''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔''(معاذ اللہ)

(کتاب تقویۃ الایمان ،صفحہ16،مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ،دہلی)

صفحہ 63 پر ہے:''سب انبیاء واولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں۔''

(تقویۃ الایمان،صفحہ63،مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ،دہلی)

مولوی اسماعیل دہلوی نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر افتراء باندھا کہ گویا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے

فرمایا میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں چنانچہ لکھا: ''حضور فرماتے ہیں میں بھی تمہاری طرح ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں۔'' (تقویۃالایمان ،صفحہ69،مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ،دہلی)

انبیاء واولیاء کے اختیارات کی نفی کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔''

(تقویۃ الایمان،صفحہ47،مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ،دہلی)

صفحہ 31 پر ہے: ''جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سوان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔'' (تقویۃ الایمان،صفحہ31،مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ،دہلی)

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شہر سے محبت وتعظیم، وہابیوں کے نزدیک شرک ہے چنانچہ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے: ''گردو پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیر، پیغمبر یا بھوت وپری کے مکانوں کے گردو پیش کے جنگل کا ادب کرے تو اس پر شرک ثابت ہے۔''

(تقویۃ الایمان ،مقدمۃ الکتاب ،صفحہ8،مطبع علیمی، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

اسماعیل دہلوی کی کتاب **''تقویۃ الایمان''** اور **''صراطِ مستقیم''** کے فتنے نے مسلمانوں میں تفریق کی ابتدا کردی تھی جگہ جگہ مناظرے شروع ہو چکے تھے۔اسماعیل دہلوی کے نظریات کا ردّ مجاہدِ تحریک آزادی مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شدومد سے لکھا جس کا نام ''تحقیق الفتویٰ'' ہے۔خود اسماعیل دہلوی کے بھتیجے مولانا موسیٰ اور مولانا مخصوص اللہ نے ''تقویۃ الایمان'' کا رد لکھا جس کا نام ''معید الایمان'' ہے۔مفتی فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: مولوی مخصوص اللہ صاحب اور مولوی موسی صاحب ،مولوی رفیع الدین صاحب کے صاحبزادوں نے فتوی اور رسالے انکے رد میں لکھے،نوبت تکفیر تک پہنچائی۔ (سیف الجبار بحوالہ مشعل راہ المعروف برطانوی مظالم کی کہانی،صفحہ212،،فرید بک سٹال ،لاہور)

مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب دیوبندی لکھتے ہیں: ''شاہ عبدالقادر صاحب سے فرمایا: بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا۔مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔یہ حکم تو اس وقت ہے جب سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور ماٰنحن فیہ میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے۔'' (ارواح ثلاثہ یعنی حکایات اولیاء ،صفحہ75)

اسماعیل دہلوی کی اس کتاب ''تقویۃ الایمان'' نے پورے برصغیر میں انتشار پیدا کردیا تھا۔ 1288ھ۔1871ء میں شیخو پورہ ضلع بدایوں میں مسئلہ امکان وامتناع النظیر پر مولانا عبدالقادر بدایونی اور امیر احمد سہسوانی کا مناظرہ ہوا۔خود شاہ اسماعیل دہلوی اوران کے ہم درس مولانا منورالدین (جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے شاگرد تھے) کا''

تقویۃ الایمان'' کے متعلق مناظرہ ہوا چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں: ''مولانا محمد اسماعیل شہید، مولانا منورالدین کے ہم درس تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے ''تقویۃ الایمان'' اور ''جلاء العینین'' لکھیں اور ان کے مسلک کا ملک بھر میں چرچا ہوا تو علماء میں ہلچل پڑ گئی۔ ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منورالدین نے دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں اور 1248ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد (دہلی) کیا۔ تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا۔ پھر حرمین سے فتویٰ منگوایا۔ ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتدا میں مولانا اسماعیل اور ان کے رفیق اور شاہ صاحب کے داماد عبدالحئی کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سے سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث و ردّ میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد کا شہرہ آفاق مناظرہ ترتیب دیا۔ جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحئی تھے اور دوسری طرف مولانا منورالدین اور تمام علمائے دہلی۔'' (آزاد کی کہانی، صفحہ79، چٹان پریس، لاہور)

علامہ عبدالحکیم شاہجہانپوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اسماعیل دہلوی کے رد میں لکھنے والے تقریباً اسّی (80) علماء اور ان کی کتب کی ایک طویل فہرست اپنی کتاب **''مشعل راہ''** المعروف **''برطانوی مظالم کی کہانی''**، صفحہ 265 تا249'' میں پیش کی ہے۔

درحقیقت تقویۃ الایمان انگریزوں کے اشارے پر تفریق بین المسلمین کیلئے منظر عام پر آئی، جولڑ واؤ اور حکومت کرو کے آزمودہ حربے کا شاخسانہ تھی، انگریز کی ایماء پر مسلمانوں کے درمیان ہنگامہ اور فتنہ وفساد پھیلانے والی اِس کتاب کو 1838ء میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ (جس نے اِس سے قبل 1825ء میں اِس کتاب کا انگریزی ترجمہ لندن کے رسالہ جلد 12 میں شائع کیا تھا) نے ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔ آغا شورش کاشمیری اِس تاریخی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انگریز اپنی چال میں کامیاب رہا کہ مسلمانوں کی ملی وحدت پارہ پارہ ہو، اُس کی شکل یہ نکالی کہ بعض نئے فرقوں کو جنم دیا، انہیں پروان چڑھایا، اُن کا ہاتھ بٹایا۔ اِس طرح تقویۃ الایمان کے بطن سے پیدا ہونے والی وہابیت نے برصغیر میں اہلحدیث، نیچریت، چکڑالویت، انکارحدیث اور قادیانیت سمیت اکثر و بیشتر فرقوں کی بنیاد رکھی۔

شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال اِس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے اور دونوں اُس تحریک کی پیداوار ہیں جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔ انگریزوں نے اس کتاب کی خوب تشہیر کی چنانچہ انگریز ہنٹر جس نے برصغیر کی تاریخ پر کتاب بنام Indian Muslims لکھی تھی اس نے

اس کتاب کو خوب عام کیا اور مولانا زید فاروقی صاحب نے لکھا: ''پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے جن کی وفات 1965ء میں ہوئی ہے۔ اپنے ایک خط میں پروفیسر خالد بزمی لاہور کو لکھا ہے اور اس کا اعتراف کیا ہے کہ انگریزوں نے کتاب **تقویۃ الایمان** بغیر قیمت کے تقسیم کی ہے۔''

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان، صفحہ15، ماخوذ از ختم نبوت اور تحذیر الناس، صفحہ34، ادارہ اشاعت العلوم، لاہور)

اسماعیل دہلوی کے خلاف علمائے حرمین کا فتویٰ

جب اسماعیل دہلوی مسلمانوں کو کافر و مشرک ٹھہرا رہا تھا اس وقت مکہ و مدینہ میں ترکوں کی حکومت تھی۔ مکہ مدینہ کے مفتیانِ کرام نے اسماعیل دہلوی کے عقائد کی تردید کی اور اسے دجال کہا اور اس کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کو مردود ٹھہرایا چنانچہ مکہ و مدینہ کے علماء کرام نے لکھا:

"لا شك فى بطلان المنقول من تقوية الايمان بكونه موافقا للنجدية و ماخوذا من كتاب التوحيد لقرن الشيطان۔۔۔و مولف هذا لكتاب دجال كذاب استحق اللعنة من الله تعالىٰ و ملائكته و اولى العلم و سائر العلمين۔الخ" ترجمہ: تقویۃ الایمان میں منقول عقائد بے شک باطل ہیں کیونکہ وہ نجدیوں کے موافق ہیں اور یہ قرن شیطان (مراد ابن عبدالوہاب ہے) کی کتاب التوحید سے لئے گئے ہیں اور اس کتاب کا مصنف (مولوی اسماعیل) دجال اور جھوٹا ہے وہ (اسماعیل) اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اہل علم اور سب جہان والوں کی لعنت کا مستحق ہے۔

دستخط علمائے مکہ معظّمہ

عبدہ شیخ عمر   احمد دحلان مفتی مکہ معظّمہ   عبدہ عبدالرحمٰن   محمد الکبی مفتی مکہ

دستخط علمائے مدینہ طیبہ

السید ابوسعود الحنفی   محمد بالی   سید یوسف العربی   سید ابومحمد طاہر
ابوالسعادات محمد   عبدالقادر وتیاوی   مولوی محمد اشرف   شمس الدین

(دیوبندی مذہب، صفحہ139 بحوالہ بھونچال برلشکر دجال مطبوعہ لاہور، صفحہ68 از انوار آفتاب صداقت، صفحہ534)

آج اسماعیل دہلوی کے پیروکار دیوبندی وہابی عام بھولے بھالے مسلمانوں میں مکہ و مدینہ کے وہابی مولویوں کی تعریفیں کرتے ہیں اور یہ باور کرواتے ہیں کہ وہاں کے مولوی غلط نہیں ہو سکتے تو وہابی اس مسئلہ میں کیا کہیں گے جب مکہ و مدینہ کے ہی مفتیانِ کرام نے اسماعیل دہلوی کو گمراہ کہا ہے؟

اسماعیل دہلوی کے عقائد کی ترویج

اسماعیل دہلوی نے وہابی نجدی خارجی عقائد ابن عبدالوہاب نجدی سے لئے اوراسماعیل دہلوی سے یہ عقائد مختلف فرقوں کی صورت میں رائج ہوئے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ مولوی محمد اسحاق دہلوی جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے اور جانشین تھے لیکن بڑی حد تک صلح کلی اور خاموش طبع عالم تھے۔ یہ اسماعیل دہلوی کے نئے عقائد سے متاثر تھے تو اسماعیل دہلوی کے عقائد پر ہونے والی لعن طعن سے خائف بھی تھے۔اس خوف ورجا کے درمیان میں مولوی اسحاق دہلوی نے صلح کلی کا ثبوت دیتے ہوئے درمیانی راہ نکالی وہ راہ یہ تھی کہ تقویۃ الایمان کتاب کے خیالات سے متاثر ہوکر دونوں فریقوں کو گول مول فتوے دیتے تھے جو باتیں تقویۃ الایمان میں کفر وشرک بتائی گئی ہیں،ان میں سے بعض کو ناجائز،بعض کو مکروہ وغیرہ کہہ دیا کرتے تھے،لیکن ان کی اس دوغلا پالیسی سے کوئی فریق بھی خوش نہ ہوا۔اسماعیل دہلوی گروہ نے اس انداز کو بھی غنیمت سمجھا لیکن اہل سنت عقائد کے حامل حضرات نے ان کی مخالفت کی۔وہ اپنی عزت بچاتے ہوئے مقدس سرزمین حجاز ہجرت کر گئے لیکن جانے سے پہلے اسماعیل دہلوی عقائد کے ٹولے کی قیادت ان کے سپرد تھی۔اسحاق دہلوی بدعتی ٹولہ کا نگران مولوی مملوک علی نانوتوی کو بنا گئے۔مولوی مملوک علی نانوتوی وہابیوں کی نئی جماعت کے سرپرست مقرر ہوئے۔اس کے تلامذہ میں قاسم نانوتوی،رشید احمد گنگوہی،احسن نانوتوی،احمد علی سہارنپوری،فضل الرحمٰن دیوبندی،سمیع اللہ دہلوی مشہور شاگرد ہیں۔

اسحاق دہلوی کی اس صلح کلیت نے ایک طرف اسماعیل دہلوی کے عقائد اور غیر مقلدیت کو پروان چڑھایا تو دوسری طرف حنفی مقلد کا گروہ بن گیا۔نتیجۃً دوگروہ بن گئے ایک غیر مقلد جسے وہابی کہا جاتا ہے اور دوسرا گروہ دیوبندی جو عقائد کے اعتبار سے وہابی ہیں اور تقلید کے اعتبار سے حنفی ہیں۔

اسحاق دہلوی کا شاگرد نذیر حسین دہلوی تھا جو وہابی غیر مقلدوں کا شیخ الکل کہلاتا ہے۔نذیر حسین دہلوی کا شاگرد عبداللہ غزنوی' نذیر حسین کے متعلق لکھتا ہے:''ائمہ اسلام،شیخ الاسلام ابن تیمیہ،امام ابن قیم اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتابوں سے شغف رکھتے تھے اور انہیں سلف صالحین کی کتابوں کی روشنی میں اپنے اولاد احفاد کی تربیت بھی کی۔۔۔آپ کے سارے بیٹے پوتے منہج سلف کے سچے داعی بن کر نکلے اور برصغیر ہندوپاک میں سلفی (یعنی وہابی) دعوت کی خوب خوب اشاعت کی۔''

(امام محمد بن عبد الوہاب کی دعوت اور علمائے اہل حدیث کی مساعی،صفحہ45،دارالکتاب و السنۃ،ریاض)

ادھر مملوک علی نانوتوی کے شاگردوں میں قاسم نانوتوی،رشید احمد گنگوہی تھے جو دیوبندیوں کے امام ہیں۔پھر دیگر بدعتی

گروہ جن میں سر سید احمد خان ہے اس کا سرا بھی اسماعیل دہلوی تک پہنچتا ہے۔ تو ہندوستان میں فرقہ واریت کی ابتداء اسماعیل دہلوی سے ہوئی جو آج تک جاری ہے اور یہ ابن عبدالوہاب نجدی کا وہ عظیم فتنہ جس کی نشاندہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی تھی۔

وہابیت سے اہل حدیث

ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت اسماعیل دہلوی کے عقائد ونظریات اور غیر مقلدوں سے متنفر تھی اس وجہ سے وہ اس گروہ کو ابن عبدالوہاب نجدی کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہابی کہتے تھے۔ وہابیوں کا ایک مولوی محمد حسین بٹالوی غیر مقلدین کا مذہبی ایڈوکیٹ تھا، وہ جہاد کے خلاف رسالہ ''الاقتصاد'' لکھ کر انگریزوں کو مطمئن کر چکا تھا اور پھر اسے سرکارِ انگلشیہ سے ایک وسیع جاگیر بھی ملی تھی۔ محمد حسین صاحب بٹالوی کی کوششوں سے یہ جماعت ''اہلحدیث'' (باصطلاح جدید) کے نام سے موسوم ہوئی، مولانا عبدالمجید صاحب سوہدروی لکھتے ہیں: ''مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ اہلحدیث کی بہت خدمت کی، لفظ وہابی آپ ہی کی کوششوں سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہلحدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔'' (سیرت ثنائی)

سر چارلس ایچی سن صاحب جو اس وقت پنجاب کے لفٹینٹ گورنر تھے اس کے خیر خواہ تھے، اس نے گورنمنٹ ہند کو اس طرف توجہ دلا کر اس درخواست کو منظور کرایا اور پھر مولانا محمد حسین صاحب نے سیکریٹری گورنمنٹ کو جو درخواست دی اس کے آخری الفاظ یہ تھے: ''"استعمال لفظ وہابی کی مخالفت اور اجراء نام اہلحدیث کا حکم پنجاب میں نافذ کیا جائے۔'' (اشاعة السنة)

دیوبندی اور وہابی ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے

دوسری طرف دیوبندی جو خود کو حنفی ظاہر کرتے تھے لیکن عقائد میں وہابی تھے یہی وجہ ہے کہ آج بھی دیوبندی وہابیوں کی طرح اسماعیل دہلوی کو اپنا امام مانتے ہیں۔ مزید مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ اعتراف بھی پڑھ لیں: ''انہوں (مولانا خیرالدین) نے وہابیوں کو دو اصولی قسموں میں بانٹ دیا تھا۔ کہتے تھے کہ دو فرقے ہیں۔ ایک اسماعیلیہ دوسرا اسحاقیہ۔ وہ کہتے تھے کہ جب اسماعیلیہ غیر مقبول ہو گیا تو وہابیت نے اپنی اشاعت کے لئے راہ تقیہ اختیار کی اور حنفیت کی آڑ قائم کر کے اپنے دیگر عقائد کی اشاعت کرنے لگے۔'' (آزاد کی کہانی از عبدالرزاق ملیح آبادی، صفحہ 173)

دیوبندیوں نے حنفی پن کی آڑ میں اپنا مذہب پھیلانا شروع کیا لیکن بدقسمتی سے ان کے چار بڑے مولویوں قاسم

نانوتوی، خلیل انبیٹھوی، رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی کی کفریہ عبارات کے سبب مکہ مدینہ کے چالیس مفتیانِ کرام نے تکفیر کی۔ یہ فتاوٰی آج بھی ''حسام الحرمین'' اور ''تقدیس الوکیل عن اہانۃ الرشید والخلیل'' کے نام سے موجود ہیں۔ مختصراً وہ کفریہ عبارات پیشِ خدمت ہیں جن کے سبب دیوبندیوں مولویوں کی علمائے حرمین شریفین نے تکفیر کی:

گستاخانہ عبارات

دیوبندیوں کے اکابر مولویوں میں سے قاسم نانوتوتی ہے جس نے ایک کتاب ''تحذیر الناس'' لکھی جس میں لکھا: ''اگر بالفرض زمانہ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔'' (تحذیر النّاس ،صفحہ 34،دارالاشاعت ، کراچی)

مطلب یہ کہ قاسم نانوتوی نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خاتم النبین ماننے سے انکار کیا، اسی کو قادیانیوں نے دلیل بنایا اور کہہ دیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد بھی کوئی نبی آسکتا ہے۔

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی (المتوفی 1323ھ۔1905ء) نے اپنے ایک مہر ودستخطی فتویٰ میں اللہ جل شانہ کو کاذب بالفعل ٹھہرادیا (یعنی اس بات کو تسلیم کیا کہ اللہ عزوجل نے جھوٹ بولا ہے۔) اس کا یہ فتویٰ 1308ھ میں میرٹھ سے شائع ہوا۔ ملک کے گوشے گوشے سے اس کا رد ہوتا رہا۔ گنگوہی نے اس فتویٰ کا نہ انکار کیا نہ جواب دیا۔

دیوبندی مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (المتوفی 1345ھ۔1926ء) کی ''براہین قاطعہ'' کتاب 1304ھ۔1887ء میں شائع ہوئی۔ جس کی تصدیق رشید احمد گنگوہی نے کی اور بعض علماء کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب گنگوہی ہی کی ہے۔ اس کتاب میں یہ کفر لکھا کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصّہ ہے؟ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ ،صفحہ 51،مطبوعہ بلال ڈھور)

مطلب یہ کہ سرکار اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علم پاک سے شیطان وملک الموت کے علم کو زیادہ بتایا گیا۔

دیوبندیوں کے مجدد اشرف علی تھانوی (المتوفی 1362ھ۔1943ء) کی کتاب ''حفظ الایمان'' 1319ھ میں منظر عام پر آئی جس میں اشرف علی تھانوی نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علم کو جانوروں کے علم سے تشبیہ یا برابر ٹھہراتے ہوئے

لکھتے ہیں:''پھر یہ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔''

(حفظ الایمان، صفحہ8، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی ،دیوبند)

علمائے حرمین شریفین کی طرف سے جب اکابر دیوبند پر تکفیر کے فتوے لگے تو دیوبندیوں پر قیامت ٹوٹ پڑی ،اپنا مذہب بچانے کے لئے خلیل احمد سہارنپوری نے گھر میں بیٹھ کر ''المہند'' لکھی ۔سوالات میں جن کفریہ عبارتوں کا اصل مسئلہ تھا انہیں ذکر ہی نہیں کیا بلکہ اہل سنت کے عقائد کے متعلق سوالات بنا کر اس کے جوابات دے دیئے جس کا ردصدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''التحقیقات لدفع التلبیسات'' نامی رسالہ میں کیا اور اس کی جعل سازی کا بھانڈا پھوڑا۔

بہرحال غیر مقلد اور دیوبندی اپنے باطل عقائد کے سبب ہمیشہ خوار رہے۔ آج یہ عوام الناس سے اپنے بڑے مولویوں کے عقائد چھپا کر قرآن وحدیث کے نام پر اپنا مذہب پھیلانے کے لیے کوشاں ہیں لیکن پھر بھی امت محمدیہ کی اکثریت ان کے فتنوں سے محفوظ ہے۔

غیر مقلدوں اور دیوبندیوں نے کبھی بھی مسلمانوں کا بھلا نہیں چاہا جب پاکستان بننے جا رہا تھا علمائے اہلسنت اور مسلمان قائداعظم محمد علی جناح صاحب کا ساتھ دے کر الگ وطن پاکستان چاہتے تھے اس وقت بھی دیوبندی وہابی مولوی گاندھی کے ساتھ تھے اور قائداعظم کو کافر اعظم ،سپیرا، درندہ جیسے القاب سے نوازتے تھے ۔مولوی فضل الرحمٰن کے والد مفتی محمود نے پاکستان بننے کے بعد برملا کہا تھا کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں ہیں۔ جب پاکستان بن گیا اور ادھر سعودیہ میں وہابیوں کی حکومت آ گئی تو انہوں نے ہندوستان پاکستان میں موجود وہابیوں کی مالی مدد کر کے وہابیت عام کرنا شروع کر دی۔

دیوبندیت اور دوغلا پالیسی

دیوبندی کیونکہ اسحاق دہلوی صلح کلیت سے نکلے ہیں اس وجہ سے یہ قوم ہمیشہ دوغلی پالیسی اختیار کرتی رہی ہے۔ ان کے بڑے اکابر مولویوں نے صراحۃً ابن عبدالوہاب نجدی کو خارجی اور خونخوار کہا ہے لیکن جب سعودیہ میں وہابی حکومت سے ذاتی مفادات لینے کی باری آئی تو انہوں نے پھر سیاست وتقیہ کرتے ہوئے ابن عبدالوہاب نجدی اور سعودی وہابیوں کی تعریفات کرنا شروع کر دیں۔ اس دوغلا پالیسی کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

کتاب ''المہند'' میں مذکور ہے: سوال: محمد ابن عبدالوہاب نجدی مسلمانوں کے خون اور ان کے مال وآبرو کو حلال سمجھتا تھا۔ اور تمام لوگوں کو شرک کی جانب منسوب کرتا تھا اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو؟ یا کیا مشرب ہے؟ (المہند، صفحہ 18)

وہابی: جواب: ہمارے (یعنی دیوبندیوں کے) نزدیک ان کا وہی حکم ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے یہ خوارج کی ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی اس تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے اس تاویل سے یہ لوگ (وہابی) ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے ہیں اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے۔

ہم ان کی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگر چہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے کہ جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ابن عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے کو حنبلی بتاتے تھے، مگر ان کا عقیدہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بناء پر انہوں نے اہلسنت اور علمائے اہلسنت کا قتل مباح سمجھ رکھا ہے۔ (المہند، صفحہ 18، 19)

دیوبندی جماعت کے چوٹی کے عالم دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس مولوی حسین احمد ٹانڈوی صاحب نے وہابیوں کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح سے کیا ہے: ''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی نجد سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہلسنت والجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا، انکے قتل کرنے کو باعثِ ثواب ورحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے، بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم وباغی، خونخوار، فاسق شخص تھا۔'' (الشہاب الثاقب، ص42)

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تکفیر بازی اور مسلمانوں کے مال وجان کا دشمن ہونے کے بارے میں مزید یوں وضاحت کرتے ہیں: محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانانِ دیار مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا، ان کے اموال کو چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ (الشہاب الثاقب، ص43)

وہابی: الحاصل وہ (ابن عبدالوہاب) ایک ظالم باغی۔ خونخوار۔ فاسق شخص تھا اس وجہ سے خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع (پیروکار) سے دل میں بغض تھا اور ہے اور اس قدر کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ قوم نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔

(الشہاب الثاقب، صفحہ 42)

اہل دیوبند کے مشہور محدث اور دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولوی انور شاہ کشمیری ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں: (ترجمہ): محمد بن عبدلوہاب نجدی جو تھا، وہ تو ایک کوتاہ فہم اور کم علم انسان تھا، اسی لئے کفر کا حکم لگانے میں بڑا چست و چالاک تھا۔ (فیض الباری، جلد1، بحوالہ برطانوی مظالم کی کہانی، صفحہ200)

انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے لکھا: اور رہا محمد بن عبدالوہاب نجدی وہ پلید شخص تھا، کم علم اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔ (فیض الباری، جلد1، صفحہ171)

ابن عبدالوہاب نجدی کے خلاف دیوبندی اس وقت تک تھے جب تک حرمین شریفین پر ترکوں کی حکومت تھی جیسے ہی سعودی حکومت کا آغاز ہوا دیوبندیوں نے پانسہ پلٹا اور ابن عبدالوہاب نجدی کی تعریفات کرنا شروع ہو گئے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ نجدی جب حرمین طیبین پر پہلی بار قابض ہوئے گنگوہی زندہ تھا اور اس نے محمد بن عبدالوہاب پر عقیدت کے پھول برسائے۔ پھر جب وہابی شکست کھا گئے اور حکومت مصر نے وہابیوں پر حرمین طیبین پر پابندی لگادی تو شریف خاندان کے زمانہ میں حسین احمد دیوبندی نے محمد بن عبدالوہاب کو خبیث وغیرہ وغیرہ لکھا۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے دونوں زمانے پائے اسی لئے پہلے اسے اچھا لکھ دیا پھر دوسرے دور میں بُرا کہہ دیا۔ یہ سب ریال کے چکر میں ہوا ہے اور ابھی بھی ہو رہا ہے۔

پھر جب سعودیوں نے اشاعتِ وہابیت کے لئے نوٹوں کے دروازے کھولے تو دیوبندیوں نے ابن الوقتی کی مثال قائم کرتے ہوئے یہ فرمایا: محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں، وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہبِ حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا، بدعت وشرک سے روکتا تھا۔ (فتاوٰی رشیدیہ، حصہ 3، صفحہ79)

الشہاب الثاقب جس میں ابن عبدالوہاب نجدی کو خونخوار، ظالم وفاسق کہا تھا، ریال خوری کے لیے دیوبندیوں نے یہ توجیح کی: ''الشہاب الثاقب کا اندازِ تحریر واقعی غیر محمود اور لائقِ اجتناب ہے بلکہ ہم وہابیوں کے اور بھی بزرگوں سے کہیں کہیں ازراہِ بشریت الفاظ وانداز کی ایسی لغزشیں ہو گئی ہیں۔ انہیں قابلِ اصلاح کہنا چاہئے۔'' (تجلّی دیوبند، 1959، صفحہ84)

سعودی ریال کے چکر میں تھانوی صاحب نے لکھا: ''کہتے ہیں ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ اہل نجد (محمد بن

عبدالوہاب نجدی اوراس کے متبعین) کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا رائے یہ ہے کہ وہ نجدی ہیں، وجدی نہیں، صرف یہی ایک کسر ہے فرمایا کہ ابن سعود اپنی ذات سے بہت غنیمت ہے یہ شکایت کرنے والے کون سے پاک صاف ہیں یہ بھی وہاں جا کر گڑ بڑ کرتے ہیں۔ وہ ان کی حرکات کو تشدد سے روکتے ہیں۔" ملخصاً۔ (ملفوظات حکیم الامت، جلد 1، صفحہ 279)

دیوبندیوں کی دوغلا پالیسی کے سبب ان پر سعودیوں کی طرف سے نوازشات کا سلسلہ 1991 تک چلتا رہا، لیکن جب 1991 میں خلیجی جنگ ہوئی اور سعودیوں نے امریکی فوج کو ان کے تمام تر حرام لوازمات کے ساتھ حجازِ مقدس میں بلایا تو برِ صغیر کے دیوبندیوں نے حمایت نہ کی۔ وہابیہ کی دوسری شاخ غیر مقلدین کو سعودیوں کی ساری خیرات اپنے حصے میں لانے کا اس سے بہتر موقع کیا میسر آنا تھا۔ انہوں نے عربوں کو یہ باور کرایا کہ دیوبندی نمک حلال نہیں کہ اتنی خیرات وصول کرنے کے بعد بھی وقت پر کام نہ آئے۔ پھر دیوبندیہ کے خلاف متعدد کتابیں لکھ کر سعودیہ بھجوائیں گئیں جس میں "القول البليغ في التحذير من جماعة التبليغ" قابلِ ذکر ہے جس میں دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کی خامیوں کو طشت از بام کیا گیا جس کے نتیجے میں سعودیہ عربیہ میں تبلیغی جماعت پر آفیشل پابندی عائد کردی گئی۔ پھر "الديوبندية تعريفها، عقائدها" میں علمائے دیوبند کو مشرک اور بدعتی قرار دے کر خود کو برِ صغیر میں وہابیت کا اکلوتا سپوت ثابت کیا گیا۔

غیر مقلدوں کے سبب دیوبندیوں پر گرنے والی بجلی کے سبب اکابرِ دیوبند نے بھی غیر مقلدین کے خلاف اپنی زبان وقلم کے تیور بدل دیئے اور غیر مقلدیت کو عصرِ حاضر کا سب سے بڑا فتنہ قرار دیدیا گیا۔ کافی عرصہ تک دیوبندی غیر مقلدوں کے خلاف لکھتے رہے لیکن فی زمانہ دیوبندیوں اور غیر مقلدوں میں اب وہ دشمنی نہیں رہی ہے۔ آج دیوبندی فقط ریال خوری کے چکر میں سعودی وہابیوں کو بُرا نہیں کہتے ،یہی وجہ ہے کہ دیوبندیوں کی بہت بڑی تعداد وہابیوں سے پیار کی پینگیں بڑھا رہے اور دیوبندی سے وہابی غیر مقلد ہو رہے ہیں۔ سعودی وہابیوں کے ساتھ اتحاد پر ایک نقصان تو مماتی فرقہ کی صورت میں ہوا کہ دیوبندیوں میں دو فرقے ایک حیاتی فرقہ اور دوسرا مماتی فرقہ ،مماتی فرقہ کے عقائد ونظریات غیر مقلد وہابیوں جیسے ہیں، دوسرا نقصان یہ ہوا کہ دیوبندیوں نے سعودی وہابیوں کی عرصہ دراز سے چاپلوسی کی لیکن سعودی وہابیوں نے اس کے باوجود دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کو گمراہ قرار دے دیا۔

سعودی مفتیوں کا دیوبندی تبلیغی جماعت کے خلاف فتویٰ

سعودیہ کے بڑے بڑے وہابی مولویوں نے تبلیغی جماعت کو گمراہ کہا ہے چنانچہ محمد بن ناصر عرینی نے ایک کتاب

بنام ''تبلیغی جماعت علمائے عرب کی نظر میں''، لکھی جس کی تصدیق میں مکہ، مدینہ کے بڑے بڑے وہابی مولویوں کے نام درج ہیں۔مصنف کتاب کے شروع میں لکھتا ہے: ''ضروری نوٹ: یہ مختصر کتابچہ مؤلف کی فقط اپنی ہی رائے نہیں بلکہ ان کبار علماء کے فتاوٰی جات اور افادات پر مشتمل ہے، جن میں سے کچھ اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر چکے ہیں اور کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بقیدِ حیات ہیں: مثلا

(1) محمد ابراہیم آل شیخ	(اپنے وقت کے مفتی عام)
(2) عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز	(اپنے وقت کے مفتی عام)
(3) محمد بن عثمین	(رکن مجلس کبار علما)
(4) محمد ناصر الدین البانی	(اپنے وقت کے معروف محدث)
(5) عبدالرزاق عفیفی	(رکن مجلس کبار علما)
(6) صالح بن فوزان الفوزان	(رکن مجلس کبار علما)
(7) صالح بن عبداللہ العبود	(وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی، مدینہ منورہ)
(8) حمود بن عبداللہ التویجری	(ریاض کے معروف عالم)
(9) صالح بن سعد السحیمی	(رئیس شعبہ عقیدہ، مدینہ یونیورسٹی)
(10) سعد بن عبدالرحمٰن الحصین	(خصوصی دینی مشیر، اردن)
(11) احمد بن یحیٰی النجمی	(جازان کے معروف عالم)
(12) عبدالقادر الارناؤط	(خادم حدیث شریف، دمشق)

(تبلیغی جماعت علمائے عرب کی نظر میں،صفحہ5،حدیث اکیڈمی ،ڈیرہ غازی خان)

ان تمام مولویوں نے بالاتفاق تبلیغی جماعت کو گمراہ کہا۔سعودی وہابی شیخ الفوزان کہتا ہے: ''ہمارے ملک (سعودیہ) کو الحمدللہ اس بات کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے کہ ہم دوسرے ملکوں سے دین اور منہج درآمد کریں۔اس ملک کے باسیوں پر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقیدہ توحید ورسالت کی جو دولت ان کو نصیب فرمائی ہے اسے مضبوطی سے پکڑ لیں اور جو کچھ باہر سے آرہا ہے اسے چھوڑ دیں۔تبلیغی جماعت کی دعوت کتاب وسنت کی دعوت نہیں ہے۔اس جماعت کے بارے میں بہت کچھ لکھا اور بیان کیا جا چکا ہے کہ ان میں عقیدہ وعمل کی بے شمار بدعتیں اور خرابیاں ہیں۔یہ باتیں اُن لوگوں نے بتائیں ہیں جو ان کے ساتھ

نکلے،طویل عرصہ ان کے ساتھ رہے اوران کی حقیقت کو پہچانا۔انہوں نے واضح کیا کہ ان کا طریقہ اورمنہج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ اورمنہج کے خلاف ہے، یہ گمراہ اور بدعتی صوفیوں کی جماعت ہے،لہٰذاان سے بچنا ضروری ہے،خصوصاسعودی عرب کےعوام کوتوان سے دوررہنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں دعوت سلفیہ(کتاب وسنت)کوزندہ کیا ہے۔''

(تبلیغی جماعت علمائے عرب کی نظر میں،صفحہ52،53،حدیث اکیڈمی ،ڈیرہ غازی خان)

خلاصہ کلام

خارجیوں اورابن عبدالوہاب اوراسماعیل دہلوی کی تاریخ پڑھ کر یہ بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ ابن عبدالوہاب خارجی واقعی اتنا بڑا فتنہ تھا جسے شیطان کا سینگ کہنا بالکل حق ہے۔شیخ نجدی اورآل سعود کی تاریخ اس حدیث کی تائید کرتی ہے جس میں خارجیوں کی نشانی یہ بتائی گئی ہے"یَقْتُلُونَ أَهْلَ الإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الأَوْثَانِ" وہ مسلمانوں کوقتل کریں گےاور بت پرستوں کوچھوڑ دیں گے۔

(صحیح البخاری،کتاب احادیث الانبیاء ،باب قول اللہ عز وجل:وأما عاد فأہلکوا بریح صرصر،جلد4،صفحہ137،دار طوق النجاۃ،مصر)

ابن عبدالوہاب نجدی نے برطانیہ سے دوستی کرکے مسلمانوں کوقتل کیا جس پرتاریخ گواہ ہے۔

ظفرعلی خاں نے لکھا تھا:

ابن سعود کیا ہے فقط اک حرم فروش | برطانیہ کی زلف گرہ گیر کا اسیر
اسلامیوں پراس نے برسوائیں گولیاں | پھر کیوں نہ کشتنی ہو زمیندار کا مدیر

(نگارستان ،صفحہ252)

مسلمانوں میں دو نئے فرقے دیوبندی اوروہابی پیدا ہونے میں ابن عبدالوہاب کا بہت بڑا ہاتھ تھااورابن عبدالوہاب کے پیچھے انگریزوں کی چال تھی جوکافی حدتک کامیاب ہوئی۔ابن عبدالوہاب وہ فتنہ عظیم تھا جس کی نشاندہی حضورعلیہ السلام نے پہلے سے کردی تھی اوراپنی امت کواس کے فتنے سے دوررہنے کافرمادیا تھا۔احمد بن زینی دحلان(المتوفی1304ھ)اپنی کتاب ''خلاصۃ الکلام فی بیان امراءالبلدالحرام''میں لکھتے ہیں"وذکر العلامۃالسید علوی بن احمد بن حسن ابن القطب سیدی عبد اللہ بن علوی الحداد فی کتابہ الذی الفہ فی الرد علی ابن عبد الوھاب المسمی"جلاء الظلام فی الرد علی النجدی الذی اضل العوام" من جملۃ الاحادیث التی ذکرھا فی الکتاب المذکور حدیثا مرویا عن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :سیخرج فی ثانی عشر قرنا فی

وادی بنی حنیفة رجل کهیئة الثور لایزال یلعق براطمه یکثر فی زمانه الهرج والمرج یستحلون اموال المسلمین ویتخذونهابینهم متجرا و یستحلون دماء المسلمین یتخذونها بینهم مفخرا وهی فتنة یعتز فیها الارذلون والسفل تتجاری بینهم الاهواء کما یتجاری الکلب بصاحبه۔ ولهذا الحدیث شواهد تقوی معناه وان لم یعرف من خرجه۔

ثم قال السید المذکور فی الکتاب الذی مر ذکره و اصرح من ذلك ان هذا المغرور محمد عبد الوهاب من تمیم فیحتمل انه من عقب ذی الخویصرة التمیمی الذی جاء فیه حدیث البخاری عن ابی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال : ان من ضئفی هذا او فی عقب هذا قوما یقرئون القرآن لا یجاوز حناجرهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة یقتلون اهل الاسلام ویدعون اهل الاوثان لئن ادرکتهم لاقتلنهم قتل عاد۔فکان هذا الخارجی یقتل اهل الاسلام و یدع اهل الاوثان

ولما قتل الخلیفة علی بن ابی طالب الخوارج قال رجل: الحمد لله الذی ابادهم و اراحنا منهم فقال الخلیفة علی : کلا والذی نفسی بیده ان منهم لمن هو فی اصلاب الرجال لم تحمله النساء ولیکونن اخرهم مع المسیح الدجال۔

وجاء فی حدیث عن ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه ذکر فیه بنی حنیفة قوم مسیلمة الکذاب وقال فیه: ان وادیهم لا یزال وادی فتن الی آخر الدهر، ولا یزال الدین فی بلیة من کذابهم الی یوم القیامة ۔و فی روایة : ویل للیمامة ویل لا فراق له

وفی حدیث ذکره فی مشکوٰة المصابیح : سیکون فی آخر الزمان قوم یحدثونکم بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاهم لا یضلونکم ولایفتنونکم۔

وانزل الله فی بنی تمیم ﴿ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرهم لا یعقلون﴾وانزل الله فیهم ایضا﴿لا ترفعوا اصواتکم فو ق صوت النبی﴾

قال السید علوی الحداد: المذکور آنفا ان الذی ورد فی بنی حنیفة و فی ذم بنی تمیم ووائل شیء کثیر۔ ویکفیك ان اغلب الخوارج و اکثرهم منهم۔وان الطاغیة بن عبدا لوهاب من تمیم وان رئیس الفرقة

الباغية عبد العزيز من وائل وجاء عنه صلى الله عليه وآله وسلم انه قال: كنت فى مبدأ الرسالة اعرض نفسى على القبائل فى كل موسم ولم يجبنى احد جوابا اقبح ولا اخبث من رد بنى حنيفة" ترجمہ: **علامہ سید علوی بن احمد بن حسن بن قطب سیدی عبداللہ بن علوی حداد نے ابن عبدالوہاب کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام** 'جلاء الظلام فى الرد على النجدى الذمى اضل العوام " ہے اس میں انہوں نے جو روایات ذکر کی ہیں ان میں سے ایک حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مروی ہے، انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ بارہویں صدی میں وادی بنی حنیفہ میں ایک شخص کا ظہور ہوگا جس کی ہیت کذائی بیل کی طرح ہوگی اور وہ خشکی کا تمام چارہ کھا جائے گا، اس کے زمانہ میں قتل وخونریزی بہت ہوگی، وہ مسلمانوں کا مال حلال سمجھ کر لوٹ لیں گے اور ان اموال سے تجارت کریں گے اور مسلمانوں کے قتل عام کو حلال سمجھ کر ان کے قتل پر فخر کریں گے۔ یہ ایک ایسا فتنہ ہوگا جس میں ذلیل قسم کے لوگ ابھر کر غالب ہو جائیں گے اور نچلے درجے کے لوگ اس طرح خواہشات کی پیروی کریں گے جیسے کتا اپنے مالک کے پیچھے (دم ہلاتا) پھرتا ہے۔ اس حدیث کے بہت سے شواہد ہیں جو اس کے معنی کو قوی کرتے ہیں۔ اگرچہ اس کا اصل مخرج معلوم نہیں۔

اس کے بعد سید علوی مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں: اور انہوں نے اس سے بھی زیادہ صراحت کی کہ یہ فریب خوردہ قبیلہ بنو تمیم کا محمد بن عبدالوہاب ہے اور اس لحاظ سے بھی یہ ممکن ہے کہ یہ ذوالخویصرہ تمیمی کی صلب سے پیدا ہوا ہے جس کے بارے میں صحیح بخاری میں حدیث ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی زمین سے یا فرمایا اس شخص (ذوالخویصرہ) کی اولاد سے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی کہ وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے نکل جائیں گے، جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کفار سے تعرض نہیں کریں گے۔ اگر اس وقت میں ان کا زمانہ پاتا تو ان کا اس طرح قتل عام کرتا جس طرح قوم عاد کا قتل عام کیا گیا تھا۔

اس طرح یہ خارجی بھی اہل اسلام کو قتل کرتا ہے اور کفار کو چھوڑ دیتا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوارج کو قتل کر دیا تو ایک شخص نے کہا: الحمدللہ جس نے ان کو ہلاک کر دیا اور ہمیں راحت دی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ابھی خوارج میں سے وہ لوگ باقی ہیں جو مردوں کی پشتوں میں ہیں اور عورتوں ہنوز ان سے حاملہ نہیں ہوئیں اور انہی میں سے آخری شخص مسیح الدجال ہوگا۔

ایک حدیث حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس میں انہوں نے مسیلمہ کذاب کی قوم بنوحنیفہ کے بارے میں فرمایا: ان کی وادی سے قیامت تک فتنوں کا ظہور ہوتا رہے گا اور دین اسلام ہمیشہ کذابوں کی وجہ سے فتنوں میں مبتلا رہے گا۔اورایک روایت میں ہے: یمامہ کے لیے ہلاکت ہےاور ہلاکت ان سے الگ نہ ہوگی۔

اس کے بعد علامہ سیدعلوی نے مشکوٰۃ شریف سے ایک حدیث شریف نقل کی کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانہ میں ایک قوم ایسی ظاہر ہوگی جوتم سے ایسی باتیں کرے گی جونہ تم نے سنی ہوں گی، نہ تمہارے باپ دادانے پس تم ان سے ہرگز نہ ملنا کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کریں یا کسی فتنہ میں مبتلا نہ کردیں۔ یہ بنوتمیم ہی تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ جو تمہیں حُجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بےعقل ہیں۔

اور یہ آیت بھی بنوتمیم ہی کے بارے میں نازل ہوئی ﴿لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ﴾ ترجمہ: اپنی آوازیں اونچی نہ کرواس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔

سیدعلوی حدادفرماتے ہیں کہ ابھی ذکر ہوا کہ بنوحنیفہ، بنوتمیم اوروائل کی مذمت میں بہت کچھ وارد ہوا ہے۔اور تجھے یہی کافی ہے کہ خوارج کی غالب اکثریت انہی میں سے ہے۔اور طاغیہ ابن عبدالوہاب بنوتمیم سے تھا، اورفرقہ باغیہ کا رئیس عبد العزیز وائل سے تھااورحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں رسالت کے ابتدائی ایام میں حج کے موسم میں مختلف قبائل پر دین اسلام پیش کرتا تھا۔میرے پیغام کے جواب میں کسی قبیلہ نے اتنا قبیح اورخبیث جواب نہیں دیا تھا جتنا قبیح اورخبیث جواب بنوحنیفہ کےلوگوں نے دیا تھا۔

(خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام من زمن سیدناالنبی الی وقتنا ھذا بالتمام ،صفحہ310--،مطبوعات ارض الحرمین)

۞--- باب دوئم: وھابی عقائد و نظریات ---۞

وہابی تاریخ پڑھ کر آپ جان چکے ہوں گے کہ ان کے نظریات وہی خارجیوں والے ہیں کہ ان کے سوا باقی تمام مسلمان مشرک ہیں اور پوری دنیا میں فقط یہ مٹھی بھر لوگ مسلمان ہیں۔ وہابی عقائد کی تفصیل تو علماء اہل سنت نے اپنی کتب میں کی ہے لیکن مذکورہ باب میں صرف ان عقائد و اعمال کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا تعلق حرمین شریفین کے ساتھ ہے جسے حجاج اور عمرہ کرنے والے کرتے ہیں اور یہ وہابی اسے ناجائز و شرک کہتے ہیں۔

فیوض و برکات سے محروم قوم

عقائد کے حوالے سے وہابیوں کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ جس مسئلہ میں ادب وعقیدت اور برکت کا تعلق ہو وہابیوں کے نزدیک وہ شرک ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہابی اپنے باطل عقائد کی وجہ سے برکت سے محروم ہیں۔ ان وہابیوں سے نہ تو کبھی کرامت ظاہر ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ اولیائے کرام کی کرامت کے منکر ہیں۔ اسی طرح ان کو بزرگان دین سے حقیقی عقیدت نہیں جس کی وجہ سے یہ ان کے فیوضات برکات سے دور ہیں۔ **مجمع الزوائد** کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ: أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ وُلِدَ لَهُ غُلَامٌ، فَذَهَبَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَبْهَتِهِ وَقَالَ هَكَذَا بِإِصْبَعِهِ، فَدَعَا فَخَرَجَتْ شَعْرَةٌ مِنْ جَبْهَتِهِ كَأَنَّهَا هُلْبَةُ فَرَسٍ، قَالَ: فَأَحَبَّ الْخَوَارِجَ، وَلَزِمَهُمْ، فَسَقَطَتِ الشَّعْرَةُ مِنْ جَبْهَتِهِ، فَأَخَذَهُ أَبُوهُ فَقَيَّدَهُ وَحَبَسَهُ، قَالَ: فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ: اتَّقِ اللَّهَ، أَلَيْسَ تَرَى أَنَّ بَرَكَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ وَقَعَتْ مِنْ جَبْهَتِكَ؟ قَالَ: فَمَا زِلْتُ أَعِظُهُ حَتَّى رَجَعَ عَنْ رَأْيِهِ وَأَبْغَضَهُمْ، فَنَبَتَتْ بَعْدُ تِلْكَ الشَّعْرَةُ .رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَالطَّبَرَانِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرَ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، وَقَدْ وُثِّقَ" ترجمہ: ابوطفیل سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صحابی اپنے بیٹے کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ان کو پیشانی سے پکڑا اور راوی (اشارہ کرکے) کہتے ہیں اس طرح انگلی کے ساتھ پھر ان کے لیے دعا کی تو صحابی کے بیٹے کی پیشانی کی اس حصے پر (جہاں آپ علیہ السلام نے ہاتھ پھیرا تھا) ایک بال اگ آیا جیسا کہ گھوڑے کا بال ہوتا ہے۔ صحابی کے اس بیٹے نے خارجیوں کو پسند کیا اور خارجی ہو گئے۔ ان کے خارجی ہوتے ہی وہ بابرکت بال ان کی پیشانی سے ختم ہو گیا۔ ان کے والد (صحابی رسول) نے ان کو قید کر دیا (تاکہ وہ خارجیوں کو چھوڑ کر صحیح عقائد کی طرف لوٹ آئے) راوی کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس آیا اور ان سے کہا: اللہ عزوجل سے ڈر! کیا تو نہیں

دیکھتا کہ (خارجی ہونے کی وجہ سے) وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت تیری پیشانی سے ختم ہوگئی ہے۔ میں ان کو سمجھاتا رہا یہاں تک کہ وہ خارجیوں کے عقائد کو چھوڑ گیا اور خارجیوں سے نفرت کرنے لگا۔ اب دوبارہ وہی بال ان کی پیشانی پر اگ آیا۔ اس حدیث کو احمد، طبرانی نے روایت کیا ہے اور لفظ امام طبرانی کے ہیں۔ اس کے تمام روای صحیح ہیں علی بن زید کے علاوہ لیکن علی بن زید کی بھی توثیق کی گئی ہے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب الزہد، باب فیمن أحب أہل الشر، جلد10، صفحہ487، حدیث17991، دار الفکر، بیروت)

مقدس مقامات اور وہابی نظریات

مقدس مقامات کا شعائر اللہ ہونا

مقدس مقامات شعائر اللہ میں سے ہیں اور شعائر اللہ کی تعظیم کرنے کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو حلال نہ ٹھہرالو اللہ کے نشان۔

(پارہ 6، سورہ مائدہ، آیت2)

شعائر اللہ کا مطلب ہے اللہ عزوجل کی اطاعت اور اس کے دین کی نشانیاں۔ لہٰذا اللہ عزوجل کے انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام، معجزات، کرامات، مقدس مقامات، اللہ عزوجل کے پیاروں کی تعظیم سب شعائر اللہ ہیں۔ قرآن پاک میں ہے ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

(سورۃ البقرۃ، سورۃ2، آیت158)

درمختار میں ہے "الصفا سمی بہ لأنہ جلس علیہ آدم صفوۃ اللہ والمروۃ لأنہ جلس علیہا امرأۃ وھی حواء ولذا أنثت" ترجمہ: صفا اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس پر حضرت آدم صفی اللہ تشریف فرما ہوئے تھے اور مروہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس پر حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف فرما ہوئی تھیں، اس لئے لفظ مروہ مؤنث ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، جلد2، صفحہ468، دار الفکر، بیروت)

دیکھیں جس جگہ اللہ عزوجل کے پیارے بندے بیٹھے، حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوڑیں، ان مقدس مقامات کو اللہ عزوجل نے شعائر اللہ قرار دیا ہے۔

مقدس مقامات کےادب کا ثبوت قرآن پاک سے

قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ مقدس مقامات جن کواللہ تعالی کے کسی نبی یا ولی سے کوئی نسبت ہوان کی تعظیم کرنا اوران کو باعث برکت سمجھنا مسلمانوں کا شعار رہاہے۔دیکھئے سورہ کہف میں اللہ تعالی نے اصحاب کہف کی غار کے پاس اُس وقت کے لوگوں کا مسجد بنانے کا تذکرہ فرمایاہے اور تفاسیر میں موجود ہے کہ انہوں نے برکت حاصل کرنے لیے مسجد بنائی تھی۔تفسیر روح البیان میں ہے" قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلٰى أَمْرِهِمْ من المسلمين وملكهم لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِداً اى لنبنين على باب كهفهم مسجدا يصلى فيه المسلمون ويتبركون بمكانهم" یعنی مسلمانوں میں سے جواپنے معاملے پر غالب آئے انہوں نے اوران کے بادشاہ نے کہا کہ ضرور ہم ان پر مسجد بنائیں گے۔یعنی ہم ضروران کی غار کے دروازے پر مسجد بنائیں گے جس میں مسلمان نماز پڑھیں گے اوران کے مکان سے برکت حاصل کریں گے۔

(تفسیر روح البیان، جلد5صفحہ232، دار الفکر بیروت)

احادیث سے ثبوت

مقدس مقامات کی تعظیم وتکریم اوران سے برکت حاصل کرنے کے حوالے سے اسلام میں بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں یہاں تک کہ صحیح بخاری شریف میں ہے"أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِي، وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي فَإِذَا كَانَتِ الأَمْطَارُ سَالَ الوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ، لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ بِهِمْ، وَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَّكَ تَأْتِينِي فَتُصَلِّيَ فِي بَيْتِي، فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى، قَالَ:فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ قَالَ عِتْبَانُ:فَغَدَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ البَيْتَ، ثُمَّ قَالَ:أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ:فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ البَيْتِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ، فَقُمْنَا فَصَفَّنَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، قَالَ وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهُ" یعنی عتبان بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ جورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان انصار صحابہ میں سے ہیں جو بدر میں شریک ہوئے،آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اورعرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میری بینائی کمزور ہوگئی ہے اوراپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں،جب بارش ہوتی ہے اوروہ وادی جو

میرے اور ان کے درمیان ہے بہنا شروع ہو جاتی ہے تو میرا مسجد آنا ممکن نہیں ہوتا کہ میں ان کو نماز پڑھاؤں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف لائیں میرے گھر میں نماز پڑھ دیں تا کہ میں اس جگہ کو جائے نماز بنا لوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ ان شاء اللہ میں پڑھاؤں گا۔ جب دن بلند ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت چاہی میں نے اجازت دی۔ پس آپ بیٹھے نہیں یہاں تک کہ گھر میں داخل ہو گئے اور فرمایا کونسی جگہ تو چاہتا ہے کہ میں وہاں نماز پڑھوں؟ عتبان فرماتے ہیں میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تکبیر کہی ہم بھی کھڑے ہو گئے، آپ نے ہماری صف بنوائی اور دو رکعتیں پڑھائیں پھر آپ نے سلام پھیر دیا۔ عتبان فرماتے ہیں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکنے گزارش کر کے آپ کی بارگاہ میں خزیرہ (گوشت اور گھاڑے آٹے کا مکس کھانا) پیش کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب المساجد فی البیوت، جلد 1، صفحہ92، حدیث 425، دار طوق النجاۃ، بیروت)

اس حدیث کی شرح میں حضرت ابن بطال فرماتے ہیں" قال المهلب: وفيه التبرك بمصلى الصالحين ومساجد الفاضلين "یعنی مہلب کہتے ہیں کہ اس میں صالحین کی جائے نماز اور فاضل لوگوں کی مسجدوں سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، کتاب الصلوۃ باب المساجدفی البیوت زیرتحت، جلد 2، صفحہ77، حدیث425، مکتبۃ الرشد، الریاض، سعودیہ)

حضرت ابن رجب حنبلی نے فتح الباری میں لکھا ہے"قد ذكر ابن سعد، عن الواقدی، أن بيت عتبان الذی صلى فيه النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يصلى فيه الناس بالمدينة إلى يومه ذاك" یعنی ابن سعد نے واقدی سے ذکر کیا ہے کہ عتبان کا وہ گھر جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی مدینہ میں اس گھر میں لوگ آج تک نماز پڑھتے ہیں۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی، کتاب الصلوۃ باب المساجد جلد3 صفحہ178، مکتبۃ الغرباء الاثریہ، المدینۃ المنورۃ)

حضرت ابن عمر کا منبر شریف پر ہاتھ رکھ کر اپنے چہرے پر پھیرنا

علامہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالی شفاء شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر کا عمل منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے لکھتے ہیں" وروى ابن عمر واضعا يده على مقعد النبى صلى الله عليه وسلم من المنبر ثم وضعها على وجهه. وعن ابن قسيط والعتبى كان أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم إذا خلا المسجد جسوا رمانة المنبر

التی تلی القبر بمیامنھم ثم استقبلوا القبلة یدعون " ترجمہ: مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منبر پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹھنے کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھتے پھر اپنے چہرے پر ہاتھ کو رکھتے۔ ابن قسیط اور عتبی سے مروی ہے کہ صحابہ کرام جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے تو منبر کے اس درمیان والے حصے کو جو قبر انور کی طرف ہے اپنے دائیں ہاتھوں سے مس کرتے اور پھر قبلہ رو ہو کر دعا کرتے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل فی حکم زیارۃ قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،جلد2 ، صفحہ70،عبدالتواب اکیڈمی، ملتان)

صحابہ کرام و بزرگانِ دین کا عمل

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ابو محمد محمود بن احمد بدر الدین العینی (المتوفی 855ھ) فرماتے ہیں "وَأما تَقبِيل الْأَمَاكِن الشَّرِيفَة على قصد التَّبَرُّك،وَكَذَلِكَ تَقبِيل أَيدي الصَّالِحين وأرجلهم فَهُوَ حسن مَحْمُود بِاعْتِبَار الْقَصْد وَالنِّيَّة، وَقد سَأَلَ أَبُو هُرَيْرَة الْحسن، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ، أَن يكْشف لَهُ الْمَكَان الَّذِي قبله، رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم،وَهُوَ سرته، فَقبله تبركا بآثاره وذريته، صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، وَقد كَانَ ثَابت الْبنانِيّ لَا يدع يَد أنس، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ،حَتَّى يقبلهَا، وَيَقُول:يَد مست يَد رَسُول الله، صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، وَقَالَ أَيْضا:وَأَخْبرنِي الْحَافِظ أَبُو سعيد ابْن العلائي قَالَ:رَأَيْت فِي كَلَام أَحْمد بن حَنْبَل فِي جُزْء قديم عَلَيْهِ خطّ ابْن نَاصِر وَغَيره من الْحفاظ، أَن الإِمَام أَحْمد سُئِلَ عَن تَقْبِيل قبر النَّبِي، صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، وتقبيل منبره، فَقَالَ:لَا بَأْس بذلك، قَالَ: فأريناه للشَّيْخ تَقِيّ الدّين بن تَيْمِية فَصَارَ يتعجب من ذَلِك، وَيَقُول:عجبت أَحْمد عِنْدِي جليل يَقُوله؟ هَذَا كَلَامه أَو معنى كَلَامه؟ وَقَالَ:وَأي عجب فِي ذَلِك وَقد روينَا عَن الإِمَام أَحْمد أَنه غسل قَمِيصًا للشَّافِعِيّ وَشرب المَاء الَّذِي غسله بِهِ، وَإِذا كَانَ هَذَا تَعْظِيمه لأهل الْعلم فَكيف بمقادير الصَّحَابَة؟ وَكَيف بآثار الْأَنْبِيَاء، عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام؟"ترجمہ: صالحین کے ہاتھ پاؤں اور مقدس مقامات کو تبرک کی نیت سے چومنا حسن و محمود ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا جسم کا وہ حصہ دکھائیے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوما ہو، وہ ناف کی جگہ تھی تو حضرت ابو ہریرہ نے حضور علیہ السلام کے آثار اور اولاد سے برکت حاصل کرتے ہوئے اس جگہ کو چوما۔ ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ چومے بغیر نہ چھوڑتے تھے اور فرماتے تھے ان ہاتھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو چھوا ہے۔ اور مزید کہتے کہ حافظ ابو سعید ابن علائی نے مجھے خبر دی کہ میں نے امام احمد بن حنبل کے کلام

کو جزءقدیم میں دیکھا جس پر ابن ناصر وغیرہ حفاظ نے لکھا تھا کہ امام احمد بن حنبل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اور منبر مبارک چومنے کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ کہتے ہیں جب ہم نے امام احمد بن حنبل کا یہ کلام ابن تیمیہ (وہابیوں کے امام) کو دکھایا تو وہ اس پر بہت متعجب ہوئے اور کہا احمد بن حنبل جیسے عظیم امام کا ایسا کہنا عجیب ہے۔ یہ ان کا کلام ہے یا کلام کا معنی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اس میں تعجب والی کونسی بات ہے؟ تحقیق ہمیں حضرت امام احمد بن حنبل کے بارے روایت کیا گیا ہے کہ آپ امام شافعی کی قمیض کو دھو کر اس کا پانی پیتے تھے۔ جب وہ اہل علم کی اس طرح تعظیم کرتے تھے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم اور انبیاء علیہم السلام کے آثار کی تعظیم کا کیا عالم ہوگا؟

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحج، باب ماذکر فی الحجر الاسود، جلد9، صفحہ241، دار إحیاء التراث العربی ،بیروت)

مقدس مقامات پر دعائیں مانگنے کا صحابہ کرام وتابعین سے ثبوت

مقدس مقامات پر دعائیں مانگنے کا ثبوت احادیث کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام وتابعین سے بھی مروی ہے۔ جس جگہ حضرت ہابیل کی شہادت ہوئی اس جگہ اور وہاں لگے خون والے مقام پر کھڑے ہو کر دعا مانگنا قرون اولیٰ سے ثابت ہے۔ تاریخ دمشق میں ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر (المتوفی 571ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دمشق میں ایک پہاڑ ہے جسے قاسیون کہا جاتا ہے۔ اس میں حضرت آدم کے بیٹے (قابیل) نے اپنے بھائی (ہابیل) کو قتل کیا تھا۔ اس کے نیچے مغرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جو کوئی اس جگہ پر آ کر غسل کرے، نماز پڑھے اور دعا کرے ”لم یردہ اللہ تعالی خائبا“ ترجمہ: اللہ عزوجل اسے خالی نہیں لوٹائے گا۔

(تاریخ دمشق، باب ذکر فضل المساجد المقصودة بالزیارة کالربوة ومقام إبراہیم وکہف جبریل والمغارة، جلد2، صفحہ 328---، دار الفکر، بیروت)

تاریخ دمشق میں ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر روایت کرتے ہیں ”أخبرنا أبو الفضائل بن محمود أنبأنا علی بن أحمد بن زهیر أنبأنا علی ابن محمد بن شجاع أنبأنا تمام بن محمد الحافظ أنبأنا یعقوب الأذرعی أنبأنا محمد عن هشام بن خالد عن الولید بن مسلم عن سعید عن مکحول عن کعب الأحبار أنه قال إنه موضع الحاجات والمواهب من الله تبارك وتعالی لا یرد سائلا فیه“ ترجمہ: حضرت کعب احبار نے فرمایا: وہ حاجتیں پوری ہونے اور اللہ عزوجل سے نعمتیں ملنے کی جگہ ہے اس جگہ مانگنے والے کو خالی نہیں لوٹایا جاتا۔

(تاریخ دمشق، باب ذکر فضل المساجد المقصودة بالزیارة کالربوة ومقام إبراہیم وکہف جبریل والمغارة، جلد2، صفحہ 330، دار الفکر، بیروت)

تاریخ دمشق میں ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر (المتوفی 571ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعب احبار نے فرمایا: اس پہاڑ پر حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے بھائی کا قتل کیا"هذا أثر دمه جعله الله عز وجل آية للعالمين" یہ اس کے خون کا نشان ہے جسے اللہ عزوجل نے عالمین کے لئے نشانی بنایا ہے۔ حضرت مکحول نے فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اس خون لگے ہوئے مقام پر آئے"يسأل الله تبارك وتعالى أن يسقينا فسقانا" رب تعالیٰ سے بارش کی دعا کی تو رب تعالیٰ نے بارش برسادی۔

(تاريخ دمشق،باب ذكر فضل المساجد المقصودة بالزيارة كالربوة ومقام إبراهيم وكهف جبريل والمغارة،جلد 2،صفحه 331،332، دار الفكر،بيروت)

تاریخ دمشق میں ہے کہ احمد بن کثیر نے فرمایا کہ میں نے اس پہاڑ پر آکر حضرت ہابیل کے خون والے مقام پر کھڑے ہوکر حج، جہاد، بیت المقدس کی زیارت اور وہاں نماز پڑھنے کی دعا کی۔ اللہ عزوجل نے میری دعا قبول فرمائی۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق اور حضرت ہابیل کو خواب میں دیکھا تو عرض کی میں آپ کو اللہ واحد صمد کا اور آپ کو حضرت آدم کا واسطہ دیتا ہوں کیا یہ آپ کا خون ہے۔ حضرت ہابیل نے جواب دیا اللہ عزوجل واحد وصمد کی قسم" دمي جعله الله تعالى آية للناس وإني دعوت الله عز وجل فقلت اللهم رب أبي آدم وأمي حواء وهذا النبي المصطفى الأمي اجعل دمي مستغاثا لكل نبي وصديق ومن دعا فيه فتجيبه وسألك فتعطيه فاستجاب الله تبارك وتعالى دعائي" ترجمہ: یہ میرا خون ہے اللہ عزوجل نے لوگوں کے لئے اسے نشانی بنادیا۔ میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی کہ اے میرے والد آدم، میری والدہ حوا اور اس نبی مصطفیٰ امی کے رب میرے اس خون کو ہر نبی اور صدیق کے لئے فریادرس بنادے اور جو اس جگہ دعا کرے تو اس کی دعا قبول کر اور جو مانگے اسے عطا کر۔ تو اللہ عزوجل نے میرے دعا قبول فرمائی۔

(تاريخ دمشق،باب ذكر فضل المساجد المقصودة بالزيارة كالربوة ومقام إبراهيم وكهف جبريل والمغارة،جلد2،صفحه 334، دار الفكر،بيروت)

ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ خون کا مقام جبل قاسیون میں مبارک مقام ہے۔ حضرت یحیٰ بن زکریا اور ان کی والدہ اس مقام پر چالیس سال رہے اور حضرت عیسیٰ اور ان کے حواریوں نے اس مقام پر نماز پڑھی"فمن أتى ذلك الموضع فلا يقصر عن الصلاة والدعاء فيه فإنه موضع الحوائج" ترجمہ: جو اس مقام پر آئے تو وہ یہاں نماز اور دعا سے کوتاہی نہ کرے کہ یہ جگہ حاجتیں پوری کرنے والی ہے۔

(تاريخ دمشق،باب ذكر فضل المساجد المقصودة بالزيارة كالربوة ومقام إبراهيم وكهف جبريل والمغارة،جلد2،صفحه 336، دار

الفکر،بیروت)

مذکورہ دلائل سے واضح ہوا کہ مقدس مقامات کی حفاظت اور وہاں جانا ،ان مقامات کی تعظیم کرنا شرع نے پسند فرمایا ہے۔اس کے برعکس وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ سب غیر مشروع افعال ہیں ،ان مقامات کی تعظیم حرام اور شرک کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہابیوں نے حجاز پر قبضہ کر کے کثیر مقدس مقامات کو شہید کردیا اور جن مقامات کو شہید نہ کرسکے جیسے غارِ حرا، جبل ثور وغیرہ تو ان جگہوں کے قریب لکھ کر لگا دیا کہ ان مقامات کی زیارت شرعا کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہے۔

مقدس مقامات کوشہید کرنے پر وہابیوں کی دلیل اوراس کا جواب

وہابی اپنے اس نظریہ پر وہ روایت پیش کرتے ہیں جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درخت کو کٹوا دیا تھا جس درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی۔اس روایت کو دلیل بنا کر وہابی کہتے ہیں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تاریخی درخت کو ختم کردیا حالانکہ اس کے نیچے حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے مابین بیعت ہوئی تھی اور لوگ اس درخت کی زیارت کرنے کو آتے تھے تو دیگر مقامات کو بھی ختم کرنا جائز ہے۔

وہابیوں کا بیعت رضوان والے درخت کو دلیل بنا کر مقدس مقامات کو ختم کرنا درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درخت کو اس وجہ سے نہ کاٹا تھا کہ لوگ اس درخت کی زیارت کو آتے ہیں بلکہ اس وجہ سے کاٹا تھا کہ وہ درخت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر مشتبہ ہوگیا تھا اس اشتباہ کی وجہ سے بعض صحابہ کسی اور درخت کو درختِ بیعت سمجھ کر اس کے پاس از روئے تبرک نماز پڑھنے لگے جب یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو آپ نے اس درخت کو کٹوادیا جسے بعض صحابہ نے درختِ بیعت گمان کیا تھا۔اس معاملے میں تسلی وتشفی کے لئے صاحب روح المعانی کی عبارت نقل کی جاتی ہے ملاحظہ کریں"قال فی انسان العیون صارت تلك الشجرة التی وقعت عندها البیعة یقال لها شجرة الرضوان وبلغ عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی زمان خلافته ان ناسا یصلون عندها فتوعدهم وامر بها فقطعت خوف ظهور البدعة انتهی وروی الامام النسفی رحمه الله فی التیسیر انها عمیت علیهم من قابل فلم یدروا این ذهبت یقول الفقیر یمكن التوفیق بین الروایتین بانهم لما عمیت علیهم ذهبوا یصلون تحت شجرة علی ظن انها هی شجرة البیعة فامر عمر رضی الله عنه بقطعها وفی كشف النور لابن النابلسی اما قول بعض المغرورین باننا نخاف علی العوام إذا اعتقدوا ولیا من الأولیاء وعظموا قبره ولتمسوا البركة والمعونة منه ان یدركهم اعتقاد أن

الأولياء تؤثر في الوجود مع الله فيكفرون ويشركون بالله تعالى فننهاهم عن ذلك ونهدم قبور الأولياء ونرفع البنايات الموضوعة عليها ونزيل الستور عنها ونجعل الاهانة للاولياء ظاهرا حتى تعلم العوام الجاهلون ان هؤلاء الأولياء لو كانوا مؤثرين في الوجود مع الله تعالى لدفعوا عن أنفسهم هذه الاهانة التي نفعلها معهم فاعلم ان هذا الصنيع كفر صراح مأخوذ من قول فرعون على ما حكاه الله تعالى لنا في كتابه القديم وقال فرعون ذروني اقتل موسى وليدع ربه اني أخاف ان يبدل دينكم او ان يظهر في الأرض الفساد وكيف يجوز هذا الصنيع من أجل الأمر الموهوم وهو خوف الضلال على العامة" ترجمہ: انسان العیون میں فرمایا کہ وہ درخت جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنے زمانہ خلافت میں خبر پہنچی کہ لوگ شجرۃ الرضوان کے پاس نماز پڑھتے ہیں، آپ نے انہیں تنبیہ کی اور بدعت کے ظہور کے خوف کی وجہ سے آپ کے حکم سے وہ درخت کاٹ دیا گیا (لیکن) امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسیر میں روایت کیا کہ اگلے سال وہ درخت گم ہو گیا اور وہ نہ جان سکے کہ وہ کہاں گیا۔ امام نسفی فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں موافقت کی صورت یہ ہے کہ جب وہ اصلی درخت ناپید ہو گیا تو لوگ اس گمان سے اور درخت کے نیچے نماز پڑھنے لگے کہ یہی درختِ بیعت ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا (یعنی جس کو لوگوں نے غلط طور پر درختِ بیعت گمان کیا تھا نہ کہ اصلی درخت کو)۔ ابن نابلسی کی کشف النور میں ہے کہ بعض مغروروں کا یہ کہہ دینا کہ ہمیں خوف ہے کہ عام لوگ کسی ولی کے معتقد ہو جائیں اور اس کی قبر کی تعظیم کریں اور اس سے برکت و مدد طلب کریں تو وہ اس اعتقاد میں گرفتار ہو جائیں گے کہ اولیاء وجود میں اللہ تعالی کے ساتھ مؤثر ہیں (یعنی کسی چیز کے پیدا کرنے میں اللہ کے ساتھ شریک ہیں) تو وہ کافر و مشرک ہو جائیں گے ہم ان کو اس سے منع کرتے ہیں اور اولیاء کی قبریں ڈھاتے ہیں اور جو عمارتیں ان پر بنائی گئی ہیں ان کو دور کرتے ہیں اور ان سے چادریں ہٹاتے ہیں اور اولیاء کی ظاہری اہانت کرتے ہیں تا کہ جاہل عوام جان لیں کہ اگر یہ اولیاء، اللہ کے ساتھ ظاہر وجود میں مؤثر ہوتے تو اپنی ذات سے اس اہانت کو دور کر دیتے جو ہم ان کے ساتھ کرتے ہیں۔ تو جاننا چاہیے کہ یہ فعل (یعنی اس مقصد سے قبریں ڈھانا اور ان کی اہانت کرنا) کفر خالص ہے جو فرعون کے اس مقولے سے ماخوذ ہے جس کو اللہ تعالی نے اپنی کتاب مبین میں نقل فرمایا: ''فرعون نے کہا مجھے چھوڑو کہ موسی کو قتل کر ڈالوں اور انہیں چاہیے کہ وہ اپنے رب کو پکاریں میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دیں یا زمین میں فساد ظاہر کریں'' اور یہ فعل یعنی قبریں ڈھانا ایک امر موہوم یعنی عوام کی گمراہی کے خوف سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ، پ26، سورۃ الفتح زیر آیت18،ج9،ص34،مطبوعہ دار الفکر ،بیروت)

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نومسلم لوگ اس درخت کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں۔علامہ خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں"وھذا یدل علی جوازالتبرك بالانبیاء والصالحین وآثارھم ومایتعلق بھم مالم یؤد الی فتنة اوفساد عقیدة و علی ھذا یحمل ماروی عن ابن عمر رضی اللّٰہتعالٰی عنه من انه قطع الشجرة التی واقعت تحتھا البیعة لئلا یفتتن بھا الناس لقرب عھدھم بالجاھلیة فلامنافاة بینھما ولاعبرة بمن انکر مثله من جھلة عصر نا" یعنی یہ واقعہ اس بات پر دال ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صلحاء اوران کے آثاراورمتعلقات سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے جبکہ فتنہ یاعقیدے کے فساد کا احتمال نہ ہو،اسی معنی پرمحمول ہے جو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے بیعت رضوان والے درخت کو کاٹ دیا تاکہ نومسلم لوگ اس درخت کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں تو تبرک کے جواز اور درخت کٹوانے میں منافات نہیں ہے اور ہمارے زمانے کے جاہلوں کا جو ایسے امور کا انکار کرتے ہیں کوئی اعتبار نہیں۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء فصل ومن اعظامه واکباره صلی الله تعالٰی علیه وسلم ،ج3، ص 438دارالفکر بیروت)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیعت رضوان والے درخت کو دلیل بنا کر مقدس مقامات سے تبرک حاصل کرنے کو روکنے اوران کو مسمار کرنے کی جسارت آج سے نہیں بلکہ امام خفاجی کے دور سے ہی خارجی عقائد جیسے لوگوں کی یہ ناپاک روش چلتی آرہی ہے،اسی لئے آپ ایسے لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے ان کو جاہل فرمارہے ہیں لہٰذا آج ہم بھی ایسے جاہلوں کو خبردار کرنا چاہتے ہیں جو اسی بیعت رضوان والے درخت کو مقدس مقامات کی بے حرمتی کے لئے اپنی سب سے بھاری دلیل جانتے ہیں۔

مزید یہ کہ اس درخت کو کٹوانے والی روایت میں ایک راوی عبدالوہاب بن عطاء ضعیف ہے جس کے بارے میں محدثین نے کافی کلام کیا ہے جس کی وجہ سے اس کو دلیل بنانا درست نہیں۔طبقات کبریٰ میں ہے"أخبرنا عبد الوھاب بن عطاء أخبرنا عبد الله بن عون عن نافع قال:کان الناس یأتون الشجرة التی یقال لھا شجرة الرضوان فیصلون عندھا . قال:فبلغ ذلك عمر بن الخطاب فأوعدھم فیھا وأمر بھا فقطعت "یعنی امام محمد بن سعد فرماتے ہیں: ہم کو عبد الوہاب بن عطاء نے خبر دی،انہوں نے کہا: ہم کو عبداللہ بن عوف نے نافع سے روایت کی: لوگ اس درخت کے پاس جاتے تھے جس کو شجرۃ الرضوان کہا جاتا ہے اور وہاں نماز پڑھتے تھے،حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے لوگوں کو سزا کی دھمکی دی اور اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا پھر اس درخت کو کاٹ دیا گیا۔

(الطبقات الکبری ،باب غزوة رسول الله صلی الله علیه وسلم الحدیبیةج2ص76 دار الکتب العلمیه بیروت)

اب ابن سعد کی اس سند میں ان کے شیخ عبدالوھاب بن عطاء کے بارے میں محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیں،تہذیب

الکمال میں حافظ ابوالحجاج یوسف مزی لکھتے ہیں''وقال أبو بكر المروذي:قلت لأبي عبد الله:عبد الوهاب ثقة؟ قال: تدري ما تقول، إنما الثقة يحيى القطان .وقال زكريا بن يحيى :صدوق ليس بالقوى عندهم وقال البخاري: ليس بالقوى عندهم وقال النسائي:ليس بالقوى .قال عبد الرحمن بن أبي حاتم :سألت أبي عنه؟ فقال:يكتب حديثه محله الصدق وليس عندهم بقوى الحديث " یعنی ابوبکر مروذی نے کہا، میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا، کیا عبدالوھاب ثقہ ہے؟ انہوں نے کہاتم جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ بے شک ثقہ صرف یحیی قطان ہے۔زکریا بن یحیی نے کہا بہت سچا ہے لیکن محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے، امام بخاری نے کہا: وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔امام نسائی نے بھی کہا کہ وہ قوی نہیں۔عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے کہا میں نے اپنے والد سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس کی حدیث لکھی جائے وہ سچا ہے اور خود محدثین کے نزدیک حدیث میں قوی نہیں۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ،بیان عبدالوھاب بن عطاء،ج18ص508مؤسسة الرسالة بیروت)

لہٰذا جس راوی کے بارے میں محدثین کی اتنی جرح موجود ہو اس کی روایت کو دلیل بنا کر مقدس مقامات کو مسمار کرنا کیونکر جائز ہوگا؟

وہابی اپنے باطل نظریے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور روایت دلیل بناتے ہیں کہ انہوں نے مقدس مقامات پر نماز پڑھنے سے منع کیا۔علمائے کرام نے اس کا جواب یوں دیا کہ یہ سدِ ذرائع کے طور پر تھا کہ کہیں لوگ مقدس مقامات پر نماز پڑھنے کو واجب نہ ٹھہرا لیں چنانچہ شرح صحیح البخاری لابن بطال میں ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک (المتوفی 449ھ)،عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ابو محمد محمود بن احمد بن موسی الحنفی بدرالدین العینی (المتوفی 855ھ) اور التوضیح لشرح الجامع الصحیح میں ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری (المتوفی 804ھ) لکھتے ہیں''وقد جاء عن والده أعني:عمر بن الخطاب خلاف فعل ابنه عبد الله، فروى شعبة، عن سليمان التيمي، عن المعرور بن سويد قال:كان عمر بن الخطاب في سفر فصلى الغداة، ثم أتى على مكان فجعل الناس يأتونه ويقولون صلى فيه النبي صلى الله عليه وسلم فقال عمر:إنما هلك أهل الكتاب أنهم اتبعوا اثار أنبيائهم فاتخذوها كنائس وبيعا، فمن عرضت له الصلاة فليصل وإلا فليمض .وإنما خشي عمر أن يلتزم الناس الصلاة في تلك المواضع حتى يشكل ذلك على من يأتي بعدهم ويرى ذلك واجبا" ترجمہ: حضرت ابن عمر کے فعل کی بہ نسبت ان کے والد حضرت عمر فاروق سے ان کے برخلاف مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق نے ایک مرتبہ سفر میں صبح کی نماز پڑھی

پھر ایک مقام پر آئے تو لوگ اس مقام پر آتے تھے اور کہتے تھے کہ اس جگہ حضور علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے۔حضرت عمر فاروق نے فرمایا: اہل کتاب اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کی اتباع کرتے تھے اور ان کی جگہوں کو کنیسہ (عیسائیوں کی عبادت گاہ) اور بیع (یہودیوں کی عبادت گاہ) بنا لیتے تھے، تو جس کو اس جگہ نماز پڑھنے کی حاجت ہو تو وہ نماز پڑھے ورنہ (یہاں سے) چلے۔حضرت عمر فاروق کو خوف ہوا کہ کہیں لوگ اس جگہ نماز کا التزام نہ کرنا شروع ہو جائیں حتی کہ بعد میں آنے والوں پر یہ مشکل ہو جائے اور وہ اس کو واجب سمجھ لیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح،باب المساجد التی علی طرق المدینة،جلد6،صفحہ24،دار النوادر، دمشق)

شہید کیے گئے مقامات کی فہرست

وہابیوں نے ایک ضعیف دلیل کو دلیل بنا کر جو مقدس مقامات کو شہید کیا اس کی ایک لمبی فہرست ہے، کچھ کی تفصیل ذیل میں موجود ہے:

☆ امام علی کا وہ گھر جس میں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ولادت ہوئی۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر جہاں قرآن کی کچھ پہلی آیات کا نزول ہوا۔

☆ مکّہ سے ہجرت کے بعد مدینہ میں جس گھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام کیا۔

☆ دارالارقم نامی وہ پہلی درسگاہ جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم دی وہ ختم ہو چکا ہے۔

☆ مدینہ میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا گھر

☆ احد پہاڑ میں گلی کے اندر آپ کے سر مبارک کا نشان تھا وہ سیمنٹ سے بھر دیا گیا۔

☆ کہا جاتا ہے کہ احد پہاڑ میں آپ تشریف لے گئے وہاں پیٹھ مبارک کا نشان ہے وہاں گرینڈر سے نشان ختم کر دیا گیا ہے، خوشبو ابھی بھی باقی ہے۔

☆ غزوہ تبوک سے واپسی پر آپ نے پتھر سے چشمہ جاری کیا جسکا پانی بہت تھا صحابہ نے خود پیا اور جانوروں کے لیے جمع کیا۔ یہ دونوں چشمے وادی بیداء سے اندر کی طرف تھے جو بند کر دیئے گئے ہیں۔

☆ بئر غرس: یہ شارع معمر بن حوشب منطقہ قباء کی قربا میں ہے۔آپ نے اس سے غسل فرمایا ہے۔بئر غرس باغ

سلمان فارسی سے پہلے ہے یہ بھی بیابان ویران پڑا ہے۔

☆بیئر سُقیا تھا جس کا پانی آپ کے لئے لایا جاتا۔بئر سقیا ریلوے اسٹیشن کے پاس عمبر یہ کے مقام پر تھا۔

☆بئر عِہن: اس میں آپ نے لعاب دہن ڈالا تھا وہ بھی ختم ہے۔قباء کی پچھلی سائیڈ پر ہے۔طریق سعد بن خیثمہ پر اور وہیں دوسرا کنواں غُحَسین بھی تھا۔

☆بئر اریس جس کا ذکر احادیث میں ہے،جس میں آپ علیہ السلام کی انگوٹھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گری تھی وہ ختم کر کے وہاں فوارہ بنا دیا گیا ہے۔

☆باغ سلمان فارسی ختم کر دیا گیا ہے،ان میں دو درخت باقی تھے جو حضور علیہ السلام کے ہاتھوں لگے تھے۔وہ 1975 میں ختم کر دیئے گئے۔عاشقانِ رسول کافی عرصہ پہلے دوریاں کی ایک کھجور لیتے تھے جب یہ بہت مہنگی محسوس ہوتی تھی۔ان درختوں کو کاٹ کر آگ لگا دی گئی،جب آگ لگی تو شہر میں کئی جگہوں پر آگ لگ گئی۔اس کے پیچھے ایک کنواں تھا جہاں یعفور دراز گوش گرا تھا،یہ کنواں بھی ختم ہے۔

☆اسی سلمان فارسی کے باغ کے قریب زین العابدین کا گھر تھا یہ گھر بھی شہید کر دیا گیا ہے۔

☆مسجد نبوی کی توسیع میں ایک کنواں حضرت ابوطلحہ کا تھا جہاں سے آپ پانی نوش فرماتے تھے وہ ختم کر دیا گیا۔یہ کنواں 21 نمبر گیٹ کے داخل ہوتے ہوئے الٹے ہاتھ تھا۔بئر حاء اس کا نام تھا۔

☆بنونجار والی پہاڑی آج بھی موجود ہے جہاں ترکیوں نے عمارت تعمیر کی تھی،یہ پٹرول پمپ کے پیچھے محطۃ الکردی میں ہے۔اس پہاڑی پر کھڑے ہوکر حضو علیہ السلام کے مدینہ تشریف لانے کا انتظار کیا گیا اور بچیوں نے طلع البدر علینا کا کلام پڑھا تھا۔یہ ویران پڑی ہوئی ہے۔

☆وادی رانون: یہ مسجد قبا کے سامنے ہے۔یہاں مدینہ میں سب سے پہلے جمعہ پڑھا گیا جیسا کہ الروض الأ نف فی شرح السیر ۃ النبویۃ لابن ہشام میں ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد السہیلی (المتوفی 581ھ) اور السیر ۃ النبویۃ میں ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی (المتوفی 774ھ) اور دیگر علمائے اسلاف نے صراحت کی ہے۔وادی رانون بطحان کا حصہ ہے جیسا کہ خلاصۃ الوفابأ خبار دار المصطفی میں علی بن عبداللہ بن أحمد الحسنی السمہودی (المتوفی 911ھ) نے فرمایا ہے۔اور بطحان وادی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کے حوضوں میں سے ایک حوض کہا ہے چنانچہ فیض القدیر شرح الجامع

الصغیر میں زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف المناوی القاہری (المتوفی 1031ھ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کرتے ہیں "بُطْحَانُ عَلٰی بِرْکَۃٍ مِنْ بُرَکِ الجَنَّۃِ" ترجمہ: بطحان جنت کے حوضوں میں سے ایک حوض ہے۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، حرف الباء الموحدۃ، جلد3، صفحہ202، حدیث5138، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

یہ وادی آج بیابان پڑی ہوئی ہے، جس کو آباد کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی جارہی۔

☆ باغ خاک شفا: یہاں مٹی کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں، ایک وقت یہاں گندا پانی بھی چھوڑا گیا ہے۔اس جگہ کی مٹی کو صحابہ کرام نے بطور شفاء لیا تھا۔(پتہ: عوالی، طریقِ قربان)

☆ قبیلہ بنوظفر: ایک جگہ عوالی مدینہ میں ہے کہا جاتا ہے کہ یہاں آپ علیہ السلام تشریف لے گئے اور کسی صحابی نے اولاد نہ ہونے کی عرض کی تو آپ نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے دعا کی تو اسے اولاد مل گئی۔اہل عرب کا معمول تھا کہ جس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی وہ اسی پتھر پر کھڑے ہو کر دعا مانگتا تھا۔اس پتھر پر آپ کے قدم مبارک کے نشانات بھی تھے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تاریخ مدینہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔اس پتھر کو شہید کر دیا گیا ہے۔

مقدس اور تاریخی مقامات کو تو شہید کر دیا لیکن اسلام دشمنوں کے آثار کو باقی رکھا ہے جیسے:

☆ یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کا قلعہ ابھی بھی محفوظ ہے۔کنواں بھی قائم ہے۔قباء کی طرف آئے تو اس پر آثار قدیمہ کا بورڈ بھی لگا ہے۔

☆ یہودیوں کے قبیلے بنونضیر کے بھی آثار و مکانات قائم ہیں۔قباء کی طرف ہیں۔

☆ دارالندوہ جہاں کفار سازشیں کرتے تھے یہ جگہ مسجد اجابہ کے قریب ہے۔یہ جگہ آج بھی محل کی صورت میں موجود ہے۔

مزاراتِ صالحین اور وہابی ردِّ عمل

جب مقدس مقامات کا ذکر ہو تو انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور دیگر بزرگانِ دین کے مزارات سرفہرست ہوتے ہیں کہ ان کی قبور رحمت و برکات کا منبہ و مرکز ہوتی ہیں۔ صالحین کے مزارات پوری دنیا میں موجود ہیں اور مسلمان ان ہستیوں سے اظہارِ محبت اور ان کے وسیلے سے رب تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنے کے لئے ان کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں۔

مکہ و مدینہ جو اسلام کے قلعے ہیں ان میں سینکڑوں مزارات مع گنبد بنے ہوئے تھے اور لوگ مکہ و مدینہ میں جب جاتے تھے تو ان مزارات پر بڑی عقیدت سے حاضری دیتے تھے۔ وہابی چونکہ مزارات کے دشمن ہیں اس لئے انہوں نے حجاز پر قبضہ کر کے نہ صرف ان مزارات کو شہید کیا بلکہ صحابہ کرام اور تابعین کی قبور کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

جنت البقیع میں موجود صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مزارات کو شہید کیا

وہابیوں نے جنت البقیع کو دو مرتبہ مسمار کیا ہے۔ پہلی مرتبہ آلِ سعود نے 1220 ہجری میں طاغوتی طاقتوں کی مدد سے مکہ و مدینہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کیا اور ان مقدس شہروں میں خون کی ندیاں بہائیں اور فوراً بعد جنت البقیع کے مقدس قبرستان اور وہاں موجود روضوں اور مزاروں کو تباہ کر کے کھنڈرات اور مٹی و پتھروں کے ڈھیروں میں تبدیل کر دیا۔

لیکن اس کے بعد عثمانی حکومت نے آلِ سعود پر ایک لشکر جرار سے حملہ کر کے ان سے مکہ و مدینہ کے علاقے واپس لے لیے اور پھر دوبارہ سے مسلمانوں کے عطیات کے ذریعے ان مساجد اور مزارات کو احسن طریقے سے تعمیر کیا۔ پھر دوبارہ سے تعمیر ہونے والے یہ روضے، مساجد اور مقدس مقامات وہابیوں کے دوسری مرتبہ ان علاقوں پر قابض ہونے تک باقی رہے۔ دوسری مرتبہ 1344 ہجری میں مدینہ منورہ پر حملہ کیا اور وہاں قبضہ کرنے کے بعد اپنے درباری ملاؤں کے فتوی کو بہانہ بنا کر صحابہ کرام، معزز تابعین اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبروں کی اہانت اور بے ادبی کی اور 8 شوال 1344 ہجری کو اہل بیت رسول، صحابہ، تابعین اور بزرگ مسلمان ہستیوں کی قبروں کو مسمار کر کے پورے جنت البقیع کو چٹیل میدان میں تبدیل کر دیا۔

جنت البقیع میں کثیر صحابہ کرام و اولیائے کرام کے مزارات تھے جو کئی سالوں سے آباد تھے، عام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے محدثین اور علما و اسلاف بھی ان مزارات پر حاضری دیتے تھے جن کو وہابی بھی مانتے ہیں۔ پہلے آپ کو وہابی حکومت سے قبل جنت البقیع کی تصاویر دکھاتے ہیں تا کہ آپ کو پتہ چل جائے کہ جنت البقیع میں کتنے زیادہ مزارات تھے اور وہ لوگ جو سعودیہ جا کر واپس آ کر مزاروں کو غلط کہنا شروع ہو جاتے ہیں اور دلیل میں کہتے ہیں سعودیہ میں تو کوئی مزار نہیں، ان ناسمجھ

جنت البقیع میں موجود صحابہ وتابعین کے مزارات کی فہرست

آئیں دیکھیں کہ یہاں کون کون سی عظیم ہستیاں آرام فرمارہی ہیں:

☆حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر ایک خوبصورت گنبد تھا اور کثیر تعداد ان کے مزار پر حاضری دیتی تھی ان کے مزار کی تصویر آج بھی نیٹ پر موجود ہے۔

☆خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا، جناب عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات تھے۔

☆امام حسن مجتبیٰ بن علی المرتضیٰ: حضرت علی شیر خدا کے بڑے شہزادے امام حسن رضی للہ تعالیٰ عنہ بھی جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔ان کی قبر مبارک پر بھی گنبد موجود تھا جو وہابیوں نے شہید کر دیا۔آپ کے مزار کے سلسلہ میں ساتویں ہجری قمری کا سیاح ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ بقیع میں رسول اسلام کے چچا عباس ابن عبدالمطلب اور ابوطالب کے پوتے حسن بن علی کی قبریں ہیں جن کے اوپر سونے کا قبہ ہے جو بقیع کے باہر ہی سے دکھائی دیتا ہے۔۔۔دونوں کی قبریں زمین سے بلند ہیں اور نقش ونگار سے مزین ہیں۔

☆حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہزادے ہیں جو کربلا کے میدان سے بچ گئے تھے۔آپ بہت بڑے عابد اور فقیہ تھے۔آپ کو جنت البقیع میں چچا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا اور آپ کے مزار مبارک پر بھی گنبد بنا ہوا تھا۔

☆حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ: آپ امام زین العابدین کے بیٹے ہیں۔واقعہ کربلا میں آپ کا سن مبارک چار سال تھا۔آپ علم ومعارف، حقائق احکام، حکمت اور لطائف کے امام تھے۔

☆حضرت امام جعفر صادق: آپ امام محمد باقر کے فرزند ارجمند ہیں۔آپ عابد وزاہد اور فقیہ تھے کثیر ائمہ کرام جن میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں آپ کی شان وعظمت کے معترف ہیں اور آپ سے فیض لیا ہے۔

☆حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا: آپ حضرت علی کی والدہ ہیں اور آپ ہی نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد آنحضرت کی پرورش فرمائی تھی۔آنحضرت کو آپ سے بے حد انسیت ومحبت تھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنی اولاد سے زیادہ رسالت مآب کا خیال رکھتی تھیں۔ہجرت کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تشریف لائیں اور آخر عمر تک وہیں رہیں۔آپ کے انتقال پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو خود

اپنے ہاتھوں سے دفن کیا اور آپ کے لئے دعا کی۔

☆ حضرت رقیہ، ام کلثوم، زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہن: آپ تینوں کی پرورش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمائی تھی، اسی وجہ سے بعض مورخین نے آپ کی قبروں کو قبور بنات رسول اللہ کے نام سے یاد کیا ہے۔

بقیع میں مندرجہ ذیل ازواج مطہرات کی قبریں ہیں: حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت ماریہ قبطیہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق، حضرت ام حبیبہ، حضرت حفصہ بنت عمر فاروق، حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت صفیہ بنت حی، حضرت جویریہ بنت حارث، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن

☆ حضرت عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو بہت چاہتے تھے۔

☆ حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ حضرت جعفر طیار ذوالجناحین کے بڑے صاحبزادے اور امام علی کے داماد (حضرت زینب کے شوہر) تھے آپ نے دو بیٹوں محمد اور عون کو کربلا اس لئے بھیجا تھا تاکہ امام حسین پر اپنی جان نثار کرسکیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ آپ کو بقیع میں چچا عقیل کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ امام سمہودی نے لکھا ہے: چونکہ آپ بہت سخی تھے اس وجہ سے اللہ عزوجل نے آپ کی قبر کو لوگوں کی دعائیں قبول ہونے کی جگہ قرار دیا ہے۔

☆ مالکیوں کے امام حضرت امام مالک ابن انس اور حضرت نافع رحمہما اللہ بھی بقیع میں مدفون ہیں۔

☆ حضرت ام البنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا: آپ حضرت علی کی زوجہ اور حضرت ابوالفضل عباس کی والدہ ہیں۔ واقعہ کربلا میں آپ کے چار بیٹوں نے امام حسین پر اپنی جان نثار کی ہے۔ انتقال کے بعد آپ کو بقیع میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیوں کے بغل میں دفن کیا گیا، یہ قبر موجودہ قبرستان کی بائیں جانب والی دیوار سے متصل ہے اور زائرین یہاں کثیر تعداد میں آتے ہیں۔

☆ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی اور عوام بن خولد کی زوجہ تھیں، آپ ایک باشہامت اور شجاع خاتون تھیں۔ آپ کو بقیع میں مغیرہ بن شعبہ کے گھر کے پاس دفن کیا گیا۔

☆ حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں آپ کا

انتقال مدینہ منورہ میں ہوا اور بہن حضرت صفیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

☆ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ: آپ کی ولادت ساتویں ہجری قمری میں مدینہ منورہ میں ہوئی مگر سولہ سترہ ماہ بعد ہی آپ کا انتقال ہوگیا۔ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت البقیع میں دفن کیا۔

☆ واقعہ حرہ کے شہداء: کربلا میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مدینے میں ایک ایسی بغاوت کی آندھی اٹھی جس سے یہ محسوس ہورہا تھا کہ یزید کے خلاف پورا عالم اسلام اٹھ کھڑا ہوگا اور خلافت تبدیل ہوجائیگی، مگر اہل مدینہ کو خاموش کرنے کے لئے یزید نے مسلم بن عقبہ کی سپہ سالاری میں ایک ایسا لشکر بھیجا جس نے مدینہ میں گھس کر وہ ظلم ڈھائے جن کے بیان سے زبان وقلم قاصر ہیں۔ اس واقعہ میں شہید ہونے والوں کو بقیع میں ایک ساتھ دفن کیا گیا اس جگہ پہلے ایک چار دیواری اور چھت تھی مگر اب چھت کو ختم کر کے فقط چھوٹی چھوٹی دیواریں چھوڑ دی گئی ہیں۔

☆ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باوفا وباعظمت صحابی تھے، آپ نے اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب چند آدمی مسلمان تھے، اس طرح آپ چودھویں مسلمان تھے۔ آپ نے پہلی ہجرت میں اپنے صاحبزادے کے ساتھ شرکت فرمائی پھر اس کے بعد مدینہ منورہ بھی ہجرت کر کے آئے۔ جنگ بدر میں بھی شریک تھے، عبادت میں بھی بے نظیر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے بقیع میں آپ کو دفن کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کی قبر پر ایک پتھر نصب کیا تھا تا کہ علامت رہے مگر مروان بن حکم نے اپنی مدینہ کی حکومت کے زمانے میں اس کو اکھاڑ کر پھینک دیا تھا جس پر بنی امیہ نے اس کی بڑی مذمت کی تھی۔

☆ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: آپ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی والدہ ہیں، آپ کا تعلق قبیلہ سعد بن بکر سے ہے، انتقال مدینہ میں ہوا اور بقیع کے شمال مشرقی سرے پر دفن ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر و بیشتر یہاں آکر آپ کی زیارت فرماتے تھے۔

☆ حضرت اسماعیل بن صادق رحمۃ اللہ علیہ: آپ امام صادق کے بڑے صاحبزادے تھے۔ امام سمہودی نے لکھا ہے کہ آپ کی قبر زمین سے کافی بلند تھی۔ جناب اسماعیل کی قبر اور اس کے شمال کا حصہ امام سجاد رحمۃ اللہ علیہ کا گھر تھا جس کے بعض حصے میں مسجد بنائی گئی تھی جس کا نام مسجد زین العابدین تھا۔ جب سعودی حکومت نے مدینہ کی شاہراہوں کو وسیع کرنا شروع کیا تو آپ کی قبر کھود ڈالی مگر جب اندر سے سالم بدن برآمد ہوا تو اسے بقیع میں شہدائے احد کے قریب دفن کیا گیا۔

☆حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: رسالت پناہ کے جاں نثار اور حضرت علی کے عاشق و پیرو تھے۔ مدینہ میں انتقال ہوا اور حسب وصیت بقیع میں دفن ہوے۔ آپ کی قبر کا شمار معروف قبروں میں ہوتا ہے۔

☆حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ بزرگ صحابی اور قرآن مجید کے مشہور قاری تھے۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ جناب عثمان بن مظعون کے پہلو میں دفن کیا جائے اور آپ کو اسی جگہ دفن کیا گیا۔

☆حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ: آپ حضرت علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بہادر صاحبزادے تھے۔ آپ کو آپ کی والدہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

☆حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے آنحضرت کی ہجرت سے پندرہ سال قبل مدینہ میں پیدا ہوئے اور آپ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔ بقیع میں دفن ہوئے۔

☆حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہایت ہی معتبر صحابی تھے۔

بقیع کے علاوہ میدان احد میں سید الشہداء حضرت حمزہ اور ان کے ساتھ دو مزید صحابیوں کا مزار تھا جس پر گنبد و مسجد تھی جسے وہابیوں نے ختم کر دیا۔

مکہ میں موجود جنت المعلیٰ میں بھی کئی بزرگ ہستیوں کے مزارات موجود تھے جنہیں وہابیوں نے شہید کیا جن میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا مزار مبارک تھا۔

☆ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار بھی مکہ میں تھا جسے شہید کر دیا گیا ہے اور پھر مکہ میں رہنے والے افراد سے پتہ چلا کہ آپ کی قبر مبارک بھی سڑک میں شامل کرنا چاہتے تھے لیکن ایسا ہو نہ سکا۔ آج بھی قبر مبارک بالکل زمین سے لگی ہوئی خلاف سنت طریقہ پر موجود ہے جسے دیکھ کر عاشق خون کے آنسو روتے ہیں۔

☆رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جس گھر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس دنیا میں تشریف لائے، اس تاریخی گھر پر مسجد تھی جسے خلاف شرع طریقہ سے لائبریری میں اس لیے تبدیل کر کے بند کر دیا گیا تا کہ لوگ اس جگہ کی زیارت کے لیے نہ آسکیں۔

☆''ابواء'' کے مقام پر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار کو بم مار کر ختم کر دیا گیا اور اب اس جگہ پر پہرہ ہے

جہاں لوگوں کو آنے نہیں دیا جاتا۔ان وہابیوں کے نزدیک آپ علیہ السلام کے والدین معاذ اللہ مشرک تھے،اس وجہ سے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار مبارک کو ختم کر دیا گیا۔

وہابی بھولی بھالی عوام کو یہ باور اکروانے کی مذموم کوشش کرتے ہیں کہ مزارات بنانا صرف ہندوستان اور پاکستان میں اہل سنت بریلویوں کا کام ہے ورنہ پوری دنیا بالخصوص اہل عرب میں اس کا نام ونشان نہیں ہے۔جبکہ یہ بالکل غلط ہے نیٹ پر آج بھی دنیا بھر کے بزرگان دین کے مزارات کی تصاویر موجود ہیں جسے با آسانی دیکھا جاسکتا ہے۔اس کے علاوہ اہل عرب اور دیگر مما لک کے علمائے کرام نے وہابی عقائد ونظریات کا مدلل رد کیا ہے۔مصر کے جامعہ از ہر کا فتویٰ پیش خدمت ہے جس میں انہوں نے مزارات کو شہید کرنے کو غیر شرعی فعل قرار دیا ہے۔

فتویٰ جامعہ ازہر

ترجمہ وتلخیص: محمد اَفروز قادری چریا کوٹی

(جامعہ اَزہر،مصر کے اَربابِ فقہ وافتا نے ایک سلگتے ہوئے سوال کے جواب میں بڑا ہی معرکۃ الآرا،فکر انگیز،ایمان افروز اور چشم کشا فتویٰ رقم فرمایا ہے،اِفادہ عام کے لیے اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔چریا کوٹی)

اِستفتاء: اس وقت لیبیا کے اندر کچھ لوگ ایک نئی فکر لے کر خودرو پودے کی مانند اُگ آئے ہیں،خود کو سلف صالحین سے وابستہ بتاتے ہیں؛مگر یہ نرا ظلم ہے،اور اس کی حقیقت بہتان وفریب کے سوا کچھ نہیں۔علمائے اَعلام،اولیاے کاملین اور شہداو صالحین کے مزارات کے قبوں کو مسمار کرنا،قبروں کی کھدائی،اور اُن کے (پختہ وبلند) مقبروں کے نشانات اپنے ہاتھوں،کلہاڑوں اور جدید آلات کے ذریعہ اُکھاڑ پھینکنا،اُن کے اَہداف واَغراض میں سر فہرست ہے۔اور یہ سارا سیاہ کام بلا کسی اِطلاع وہ رات کی تاریکیوں میں کر گزرتے ہیں۔

اِس منحوس عمل کو اُس فکر جدید کے حاملین کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ پورے شہر میں بس وہی لوگ نہ صرف ایسے فکر واِعتقاد کے حامل ہیں بلکہ لوگوں کے اندر بھی اس کی ترویج واِشاعت میں وہ سرگرداں نظر آتے ہیں۔اُن کے اپنے خودساختہ عقیدے کے مطابق اَولیا وصالحین کی قبروں پر قبے اور عمارات تعمیر کرنا کفر وگمراہی ہے۔یوں ہی اُن پر مساجد بنانا اور ایسی مسجدوں میں نماز اَدا کرنا بھی اُن کے نزدیک حرام کے زمرے میں آتا ہے۔حالانکہ انہیں یہ پتہ ہوتا ہے کہ اِن قبروں میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منسوب ہیں،کچھ کبارِ علما ومشائخ کی ہیں جن کی پوری زندگی دعوت اِلی اللہ سے

عبارت رہی، کچھ اِعلاے کلمۃ اللہ کی خاطر بعض اِسلام مخالف جنگوں میں اپنی جانوں کا نذرانہ لٹا دینے والوں کی ہیں۔ مستزاد یہ کہ جن قبروں کو وہ مسمار کیے دیتے ہیں، وہ محکمہ آثارِ قدیمہ کے زیر حمایت ہیں، اور اُن میں سے بیشتر پانچ سو سال قدیم ہیں۔ ان میں زیادہ تر مزارات اہل بیت رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہیں، جن کے ثبوت آج بھی تصویری شکل میں انٹرنیٹ پر دیکھے اور دکھائے جاسکتے ہیں۔

اس تعلق سے علما ومشائخ کا تحقیقی فتویٰ درکار ہے؛ کیوں کہ وہ عوام میں یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ اِن مزارات کے اِنہدام کی شکل میں ہم دین کی حقیقی خدمت اور شرک وگمرہی کے اڈوں کا خاتمہ کررہے ہیں۔

مرسلہ: محمد سالم عجیل۔ مقید برقم: 514 سال 2011ء

الجواب: اِسلام نے مُردوں کی حرمت کا بھی پاس ولحاظ رکھا ہے اور اُن کی توہین وتذلیل کسی بھی طریقے سے حرام قرار دی ہے۔ لہٰذا اُن کی قبروں کی کھدائی کا یہ عمل کیوں کر جائز ہوسکتا ہے؟۔ ایک مسلمان مرنے کے بعد بھی وہی عزت وتکریم رکھتا ہے جو جیتے جی اُسے حاصل تھی۔ اور اگر صاحب قبر اہل اللہ اور صلحائے اُمت سے ہوں تو پھر اُن کے مزارات کے ساتھ یہ زیادتی نہ صرف اَشد حرام ہوگی بلکہ ناقابل برداشت جرمِ عظیم بھی۔ کیوں کہ یہ وہ مقدس مقامات ہوتے ہیں جہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ جس نے انھیں میلی نگاہ سے دیکھا، یا انھیں کسی بھی طرح تکلیف واَذیت دینے کا سوچا تو گویا وہ مالک الملک کے خلاف کھلم کھلا اعلانِ جنگ کررہا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث قدسی ہے: جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی مول لی، تو میری طرف سے اُسے کھلی دعوتِ جنگ ہے۔ (صحیح بخاری)

غور طلب اَمر یہ ہے کہ قبر کی جگہ یا تو خود مرنے والے کی اپنی ملک ہوتی ہے، یا کوئی وہ جگہ اُس کے لیے وقف کردیتا ہے، اور وقف حکم شرع ہی کی مانند ہے؛ لہٰذا اِس اعتبار سے بھی اُس قبر کی کھدائی یا اُس پر تعمیر شدہ قبوں اور عمارات کی مسماری یا اس جگہ کو جس بھی مد میں استعمال کیا جارہا ہو (اس کا انہدام واِستحصال کسی طور) جائز نہیں ہوگا۔

بعض لوگ جو یہ شوشہ چھوڑتے ہیں کہ اُن مسجدوں میں نماز باطل ہے جن میں اولیا وصالحین کی قبریں موجود ہوں تو یہ ایک فتنہ ہے اور اس کا حقیقت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ایسی مسجدوں میں نماز شرعاً نہ صرف جائز ودرست ہے بلکہ درجہ اِستحباب میں ہے۔ اس پر کتاب وسنت کے صریح وصحیح دلائل موجود ہیں، سلف صالحین کا اسی پر عمل رہا ہے اور اُن کی اقتدا میں اَخلاف اِسی پر کاربند ہیں۔ اَب اُس کے حرام وباطل ہونے کی بات کرنا کسی نئے فتنے کو ہوا دینے کے مترادف ہے، اہل

اسلام اس کی طرف مطلق توجہ نہ دیں اور نہ اس پر کبھی عمل کریں۔

کتاب اللہ: قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے ﴿**فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَاناً رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوا عَلَى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِداً**﴾ (جب اصحابِ کہف وفات پاگئے) تو انہوں نے کہا کہ ان (کے غار) پر ایک عمارت (بطور یادگار) بنادو، ان کا رب ان (کے حال) سے خوب واقف ہے، انہوں نے کہا جنہیں ان کے معاملہ پر غلبہ حاصل تھا کہ ہم ان (کے دروازہ) پر ضرور ایک مسجد بنائیں گے۔

اِس آیت کریمہ کا سیاق وسباق بتارہا ہے کہ پہلا قول مشرکین کا ہے، اور دوسرا قول اہل توحید کا۔ خاص بات یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بغیر کسی اِنکار کے دونوں کے اقوال کو اپنی آخری کتاب کا حصہ بنادیا ہے، تو اس سے شریعت میں دونوں کے نفاذ کا اِشارہ ملتا ہے۔ بلکہ موحدین کے قول کا جب قولِ مشرکین سے موازنہ کیا جائے تو اہل توحید کی بات مدح کا فائدہ دے رہی ہے، کیوں کہ مشرکین کی بات تشکیک آمیز تھی، جب کہ اہل توحید کی قطعی اور حتمی۔ اور ان کی مراد کوئی عام یادگار عمارت نہیں بلکہ مسجد تھی۔

امام رازی اپنی تفسیر میں ﴿**لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِداً**﴾ کے تحت فرماتے ہیں: تاکہ ہم اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت وبندگی اِختیار کریں اور اس مسجد کا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اس کی برکت سے اصحابِ کہف کے آثار (رہتی دنیا تک) باقی رہیں گے۔

علامہ شہاب خفاجی اپنے حاشیہ تفسیر بیضاوی میں فرماتے ہیں: اس آیت کریمہ نے صالحین کی قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنے کی واضح دلیل فراہم کردی۔

سنت رسول اللہ: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے اس کا ثبوت حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے امام عبدالرزاق نے معمر سے، ابن اسحٰق نے اپنی سیرت میں اور موسیٰ بن عقبہ نے اپنی مغازی میں نقل کیا ہے۔ یادرہے کہ امامانِ مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کی شہادت کے مطابق یہ مغازی کی سب سے مستند کتاب ہے۔ ان تینوں نے یہ روایت امام زہری سے لی ہے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے، وہ مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہم سے کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی تدفین ابوجندل بن سہیل بن عمرو کے ہاتھوں عمل میں آئی، اور انھوں نے تین سو صحابہ کرام کی موجودگی میں اُن کی قبر پر ایک مسجد کی تعمیر بھی کردی۔ یہ صحیح الاسناد روایت ہے، اس کے سارے امام ثقہ ہیں۔ اَب ظاہر ہے ایسا عظیم الشان کام رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخفی تو نہ رکھا گیا ہوگا؛ مگر ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس قبر کو مسجد سے نکالنے یا اس کی کھدائی کا حکم جاری فرمایا ہو۔

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ مسجد خیف کے اندر ستر نبیوں کی قبریں ہیں۔اس کی تخریج امام بزار، اور طبرانی نے اپنی کتاب معجم کبیر میں کی۔حافظ ابن حجر مختصر زوائد البزار میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

آثاروأخبار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا خانہء کعبہ کے حطیم میں مدفون ہیں۔مستند مورخین نے اس کا تذکرہ اپنی کتابوں میں کیا ہے اور علماے سیرت مثلاً ابن اسحٰق نے اپنی سیرت، ابن طبری نے اپنی تاریخ، سہیلی نے روض الانف، ابن جوزی نے منتظم، ابن اثیر نے کامل، ذہبی نے تاریخ الاسلام اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔اس کے علاوہ بہت سے مورخین نے اپنی اپنی کتب میں یہ روایت درج کی ہے؛ لیکن غور طلب اَمر یہ ہے کہ معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن قبروں کو اپنی جگہ برقرار رکھا۔انھیں ان کی جگہوں سے ہٹانے، یا کھدائی کر کے مسجد خیف یا مسجد حرام سے باہر نکلوانے کا کوئی عمل (اپنی حیاتِ طیبہ میں) نہیں فرمایا۔

عمل صحابہ: صحابہ کرام کے عمل سے اس کا ثبوت وہ صحیح روایت ہے جسے امام مالک نے اپنی موطا میں نقل کیا ہے کہ جس وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو جاے تدفین کے تعلق سے صحابہ کرام کے درمیان اِختلاف ہوا۔بعض نے کہا: منبر نبوی کے پاس، بعض نے کہا: بقیع میں اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "ما دفن نبی قط الا فی مکانه الذی توفی فیه "یعنی ہر نبی کی تدفین ٹھیک اُسی جگہ عمل میں آئی جہاں اس نے وفات پائی۔چنانچہ حجرہ عائشہ میں (جہاں آپ نے چشم مبارک بند کی تھی) قبر کھودی گئی۔لیکن اُس وقت کسی صحابی نے اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ہاں! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس رائے سے صرف اِس بنیاد پر اتفاق نہیں کیا کہ ان کے پاس ایک دوسرا حکم نبی موجود تھا کہ آپ کی تدفین وہیں عمل میں آئے جہاں روحِ مبارک پرواز کرے۔اس طرح حجرہء عائشہ میں آپ کو دفن کر دیا گیا جو مسجد سے بالکل ملا ہوا ہے اور جہاں مسلمان نمازیں اَدا کیا کرتے ہیں۔اور بالکل یہی صورت ہمارے زمانے میں بھی ہے کہ جہاں اولیا وصالحین کے حجرے تھے ان سے متصل مسجد بنا دی گئی۔

اس موقع پر بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ مسجد کے اندر ہونا صرف قبر نبی کی خصوصیت ہے؛ مگر یہ درست نہیں، اور اس کی

حیثیت دعویٰ بلا دلیل کی سی ہے؛ کیوں کہ اس حجرہ عائشہ میں نہ صرف تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں بلکہ ساتھ ہی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی مدفون ہیں جس میں وہ رہتی تھیں، اور اپنی پنج وقتہ ونفلی نمازیں پڑھتی تھیں؛ تو گویا مسجد کے ساتھ قبر کے جائز ہونے پر صحابہ کرام کا اِجماع ہو گیا۔

اِجماعی اور عملی طور پر اُمت محمدیہ اِسی پر کاربند ہے، اور علماے اُمت اس پر متفق ہیں کہ سلفاً وخلفاً اہل اسلام کا مسجد نبوی اور اُن مساجد میں جن میں قبریں موجود ہیں نماز پڑھنا بلا اِنکار جائز ہے۔ اور یہ کوئی آج کے علما کا عمل نہیں بلکہ مدینہ منورہ کے اُن سات فقہا کے زمانے سے چلا آ رہا ہے جنھوں نے 88ھ میں متفقہ طور پر حجرہ رسول کو مسجد نبوی میں شامل کر لیا تھا۔ یہ کام حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمہ کے مدینہ کی گورنری کے عہد میں ولید بن عبد الملک کے حکم پر عمل میں آیا۔ اس دور کے علما وفقہا میں سے کسی نے اس پر کوئی اختلاف نہیں کیا، سوائے سعید بن مسیّب کے۔ اور اِن کا اعتراض بھی اس لیے نہیں تھا کہ وہ ایسی مساجد میں نماز کو حرام سمجھتے تھے جن میں قبریں ہوں؛ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حجراتِ نبوی کو اُن کی اپنی اصل حالت پر باقی دیکھنا چاہتے تھے تاکہ اہل اسلام کو اُن سے عبرت پذیری حاصل ہو، اور وہ اسے دیکھ کر اپنے اندر زہد، اور دنیا بیزاری پیدا کریں، اور انھیں کچھ اندازہ ہو سکیں کہ پیارے آقا رحمت سراپا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ کے مبارک دن کس طرح اور کہاں گزارے ہیں۔

رہی بات صحیحین میں مروی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اُس حدیث کی کہ تاجدارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے "لعن اللّٰہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور أنبیائھم مساجدَ" یعنی یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا رکھا ہے۔

تو یاد رہے کہ مساجد مسجد کی جمع ہے، اور اس کے اندر مصدر مِیمی ہے، جس میں زمان ومکان اور حدث پر دلالت کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ تو یہاں قبروں کو مساجد بنانے کا معنی یہ ہے کہ بروجہ تعظیم اُن قبروں کو سجدے کیے جائیں اور ان کی عبادت شروع ہو جائے، جس طرح کہ مشرکین کا بتوں کے ساتھ معاملہ ہے۔ اس کی تائید طبقاتِ ابن سعد میں موجود ایک دوسری صحیح روایت سے بھی ہوتی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "اللھم لا تجعل قبری وثنا، لعن اللّٰہ قوما اتخذوا قبور انبیائھم مساجد" یعنی اے اللہ! میری قبر کو بت پرستی کی نحوست سے پاک رکھنا۔ خدا کی ان لوگوں پر لعنت پڑے جنھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

تواس حدیث میں یہ ٹکڑا" لعن اللہ قوما" دراصل جعل القبر وثنا کا بیان واقع ہوا ہے۔حدیث کا مفاد یہ ہے کہ اے اللہ! میری قبر کو بت نہ ہونے دینا کہ جس کو سجدے کیے جائیں اور جس کی عبادت کی جائے،جس طرح کہ کچھ لوگوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدے کیے ہیں۔

امام بیضاوی فرماتے ہیں:جب یہود ونصاریٰ اپنے انبیا کی تعظیم وتکریم میں اس حد تک بڑھ گئے کہ ان کی قبروں کوسجدے کرنے لگے،اورانھیں اپنا قبلہ بنا کر نماز میں ان کی طرف توجہ کرنے لگے،اورانھیں بالکل بت ہی بنالیا،توان پر اللہ کی پھٹکار نازل ہوئی،اوراہل اسلام کوایسے عمل سے سختی سے منع کر دیا گیا؛لیکن کسی نیک ہستی کے پڑوس میں مسجد بنانا،یا اُن کے مقبرے میں نماز اَدا کرنا اس مقصد سے کہ اُن کے روحانی فیوض وبرکات حاصل ہوں نہ کہ بروجہ تعظیم وتوجہ،تواس میں کوئی حرج نہیں۔آپ کومعلوم ہوگا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مدفن مسجد حرام میں ٹھیک حطیم کے اندر ہے،پھروہ مسجد دنیا کی افضل ترین جگہ ہے،حتیٰ کہ ہر مصلّی حالت نماز میں اسی کی طرف اپنے رخ کو متوجہ رکھتا ہے۔صرف ایسے قبرستان میں نماز پڑھنا منع ہے جہاں قبریں کھلی ہوئی ہوں کہ کہ اس میں نجاست ہوتی ہے۔

(لہٰذا ایسے صریح اورروشن دلائل وشواہد سے صرفِ نظر کرکے)کسی مزار کواس کی اپنی جگہ سے ہٹانا،یا مسجد کے اندر سے کھدائی کرکے اسے باہر کر دینا،خصوصاً ایسی قبروں کو جو اَولیا وصالحین اورشہدا وعلما کی طرف منسوب ہیں یا اس کے نشانات کو محو کرنا اوراوپر کے حصے کو منہدم کرکے اسے زمین کے برابر کر دینا،یہ سارے اعمال خواہ کسی بھی صورت کے تحت ہوں شرعاً حرام ہیں اورگناہِ کبیرہ میں شامل ہیں؛کیوں کہ اس میں عام مردوں کی بے حرمتی اوراہل اللہ وصالحین کے حق میں بے ادبی ہے۔اور انھیں کی شانِ اعلیٰ نشان میں کہا گیا تھا کہ جس نے اُن کو تکلیف واَذیت دی وہ خود کواللہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار رکھے۔اوراُن کے تعلق سے ہمیں توبس اِتنا ہی حکم ہے کہ خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت شدہ ہر حال میں اُن کی تعظیم وتوقیر اورعزت وتکریم کی جائے۔

لہٰذا ہم دنیا جہان کے مسلمانوں سے عموماً اورممالک اِسلامیہ کے علما وفضلا،اَئمہ ومشائخ،اورذمہ دارانِ اوقاف وغیرہ سے خصوصاً یہ دینی درخواست اورضروری اپیل کرتے ہیں کہ وہ ایسی شیطانی کوششوں اوربے سروپا سرگرمیوں کوناکام بنانے اورجڑ سے اُکھاڑ پھینکنے میں پورے شدومد کے ساتھ اپنا مذہبی کرداراورفرضِ منصبی اَدا کریں۔

یہ لوگ شرق وغرب کے کونے کونے میں جاکراُن اولیا وصالحین کی قبروں کومسمار کر دینا چاہتے ہیں جسے خوش عقیدہ

مسلمانوں نے اپنے اَدوار میں تعمیر کیا اور جس کا آغاز خود ان کے مقدس نبی علیہ السلام کے روضہ اقدس سے ہوتا ہے۔ اور جسے صحابہء کرام نے بھی اپنے دور میں برتا ہے: جیسے جدہ کے ساحل پر مقبرہء ابوبصیر رضی اللہ عنہ، سرزمین مصر پر اہل بیت عظام مثلاً امام حسین، سیدہ زینب، اور سیدہ نفیسہ کے مقبرے، نیز برگزیدہ ائمہ مذاہب مثلاً امام شافعی، اور لیث بن سعد کی قبریں، بغداد میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل، نیز اولیا وصالحین مثلاً شیخ عبد القادر جیلانی حنبلی کے مزارات، یوں ہی مصر میں ابوالحسن شاذلی، لیبیا میں عبد السلام اسمر کے مقابر، اساطین اُمت اور محدثین کرام میں بخاریٰ کے اندر امام بخاری، مصر میں ابن ہشام انصاری، امام عینی، قسطلانی اور سیدی احمد دردیر وغیرہ، ایسے اکابر واسلاف کے اسمائے گرامی کی ایک لمبی فہرست ہے۔ (اُن لوگوں کے بقول) یہ سب شرک کے اَڈے اور مشرکین کے اعمال ہیں اور جس وقت مسلمان یہ عمل بجالاتے ہیں تو وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی نحوست میں گرفتار ہوجاتے ہیں، اُن کے نزدیک انبیا وصالحین سے توسل، ان کے مزارات ومکانات کی تعظیم وتوقیر بت پرستی اور شرک وبدعت کے زمرے میں آتی ہے؛ حالانکہ اُمت اِسلامیہ نسلاً بعد نسل صدیوں سے ان پر عمل پیرا چلی آرہی ہے۔

یہ لوگ مسلمانوں کو کافر وفاسق اور بدعتی بنانے میں اہل خوارج سے کسی طور کم نہیں بلکہ دوقدم آگے بڑھ کر اُمت اسلامیہ کی تہذیب وثقافت اور اس کے مجد وشرف کا جنازہ اُٹھانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کی دیرینہ تمنا ہے کہ وہ مسلمانوں کے علمی، ثقافتی، اور تاریخی آثار وباقیات کو نوچ نوچ کر نابود کرڈالیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے اِحساس کی چنگاری بھی بجھ جائے اور ان کے لوحِ ذہن پر یہ نقش ہوجائے کہ ان کے اَسلاف گمراہ وگمراہ گر، فاسق وفاجر، بت پرست، غیر اللہ کی پرستش کرنے والے، اور غیر شعوری طور پر شرک سے آلودہ تھے۔ (گویا: اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے)

ان لوگوں کو یہ سب کچھ کرگزرنے کی جسارت وجرأت صرف اپنی بیمار سوچ اور علمی ناپختگی کے باعث ہوئی، کیوں کہ درحقیقت وہ آیات واحادیث جو غیر اللہ کی پرستش کرنے والے مشرکین کی بابت نازل ہوئی تھیں ان لوگوں نے اسے اُن اہل توحید مسلمانوں پر چسپاں کرنا شروع کردیا جن کے دل اللہ ورسول کی محبت سے آباد اور اولیا وصالحین کی عقیدت سے پرنور ہیں، اور جو (بحکم شرع) زندہ ومردہ بہرصورت اُن اہل اللہ کی تعظیم وتکریم بجالاتے ہیں۔

یقیناً یہ سب خوارج کی بولیاں ہیں۔ نام بدلا ہوا ہے مگر کام ہو بہو وہی ہے کہ وہ لوگ بھی مشرکین کے بارے میں نازل شدہ آیات کو قصداً اہل اسلام پر فٹ کرکے (اپنی ابلیسی سوچ کی تسکین کا سامان کرتے تھے، اور اُمت میں افتراق وانتشار

کوہوا دیتے تھے)۔امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے خوارج کا وصف بیان کرتے ہوئے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے، یوں ہی امام طبری نے بھی تہذیب الآ ثار میں اسے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اس لیے دنیا جہان کے مسلمانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس دین سوز دعوت وتبلیغ کے آگے نا قابل شکن دیوار بن کر کھڑے ہوجائیں، ان سرکشوں کی سرکشی پر بند باندھیں، اوران کی بغاوت کی آگ کوٹھنڈی کریں، ورنہ ہمارے اولیا وصالحین کے مزارات، ساداتِ کرام کے مقابر، اساطین اُمت، اور علما وشہداے ملت کے مقاماتِ مقدسہ بازیچہ اطفال بن کر رہ جائیں گے، اور یہ فاسق ومنافق لوگ بے سروپا بہانے تراش کر شیطان کے اِشارہ ءابرو پر وہ کچھ کرڈالیں گے جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مصر کے بعض اولیا وصالحین کے مقاماتِ مقدسہ پر اس نو پید جماعت کی سورشیں بپا ہونے کے بعد مجمع البحوث الاسلامیہ اپنی غیرتِ دینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری شدومد کے ساتھ نہ صرف یہ فتویٰ جاری کرتی ہے بلکہ اُمت کے ذمہ داروں سے پرزور اپیل بھی کرتی ہے کہ وہ اس کھلے چیلنج کا مقابلہ کریں، انھیں سختی سے روکیں اور یہ یقین رکھیں کہ اُن لوگوں کے یہ سارے تصرفات شرعاً حرام بھی ہیں اور عرفاً وقانوناً جرم بھی۔

جیسا کہ حال ہی میں مصر کے وزارتِ اوقاف سے یہ بیان شائع ہو چکا ہے کہ بدقسمتی سے ہمارے دور میں گھناؤنی ذہنیت رکھنے والا ایک ایسا گروہ نکل آیا ہے (جو دین کی تعبیر وتشریح من چاہی کرتا ہے) اُن کا مقصد لوگوں کوراہِ ہدایت سے ہٹانے کے سوا کچھ نہیں، انھیں علم کی ہوا تک نہیں لگی، وہ اہل اللہ پر بڑی جرأت وبے باکی دکھاتے ہیں، اوران کے مزارات کو نذرِ آتش کرنے اور مسمار کردینے ہی کو عین توحید سمجھتے ہیں۔ مگر درحقیقت انھوں نے یہ روِش اپنا کر اللہ ورسول کے غضب کو مول لیا ہے، اور مسلمانانِ عالم کو عموماً اور اہل مصر کو خصوصاً دلی رنج واَذیت پہنچایا ہے۔ حالاں کہ ہر دور کے علماے اعلام کا اِجماع چلا آرہا ہے کہ صالحین کی قبروں کی بے حرمتی، اُن کی مسماری یا کسی بھی طور سے ان کی بے ادبی شریعتِ اسلامیہ کی روح کے منافی ہے۔ جو بھی ایسا کرتا ہے سمجھیں وہ زمین میں فتنے فساد جگاتا ہے، اور قوم وملک کے اَمن وسکون کو غارت کرتا ہے۔

لہٰذا شہر لیبیا وغیرہ، اور دیگر اسلامی ملکوں کے اَربابِ حل وعقد اور بااَثر ورسوخ شخصیات کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اِس فتنے کا سدباب کریں، اور ایسے منحوس ہاتھوں کو اولیا وصالحین کے مزارات تک پہنچنے سے پہلے ہی مروڑ کے رکھ دیں؛ کیوں کہ اولیائے اُمت کے لیے اُن کے دل میں کوئی احترام وعقیدت کا کوئی شوشہ باقی نہیں رہا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

امانۃ الفتوی

محمد وسام خضر، محمد شلبی، عبداللہ عجمی حسن، علی عمر فاروق، محمد العاشور

24-10-2011

قبروں پر گنبد بنانے کی شرعی حیثیت

وہابی مولوی ویسے تو یہ کہتے ہیں کہ قبر زمین سے ایک بالشت اونچی ہونا سنت ہے، لیکن یہ حکم بھی بعض وہابیوں نے مجبورا دیا ہے کیونکہ اس پر کثیر احادیث موجود ہیں۔ ورنہ کئی وہابی مولویوں کے یہ فتاویٰ ہیں کہ قبر کسی نبی کی ہو یا ولی کی اسے زمین برابر کر دینا واجب ہے۔

وہابیوں کے نزدیک نبی ہو یا ولی اس کی قبر زمین کے برابر کر دینا واجب ہے

وہابی مولوی نواب نورالحسن خان اپنی کتاب عرف الجادی میں لکھتا ہے: ''اونچی قبروں کو زمین کے برابر کر دینا واجب ہے چاہے نبی کی قبر ہو یا ولی کی۔'' (عرف الجادی، صفحہ60، ماخوذ از، رسائل اہل حدیث، حصہ اول، جمعیۃ اہل سنۃ، لاہور)

ابن عبدالوہاب نجدی کے نزدیک روضہ رسول گرا دینے کے لائق ہے

ابن عبدالوہاب نجدی نے تو یہاں تک کہہ دیا: ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مزار گرا دینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرا دینے پر قادر ہو گیا تو گرا دوں گا۔'' (اوضح البراہین)

مزارات وگنبد شہید کرنا وہابیوں کے نزدیک ثوابِ عظیم

مزارات اور ان پر بنے گنبدوں کو شہید کرنا وہابیوں کے نزدیک بہت بڑا ثواب ہے، نہ صرف ثواب بلکہ واجب ہے اور ان کو شہید نہ کرنا گناہ۔ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں احمد بن ابی بکر بن ایوب ابن قیم (المتوفی 751ھ) لکھتا ہے ''یَجِبُ هَدْمُ الْمَشَاهِدِ الَّتِي بُنِيَتْ عَلَى الْقُبُوْرِ۔۔۔ وَلَا يَجُوْزُ إِبْقَاءُ هَا بَعْدَ الْقُدْرَةِ عَلَى هَدْمِهَا وَابْطَالِهَا يَوْماً وَاحِداً'' ترجمہ: قبروں پر تعمیر شدہ عمارتوں کو ڈھانا واجب ہے، اگر انہدام اور ویرانی ممکن ہو تو ایک دن بھی تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔ (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، جلد3، صفحہ443،444، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اسی موقف کو اپنا کر وہابیوں نے نہ صرف مکہ و مدینہ کے کثیر مزارات کو گنبد سمیت شہید کیا بلکہ مدینہ پر حملہ کر کے گنبد خضرا کو بھی شہید کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے گنبد شریف پر گولیاں ماری تھیں۔ اب بھی وہابی مولویوں کے بیانات نیٹ پر موجود ہیں کہ یہ گنبد خضرا ایک غیر شرعی اور اسراف ہے جب موقع ملے گا تو اسے بھی شہید کیا جائے گا۔

مزاراتِ صالحین کے جواز پر ایک بدیہی دلیل

یہ تو تھا وہابی نظریہ اب ہم احادیث اور کتب فقہ کے حوالے سے اس مسئلہ پر کلام کرتے ہیں کہ شرعا کسی بزرگ ہستی کی قبر مبارک پر گنبد بنانا اور چار دیواری کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

ویسے تو دلیل کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ زمین کا وہ خوش نصیب ٹکڑا جسے آج گنبدِ خضرا نے ڈھانپ رکھا ہے، سوا چودہ صدیوں پہلے حضرت عائشہ، حضرت سودہ، حضرت فاطمہ، حضرت امّ سلمہ کے حجروں اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجرے کے ایک حصے کی جگہ تھا، جس پر وہابیوں سے پہلے نہ تو کسی محدث نے اعتراض کیا اور نہ ہی کسی فقیہ نے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت صدیقہ کے حجرے میں دفن کیا گیا۔ اگر یہ ناجائز تھا تو پہلے صحابہ کرام اس حجرہ مبارک کو گرا دیتے پھر دفن کرتے۔

حضرت عمر فاروق کے دورِ مبارک سے لے کر بعد تک روضہ رسول کی تعمیرات

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھچا دی۔ پھر ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں سیدنا ابن زبیر نے تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں اس عمارت کو نہایت مضبوط بنایا اور اس میں پتھر لگوائے چنانچہ وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی میں علی بن عبداللہ بن احمد السمہودی (المتوفی 911ھ) فرماتے ہیں" عن عمرو ابن دینار و عبیدالله ابن ابی زید قالا لم یکن علی عهدالنبی صلے الله علیه وسلم حائط فکان اول من بنی علیه جدارا عمر ابن الخطاب قال عبیدالله ابن ابی زید کان جداره قصیرا ثم بناه عبدالله ابن ازبیر --- وقال الحسن البصری کنت ادخل بیوت رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا غلام مراهق اذا نال السقف بیدی وکان لکل بیت حجرة وکانت حجره من الکعسة من سعیر مربوطته فی خشب عرعرة" ترجمہ وہی جو اوپر بیان ہو چکا۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی، جلد2، صفحہ111، 109، دار الکتب العلمیة، بیروت)

بخاری، جلد اول، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قبر النبی وابی بکر و عمر میں ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ فرماتے ہیں کہ ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دیوار گر گئی تو صحابہ کرام اس کے بنانے میں مشغول ہوئے" فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ، فَفَزِعُوا وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔۔۔ حَتَّى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ: لَا وَاللَّهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ" ترجمہ: ایک قدم ظاہر ہو گیا تو لوگ گھبرا گئے اور سمجھے کہ یہ حضور علیہ السلام کا قدم پاک ہے۔ حضرت عروہ نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ حضور علیہ السلام کا قدم نہیں ہے یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وأبی بکر، وعمر رضی اللہ عنہما، جلد2، صفحہ103، دارطوق النجاۃ، مصر)

جذب القلوب الی دیار المحبوب میں شیخ عبدالحق فرماتے ہیں: ''550ھ میں جمال الدین اصفہانی نے علماء کرام کی موجودگی میں صندل کی لکڑی کی جالی اس دیوار کے آس پاس بنائی۔ ابن ابی الہیجا رشریف نے جو ملوک مصر کے وزراء سے تھا اس نے ایک غلاف سفید رنگ کا بنوا کر بھیجا جس کے اوپر سرخ ریشمی پھول بنے تھے اور اس پر سورۃ یٰسین لکھی تھی، حجرہ شریف پر ڈالنے کے لئے بھیجی۔ اس کے بعد اس نے خلیفہ مستضی باللہ سے اجازت لے کر حجرہ شریفہ پر پہنایا۔ اس وقت سے غلاف ڈالنا بادشاہوں کی عادت بن گئی۔ 557ھ میں بعض عیسائی عابدوں کی شکل میں مدینہ منورہ آئے اور سرنگ لگا کر نعش مبارک کو زمین سے نکالنا چاہا۔ حضور علیہ السلام نے تین بار بادشاہ کو خواب میں فرمایا۔ لہٰذا بادشاہ نے ان کو قتل کرایا اور روضہ کے آس پاس پانی تک بنیاد کھود کر سیسہ لگا کر اس کو بھر دیا پھر 678ھ میں سلطان قلاؤں صالحی نے یہ گنبد سبز جو اب تک موجود ہے بنوایا۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب (مترجم)، صفحہ125، 127، نوری کتب خانہ، لاہور)

ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ روضہ مطہرہ صحابہ کرام نے بنوایا تھا اگر کوئی کہے یہ تو حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے تو کہا جائے گا کہ اس روضہ میں حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دفن ہیں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی دفن ہوں گے لہٰذا یہ خصوصیت نہ رہی۔

دراصل مسلمان دو طرح کے ہیں ایک تو عام مومنین۔ دوسرے علماء ومشائخ اولیاء اللہ جن کی تعظیم و توقیر درحقیقت اسلام کی تعظیم ہے۔ عامۃ المسلمین کی قبروں کو پختہ بنانا یا ان پر قبہ وغیرہ بنانا چونکہ بے فائدہ ہے اس لیے منع ہے ہاں اس پر مٹی وغیرہ ڈالتے رہنا تا کہ اس کا نشان نہ مٹ جائے فاتحہ وغیرہ پڑھی جاسکے جائز ہے۔ اور علماء ومشائخ عظام اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم رہتا ہے، لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی و فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں، ان کے آسائش اور صاحب قبر کی اظہار عظمت کے

لیےاس کے آس پاس سایہ کے لیے قبہ وغیرہ بنانا شرعاً جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے اور عام مومنین کی قبریں پختہ بنانا یا ان پر قبہ بنانا منع ہے۔دلائل حسب ذیل ہیں:

مزاراتِ صالحین کا ثبوت قرآن وتفسیر سے

مشائخ کرام،اولیاءعظام اور علماء کرام کے مزارات کے اردگرد یا اس کے قریب میں کوئی عمارت بنانا جائز ہے۔اس کا ثبوت قرآن کریم اور صحابہ کرام وعامۃ المسلمین کے عمل اور علماء کے اقوال سے ہے۔قرآن کریم نے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہا﴿قَالَ الَّذِیۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰۤی اَمۡرِهِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیۡهِمۡ مَّسۡجِدًا﴾ وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ان اصحابِ کہف پر مسجد بنائیں گے۔روح البیان میں اسماعیل حقی (المتوفی 1127ھ) لکھتے ہیں”دیواری کہ از چشم مردم پوشیدہ شوند) یعنی لا یعلم أحد تربتهم وتکون محفوظة من تطرق الناس کما حفظت تربة رسول الله بالحظیرة“ یعنی انہوں نے کہا کہ اصحابِ کہف پر ایسی دیوار بناؤ جو ان کی قبر کو گھیرے اور ان کے مزارات لوگوں کے جانے سے محفوظ ہو جاویں۔جیسے کہ حضور علیہ السلام کی قبر شریف چار دیواری سے گھیر دی گئی ہے۔

(روح البیان،سورۃ الکہف،سورۃ18،آیت21،جلد5،صفحہ232،دار الفکر،بیروت)

مگر مزارات سے روکنے والی بات نامنظور ہوئی تب مسجداً کی تفسیر روح البیان میں ہے”قَالَ الَّذِینَ غَلَبُوا عَلٰی أَمۡرِهِمۡ من المسلمین وملکهم لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیۡهِمۡ مَسۡجِداً ای لنبنین علی باب کهفهم مسجدا یصلی فیه المسلمون ویتبرکون بمکانهم“ یعنی مسلمانوں میں جو غالب آئے اور ان کے بادشاہ نے کہا: ہم ضرور اس غار کے دروازہ پر مسجد بنائیں گے تاکہ لوگ اس میں نماز پڑھیں اور اس مقام سے برکت لیں۔

(روح البیان،سورۃ الکہف،سورۃ18،آیت21،جلد5،صفحہ232،دار الفکر،بیروت)

قرآن کریم نے ان لوگوں کی دو باتوں کا ذکر فرمایا ایک تو اصحابِ کہف کے گرد قبہ اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا دوسرے ان کے قریب مسجد بنانا اور کسی کا انکار نہ کرنا،جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فعل تب بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں جیسا کہ کتب اصول میں شرائع ماقبل کے تحت یہ اصول مذکور ہے۔

بخاری شریف سے امام حسن کے مزار کا ثبوت

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت امام حسن ابن حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو”ضَرَبَتِ امۡرَأَتُهُ الۡقُبَّةَ عَلَی

قَبْرِهِ سَنَةً"، ترجمہ: ان کو بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور، جلد2، صفحہ88، دار طوق النجاۃ، مصر)

یہ بھی صحابہ کرام کے زمانہ میں سب کی موجودگی میں ہوا، کسی نے انکار نہ کیا۔ نیز ان کی بیوی ایک سال تک وہاں رہیں۔ پھر گھر واپس آئیں۔ جیسا کہ اسی حدیث میں ہے۔ اس سے بزرگوں کی قبروں پر مجاوروں کا بیٹھنا بھی ثابت ہوا۔

کتب تراجم میں کثیر بزرگانِ دین کے متعلق محدثین نے فرمایا کہ ان کی قبر مبارک پر گنبد بنا ہوا ہے۔ محدثین کا اس طرح ان مزارات اور گنبد کا ذکر کر کے اس فعل کی تردید نہ کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ محدثین بھی اس کے جواز پر متفق ہیں۔ یہ وہ محدثین ہیں جن کے اقوال کو وہابی بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں:

حضرت سلمان فارسی کا مزار مبارک

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے 36 ہجری میں وفات پائی۔ تاریخ بغداد میں ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی (المتوفی 463ھ) لکھتے ہیں "قبره الآن ظاهر معروف بقرب إيوان كسرى عليه بناء"، ترجمہ: ان کی قبر اب بھی ایوانِ کسریٰ کے قریب مشہور ہے۔ اس پر مقبرہ بنا ہوا ہے۔

(تاریخ بغداد، جلد1، صفحہ508، دار الغرب الإسلامی، بیروت)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے مزار پر گنبد

رحلۃ ابن بطوطۃ میں محمد بن عبد اللہ بن محمد ابن بطوطۃ (المتوفی 779ھ) صحابی رسول حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے متعلق لکھتے ہیں "فمنها مشهد طلحة بن عبيد الله أحد العشرة، رضى الله عنهم، وهو بداخل المدينة وعليه قبّة ومسجد وزاوية فيها الطعام للوارد والصادر وأهل البصرة يعظّمونه تعظيما شديدا وحقّ له" ان کی قبر شہر کے اندر موجود ہے اور اس پر گنبد بنا ہوا ہے اور ساتھ مسجد بنی ہے۔

(رحلة ابن بطوطة (تحفة النظار فی غرائب الأمصار وعجائب الأسفار)، جلد2، صفحہ14، أكاديمية المملكة المغربية، الرباط)

امام شافعی کی قبر انور پر گنبد

سیر أعلام النبلاء میں شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (المتوفی 748ھ) لکھتے ہیں: ملک کامل نے امام شافعی کی قبر پر گنبد بنوایا "عَمَّر قُبَّة عَلَى ضَرِيح الشَّافِعِيّ"

(سیر أعلام النبلاء، الكامل محمد ابن الملك العادل بن أيوب، جلد22، صفحہ128، مؤسسة الرسالة، بیروت)

امام مالک کی قبر پاک پر گنبد

بَہْجَۃ المحَافِل واَجمل الوَسائل بالتعریف برواۃ الشَّمَائل میں ابراہیم بن ابراہیم بن حسن اللقانی المالکی (المتوفی 1041ھ) امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں "وقال الواقدی:مات بالمدینة، وفی سِنِّهِ وعُمُرِهِ خلاف، ولا خلاف أنه مات سنة تسع وسبعين ومائة بالمدينة، ودفن بالبقيع، وقبره معروف، وعليه قبة "ترجمہ:واقدی نے کہا امام مالک کا مدینہ میں وصال ہوا اور ان کی سن وعمر میں اختلاف ہے لیکن اس میں اختلاف نہیں کہ وہ 179ہجری میں مدینہ میں فوت ہوئے اور بقیع میں دفن ہوئے۔ان کی قبر معروف ہیں اور اس پر گنبد بنا ہوا ہے۔

(بَہْجَة المحَافِل وأجمل الوَسائل بالتعريف برواة الشَّمَائل،جلد1،صفحه56، مركز النعمان للبحوث والدراسات الإسلامية وتحقيق التراث والترجمة، اليمن)

امام ذہبی نے اس کے علاوہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ،امام ابوحنیفہ اور دیگر علماء وشخصیات کے مزار پر بنے قبوں کا ذکر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ کی قبر شریف پر گنبد

البدایۃ والنہایۃ میں ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی 774ھ) نے لکھا"ثُمَّ دَخَلَتْ سَنَةُ تسع وخمسين وأربعمائةفِيهَا بَنَى أَبُو سَعِيدٍ الْمُسْتَوْفِي الْمُلَقَّبُ بِشَرَفِ الملك، مشهد الامام أبى حنيفة بِبَغْدَادَ، وَعَقَدَ عَلَيْهِ قُبَّةً" ترجمہ:459ہجری میں بادشاہ ابوسعید نے امام ابوحنیفہ کی قبر مبارک پر گنبد تعمیر کروایا۔

(البداية والنهاية،جلد12،صفحه95، دار الفكر،بيروت)

شہزادہ رسول حضرت ابراہیم کی قبر پر گنبد

شفاءالغرام بأخبارالبلدالحرام میں محمد بن احمد بن علی المکی الحسنی الفاسی (المتوفی 832ھ) لکھتے ہیں"قبر إبراهيم ابن النبی وعليه قبة"ترجمہ:حضور علیہ السلام کے شہزادے حضرت ابراہیم کی قبر اور اس پر گنبد بنا ہوا ہے۔

(شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام،جلد2،صفحه467،دار الكتب العلمية)

ابن عربی کی قبر انور پر گنبد

شذرات الذہب فی اخبار من ذہب میں عبدالحی بن احمد بن محمد الحنبلی (المتوفی 1089ھ) سلطان سلیم کے بارے میں لکھتے ہیں"وأمر بعمارة قبّة على الشيخ محيى الدّين بن عربی "ترجمہ:انہوں نے شیخ محی الدین ابن عربی کی قبر مبارک

پر گنبد تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ (شذرات الذہب فی أخبار من ذہب،جلد10،صفحہ200، دار ابن کثیر، بیروت)

بقیع شریف میں موجود حضرت عقیل اور عبداللہ بن جعفر کا مزار

فتح القدیر میں کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الہمام (المتوفی 861ھ) لکھتے ہیں"وَبِـالْبَقِيعِ قُبَّةٌ يُقَالُ إنَّ فِيهَا قَبْرَ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَابْنِ أَخِيهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ"،ترجمہ:بقیع میں ایک قبہ ہے کہا جاتا اس میں حضرت عقیل بن ابی طالب اور ان کے بھتیجے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی قبر مبارک ہے۔

(فتح القدیر، کتاب الحج،مسائل منثورة،جلد3،صفحہ183،دار الفکر،بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور صحابی رسول ابوعبیدہ بن جراح کی قبر

ذیل مرآۃ الزمان میں قطب الدین ابوالفتح موسی بن محمد الیونینی (المتوفی 726ھ) نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک پر قبہ بنانے کا ذکر کیا اور صحابی رسول حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر مشہد بنانے کا ذکر فرمایا۔

(ذیل مرآۃ الزمان،جلد3،صفحہ259، دار الکتاب الإسلامی، القاہرۃ)

حضرت حمزہ کا مزار شریف اور گنبد

تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف میں محمد بن احمد بن الضیاء محمد القرشی العمری المکی الحنفی (المتوفی 854ھ) حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کے متعلق لکھتے ہیں" عَلِيـهِ قبّة عالية"،ترجمہ:ان پر بلند گنبد بنا ہوا ہے۔

(تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف ،صفحہ256،دار الکتب العلمیۃ ،بیروت)

علمائے اسلاف کے گنبد بنانے کے جواز پر اقوال

علمائے اسلاف نے واضح طور پر اولیائے عظام وعلمائے کرام کے مزارت پر گنبد بنانے کو جائز فرمایا ہے۔روح البیان میں ہے"فبنـاء قبـاب عـلـى قبـور العلماء و الاولياء و الصلحاء امر جائز اذا كان القصد بذلك التعظيم فى اعين العـامة حتىٰ لا يـحتـقـروا صاحب هذاالقبر و كذا إيقاد القناديل و الشمع عند قبور الأولياء و الصلحاء من باب التـعـظيـم و الإجلال ايضا للاولياء فالمقصد فيها مقصد حسن" ترجمہ:علماء،اولیاء اور صالحین کرام کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز کام ہے جبکہ اس سے مقصود لوگوں کی نگاہوں میں صاحبِ قبر کی تعظیم پیدا کرنا ہو کہ لوگ اسے حقیر نہ سمجھیں۔اسی طرح اولیاء اور صلحاء کے مزار کے پاس شمع اور قندیل جلانا بھی ان کی عزت وعظمت ہے لہٰذا ان اعمال کا مقصد اچھا ہے۔

(روح البیان، فی التفسیر سورۃ التوبہ، سورت9،آیت18،جلد3،صفحہ400،دارالفکر،بیروت)

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں علی بن (سلطان) محمد الملا الہروی القاری (المتوفی 1014ھ) فرماتے ہیں"قُلْتُ:فَيُسْتَفَادُ مِنْهُ أَنَّهُ إِذَا كَانَتِ الْخَيْمَةُ لِفَائِدَةٍ مِثْلَ أَنْ يَقْعُدَ الْقُرَّاءُ تَحْتَهَا فَلَا تَكُونُ مَنْهِيَّةً .قَالَ ابْنُ الْهُمَامِ: وَاخْتُلِفَ فِي إِجْلَاسِ الْقَارِئِينَ لِيَقْرَءُوا عِنْدَ الْقَبْرِ، وَالْمُخْتَارُ عَدَمُ الْكَرَاهَةِ اهـ وَقَدْ أَبَاحَ السَّلَفُ الْبِنَاءَ عَلَى قَبْرِ الْمَشَايِخِ وَالْعُلَمَاءِ وَالْمَشْهُورِينَ لِيَزُورَهُمُ النَّاسُ، وَيَسْتَرِيحُوا بِالْجُلُوسِ فِيهِ" ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ مستفاد ہے کہ اگر قبر پر خیمہ کسی فائدہ کے لیے ہو مثلا اس لئے کہ قاری حضرات اس کے سایہ میں بیٹھ کر قرآن پڑھیں تو کوئی ممانعت نہیں۔ ابن ہمام نے فرمایا: قبر کے پاس قاریوں کو قرآن پڑھنے کے لیے بیٹھانے میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں۔ پہلے علماء نے مشائخ اور علماء کی قبروں پر عمارت بنانا جائز فرمایا ہے تا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر آرام پائیں۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، جلد3، صفحہ1217، دار الفکر، بیروت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفرالسعادت میں فرماتے ہیں"در آخر زمان بجهت اقصار نظر عوام بر ظاهر مصلحت در تعمیر ترویج مشاهد و مقابر مشائخ و عظماء زیده چیزها افزوند تاآنجابیت و شوکت اسلام و اهل صلاح پیدا آید خصوصاً درد یار هند که اعدائے دین از هنود و کفار بسیارامذ۔ وترویج اعلاء شان این مقامات باعث رعب و انقیا داایشاں است و بسیار اعمال و افعال و اوضاع که در زمان سلف از مکروهات بوده اندر آخر زمان از مستحسنات گشته" ترجمہ: آخر زمان میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر بین رہ گئے۔ لہٰذا مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر اضافہ کر دیا تا کہ مسلمان اور اولیاء اللہ کی ہیبت ظاہر ہو خاص کر ہندوستان میں کہ یہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنان دین ہیں، ان مقامات کی اعلان شان کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔ (سفر السعادت)

شامی جلد اول باب الدفن میں ہے"وَقِيلَ لَا يُكْرَهُ الْبِنَاءُ إِذَا كَانَ الْمَيِّتُ مِنْ الْمَشَايِخِ وَالْعُلَمَاءِ وَالسَّادَاتِ اهـ"ترجمہ: کہا گیا اگر میت مشائخ اور علماء اور سادات کرام میں سے ہو تو اس کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الجنائز، مطلب فی دفن المیت، جلد2، صفحہ237، دار الفکر، بیروت)

درمختار میں اسی باب الدفن میں ہے" وَلَا يُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ وَقِيلَ:لَا بَأْسَ بِهِ، وَهُوَ الْمُخْتَارُ"ترجمہ: قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی قول پسندیدہ ہے۔

(درمختار مع رد المحتار، کتاب الجنائز، مطلب فی دفن المیت، جلد2، صفحہ237، دار الفکر، بیروت)

أسنی المطالب فی شرح روض الطالب میں زکریا بن محمد بن زکریا الأنصاری (المتوفی926ھ)فرماتے ہیں

"(لَا)عَلَى (عِمَارَةِ الْقُبُورِ)لِأَنَّ الْمَوْتَى صَائِرُونَ إلَى الْبِلَى فَلَا يَلِيقُ بِهِمْ الْعِمَارَةُ نَعَمْ يَنْبَغِي اسْتِثْنَاءُ قُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ وَالصَّالِحِينَ "ترجمہ:قبور پرعمارت کا وقف صحیح نہیں کیونکہ مردے گل سڑ جاتے ہیں جن کے لئے عمارت بے فائدہ ہے ہاں انبیاء علیہم السلام،صالحین اور علمائے کرام کی قبور کو استثنیٰ حاصل ہے۔

(أسنی المطالب فی شرح روض الطالب،کتاب الوقف،فصل لو وقف علی سبیل البر أو الخیر،جلد2،صفحہ461، دار الکتاب الإسلامی)

تکملہ مجمع بحارالانوار میں ہے"قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم ویستریحون فیه" ترجمہ:بیشک ائمہ سلف صالحین نے اہل فضل اولیاء وعلماء کے مزارات طیبہ پر عمارت بنانے کو مباح فرمایا ہے کہ لوگ ان کی زیارت کریں اوران میں راحت پائیں۔

(تکمله بحار الانوار،تحت لفظِ قبر،جلد3،صفحه140،منشی نولکشور، لکھنؤ)

الحمدللہ مستند دلائل سے ثابت ہوگیا کہ اولیاء علماء کی قبور پر گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ جائز ہو چند وجوہ سے اولاً تو یہ دیکھا گیا ہے کہ عام کچی قبروں کا عوام کی نگاہ میں نہ ادب ہوتا ہے نہ احترام اور نہ زیادہ فاتحہ خوانی نہ کچھ اہتمام بلکہ لوگ پیروں سے اس کو روندتے ہیں۔اوراگر کسی قبر کو پختہ دیکھتے ہیں غلاف وغیرہ پڑا ہوا پاتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے اس سے بچ کر نکلتے ہیں اور خود بخود فاتحہ کو ہاتھ اٹھ جاتے ہیں اور مشکوٰۃ باب الدفن میں اور مرقات میں ہے کہ مسلمان کا زندگی اور بعد موت یکساں ادب چاہئے۔

اس مسئلہ کو دلائل سے واضح کرتے ہوئے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:''ائمہ دین نے مزراتِ حضرات علماء ومشائخ قدست اسرارہم کے گرد زمین جائز التصرف میں اس غرض سے کہ زائرین ومستفیدین راحت پائیں عمارت بنانا جائز رکھا اور تصریحات فرمائیں کہ علت منع نیت فاسدہ یا عدم فائدہ ہے۔تو جہاں نیت محمود اور نفع موجود منع مفقود۔تفصیل صور وتحقیق اغرٰاِس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر پہلے عمارت بنالی جائے بعدہ اس میں دفن واقع ہو جب تو مسئلہ بناء علی القبر سے متعلق ہی نہیں کہ یہ اقبار فی البناء ہے، نہ بناء علی القبر ۔علامہ طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمٰن، پھر علامہ شرنبلالی غنیّۃ ذوی الاحکام، پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین ، پھر علامہ سید احمد مصری حاشیتین در ومراقی الفلاح میں فرماتے ہیں "واللفظ للغنیة قال قال فی البرهان یحرم البناء علیه للزینة ویکره للاحکام بعد الدفن لاالدفن مقام بنی فیه قبله لعدم کونه قبر حقیقة بدونه" الفاظ غنیّۃ کے ہیں کہا کہ برہان میں ہے کہ قبر پر زینت کے لیے عمارت بنانا حرام ہے اور دفن

کے بعد پختگی ومضبوطی کے لیے بنانا مکروہ ہے، جہاں پہلے سے عمارت تھی وہاں دفن مکروہ نہیں کیونکہ بغیر دفن کے وہ جگہ حقیقۃً قبر نہیں۔

اور اگر دفن کے بعد تعمیر ہوتو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ خود نفسِ قبر پر کوئی عمارت چُنی جائے اس کی ممانعت میں اصلاً شک نہیں کہ سقفِ قبر وہوائے قبر حق میّت ہے، معہذا اس فعل میں اس کی اہانت واذیت، یہاں تک کہ قبر پر بیٹھنا، چلنا ممنوع ہوا نہ کہ عمارت چننا، ہمارے بہت علمائے مذہب قدست اسرارہم نے احادیث وروایات نہی عن النباء سے یہی معنیٰ مراد لیے اور فی الواقع بناء علی القبر کے حقیقی معنیٰ یہی ہیں۔ گرد قبر کوئی مکان بنانا حول القبر ہے نہ کہ علی القبر۔ جیسے صلوٰۃ علی القبر کی ممانعت بجنب القبر کو شامل نہیں "کما نص علیه العلماء قاطبة و بیناه فی فتاوٰنا" (جیسا کہ علماء نے بالاتفاق اس کی تصریح کی ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔)

امام فقیہ النفس فخر الملۃ والدین اوز جندی خانیہ میں فرماتے ہیں "لا یجصص القبر لماروی عن البنی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم انه نهی عن التجصیص و التقضیض وعن البناء فوق القبر، قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبر فی دیارنا لماروی عن ابی حنیفة رحمه اللّٰه تعالٰی انه قال لایحصص القبر ولایطین ولایرفع علیه بناء وسفط" قبر کو گچ سے پکا نہ کیا جائے گا اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے گچ اور چونے سے پختہ کرنے سے اور قبر کے اوپر عمارت بنانے سے ممانعت فرمائی ہے۔ علماء نے فرمایا عمارت سے مراد وہ سفط ہے جو ہمارے دیار میں قبر پر بنایا جاتا ہے اس لیے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: قبر کو گچ اور گارے سے پختہ نہ کیا جائے اور نہ اس پر عمارت اور سفط بلند کیا جائے۔

امام طاہر بن عبد الرشید بخاری خلاصہ میں فرماتے ہیں "لا یرفع علیه بناء قالوا ارادبه السفط الذی نجعل فی دیارنا علی القبور وقال فی الفتاوی الیوم اعتاد واالسفوط" اس پر کوئی عمارت اونچی نہ کی جائے، علماء نے فرمایا: اس سے وہ سفط مراد ہے جو ہمارے دیار میں قبروں پر بنایا جاتا ہے اور فتاوٰی میں ہے کہ اس زمانے میں سفطوں کی عادت ہو چکی ہے۔

رحمانیہ میں نصاب الاحتساب سے ہے "لایجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا اومسجدا لان موضع القبر حق المقبور فلا یجوز لاحد التصرف فی هواء قبره" قبر کے اوپر گھر یا مسجد بنانا جائز نہیں اس لیے کہ قبر کی جگہ میّت کا حق ہے تو کسی کے لیے اس قبر کی فضا میں تصرف روا نہ ہوگا۔

ہندیہ میں ہے "یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیّت "قبروں پر چلنے سے گنہگار ہوگا اس لیے کہ قبر کی چھت حقِ میّت ہے۔

دوسرے یہ کہ گرد قبر کوئی چبوترہ یا مکان بنایا جائے، یہ اگر زمین ناجائز تصرف میں ہو جیسے ملک غیر بے اذن مالک یا ارض وقف بے شرط واقف، تو اس وجہ سے ناجائز ہے کہ ایسی جگہ تو مسجد بنانی بھی جائز نہیں اور عمارت تو اور ہے "ولذا النقل فی المرقاة عن الازهاران النهی للحرمة فی المقبرة المسبلة ویجب الهدم وان کان مسجدا " اسی لیے مرقات میں ازہار سے نقل ہے کہ عام وقفی قبرستان میں تعمیر حرام ہونے کی وجہ سے نہی ہے اور اسے ڈھا دینا ضروری ہے اگرچہ مسجد ہی ہو۔

یوں ہی اگر بہ نیت فاسدہ ہو مگر زینت وتفاخر جیسے امراء کی قبور پر ابنیہ رفیعہ بمصارف وسیعہ اس غرض سے بنائے جاتے ہیں، تو یہ بوجہ فسادنیت ممنوع "کما مرعن البرهان ومثله فی نور الایضاح وغیره" (جیسا کہ برہان کے حوالے سے گزرا اور اسی کے مثل نورالایضاح وغیرہ میں ہے۔)

اسی طرح جہاں بے فائدہ محض ہو، جیسے کوئی قبر کسی بَن میں واقع ہو جہاں لوگوں کا گزر نہیں یا عوام غیر صلحا کی قبور جن سے نہ کسی کو عقیدت کہ بجہت تبرک وانتفاع ان کی مقابر پر جائیں نہ ان کے دنیادار ورثا سے امید کہ وہی جاڑے، گرمی، برسات مختلف موسموں میں بقصدِ زیارت قبر ونفع رسانیِ میّت وہاں جا کر بیٹھا کریں گے، قرآن وذکر میں مشغول رہیں گے یا بروجہ جائز قراء وذاکرین کو وہاں مقرر رکھیں گے، ایسی صورت میں بوجہ اسراف واضاعت مال نہی ہے، علامہ تورپشتی فرماتے ہیں "منهی لعدم الفائدة فیه "، ممنوع ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں۔

مجمع بحارالانوار میں ہے "منهی عنه لعدم الفائدة "بے فائدہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

مرقاۃ میں ہے "وقال بعض الشراح من علمائنا ولاضاعة المال "اور ہمارے بعض علمائے شارحین نے فرمایا اور اضاعت مال کی وجہ سے بھی۔

جہاں ان سب محذورات سے پاک ہو وہاں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ ولہٰذا مولانا علی قاری نے بعد نقل کلام مذکور تورپشتی فرمایا "قلت فیستفاد منه انه اذا کانت الخیمة لفائدة مثل ان یقعد القراء تحتها فلا تکون منهیة، قال ابن الهمام واختلف فی اجلاس القارئین لیقرؤوا عند القبر والمختار عدم الکراهة " میں کہتا ہوں تو اس سے مستفاد ہوا کہ جب خیمہ کسی فائدہ کے تحت ہو مثلاً یہ کہ قرآن پڑھنے والے اس کے نیچے بیٹھیں گے تو ممنوع نہ ہوگا۔ ابن ہمام نے فرمایا: قبر کے

پاس قراء کو تلاوت کے لیے بیٹھانے کے متعلق اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ کراہت نہیں۔

شیخ الاسلام کشف الغطاء میں فرماتے ہیں "اگر غرضے صحیح داشتہ باشد دراں باك نیست بآں چنانکہ دربنائے قبر بہ نیت آسائش مردم وچراغ افروختن درمقابربقصد دفع ایذائے مردم از تاریکی راہ ونحو آں گفتہ اند، کذا یفھم من شرح الشیخ "**اگر کوئی صحیح غرض ہو تو اس میں حرج نہیں جیسے لوگوں کے آرام کے لیے قبر کے پاس عمارت بنانے اور راستے کی تاریکی سے لوگوں کی تکلیف دفع کرنے کے لیے قبرستان میں چراغ جلانے اور اس طرح کے کاموں میں علماء نے فرمایا ہے۔ شیخ کی شرح سے ایسا ہی سمجھ میں آتا ہے۔**

صحیح بخاری شریف میں ہے "عن عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال فی مرضه الذی مات فیه لعن اللّٰہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاء ھم مسجدا قالت ولولا ذاك لابرزوا قبره" **حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہے کہ حضور نے اپنے مرضِ وفات میں فرمایا: یہود ونصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔ فرماتی ہیں: اگر یہ ارشاد نہ ہوتا تو حضور کی قبر انور نمایاں رکھی جاتی۔**

علامہ قسطلانی ارشاد الساری میں زیر حدیث مذکور لکھتے ہیں "لکن لم یبرزوہ ای لم یکشفوہ بل بنوا علیه حائلا" **لیکن اسے نمایاں اور منکشف نہ رکھا بلکہ اس پر ایک حائل بنا دیا۔**

جذب القلوب میں فرمایا "چوں دفن سرورِ انبیاء صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم بموجب حکمِ الٰہی ھم درحجرہ شریفه شد۔ عائشه صدیقه نیز درخانه خود ساکن می بودومیان او و قبرشریف پردہ نہ بود، و درآخر بسبب جرأت و عدم تحاشی مردم از درآمدن برقبرشریف وبرداشتن خاك ازاں خانه را دوقسم ساخت ودیوارے درمیان مسکن خود وقبر شریف کشید وبعد ازاں کہ امیر المومنین عمر درمسجد زیادت کردہ حجرہ راازخشت خام بناکردو تازمان حدوث عمارت ولید ایں حجرہ ظاھر بود عمر بن عبدالعزیز بحکم ولید بن عبدالملك آں راھدم کردو بحجارہ منقوشه برآورد۔ برظاھر آں حظیرہ دیگر بناکرد وھیچکدام ازیں دودرے نگذاشت از عروہ روایت می کنند کہ وے بہ عمربن عبدالعزیز گفت، اگر حجرہ شریفه رابرحالِ خود گزارند وعمارتے گردآں برآرند احسن باشد" **جب سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکمِ الٰہی کے**

باعث حجرہ شریفہ ہی میں دفن کردیا گیا، عائشہ صدیقہ بھی اپنے گھر میں سکونت پذیر تھیں، ان کے اور قبر شریف کے درمیان پردہ نہ تھا، آخر میں قبر شریف کے پاس بیبا کی سے لوگوں کے بے تحاشہ آنے اور وہاں کی خاک لے جانے کی وجہ سے گھر کو دو حصوں میں تقسیم کردیا اور اور اپنے مسکن اور قبر شریف کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی۔ جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں اضافہ کیا تو حجرہ کی عمارت پکی اینٹوں کی بنادی۔ ولید کے زمانہ کی تعمیر جدید تک یہ حجرہ ظاہر تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن عبدالملک کے حکم سے اسے منہدم کر کے منقش پتھروں سے بنایا اور اس کے بیرونی حصہ پر ایک اور حظیرہ بنایا اور ان دو دروازوں میں سے کوئی نہ چھوڑا۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا اگر حجرہ شریف کو اپنے حال پر رکھتے اور اس کے گرد ایک عمارت بنادیتے تو بہتر ہوتا۔

لاجرم ائمہ کرام نے گردِ قبورِ علماء ومشائخ قدست اسرارہم اباحتِ بنا کی تصریح فرمائی۔ علامہ طاہر فتنی بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں "وقد اباح السلف ان یبنی علی قبر المشایخ والعلماء المشاهير ليزورهم الناس و يستريحوا بالجلوس فيه" سلف نے مشہور علماء ومشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں۔

بعینہ اسی طرح علامہ علی قاری مکی نے بعد عبارت مسطورہ ذکر فرمایا کہ " وقد اباح السلف البناء "سلف نے علماء ومشائخ کی قبور پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے۔

کشف الغطاء میں ہے "درمطالب المومنین گفته که مباح کرده اند سلف بناء رابر قبر مشائخ علمائے مشهور تامردم زیارت کنند واستراحت نمایند بجلوس درآں ولیکن اگر برائے زینت کنند حرام است ودرمدینه مطهره بنائے قبها بر قبور اصحاب درزمان پیش کرده اند ظاهر آنست که آں بتجویز آں وقت باشدو برمرقدِ منور آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم نیز قبه عالی ست" مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ سلف نے مشہور علماء ومشائخ کی قبروں پر عمارت بنانا مباح رکھا ہے تاکہ لوگ زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام لیں، لیکن اگر زینت کے لیے بنائیں تو حرام ہے۔ مدینہ منورہ میں صحابہ کی قبروں پر اگلے زمانے میں قبے تعمیر کئے گئے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ اس وقت جائز قرار دینے سے ہی یہ ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرقدِ انور پر بھی ایک بلند قبہ ہے۔

نورالایمان میں ہے "قدنقل الشيخ الدهلوی فی مدارج عن مطالب المومنين ان السلف اباحوا ان يبنی

علی قبر المشایخ والعلماء المشھورین قبۃ لیحصل الاستراحۃ الزائرین و یجلسون فی ظلھا وھکذا فی المفاتیح شرح المصابیح وقد جوزہ اسمٰعیل الزاھدی الذی من مشاھیر الفقھاء" **شیخ محقق دہلوی نے مدارج النبوۃ میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ سلف نے مشہور مشائخ وعلماء کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز ومباح رکھا ہے تاکہ زائرین کو آرام ملے اور اس کے سائے میں بیٹھ سکیں۔ اسی طرح مفاتیح شرح مصابیح میں بھی ہے اور مشاہیر فقہاء میں سے اسمٰعیل زاہدی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔**

علامہ سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں صراحۃً فرمایا کہ اس میں کچھ کراہت بھی نہیں "حیث قال فی مسألۃ الدفن فی الفساقی ان فی نحو قرافۃ مصر لایتأتی للحدودفن الجماعۃ لتحقق الضرورۃ واماالبناء فقدم الاختلاف فیہ، واما الاختلاط فللضرورۃ، فاذا فعل الحاجزبین الاموات فلا کراھۃ" **تہ خانوں کے اندر تدفین کے مسئلہ میں لکھتے ہیں: قرافہ مصر جیسی جگہ میں لحد نہیں بن پاتی اور کئی ایک آدمیوں کو ایک ساتھ دفن کرنا مجبوری کی وجہ سے ہے۔ رہی تعمیر تو اس بارے میں اختلاف گزر چکا ہے، اور اختلاط تو مجبوراً ہے۔ اگر مُردوں کے درمیان آڑ کردی جائے تو کوئی کراہت نہیں۔**

نہایت یہ کہ امام اجل ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی نے تنویر الابصار و جامع البحار پھر علامہ محقق علاء الدین محمد دمشقی نے شرح تنویر پھر فاضل جلیل سیّدی احمد مصری نے حاشیہ مراقی میں تصریح وتقریر فرمائی کہ قولِ جواز ہی مختار ومفتی بہ ہے۔ "وھذا لفظ العلامۃ الغزی لایرفع علیہ بناء، وقیل لاباس بہ وھوالمختار" **یہ علامہ غَزّی کی عبارت ہے: اس پر کوئی عمارت بلند نہ کی جائے اور کہا گیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی مختار ہے۔**

بعد تصریح صریح افتاء وترجیح، مجال کلام کیا ہے "ھذا ینبغی تحقیق المقام بتوفیق الملک المنعم العلام وبہ یحصل التوفیق بین کلمات الاعلام واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم" **اس مقام کی تحقیق اسی طرح ہونی چاہیئے بادشاہ محسن علاّم کی توفیق سے اور اسی سے علمائے اعلام کے کلمات میں تطبیق بھی ہوجاتی ہے۔ اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم زیادہ کمال واستحکام والا ہے۔"**

(فتاوٰی رضویہ، جلد9، صفحہ413-، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

فقہ حنبلی سے ثبوت

سعودی وہابی خود کو حنبلی کہلواتے ہیں جب کہ قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت حنبلیوں سے ثابت ہے ہاں دکھلاوے کے طور پر ہو تو منع ہے۔کتاب الفروع ومعہ تصحیح الفروع لعلاء الدین علی بن سلیمان المرداوی میں محمد بن مفلح بن محمد الحنبلی (المتوفی 763ھ) فرماتے ہیں"حَرَّمَ أَبُو حَفْصٍ الْحُجْرَةَ، قَالَ:بَلْ تُهْدَمُ، وَحَرَّمَ الْفُسْطَاطَ، وَكَرِهَ أَحْمَدُ الْفُسْطَاطَ وَالْخَيْمَةَ، وَأَمَرَ ابْنُ عُمَرَ بِإِزَالَةِ الْفُسْطَاطِ وَقَالَ:إنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ .وَظَاهِرُ كَلَامِهِمْ لَا يَحْرُمُ لِقَصْدِ التَّمْيِيزِ فَإِنَّهُ تَحْرُمُ الْمُفَاخَرَةُ وَالرِّيَاءُ ملخصا" ترجمہ:ابوحفص نے (قبر پر) حجرہ بنانے کو حرام فرمایا بلکہ فرمایا کہ اسے ختم کر دیا جائے اور قبر پر خیمہ بنانا بھی حرام ہے۔امام احمد نے قبر پر خیمہ کو مکروہ فرمایا۔ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (ایک قبر پر سے) خیمہ کو ختم کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: میت پر ان کے عمل کا سایہ ہوتا ہے (نہ کہ قبر پر خیمہ کا سایہ)۔ان سب بزرگوں کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ جو قبہ ریا ودکھلاوا کے طور پر ہو وہ حرام ہے اور جو تمیز کے قصد سے بنایا جائے تو اس میں حرج نہیں۔

(کتاب الفروع ومعہ تصحیح الفروع لعلاء الدین علی بن سلیمان المرداوی،کتاب الجنائز،فصل:یجب دفنہ مستقبل القبلة،جلد3،صفحہ379، مؤسسة الرسالة،بیروت)

مزارات پر گنبد بنانا پوری دنیا میں رائج

اولیائے کرام کے مزارات بنانا فقط ہندوستان پاکستان ہی میں رائج نہیں بلکہ صدیوں سے پوری دنیا میں رائج ہے اور بڑے بڑے محدثین وفقہائے کرام نے ان سب کو ناجائز وحرام نہیں کہا بلکہ جائز کہا ہے۔ایک وہابی مصنف اپنی کتاب میں اس حقیقت کا ان الفاظ میں اعتراف کرتا ہے"هذا امر عمّ البلاد و طبّق الارض شرقاً و غرباً بحيث لا بلدة من بلاد الاسلام الا فيها قبور و مشاهد بل مساجد المسلمين غالباً لا تخلو عن قبر و مشهد و لا يسع عقل عاقل انّ هذا منكر يبلغ الىٰ ما ذكرت من الشناعة و يسكت علماء الاسلام" ترجمہ:یہ امر تمام ممالک خواہ مغربی ہوں یا مشرقی، میں مروج ہے۔حتیٰ کوئی اسلامی خطہ ایسا نہیں کہ جس میں قبر ومقبرہ نہ ہو۔یہاں تک کہ مسلمانوں کی مساجد بھی اس سے خالی نہیں۔بناء بریں عقل یہ بات ہرگز قبول نہیں کرتی کہ اس قسم کی چیز حرام ہو اور علمائے اسلام اس کے مقابلے میں خاموش رہیں۔

(تطہیر الاعتقاد صفحہ17،مطبوعہ مصر)

ابن قیم کی تقلید

وہابی مزارت اور اس پر بنے گنبدوں کا ایسے دشمن ہیں جیسے شیطان انسان کا دشمن ہے۔وہابی ہمیشہ کی طرح اپنے اس

باطل عقیدہ پر پوری امت کا اجماع کہتے ہیں جبکہ یہ ان کا خودساختہ اجماع ہے۔اس مسئلے کو سب سے پہلے ابن تیمیہ کے مشہور و معروف شاگرد ابن قیم نے چھیڑا اور اولیاء خدا نیز پیغمبروں کی قبروں پر عمارت بنانا حرام قرار دیا اور انہدام کا فتویٰ دیا چنانچہ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں ابن قیم (المتوفی 751ھ) لکھتا ہے "یَجِبُ هَدْمُ الْمَشَاهِدِ الَّتِیْ بُنِیَتْ عَلیٰ الْقبُوْرِ۔۔۔ وَلَا یَجُوْزُ اِبْقَاءُ هَا بَعْدَ الْقُدْرَةِ عَلیٰ هَدْمِهَا وَ ابْطَالِهَا یَوْماً وَاحِداً"، ترجمہ: قبروں پر تعمیر شدہ عمارتوں کو ڈھانا واجب ہے، اگر انہدام اور ویرانی ممکن ہو تو ایک دن بھی تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، جلد3، صفحہ443، 444، مؤسسة الرسالة، بیروت)

وہابیوں کے نزدیک روضہ رسول پر بنا سبز گنبد جہالت و بدعت ہے

یہاں تک کہ ان وہابیوں کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر جو سبز گنبد ہے وہ بھی ناجائز ہے چنانچہ محمد بن اسماعیل یمنی وہابی لکھتا ہے: "اگر تو سوال کرے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر جو ایک بہت بڑا قبہ (گنبد) تعمیر کیا گیا ہے اور اس پر بہت مال خرچ کیا ہے۔ (یہ شرعا کیسا ہے) میں (محمد بن اسماعیل) جوابا کہتا ہوں کہ یہ حقیقۃً بہت بڑی جہالت ہے۔"

(تطهیر الاعتقاد لابن اسماعیل الصعنائی، صفحہ40,41، المملکة العربیه، سعودیه)

سعودی عرب کے مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (المتوفی 1420ھ) اپنے فتوی میں کہتے ہیں "لأن بناء أولئك الناس القبة على قبره صلى الله عليه وسلم حرام يأثم فاعله" ترجمہ: ان لوگوں کا قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گنبد بنانا حرام کام تھا اس کا گناہ اس کے بنانے والوں کے سر ہے۔

(فتاوی اللجنة الدائمة، جلد9، صفحہ83، رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء، الرياض)

مزید سعودی مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (المتوفی 1420) اپنے فتویٰ جو کتاب فتاوی نور علی الدرب، جلد2، صفحہ 332 میں چھپا ہے میں کہتا ہے "لا شك أنه غلط منه، وجهل منه، ولم يكن هذا فى عهد النبى صلى الله عليه وسلم ولا فى عهد أصحابه ولا فى عهد القرون المفضلة، وإنما حدث فى القرون المتأخرة التى كثر فيها الجهل، وقل فيها العلم وكثرت فيها البدع، فلا ينبغى أن يغتر بذلك" ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ غلطی اور جہالت ہے، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہ تھا، نہ ہی صحابہ کے دور میں تھا، نہ ہی قرون اولی میں تھا، اور بے شک اس کو بعد میں آنے والے زمانے میں بنایا گیا جس میں جہالت کی کثرت، علم کی کمی اور بدعت کی کثرت ہوگئی پس یہ جائز نہیں کہ اس سے دھوکہ کھایا جائے۔

(فتاوی نور علی الدرب، بیان الحکم فی القبة الخضراء علی قبره علیه الصلاة والسلام، جلد2، صفحہ332)

جلد2 صفحہ 338 پر مزید کہتا ہے" وأما هذه القبة فهي موضوعة متأخرة من جهل بعض الأمراء، فإذا أزيلت فلا بأس بذلك، بل هذا حق لكن قد لا يتحمل هذا بعض الجهلة، وقد يظنون بمن أزالها بأنه ليس على حق، وأنه مبغض للنبي عليه الصلاة والسلام" ترجمہ: **اور یہ جو گنبد ہے تو یہ بعد میں آنے والے بعض امراء کی جہالت کی وجہ سے بنا، اگر اس کو گرایا جائے تو کوئی برائی نہیں، بلکہ یہی حق ہے لیکن کچھ جاہل لوگ اسے برداشت نہیں کر پائیں گے وہ گمان کرتے ہیں کہ جس نے اس کو ہٹایا وہ حق پر نہیں ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفرت کرتا ہے۔**

(فتاوی نور علی الدرب،بیان الحکم فی القبة الخضراء علی قبرہ علیه الصلاة والسلام،جلد2،صفحه338)

ایک جگہ بغض کی انتہا کرتے ہوئے کہتا ہے "وإنما تركت من أجل خوف القالة والفتنة" **ترجمہ: اور بیشک اس کو (جہلاء کی) بکواس اور فتنہ کے خوف سے چھوڑ دیا گیا ہے۔**

(فتاوی نور علی الدرب،بیان الحکم فی القبة الخضراء علی قبرہ علیه الصلاة والسلام،جلد2،صفحه339)

قبر انور کو جنت البقیع میں منتقل کرنے کا منصوبہ

روزنامہ سیاست میں واضح طور پر سعودی وہابی مولویوں کا قول نقل کیا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی قبر انور کو جنت البقیع میں منتقل کرنے کا کہا تھا۔ مکمل خبر ملاحظہ ہو:

مدینہ منورہ۔4 ستمبر (سیاست ڈاٹ کام) برطانوی اخبارات کی جانب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی متبادل مقام پر منتقلی سے متعلق متنازعہ خبروں کی اشاعت کے بعد معلوم ہوا ہے کہ یہ تجویز روضہ رسول صلی اللہ وسلم اور مسجد نبوی کے توسیعی پروجیکٹ کے حوالے سے تیار کردہ ایک تحقیقی رپورٹ میں دی گئی تھی، جس کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ العربیہ ڈاٹ نیٹ نے سعودی حکومت کے ایک مصدقہ ذریعے کے حوالے سے اپنی رپورٹ میں بتایا ہے کہ سعودی حکومت نے قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو متبادل مقام پر منتقل کرنے کا کوئی فیصلہ کیا ہے اور نہ ہی ایسی کوئی تجویز زیر غور ہے۔ قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منتقلی کے حوالے سے میڈیا میں زیر گشت اطلاعات بے بنیاد ہیں۔ البتہ دو سال پیشتر جب روضہ رسول اور مسجد نبوی کی توسیع کے حوالے سے منصوبے کا آغاز ہوا تھا تو توسیعی کمیٹی کے ماہرین نے یہ تجویز دی تھی اور ساتھ ہی علماء سے اس پر رائے بھی طلب کی تھی۔ ماہرین کا خیال تھا کہ مسجد نبوی کی شمال کی سمت سے توسیع اور دوسری منزل کی تعمیر سے روضہ رسول متاثر ہوسکتا ہے۔ **علماء نے قبر رسول کی منتقلی کی اجازت دی تھی مگر ساتھ ہی یہ واضح کر دیا تھا کہ قبر مبارک کو کھولا نہیں جائے گا۔** خیال رہے کہ حال ہی میں برطانوی اخبارات انڈی پنڈنٹ اور ڈیلی میل نے جھوٹی اور من گھڑت خبر شائع کی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ سعودی

حکومت مسجد نبوی کی توسیع کیلئے قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی موجودہ جگہ سے ہٹانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(روزنامہ سیاست 4 ستمبر 2014ء)

وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی کی قبر پر گنبد بنانے کی اپیل

نبی علیہ السلام اور اولیائے کرام کے مزارات پر بنے گنبدوں سے وہابیوں کی یہ دشمنی قارئین نے ملاحظہ کی لیکن دوسری طرف وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی کی قبر پر گنبد بنانے کی اپیل بھی وہابیوں کی طرف سے تاریخ میں رقم ہے۔ ماہ جولائی 1960ء کے اخبارات میں مسلسل یہ خبر شائع رہی کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے پیر سید احمد صاحب بریلوی کی قبر جو بالاکوٹ میں واقع ہے شکستہ حالت میں ہے اس کی مرمت کی جائیگی اور اس پر گنبد وغیرہ تعمیر کیا جائے گا۔

سبحان اللہ سید احمد صاحب جنھوں نے عمر بھر مسلمانوں کی قبریں ڈھائیں اب خود اس کی قبر پر گنبد بننے کی درخواست دوغلا پالیسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

دیوبندی مولوی احتشام الحق قائداعظم کا مقبرہ بننے پر خوشی کا اظہار

مزید یہ کہ 29 جولائی 1960ء کو صدر پاکستان ایوب خان نے قائداعظم کی قبر کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس میں ایک لاکھ مسلمان شریک تھے اس عمارت پر 75 لاکھ روپیہ خرچ ہوگا، اس تقریب میں دیوبندیوں کے پیشوا مولوی احتشام الحق نے بھی شرکت کی۔ ان کی تقریر راولپنڈی کے جنگ 12 اگست 1960ء میں شائع ہوئی۔ احتشام تھانوی نے بہت خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ مبارک ہو کہ بانی انقلاب آج بانی پاکستان کی قبر پر سنگ بنیاد رکھ رہا ہے اب تک پاکستان کی حکومتوں نے اس مبارک کام میں بہت سستی کی تھی۔

مسلمانو! یہ ہیں وہ وہابی جواب تک مسلمانوں کی قبریں اکھڑواتے تھے جنھوں نے نجدی حکومت کو مبارک باد کے تار دیئے تھے کہ اس نے صحابہ واہل بیت کی قبریں اکھیڑ دیں لیکن قائداعظم کی قبر پر گنبد وغیرہ تعمیر ہونے پر مبارک باد دے رہے ہیں۔ ان کا کتابی مذہب اور ہے، زبانی مذہب اور عملی مذہب کچھ اور چلو تم ادھر کو ہوا جدھر کی۔

قبور عمارت وگنبد بنانے پر اعتراضات کے جوابات

وہابی قبوں کو شہید کرنے پر دو طرح کی دلیلیں دیتے ہیں:

قبر پر عمارت بنانے پر ممانعت والی حدیث کی شرح

(1) اول تو یہ کہ مشکوٰۃ باب الدفن میں بروایت مسلم ہے"نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ" ترجمہ: حضور علیہ السلام نے منع فرمایا اس سے کہ قبروں پر گچ کی جاوے اور اس سے کہ اس پر عمارت بنائی جاوے اور اس سے کہ اس پر بیٹھا جاوے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب النہی عن تجصیص القبر والبناء علیہ، جلد2، صفحہ667، حدیث970، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

اس حدیث پاک سے وہابی ثابت کرتے ہیں کہ کسی نبی یا ولی کی قبر پر عمارت بنانا جائز نہیں ہے۔ جبکہ حدیث پاک میں قبر کے عین اوپر عمارت بنانے کی ممانعت ہے اور وہابی اس سے مزار کے ساتھ جو قبہ بنا ہوتا ہے اس کی ممانعت ثابت کررہے ہیں۔ قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت اس لئے ہے کہ اگر قبر کے عین اوپر عمارت بنا لی جائے گی تو اس میں مردے کو اذیت ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں"قولہ:وأن یبنی علیہ،أی:علی القبر" یعنی قبر کے اوپر عمارت بنائی جائے (تو منع ہے)۔ (شرح سنن أبی داود، کتاب الجنائز، باب البناء علی القبر، جلد6، صفحہ182، مکتبۃ الرشد، الریاض)

باقی جہاں تک انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے مزارات پر قبہ بنانے کا تعلق ہے تو یہ بالکل جائز ہے کہ یہ قبر سے متصل نہیں ہوتا بلکہ جدا ہوتا ہے۔ اگر اس حدیث پاک کا مطلب یہ بھی لیا جائے کہ مزار کے اردگرد بھی قبہ بنانا ناجائز ہے تو یہ اسی صورت میں ناجائز ہوگا جب بے ضرورت ہو۔ اگر کوئی ضرورت ہے جیسے جو زیارت کو آئے ہیں وہ سکون سے تلاوت وغیرہ کرسکیں تو یہ جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پوری دنیا میں انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارک اور صحابہ کرام و اولیائے کرام کی قبروں پر قبے بنے ہوئے ہیں۔

صحابہ کرام نے خاص خاص قبروں پر عمارات بنائی ہیں یہ فعل سنت صحابہ ہے چنانچہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کی قبر انور کے گرد عمارت بنائی۔ سیدنا ابن زبیر نے اس پر خوبصورت عمارت بنائی۔ حضرت حسن مثنیٰ کی بیوی نے اپنے شوہر کی قبر پر قبہ ڈالا جس کو پیچھے نقل کیا جاچکا ہے۔ زوجہ حسن مثنیٰ کے اس فعل کے ماتحت ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ باب البکاء میں فرماتے ہیں"الظَّاهِرُ أَنَّهُ لِاجْتِمَاعِ الْأَحْبَابِ لِلذِّكْرِ، وَالْقِرَاءَةِ، وَحُضُورِ الْأَصْحَابِ لِلدُّعَاءِ وَالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ، وَأَمَّا حَمْلُ فِعْلِهَا عَلَى الْعَبَثِ الْمَكْرُوهِ كَمَا فَعَلَهُ ابْنُ حَجَرٍ فَغَيْرُ لَائِقٍ بِصَنِيعِ أَهْلِ الْبَيْتِ" ظاہر یہ ہے کہ یہ قبہ دوست، احباب کے جمع ہونے کے لیے تھا تاکہ ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کریں اور دعائے مغفرت ورحمت کریں۔ لیکن ان بی بی کے اس

کام کو محض بے فائدہ مکروہ قرار دینا جیسا کہ حضرت ابن حجر نے فرمایا تو یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔

(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت ،جلد3،صفحہ1249، دار الفکر، بیروت)

صاف معلوم ہوا کہ بلا فائدہ عمارت بنانا منع اور زائرین کے آرام کے لیے جائز ہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پر خیمہ بنایا۔ المنتقی شرح الموطا میں ابو الولید سلیمان بن خلف القرطبی الباجی الأندلسی (المتوفی 474ھ) فرماتے ہیں "قَدْ ضَرَبَهُ عُمَرُ عَلَى قَبْرِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ---وَضَرَبَتْهُ عَائِشَةُ عَلَى قَبْرِ أَخِيهَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَضَرَبَهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ عَلَى قَبْرِ ابْنِ عَبَّاسٍ---وَإِنَّمَا كَرِهَهُ مَنْ كَرِهَهُ لِمَنْ ضَرَبَهُ عَلَى وَجْهِ السُّمْعَةِ وَالْمُبَاهَاةِ" ترجمہ: حضرت عمر نے زینب بنت جحش کی قبر پر خیمہ بنایا۔ حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر خیمہ بنایا۔ محمد ابن حنیفہ (ابن حضرت علی) نے ابن عباس کی قبر پر خیمہ بنایا رضی اللہ عنہم اور جس نے قبہ بنانا مکروہ کہا ہے تو اس کے لیے جو کہ اس کو فخر دریا کے لیے بنائے۔ (المنتقی شرح الموطإ، کتاب الجنائز، جامع الصلاة علی الجنائز، جلد2، صفحہ23، مطبعة السعادة، مصر)

بدائع الصنائع میں ہے "وَرُوِيَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَمَّا مَاتَ بِالطَّائِفِ صَلَّى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ، وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا، وَجَعَلَ لَهُ لَحْدًا وَأَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ، وَجَعَلَ قَبْرَهُ مُسَنَّمًا وَضَرَبَ عَلَيْهِ فُسْطَاطًا" ترجمہ: مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب طائف میں وصال کیا تو حضرت محمد بن حنفیہ نے ان کا جنازہ پڑھایا اور چار تکبیریں پڑھیں اور ان کی قبر لحد بنائی اور ان کو قبلہ کی جانب سے قبر میں داخل کیا اور قبر کو اوپر سے کوہان نما بنایا اور ان کی قبر پر ایک خیمہ لگایا۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الصلوٰة، فصل فی سنة الدفن، جلد1، صفحہ320، دار الکتب العلمیة، بیروت)

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ابو محمد محمود بن احمد بدر الدین العینی (المتوفی 855ھ) لکھتے ہیں" ضربه محمد ابن الحنيفة على قبر ابن عباس "ترجمہ: محمد بن حنیفہ نے حضرت ابن عباس کی قبر انور پر خیمہ بنایا۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکره من اتخاذ المساجد علی القبور، جلد 8، صفحہ134، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

ان صحابہ کرام نے یہ فعل کیے اور ساری اُمت روضۂ رسول علیہ السلام پر جاتی رہی، کسی محدث کسی فقیہ کسی عالم نے اس روضہ پر اعتراض نہ کیا لہٰذا اس حدیث کی وہی توجیہات کی جائیں جو کہ ہم نے کیں۔ قبر پر بیٹھنے کے معنی ہیں قبر پر چڑھنا جو منع ہے نہ کہ وہاں مجاور بننا۔ مجاور بننا تو جائز ہے۔ مجاور اسی کو تو کہتے ہیں جو قبر کا انتظام رکھے کھولنے بند کرنے کی چابی اپنے پاس رکھے وغیرہ وغیرہ یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمانوں کی والدہ حضور علیہ السلام کی قبر

انور کی منتظمہ اور چابی والی تھیں ۔ جب صحابہ کرام کو زیارت کرنی ہوتی تو ان سے ہی کھلوا کر زیارت کرتے ۔ دیکھو مشکوٰۃ باب لدفن ۔ آج تک روضہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر مجاور رہتے ہیں کسی نے ان کو ناجائز نہ کہا۔

بلند قبروں کو زمین کے برابر کرنے والی حدیث کا صحیح مطلب

(2) وہابیوں کی دوسری دلیل یہ حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ، قَالَ:قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ" ترجمہ:ابوالہیاج اسدی سے مروی ہے حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا کیا میں تجھے اس کام کے لئے نہ بھیجو جس کام کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا کہ جو تصویر نظر آئے اسے مٹا دو اور ہر بلند قبر کو برابر کردو۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز،باب الأمر بتسویة القبر،جلد2،صفحہ666،حدیث969،دار إحیاء التراث العربی ،بیروت)

اس حدیث کو آڑ بنا کر نجدی وہابیوں نے صحابہ کرام اور اہل بیت کے مزارات کو گرا کر زمین کے برابر کردیا۔جبکہ جن قبروں کو گرادینے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہے وہ کفار کی قبریں تھیں نہ کہ مسلمین کی ۔اس کی چند وجوہ ہیں ۔اولاً تو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو اس کام کے لیے بھیجتا ہوں ۔جس کے لیے مجھے حضور علیہ السلام نے بھیجا۔حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جن قبروں کو حضرت علی نے گرایا وہ مسلمانوں کی قبریں نہیں ہوسکتیں کیونکہ صحابہ کرام کی تدفین میں حضور علیہ السلام شرکت فرماتے تھے ۔ نیز صحابہ کرام کوئی کام حضور علیہ السلام کے بغیر مشورہ کے نہ کرتے تھے ۔لہٰذا اس وقت جس قدر قبور مسلمین بنیں ،وہ یا تو حضور کی موجودگی میں یا آپ کی اجازت سے ،تو وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو کہ ناجائز بن گئیں اور ان کو مٹانا پڑا ۔ہاں عیسائیوں کی قبور اونچی ہوتی تھیں ۔ بخاری شریف میں مسجد نبوی کی تعمیر کے بیان میں ہے "أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ، فَنُبِشَتْ" ترجمہ:حضور علیہ السلام نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا پس اکھیڑ دی گئیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ،باب:ہل تنبش قبور مشرکی الجاہلیة، ویتخذ مکانہا مساجد،جلد1،صفحہ93،حدیث 428،دارطوق النجاۃ،مصر)

حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں "قَوْلُهُ بَابُ هَلْ تُنْبَشُ قُبُورُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ (أَيْ دُونَ غَيْرِهَا مِنْ قُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَتْبَاعِهِمْ لِمَا فِي ذَلِكَ مِنَ الْإِهَانَةِ لَهُمْ بِخِلَافِ الْمُشْرِكِينَ فَإِنَّهُمْ لَا حُرْمَةَ لَهُمْ" ترجمہ: باب: کیا زمانہ جاہلیت کے مشرکین کی قبور کو اکھیڑا جائے گا۔یعنی نہ کہ ان کے علاوہ جیسے انبیا اور ان کے پیروکاروں کی قبریں کیونکہ اس میں ان کی اہانت ہے بخلاف مشرکین کے کہ ان کی کوئی حرمت نہیں ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری،باب ہل تنبش قبور مشرکی الجاہلیۃ،جلد1،صفحہ524، دار المعرفۃ،بیروت)

دوسری جگہ فرماتے ہیں”وَفِی الْحَدِیثِ جَوَازُ التَّصَرُّفِ فِی الْمَقْبَرَۃِ الْمَمْلُوکَۃِ بِالْھِبَۃِ وَالْبَیْعِ وَجَوَازُ نَبْشِ الْقُبُورِ الدَّارِسَۃِ إِذَا لَمْ تَکُنْ مُحْتَرَمَۃً وَجَوَازُ الصَّلَاۃِ فِی مَقَابِرِ الْمُشْرِکِینَ بَعْدَ نَبْشِھَا“ **ترجمہ:اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جو قبرستان ہبہ اور بیع کے ذریعہ ملک میں آ گیا اس میں تصرف کرنا اور پرانی قبریں اکھاڑنا جائز ہے بشرطیکہ وہ محترم نہ ہوں اور مشرکین کی قبروں کو ختم کر کے اس جگہ نماز پڑھنا جائز ہے۔**

(فتح الباری شرح صحیح البخاری،باب ہل تنبش قبور مشرکی الجاہلیۃ،جلد1،صفحہ526، دار المعرفۃ،بیروت)

اس حدیث اور اس کی شرح نے وہابیوں کی پیش کردہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کردی کہ مشرک کی قبریں گرائی جائیں۔اس لیے کہ اس میں قبر کے ساتھ فوٹو کا کیوں ذکر ہے،مسلمان کی قبر پر فوٹو کہاں ہوتی ہے؟ معلوم ہوا کہ کفار کی قبریں ہی مراد ہیں۔مزید یہ کہ فرمایا اونچی قبر کو زمین کے برابر کردو اور مسلمان کی قبر کے لیے سنت ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے۔اس کو بالکل پیوند زمین کرنا خلاف سنت ہے۔ ماننا پڑے گا کہ یہ قبور کفار تھیں ورنہ تعجب ہے کہ سیدنا علی تو اونچی قبریں اکھڑوائیں اور ان کے فرزند محمد ابن حنیفہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنائیں۔

وقف جگہ پر مزار بنانا کیسا؟

اعتراض:حقیقت پسندی کے بجائے دلیل سازی وہابیوں نے جنت البقیع میں قبروں کے قبوں کو ویران ومنہدم کرنے کے لئے ایک دوسری دلیل یہ گھڑی ہے کہ جنت البقیع کی زمین موقوفہ زمین ہے۔لہٰذا اس زمین سے استفادہ کے لئے واقف کے مقاصد کا لحاظ رکھا جائے۔

جواب:اولاً:کسی تاریخ وحدیث کی کتاب میں جنت البقیع کی زمین کے وقف ہونے کا ذکر نہیں ہے کہ ہم اس پر اعتماد کریں۔ بلکہ احتمال یہ ہے کہ بقیع کی زمین،افتادہ زمین تھی جہاں اہل مدینہ اپنے مردوں کو دفن کیا کرتے تھے۔اس صورت میں اس قسم کی سرزمین (مباحات اولیہ) شمار ہوگی اور اس میں ہر قسم کا تصرف جائز ہوگا۔

جنت البقیع میں ایک درخت بنام ''غرقد'' تھا۔جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں دفن کیا گیا تو اس درخت کو کاٹ دیا گیا۔درخت غرقد وہ جنگلی درخت ہے جو مدینہ کے صحراؤں میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دکھائی دیتے ہیں۔اس عبارت سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ جنت البقیع کی زمین افتادہ تھی اور ایک صحابی کے دفن ہونے کی وجہ سے ہر قبیلے نے اپنے لئے جگہ منتخب کرلی۔تاریخ میں وقف اور واقف کے مقاصد اور اس کے منافع کا بالکل ذکر نہیں ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ کئی ہستیوں کے مزارات جنت البقیع کے علاوہ دیگر غیر موقوفہ جگہ پر موجود تھے پھر وہابیوں نے ان مزارات کو کیوں شہید کیا؟؟؟

اگر اولیائے کرام کو اختیارات ہوتے تو اپنی قبروں کو شہید ہونے سے کیوں نے بچایا؟

اعتراض: اگر اولیاء اللہ یا صحابہ کرام میں کچھ طاقت تھی تو نجدی وہابیوں سے اپنی قبروں کو کیوں نہ بچایا؟ معلوم ہوا کہ یہ محض مردے ہیں پھر ان کی تعظیم وتوقیر کیسی؟

جواب: یہ اعتراض احمقانہ ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے یہاں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم خلاف شریعت کام ہونے سے روکیں جو صاحب مزار ہیں وہ تو اس کے مکلّف نہیں ہیں ہاں کبھی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اس کی طرف سے عطا کی ہوئی قدرت سے صاحب مزار سے کرامات کا ظہور ہو جاتا ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو یہ ان کے زندہ یا صاحب تصرف یا صاحب قدرت نہ ہونے کی دلیل نہیں اگر یہ دلیل ہو پھر تو معاذ اللہ رب تبارک وتعالیٰ کا بھی قادر نہ ہونا لازم آئے گا۔ حضور علیہ السلام سے پہلے کعبہ معظّمہ میں تین سو ساٹھ 360 بت تھے اور احادیث میں ہے کہ قریب قیامت ایک شخص کعبہ گرا دے گا۔ آج لاہور میں مسجد شہید گنج سکھوں کا گوردوارہ بن گئی۔ ہندوستان میں بابری مسجد کو مندر بنانے کا واقعہ مشہور ہے۔ الغرض بہت سی مساجد ہیں جو کہ برباد کردی گئیں تو اگر ہندو کہیں کہ اگر خدا میں طاقت تھی تو اس نے اپنا گھر ہمارے ہاتھوں سے کیوں نہ بچا لیا، تو وہابی اس کا کیا جواب دیں گے؟؟؟ اولیاء اللہ یا ان کی مقابر کی تعظیم ان کی محبوبیت کی وجہ سے ہے نہ کہ محض قدرت سے جیسے کہ مساجد اور کعبہ معظّمہ کی تعظیم۔ مزارات کے علاوہ ابن سعود نے بہت سی مسجدیں بھی گرا دیں جیسے کہ مسجد سیدنا بلال کوہ صفاء پر وغیرہ۔

سدّ ذرائع کے طور پر مقدس مقامات ومزارت کو شہید کرنا کیسا؟

اعتراض: وہابی مولوی سد ذرائع کے طور پر یہ مقدس مقامات اور مزارات شہید کرتے ہیں کہ کہیں مسلمان بتوں کی طرح ان کی پرستش نہ کردیں۔

جواب: سعودیہ کے علاوہ بھی پوری دنیا میں مقدس مقامات اور مزارات موجود ہیں کیا مسلمانوں نے ان کی پرستش شروع کردی ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہابیوں کا یہ ڈھکوسلہ کہ مسلمانوں کو شرک سے بچانے کے لئے یہ سب کچھ ختم کیا جارہا ہے بالکل غلط اور غیر شرعی ہے۔ تفسیر روح البیان پارہ 26 سورہ فتح زیر آیت ﴿ **اذیبا یعونک تحت الشجرة** ﴾ ہے "وفی كشف النور لابن النابلسى اما قول بعض المغرورين باننا نخاف على العوام إذا اعتقدوا وليا من الأولياء وعظموا قبره

والتمسوا البركة والمعونة منه ان يدركهم اعتقاد أن الأولياء تؤثر فی الوجود مع الله فيكفرون ويشركون بالله تعالى فننهاهم عن ذلك ونهدم قبور الأولياء ونرفع البنايات الموضوعة عليها ونزيل الستور عنها ونجعل الاهانة للاولياء ظاهرا حتى تعلم العوام الجاهلون ان هؤلاء الأولياء لو كانوا مؤثرين فی الوجود مع الله تعالى لدفعوا عن أنفسهم هذه الاهانة التی نفعلها معهم فاعلم ان هذا الصنيع كفر صراح مأخوذ من قول فرعون على ما حكاه الله تعالى لنا فی كتابه القديم وقال فرعون ذوونی اقتل موسى وليدع ربه انی أخاف ان يبدل دينكم او ان يظهر فی الأرض الفساد وكيف يجوز هذا الصنيع من أجل الأمر الموهوم وهو خوف الضلال على العامة انتهـــــــى" ترجمہ: کشف النور میں ابن نابلسی سے کہا گیا کہ بعض مغروروں کا یہ قول کہ ہم عوام پر یہ خوف کرتے ہیں کہ اگر یہ ولیوں سے عقیدت رکھیں اور ان کی قبروں کی تعظیم کریں اور ان سے برکت اور مدد تلاش کریں کہ وہ ان کی فریادرسی کریں گے اس اعتقاد پر کہ اولیاء، اللہ عزوجل کی طرح وجود میں موثر ہیں تو یہ کفر وشرک کرنے لگے گیں، اس لئے ہم انھیں اس سے منع کرتے ہیں، اور قبور اولیاء اور ان پر بنی عمارتوں کو ختم کرتے ہیں اور مزار پر ڈالی گئی چادروں کو اٹھاتے ہیں۔ ان اولیاء کی قبور کی ظاہرا اہانت کرتے ہیں تاکہ جاہل عوام جان لے کہ اگر یہ اولیاء اپنی ذات میں کوئی قدرت رکھتے ہوتے تو اس اہانت کو ختم کردیتے جو ہم ان کی قبور کے ساتھ کرتے ہیں۔ تو جان لو کہ ان منکرین کی یہ حرکت خالص کفر ہے جو کہ فرعون کے اس قول سے ماخوذ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمارے لیے نقل کیا ہے اس نے کہا: چھوڑ دو مجھ کو میں موسیٰ کو قتل کردوں وہ اپنے خدا کو بلالے میں خوف کرتا ہوں کہ تمہارا دین بدل دیگا یا زمین میں فساد پھیلا دیگا۔ تو ایک موہوم بات کو دلیل بنا کر کہ عوام کہیں گمراہ نہ ہوجائے (ان کی) یہ حرکت کیسے جائز ہوسکتی ہے۔ (روح البیان، جلد9، صفحہ34، سورة الفتح، دار الفكر، بيروت)

سعودی وہابیوں کا تاریخی مساجد کوشہید کرنا

قرآن وحدیث اور تمام مسالک میں یہ واضح ہے کہ جو مسجد ایک مرتبہ بن جائے وہ قیامت تک مسجد رہے گی اسے ختم نہیں کیا جاسکتا۔

مسجدوں کو ویران کرنے والوں کے متعلق قرآن کا حکم

اللہ عزوجل نے مسجدوں کو ویران کرنے والوں کو بڑا ظالم ٹھہرایا چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اوراس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لئے جانے سے اوران کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اوران کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔ (سورۃ البقرہ ،سورۃ2،آیت114)

مسجد کو شہید نہ کرنے پر وہابیوں کا فتویٰ

وہابیوں کا فتویٰ ملاحظہ ہو

جو مکان شرعی مسجد بن جائے

شروع از Muhammad Asif بتاریخ : 16 February 2013 07:29 AM

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

وہ جگہ جو نماز پڑھنے کے لیے وقف کردی گئی ہو اور جس پر زمانہ دراز سے نماز پڑھی جاتی ہے۔(یعنی وہ مسجد ہے) اس کو توڑ کر اس پر دکانیں بنوانا اور پھر ان دکانوں پر مسجد تعمیر کرنا مذہب اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟ یہ دکانیں کرایہ پر دی جاتی ہیں، جس میں غیر مذہب کے لوگ خرید وفروخت کرتے ہیں۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جو مکان شرعی مسجد بن جائے اس پر دکانیں یا (سوائے سجدہ گاہ کے) اور کچھ بنانا جائز نہیں۔ ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ

لِلّٰہِ﴾ (فتاویٰ ثنائیہ)

فتاویٰ علمائے حدیث

کتاب الصلاۃ، جلد1، ص، 51

محدث فتویٰ

مسجد دوسری جگہ منتقل ہونے کے ناجائز ہونے پر دیوبندیوں کا فتویٰ

دیوبندی لکھتا ہے:

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ آٹھ اکتوبر کو آزاد کشمیر اور صوبہ سرحد کے بعض اضلاع میں شدید زلزلہ کے نتیجے میں شہروں کے شہر صفحہ ہستی سے مٹ گئے اور مساجد بھی بہت بڑی تعداد میں منہدم ہوگئیں۔ اب تعمیر نو کے سلسلے میں بعض شہروں کو سابقہ جگہ سے ہٹ کر تعمیر کیا جا رہا ہے جبکہ بعض مقامات پر حسبِ سابق تعمیر نو کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ جس میں سڑکوں کو وسعت دینے اور پارکوں کو بھی شامل کیا جانا زیر تجویز ہے جس میں بہت ساری قدیم مساجد و مدارس ان شاہراہوں یا پارکوں میں آنے کے امکانات ہیں۔ مہربانی فرما کر قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں رہنمائی فرمائی جائے کہ زلزلہ سے پہلے جہاں مساجد تھیں انہی جگہوں کو مساجد کے بجائے نئی پلاننگ میں شاہراہ یا دیگر مقاصد میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بعض مقامات پر جہاں پہلے متعدد مساجد تھیں نئی منصوبہ بندی میں ان متعدد مساجد کے بجائے ایک ہی بڑی مسجد بنانے کا منصوبہ ہے۔ کیا متعدد مساجد کو مختلف جگہوں سے منتقل کر کے صرف ایک ہی مسجد بنانا اور باقی مساجد کی جگہ دیگر تعمیرات یا پلاٹ کو جنگلات لگا کر محفوظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسی مساجد جو شخصی ملکیت کی اراضی میں حکومتی منظوری کے بغیر تعمیر کی گئی ہیں شرعاً ان کا کیا حکم ہے؟

کوئی رقبہ جہاں پہلے متفرق عمارات ہوں حکومت اسے سرکاری مقاصد کے لئے الاٹ کر لے اس رقبہ میں پہلے سے موجود مساجد کا کیا حکم ہے؟ کیا کسی سرکاری مقصد کے لئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

کسی نئی آبادی کے قیام کے بعد اس آبادی میں مسجد کی ضرورت کے پیش نظر اگر سرکاری رقبہ پر مسجد کی تعمیر بغیر منظوری

ونقشہ وتحریری اجازت کردی گئی ہو کیا بعد میں اس آبادی یا رقبہ کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے وہاں پر تعمیر شدہ مساجد کو منتقل کرنا درست ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں جواب سے ممنون فرمائیں۔

مستفتی قاضی محمود الحسن اشرف (ناظم اعلیٰ سواد اعظم اہل سنت والجماعت آزاد کشمیر)

الجواب بعون الملک الوهاب

جس مقام پر ایک دفعہ مسجد قائم ہو جائے وہ جگہ تا ابد مسجد ہی کے حکم میں ہوتی ہے خواہ وہاں مسجد کی عمارت اور اطراف کی آبادی رہے یا نہ رہے کتب فقہ میں صراحت کے ساتھ اس مسئلہ کی وضاحت موجود ہے الدر المختار میں ہے "ولو خرب ما حوله واستغنیٰ عنه یبقیٰ مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعة وبه یفتی"

لہٰذا جہاں زلزلہ سے پہلے مساجد تعمیر تھیں ان جگہوں کا احترام بحیثیت مسجد باقی ہے ان جگہوں کو شاہراہ کا حصہ بنانا درست نہیں اور نہ ہی کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ (حاوی القدسی)

جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے "ثم نقل من العتابية عن خواهر زاده اذا كان الطريق ضيقا والمسجد واسعاً لايحتاجون الى بعضه تجوز الزيادة فی الطريق من المسجد لان كلها للعامة والمتون على الثانی فكان هو المعتمد لكن كلام المتون فی جعل شیء منه طريقاً واما جعل كل المسجد طريقاً فالظاهر انه لايجوزقولاً واحداً"

اوپر واضح ہو چکا ہے کہ مسجد کی جگہ کو کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں نیز جہاں ایک دفعہ مسجد بن جائے وہ مسجد شرعاً وہاں سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا اپنا حکم برقرار رہے گا نئی مسجد اگر شرعی مسجد کے طور پر تعمیر ہو جائے تو وہ بھی شرعی مسجد شمار ہوگی اس نئی مسجد کے تعمیر ہونے سے مسلمانوں کی مسجد کی ضرورت تو پوری ہو جائے گی مگر گزشتہ مساجد سے مسجدیت (مسجد ہونے) کا حکم مرتفع (ختم) نہیں ہوگا۔

واضح رہے کہ وہاں نمازیوں کی آمد ورفت کا سلسلہ نہ رہا ہو تو مسجد کے پلاٹ کو جنگلہ لگا کر بے حرمتی سے محفوظ کرنا نہ یہ کہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "فی فتاویٰ الحجة لو صار احد المسجدتين قديماً وتداعى الى الخراب فاراد اهل السكة ببيع القديم وصرفه فی المسجد الجديد فانه لايجوز اما على قول ابی يوسف ?فلان المسجد وان خرب واستغنى عنه اهله لايعود الى ملك البانی واما على قول محمد وان عاد

بعد الاستغناء ولكن الى ملك البانى وورثته فلايكون لاهل المسجد على كلا القولين ولاية البيع والفتوىٰ على قول الى يوسف انه لايعود الى ملك المالك ابداً“

شخصی ملکیت کی اراضی میں مسجد تعمیر کی گئی ہو اور وہ مسجد کے نام پر وقف کی گئی ہو اور مسلمان اس مسجد میں با قاعدہ نماز کی ادائیگی کرتے رہے ہوں تو یہ بھی شرعی مسجد ہے یہ زمین بھی تا قیامت مسجد کے حکم میں ہے اس سلسلہ میں حکومت کی منظوری ضروری نہیں ہے جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے ”قوله يزول ملكه عن المسجد اعلم ان المسجد يخالف سائر الاوقاف فى عدم اشتراط التسليم الى المتولى عند محكمه وفى منع الشيوع عند ابى يوسف وفى خروجه عن ملك الواقف عند الامام وان لم يحكم به حاكم“

یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد کے لئے وقف کر دی جائے وہ اسی مسجد کے لئے تا قیامت خاص ہوتی ہے لہذا اس مسجد کی اراضی کو کسی دوسرے مقصد کے لئے استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں ہے جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے ”وقوله ولو خرب ما حوله اى ولو مع بقائه عامراً وكذا لو خرب وليس له ما يعمر به وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد آخر قوله عند الامام والثانى فلايعود ولايجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه اولاً وهو الفتوىٰ حاوى القدسى واكثر المشائخ عليه مجتبى وهو الاوجه“

وفی الفتاویٰ الہندیہ ”واذا خرب المسجد واستغنى اهله وصار بحيث لايصلى فيه عاد ملكاً لواقفه او لو رثته حتى جاز لهم ان يبيعوه او يبنو داراً وقيل هو لمسجد ابداً وهو الاصح كذا فى خزانة المفتيين“

سرکاری رقبہ پر مسجد کی تعمیر کے لئے حکومت کی اجازت ضروری ہے ایسی جگہوں پر حکومت سے باضابطہ اجازت کے بغیر مسجد وغیرہ تعمیر نہیں کرنی چاہیئے اگر حکومت کی اجازت کے بغیر سرکاری اراضی پر مسجد تعمیر ہوئی ہو تو محلّہ کے مسلمانوں کی اجتماعی دینی ضرورت کے پیش نظر حکومت شرعاً واخلاقاً اس مسجد کو باقی رکھنے کی پابند ہوگی ایک تو اس لئے کہ یہ مسجد شرعی مسجد بن چکی ہے جس کا انہدام جائز نہیں۔ دوسرے یہ کہ مسجد چونکہ مسلمانوں کی اجتماعی ضرورت ہے اور سرکاری اراضی یا املاک بھی قوم کی اجتماعی املاک شمار ہوتی ہیں اگر مسلمان اپنی کسی اجتماعی ضرورت کے لئے اپنی اجتماعی ملکیت سے بقدر ضرورت مستفید ہو رہے ہوں تو اسے خلافِ شریعت نہیں کہا جا سکتا اس لئے اگر حکومت اپنی اس شرعی واخلاقی پابندی کا پاس نہ رکھے اور قدیم مساجد کو گرانے کے لئے غیر قانونی ہونے کو بنیاد بنا کر قدیم مساجد کو گرانے کی کوشش کرے تو یہ حکومتی اقدام اللہ تعالیٰ کے اس غیض وغضب کو دعوت

دینے کے مترادف ہوگا جو مساجد کو مٹانے گرانے اور ویران ومنہدم کرنے والوں کے لئے طے کر رکھا ہے ایسے اقدام کے ذمہ داروں کو آخرت کے عظیم عذاب کے علاوہ دنیا کی ذلت ورسوائی کا سامنا بھی کرنا ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ کا اعلان ہے ﴿**ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه وسعیٰ فی خرابها اولئک ما کان لهم ان یدخلوها الا خائفین لهم فی الدنیا خزی ولهم فی الآخرة عذاب عظیم**﴾ ترجمہ: اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ لیا جاوے وہاں نام اس کا اور کوشش کی ان کے اجاڑنے میں ایسوں کو لائق نہیں کہ داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

اور فتاویٰ حمادیہ میں ہے "فیفرض الکلام فیما لو بنی علی الساحة مسجداً فالله تعالیٰ ذم من سعیٰ فی خراب المساجد فلا یجوز هدمه "

کتبه

عبدالباسط

متخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ علوم اسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

(اشاعت 2007ء، ماہنامہ بینات،صفر المظفر1428ھ ،مارچ ء2007ء، جلد70،شمارہ2)

سعودی وہابی کا فتویٰ کہ مسجد کے صحن کو امام کی رہائش بنانا ناجائز ہے

سعودی وہابی مولویوں کے فتاویٰ اسلامیہ میں یہ فتویٰ موجود ہے کہ ایک سوال فتویٰ کمیٹی سے پوچھا گیا کہ مسجد کے صحن کا کچھ حصہ امام مسجد کی رہائش میں شامل کرنا کیسا ہے؟ جواب میں وہابی مفتی لکھتا ہے: ''یہ جائز نہیں کہ مسجد کے صحن کا کچھ حصہ لے کر مذکورہ بالا گھر میں شامل کر دیا جائے کیونکہ اوقاف کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ انہیں اسی طرح برقرار رکھا جائے جس طرح وہ اپنی اصلی حالت میں ہوں اور وقف کے رقبہ میں کوئی ایسا تصرف نہ کیا جائے جس سے وہ فاضل کی بجائے مفضول میں بدل جائیں۔ اگر مذکورہ گھر رہائش کے قابل نہیں ہے تو اس سلسلہ میں محکمہ اوقاف کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے تاکہ اس کا جائزہ لے کر اس کے لئے کوئی شرعی حل تجویز کیا جا سکے۔'' (فتاوی اسلامیہ،جلد2،صفحہ40،دارالسلام ،ریاض)

مسجد کو شہید کر کے وہاں لائبریری بنانا وہابیوں کے نزدیک ناجائز

مزید یہی وہابی مولویوں سے سوال ہوا کہ مسجد کو شہید کر کے وہاں لائبریری بنانا کیسا ہے تو جوابا فتویٰ جاری کیا گیا:''قائم شدہ مسجد کو منہدم کرنا جائز نہیں خواہ وہ کتنی ہی قدیم کیوں نہ ہوتا کہ اس کی جگہ پر ایک پبلک لائبریری بنادی جائے بلکہ اگر مسجد منہدم ہو چکی ہو تو پھر بھی اس کی جگہ پر پبلک لائبریری بنانا جائز نہیں بلکہ واجب یہ ہے کہ اگر مسجد کی عمارت پرانی ہو چکی ہے تو اس کی اصلاح کر دی جائے اور اگر از خود منہدم ہو چکی ہے تو اس کی جگہ پر از سر نو مسجد تعمیر کر دی جائے۔''

(فتاوٰی اسلامیہ، جلد2، صفحہ28، دارالسلام، ریاض)

سعودی وہابیوں نے جن تاریخی مساجد کو شہید کیا ان کی فہرست

وہابیوں نے ٹوٹی پھوٹی دلیل اور حدیث پاک کی معنوی تحریف کر کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مزارات اور مقدس مقامات کو تو شہید کر دیا، لیکن تاریخی مساجد کو بغیر کسی دلیل کے قرآن پاک کی صریح مخالف کرتے ہوئے شہید کیا اور مسجدوں کو ویران کر دیا۔ ان مساجد کو شہید کرنے میں ایک غرض تو ان وہابیوں کی یہ تھی کہ لوگ ان تاریخی مساجد کی زیارت کو نہ جائیں جیسا کہ جس جگہ حضور علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اس جگہ پر ترکیوں نے مسجد بنائی تھی اور لوگ اس جگہ کی زیارت کو جاتے تھے وہابیوں نے اس مسجد کو شہید کر کے وہاں لائبریری بنادی۔ دوسرا یہ تھا کہ سعودی شہزادوں کے محلات بننے میں یہ مساجد راستے میں آگئیں اس لئے ان کو شہید کر کے اس پر محلات بنائے گئے۔ یونہی پیسہ کمانے کے لئے تاریخی مساجد کو شہید کر کے اس پر پلازے بنادیئے گئے۔ وہابی مولویوں نے بھی سعودی حکومت کی چاپلوسی کرتے ہوئے ان کے خلاف کوئی فتویٰ نہ دیا بلکہ یہ فتویٰ دیا کہ ضرورت کے تحت مسجد کو شہید کرنا جائز ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

چند تاریخی مساجد جن کو شہید کیا گیا ان کی فہرست یوں ہے:

☆ مسجد فتح۔ چھپرا مارکیٹ میں موجود تھی، جہاں آقا علیہ السلام کا فتح مکہ والے دن خیمہ لگا تھا۔

☆ مسجد فتح کے ساتھ ایک بڑی مسجد ایک صحابی کی تھی ان دونوں مسجدوں کو شہید کر کے روڈ بنادیا گیا ہے۔

☆ مسجد حلیمہ۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جس جگہ آپ علیہ السلام کو گود لیا تھا وہاں بنائی گئی تھی۔ یہ چھپرا مارکیٹ میں تھی وہ بھی شہید کر دی گئی ہے۔

☆ محلّہ مسفلہ میں ایک مسجد ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر تھی اور ان کے ساتھ ایک اور تاریخی مسجد تھی دونوں

مسجدوں کوشہید کردیا گیا ہے۔

☆ حرم مکہ کے سامنے بن داوٗد مارکیٹ ہلٹن ٹاور کی جگہ پر مسجد ابوبکر صدیق تھی جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا، اس مسجد کوشہید کرکے مارکیٹ بنادی گئی ہے اوراوپرایک پورشن میں مسجد بنادی گئی ہے۔

☆ امام جعفر مدرسہ اور مسجد تھی جو طریق مطار پر واقع تھی اسے ختم کردیا گیا۔امام جعفر صادق کے شہزادوں سیدنا علی اور عرید کا مزار ختم کیا، جس میں خوشبوآتی تھی۔پھر جسم مبارک تبدیل کئے گئے تو خوشبو ختم ہوئی۔

☆ احد پہاڑ کے پاس مسجد تھی جہاں آپ کے دندان مبارک کا تھوڑا سا حصہ دفن تھا، وہ مسجد اب نہیں ہے۔

☆ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے ساتھ مسجد تعمیر تھی جس کا ذکر شفاء الغرام بأ خبار البلد الحرام میں محمد بن احمد بن علی المکی الحسنی الفاسی (المتوفی 832ھ) میں کیا گیا ہے، آج یہ مسجد موجود نہیں ہے۔

☆ سید عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے متعلق بخاری شریف کی حدیث پاک ہے کہ حضور علیہ السلام ان کے گھر تشریف لائے اور نماز ادا کی جسے انہوں نے مصلیٰ بنالیا۔اس جگہ پر مسجد تعمیر تھی جسے شہید کردیا گیا ہے۔

☆ مسجد مُسبح: براء بن عازب یہاں بیمار تھے آپ علیہ السلام ان کی عیادت کے لئے آئے اور نماز فجر ادا کی۔یہ مسجد بھی شہید کردی گئی ہے۔یہ قباء سے تھوڑے فاصلے پر ہے۔مدرسہ اسعد اس مقام پر ہے۔

☆ مسجد شمس: شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں فرماتے ہیں یہاں مدینہ میں سب سے پہلے سورج کی کرنیں پڑتی تھیں یہ اونچا مقام تھا، بنونضیر کے ساتھ واقع تھی۔یہ مسجد شہید کردی گئی ہے۔اسے مسجد فضیخ بھی کہتے ہیں۔فضیخ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ شراب کی حرمت پر تمام شراب پھینک دی گئی۔فی الوقت یہ جگہ قباء مسجد کی بیک سائیڈ محلّہ بنونضیر میں واقع ہے۔بهجة المحافل وبغية الأماثل في تلخيص المعجزات والسير والشمائل میں یحیی بن ابی بکر بن محمد بن یحیی العامری الحرضی (المتوفی 893ھ) نے اس مسجد کا ذکر کیا ہے۔

☆ مسجد سبق: یہ حرم مدینہ سے باہر نکلتے ہی واقع تھی جہاں آپ علیہ السلام نے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دوڑ لگائی تھی اور یہاں آپ تلواروں کا کھیل دیکھنے آتے تھے۔یہ مسجد شہید ہوچکی ہے۔2015 میں جب اس جگہ کو دیکھا تو وہاں ہوٹل یا کچھ اور چیز بنانے کا کام جاری ہے۔شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام میں محمد بن أحمد بن علي، تقي الدين، أبو الطيب المكي الحسني الفاسي (المتوفى 832 ہجری) نے اس مسجد کا ذکر کیا ہے۔

☆مسجد فاطمہ زہرا☆مسجد المنارتین☆امام جعفر صادق کے بیٹے سے منسوب مسجد اور مزار جسکو ۲۰۰۲ میں گرایا گیا ☆مدینہ میں جنگ خندق سے منسوب ۴ مساجد☆مسجد ابو رشید☆ سلمان الفارسی مسجد مدینہ☆ مسجد مدینہ☆مسجد الکوثر☆ مسجد الجن☆ مسجد ابی قبیس ☆ مسجد جبل النور☆ مسجد الکبش ☆سبع مساجد جہاں غزوہ خندق ہوئی ،اس میں سات مسجدیں تھیں☆مسجد عمر بن خطاب☆مسجد علی۔

کسی جگہ کو مقدس سمجھنا اور اسے بطورِ برکت چھونا

وہابی لوگ آثارِ اولیاء سے تبرک حاصل کرنے کو شرک جانتے ہیں اور وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محراب ومنبر کو بوسہ دے اسے مشرک کہتے ہیں اگرچہ ایسا شخص اس عمل میں کسی قسم کی الوہیت کا قائل نہ بھی ہو اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں ان کے آثار کو بوسہ دے۔

مقدس چیز سے برکت لینے کا ثبوت قرآن پاک سے

شرعی طور پر کسی مقدس جگہ و چیز سے برکت لینا شریعت محمدیہ کے ساتھ ساتھ پچھلی شریعتوں میں بھی رہا ہے اور یہ قرآن و حدیث اور مستند علمائے اسلام سے ثابت ہے۔

قرآن پاک میں ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو قمیض دے کر فرمایا﴿اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: میرا یہ کُرتا لے جاؤ! اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کُھل جائیں گی۔ (سورة يوسف،سورة12،آيت93)

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر ڈالی تو ان کی بینائی واپس آ گئی۔قرآن پاک میں﴿فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کُرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں۔ (سورة يوسف،سورة12،آيت96)

صالحین کی قبور کا بابرکت ہونا

صالحین کی جس جگہ قبریں ہوں اس جگہ کا بابرکت ہونا قرآن و تفاسیر سے ثابت ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِیْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيَاتِنَا﴾ ترجمہ کنز الایمان: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم

نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔ (سورۃ بنی اسرائیل،سورۃ17،آیت1)

یہاں برکت سے مراد انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبور ہونا بھی ہے۔اس آیت کی تفسیر میں تفسیر القرطبی میں ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی (المتوفی 671ھ) لکھتے ہیں" ﴿الَّذِی بَارَکْنا حَوْلَهُ﴾ قِيلَ: بِالثِّمَارِ وَبِمَجَارِي الْأَنهَارِ. وَقِيلَ: بِمَنْ دُفِنَ حَوْلَهُ مِنَ الْأَنبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ، وَبِهَذَا جَعَلَهُ مُقَدَّسًا" ترجمہ:اردگرد برکت سے مراد پھل اور جاری نہریں ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ اس برکت سے مراد اس کے اردگرد انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبور ہیں جس کی وجہ سے اس جگہ کو مقدس قرار دیا۔

(تفسیر القرطبی،جلد10،صفحہ212، دار الکتب المصریۃ ،القاہرۃ)

فتح القدیر میں وہابیوں کا امام محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی الیمنی (المتوفی 1250ھ) لکھتا ہے"بِقَوْلِهِ: الَّذِي بارَكْنا حَوْلَهُ بِالثِّمَارِ وَالْأَنهَارِ وَالْأَنبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ، فَقَدْ بَارَكَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى بِبَرَكَاتِ الدُّنيَا وَالْآخِرَةِ" ترجمہ:اردگرد برکت سے مراد پھل،نہریں اور انبیاء وصالحین (کی قبور) ہیں،تو اللہ عزوجل نے مسجد اقصی کے اردگرد دنیا اور آخرت کی برکات رکھ دیں۔ (فتح القدیر،جلد3،صفحہ 246، دار ابن کثیر، دار الکلم الطیب، بیروت)

مقدس اشیاء سے برکت لینے کا ثبوت احادیث سے

کثیر مستند احادیث سے مقدس ہستیوں اور اشیاء سے برکت لینا ثابت ہے۔مختصرا چند حوالے پیش خدمت ہیں:

☆ صلح حدیبیہ کے موقع پر جس وقت حضور علیہ السلام وضو کرتے تھے صحابہ کرام علیہم الرضوان وضو کے پانی کے قطرات حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

☆ خاتم نبوت کے باب میں امام بخاری سائب بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سائب نے کہا کہ میری خالہ مجھے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے گئیں اور کہا کہ میری بہن کا بیٹا (سائب) بیمار ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا اور اللہ عزوجل سے میرے لئے برکت طلب کی چنانچہ میں نے آپ علیہ السلام کے وضو کا پانی پی لیا۔

☆ صفات نبی علیہ السلام کے باب میں امام بخاری حضرت وہب بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو اپنے چہرے پر مس کرتے تھے۔میں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے چہرے پر مس کیا،ان کا ہاتھ مشک سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔

☆ باب صفات نبی علیہ السلام ہی میں امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابطح میں ایک خیمے میں

تشریف رکھتے تھے،حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمے سے باہر آئے اورلوگوں کونماز کے لئے بلایا، پھر وہ خیمے کے اندر گئے، آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے پانی کو باہر لائے ،لوگ بصورت ہجوم دوڑے چلے آئے اور حصول تبرک کے لئے وضو کے پانی کو ہاتھوں ہاتھ لےلیا۔

☆امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجامت بنواتے تھےتو ان کے اصحاب ان کے اطراف میں ایک ایک بال حاصل کرنے کے لئے کھڑے رہتے تھے۔

حضورعلیہ السلام سے صحابہ کرام کی محبت اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثاروتبرک کے حصول کی یہ چندمثالیں تھیں اس قسم کے واقعات کی جمع آوری کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔قارئین محترم صحیح بخاری کے اواخر میں اور اسی طرح زرہ،عصا،شمشیر،ظروف،مہر،انگشتری،موئے مبارک کے ابواب میں ان تبرکات کے نمایاں نمونوں سے آگاہ ہوسکتے ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کاحضورعلیہ السلام سے منسوب اشیاء سے برکت لینا

صحابہ کرام کا بطورمحبت و برکت آپ علیہ السلام کے جسم مبارک اورآپ سے منسوب اشیاءاورآپ کی قبرمبارک سے برکتیں لینا ثابت ہے۔المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ،سبل الہدی والرشاد،تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس، میں ہے"ولما دفن صلى الله عليه وسلم جاء ت فاطمة رضى الله عنها__وأخذت من تراب القبر الشريف ووضعته على عينيها وأنشأت تقول:

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدَ ...أَنْ لَا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا ...صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا"

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ علیہ السلام کے وصال اور دفن کے بعدان کی مرقد اقدس پہ آئیں وہاں سے کچھ خاک لی،اسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور یہ شعر پڑھے: کیا ہے اُس شخص پر جو قبراحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاک کوسونگھے،کہ وہ زندگی بھرکسی قیمتی مشک کوبھی نہ سونگھے۔مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں جو اگر روشن دنوں پر پڑتیں تو وہ شب تار میں بدل جاتے۔

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية،الفصل الأول فى إتمامه تعالى نعمته عليه بوفاته ونقلته إلى حظيرة قدسه لديه،جلد 3، صفحہ582،المكتبة التوفيقية، القاہرة،مصر)

وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی میں علی بن عبداللہ بن احمد الحسنی الشافعی السمہو دی (المتوفی 911ھ) لکھتے ہیں "وممن سافر إلى زيارة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من الشام إلى قبره عليه السلام بالمدينة بلال بن رباح مؤذن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، كما رواه ابن عساكر بسند جيد عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه، قال :لما رحل عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه من فتح بيت المقدس فصار إلى جابية، سأله بلال أن يقره بالشام، ففعل، وذكر قصة في نزوله بداريا، قال :ثم إن بلالا رأى في منامه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو يقول:ما هذه الجفوة يا بلال؟ أما آن لك أن تزورني يا بلال؟ فانتبه حزينا وجلا خائفا، فركب راحلته وقصد المدينة فأتى قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فجعل يبكي عنده ويمرغ وجهه عليه، فأقبل الحسن والحسين رضي الله تعالى عنهما، فجعل يضمهما ويقبلهما" ترجمہ: وہ جنھوں نے حضور علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے شام سے مدینہ کی طرف سفر کیا، ان میں سے ایک مؤذن رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جیسا کہ اس کو ابن عساکر نے جید سند کے ساتھ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا انھوں نے کہا کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو فتح کیا اور جابیہ کی طرف پلٹے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام میں ٹھہرنے کی فرمائش کی اور وہی ٹھہر گئے۔ اور انھوں نے حضرت بلال کے جلدی جلدی واپس مدینہ منورہ آنے کا واقعہ ذکر کیا، کہا پھر حضرت بلال نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ السلام ان سے فرمارہے ہیں اے بلال! یہ کیا جفا ہے! کیا وہ وقت نہیں پہنچا ہے کہ تم ہماری زیارت کرو؟ بلال اندوہ وغم کی حالت میں نیند سے بیدار ہوئے اور سواری پہ سوار ہوکر مدینہ کی جانب روانہ ہوگئے۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس پہنچے تو ان کی آنکھوں سے اشک جاری ہوگئے اپنے چہرہ کو مزار اقدس کی خاک پر ملا اور جب حسن وحسین علیہما السلام، پر نظر پڑی تو دونوں کو فرط محبت سے خود چمٹالیا اور بوسہ دیا۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى،الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة، وإن لم تتضمّن لفظ الزيارة نصّا،جلد 4،صفحه182، دار الكتب العلمية،بيروت)

وفاء الوفاء میں ہے "عن ابن أبي فديك عن ابن أبي ذئب عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه مسح المنبر، ويروونه عن سعيد بن المسيب في الرمانة، أي رمانة المنبر قبل احتراقه .ويروى عن يحيى بن سعيد شيخ مالك أنه حيث أراد الخروج إلى العراق جاء إلى المنبر فمسحه ودعا---

قال العز:في كتاب العلل والسؤالات لعبد الله بن أحمد بن حنبل عن أبيه رواية أبي علي بن الصوف

عنه، قال عبد الله:سألت أبی عن الرجل یمسّ منبر رسول الله صلی الله علیه وسلم، ویتبرك بمسه، ویقبله، ویفعل بالقبر مثل ذلك رجاء ثواب الله تعالی، قال:لا بأس به" ترجمہ:ابن ابی فدیک ابن ابی ذئب سے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے منبر کو چھوا۔حضرت سعید بن مسیّب سے مروی ہے کہ منبر کے کناروں کو چھوا،منبر کے جلنے سے پہلے۔یحیٰ بن سعید شیخ مالک سے مروی ہے کہ جب انہوں نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو منبر رسول کے پاس آئے اور اس پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی۔

علامہ عز نے کہا،حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل کی کتاب العلل والسؤالات(جو انھوں نے اپنے والد سے روایت کی اور ان سے ابو علی بن صوف نے روایت کی)میں ہے:عبداللہ نے کہا میں نے اپنے والد سے سوال کیا کہ کوئی آدمی منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور تبرک چھوتا ہے اور اس کا بوسہ لیتا ہے اور یہی عمل آپ علیہ السلام کی قبر کے ساتھ اللہ عزوجل سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:اس میں کوئی حرج نہیں۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی، الفصل الرابع فی آداب الزیارة والمجاورة، وہی کثیرة،جلد 4،صفحہ216،217، دار الکتب العلمیة،بیروت)

شرح الشفا میں علی بن(سلطان)محمد الملا الہروی القاری(المتوفی 1014ھ)لکھتے ہیں"(ورؤی) وفی نسخة ورئی أی أبصر (ابْنُ عُمَرَ وَاضِعًا يَدَهُ عَلَى مَقْعَدِ النَّبِيِّ صلی الله تعالی علیه وسلم) أی موضع قعوده (من المنبر ثمّ وضعها) أی یده (علی وجهه) رواه ابن سعد عن عبد الرحمن بن عبد القاریء أنه رآه وَاضِعًا يَدَهُ عَلَى مَقْعَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تعالی علیه وسلم۔۔(کان أصحاب النبیّ صلی الله تعالی علیه وسلم إذا خلا المسجد) أی من عامة الناس (جسّوا) بفتح الجیم وتشدید السین المهملة أی حسو ومسوا (رمّانة المنبر) أی العقدة المشابهة للرمانة (التی تلی القبر) یعنی التی کان یأخذها علیه السلام بیمینه (بمیامنهم) متعلق بجسوا أی تمسحوا بأیمانهم طلبا للیمن والبرکة فی زیادة الإیمان " یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر آپ کے بیٹھنے کی جگہ پر اپنے ہاتھ پھیرتے، پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔اسے روایت کیا ابن سعد نے عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے کہ انہوں نے ان کو حضور علیہ السلام کے بیٹھنے کی جگہ پر ہاتھ رکھتے دیکھا۔جب مسجد نبوی عوام سے خالی ہو جاتی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم منبر انور کی اس گرہ کو جو انار کے مشابہ ہے، جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر انور کی طرف ہے یعنی وہ جسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑتے تھے،اسے ایمان میں اضافہ کے لیے برکت طلب کرتے

ہوئے اپنے دائیں ہاتھوں سے چھوتے۔

(شرح الشفا،فصل :فی حکم زیارۃ قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم وفضیلۃ من زارہ وسلم علیہ،جلد2،صفحہ153،154،دار الکتب ا

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں"قال نافع کان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔۔۔یجیء الی القبر فیقول السلام علی النبی، السلام علی ابی بکر ثم ینصرف ورُئِیَ (بمعنی ابصر) واضعا یدہ علی مقعد النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم من المنبر ثم وضعھا علی وجھہ " ترجمہ:حضرت نافع رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما جب روضہ رسول پر حاضر ہوتے تو فرماتے حضور علیہ الصلوٰہ والسلام پر سلام،حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سلام۔پھر پلٹتے،اوران کو دیکھا گیا کہ وہ منبر شریف پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹھنے کی جگہ کو ہاتھ سے مس کرکے اپنے چہرے پر لگاتے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی،فصل فی حکم زیارۃ قبر ﷺ،جلد2،صفحہ70،عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ،ملتان)

صحابہ وتابعین کا قبر انور سے بطورِ برکت مٹی اٹھانا

حضور علیہ السلام کی قبر انور سے صحابہ کرام وتابعین کا بطور برکت خاک اٹھا کرلے جانا بھی ثابت ہے۔شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام میں محمد بن احمد بن علی المکی الحسنی الفاسی (المتوفی 832ھ)،تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف میں محمد بن احمد بن الضیا المکی الحنفی (المتوفی 854ھ)اوروفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی میں علی بن عبداللہ بن احمد السمہودی(المتوفی 911ھ) لکھتے ہیں"عن المطلب قال:کانوا یأخذون من تراب القبر، فأمرت عائشۃ بجدار فضرب علیھم، وکانت فی الجدار کوۃ فکانوا یأخذون منھا، فأمرت بالکوت فسدت" ترجمہ:مطلب سے مروی ہے کہ لوگ قبر رسول کی خاک کو(بطورتبرّک) اٹھایا کرتے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اس پر دیوار کرنے کا حکم دیا۔وہ اس دیوار سے خاک کو اٹھایا کرتے جس سے قبر کی طرف سوراخ موجود تھا۔اور پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہانے اس سوراخ کو بند کروادیا۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی،الفصل العشرون فیما حدث من عمارۃ الحجرۃ بعد ذلک، والحائز الذی أدیر علیھا،جلد2،صفحہ111، دار الکتب العلمیۃ،بیروت)

دیکھیں قبر انور سے مٹی کو بطور برکت اٹھانے والے صحابہ کرام وتابعین تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اس عمل کو ناجائز وشرک نہ کہا بلکہ اس وجہ سے وہ سوراخ بند کردیا کہ لوگوں کا یہ عمل قبر مبارک کی بدنمائی اور خرابی کا باعث بن رہا

تھا۔

علمائے اسلاف نے مقدس مقامات واشیاء کوبطورِ برکت چھونے کو جائز فرمایا

علمائے اسلاف نے مکہ و مدینہ کے مقدس مقامات اور اشیاء کو بطور برکت چھونے اور ان کی تعظیم کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔شفاء شریف میں ہے”من اعظامه واكباره صلى الله تعالى عليه وسلم اعظام جميع اسبابه واكرام مشاهده وامكنته من مكة والمدينة ومعاهده ومالمسه عليه الصلوة والسلام او عرف به صلى الله تعالى عليه وسلم“ ترجمہ:حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام اسباب تمام مشاہد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آپ کے تمام مکانات،متعلقہ اشیاء اور جن چیزوں کو آپ نے مس فرمایا یا جو آپ سے معروف ہیں کی تعظیم وتکریم بجالانا ہے۔

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفٰى،فعلك و من اعظامه واكباره۔۔،جلد2،صفحه44،عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ،ملتان)

آخری جملہ بہت توجہ کرنے والا ہے کہ جس چیز کے متعلق مشہور ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوا ہے یا اس کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے اس کی تعظیم کرنا اچھا عمل ہے۔آج کل کے سعودی وہابی لوگوں کو مقدس مقامات اور اشیاء کے متعلق یوں مغالطہ دیتے ہیں کہ ان کا مقدس ہونا ثابت نہیں یوں وہ ان مقامات واشیاء کو ختم کر رہے ہیں جبکہ مستند کتب میں ان کا مقدس معروف ہونا ہے تعظیم کے لیے کافی ہے۔

شفاء شریف میں ہے”وجدير لمواطن اشتملت تربتها على جسد سيد البشر صلى الله تعالى عليه وسلم مدارس ومشاهد ومواقف ان تعظم عرصاتها وتنستسم نفحاتها و تقبل ربوعها وجد راتها ملخصا“ ترجمہ:جن مقامات کی مٹی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد پاک کو لگی ہے ان راستوں،مشاہد اور مواقف کے میدانوں کی تعظیم،فضاؤں کی تکریم،ٹیلوں اور دیواروں کو بوسہ دینا مناسب ہے۔اھ ملخصا۔

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفٰى،فعلك و من اعظامه واكباره۔۔،جلد2،صفحه45،46،عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ،ملتان)

شرح صحیح البخاری لابن بطال میں ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک (المتوفی 449ھ)،عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ابومحمد محمود بن احمد بن موسی الحنفی بدرالدین العینی (المتوفی 855ھ) اور التوضیح لشرح الجامع الصحیح میں ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی (المتوفی 804ھ) فرماتے ہیں”من حديث ابن عمر أنه صلى فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم وإنما كان يصلى فيها تبركًا بتلك الأمكنة، ورغبة فى الفضل والاتباع فإنه كان شديد الاتباع، ولم يزل الناس يتبركون بمواضع الصالحين وأهل الفضل ألا ترى أن عتبان بن مالك سأل الشارع أن

يصلي في بيته ليتخذه مصلى" ترجمہ: حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس جگہ میں نماز پڑھی وہ وہاں ان جگہوں سے برکت حاصل کرنے کے لیے اور فضل واتباع میں رغبت کرتے ہوئے نماز پڑھا کرتے تھے اور آپ بہت زیادا اتباع رسول کرنے والے تھے۔ ہمیشہ سے لوگوں صالحین اور اہل فضل سے نسبت رکھنے والے جگہوں سے برکت لیتے رہے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ آپ ان کے گھر میں نماز پڑھ لیں تاکہ وہ اس جگہ کو جائے نماز بنالیں۔

(التوضيح لشرح الجامع الصحيح،باب المساجد التي على طرق المدينة،جلد6،صفحه23،دار النوادر، دمشق)

مقدس مقامات اور مزار شریف کی مٹی برکت کے طور پر لینا

امت مسلمہ مقدس مقامات اور مزارات کی مٹی کو بطور تبرک لے جاتی تھی اور اس سے شفا حاصل کرتی تھی چنانچہ وفاء الوفاء میں ہے "حكى البرهان ابن فرحون عن الإمام العالم أبي محمد عبد السلام بن إبراهيم بن ومصال الحاحاني، قال:نقلت من كتاب الشيخ العالم أبي محمد صالح الهزميري قال :قال صالح بن عبد الحليم:سمعت أبا محمد عبد السلام بن يزيد الصنهاجي يقول: سألت أحمد بن يكوت عن تراب المقابر الذي كان الناس يحملونه للتبرك هل يجوز أو يمنع؟فقال:هو جائز، وما زال الناس يتبركون بقبور العلماء والشهداء والصالحين، وكان الناس يحملون تراب قبر سيدنا حمزة بن عبد المطلب في القديم من الزمان .قال ابن فرحون عقبه :والناس اليوم يأخذون من تربة قريبة من مشهد سيدنا حمزة، ويعملون منها خرزا يشبه السبح، واستدل ابن فرحون بذلك على جواز نقل تراب المدينة، وقد علمت مما تقدم أن نقل تربة حمزة رضي الله عنه إنما هو للتداوي" ترجمہ: احمد بن یکوت سے محمد عبد السلام نے پوچھا کہ (صالحین کی) قبور سے لوگ مٹی بطور تبرک لے جاتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جوابا کہا یہ جائز ہے۔ لوگ شروع سے علماء شہدا اور صالحین کی قبروں سے برکتیں لیتے رہے ہیں اور حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی مٹی لے جانا قدیم زمانہ سے لوگوں میں رائج ہے۔ ابن فرحون اس کے بعد کہتے ہیں: آج بھی لوگ حضرت حمزہ کی قبر کے قریب سے مٹی بطور تبرّک لے جاتے اور اس سے تسبیح بناتے ہیں۔ اسی سے ابن فرحون نے مدینہ کی مٹی کو لے جانے کے جواز کا استدلال کیا۔ اور گزشتہ گفتگو سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ حضرت حمزہ کی قبر کی مٹی کو لوگ حصولِ شفا کے لیے لے جاتے تھے۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى،الثامنة:حكم نقل تراب الحرم المدني،جلد1،صفحه95، دار الكتب العلمية ،بيروت)

تابعی بزرگ ابن منکدر کا قبر نبی پر گال رکھنا اور شفا حاصل کرنا

وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی میں علی بن عبداللہ بن احمد الحسنی الشافعی السمہودی (المتوفی 911ھ) فرماتے ہیں" ونقل بعضهم عن أبي خيثمة قال:حدثنا مصعب بن عبد الله حدثنا إسماعيل بن يعقوب التيمي قال:كان ابن المنكدر يجلس مع أصحابه، قال:وكان يصيبه الصمات، فكان يقوم كما هو يضع خده على قبر النبي صلى الله عليه وسلم ثم يرجع، فعوتب في ذلك، فقال :إنه يصيبني خطرة،فإذا وجدت ذلك استشفيت بقبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وكان يأتي موضعا من المسجد في الصحن فيتمرغ فيه ويضطجع، فقيل له في ذلك، فقال: إني رأيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في هذا الموضع، أراه قال في النوم انتهى" ترجمہ:اسماعیل بن یعقوب تیمی فرماتے ہیں کہ ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ ایک تابعی تھے) کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام دشوار ہوجاتا وہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسار قبر انور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رکھتے، کسی نے اس پر اعتراض کیا، فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔

ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی کے صحن میں ایک جگہ آکر لیٹ جایا کرتے اور اپنا بدن وہاں پر رگڑا کرتے اور چومتے تھے،ان سے اس بارے پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: میں نے یہاں پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے۔راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ انھوں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس جگہ دیکھا ہے۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى،الفصل الرابع في آداب الزيارة،جلد4،صفحه218، دار الكتب العلمية،بيروت)

امام بخاری کی قبر شریف سے لوگوں کا مٹی اٹھانا

سیر أعلام النبلاء میں شمس الدین ابوعبداللہ الذہبی (المتوفی 748ھ) لکھتے ہیں" فلما دفناه فاح من تراب قبره رائحة غالية أطيب من المسك، فدام ذلك أياما، ثم علت سواري بيض في السماء مستطيلة بحذاء قبره، فجعل الناس يختلفون ويتعجبون، وأما التراب فإنهم كانوا يرفعون عن القبر حتى ظهر القبر، ولم نكن نقدرعلى حفظ القبر بالحراس، وغلبنا على أنفسنا،فنصبنا على القبر خشبا مشبكا، لم يكن أحد يقدر على الوصول إلى القبر، فكانوا يرفعون ما حول القبر من التراب، ولم يكونوا يخلصون إلى القبر،وأما ريح الطيب فإنه تداوم أياما كثيرة حتى تحدث أهل البلدة، وتعجبوا من ذلك، وظهر عند مخالفيه أمره بعد وفاته، وخرج بعض مخالفيه إلى قبره،

وأظهروا التوبة والندامة مما كانوا شرعوا فيه من مذموم المذهب" ترجمہ: جب ہم نے امام بخاری کو دفن کیا تو ان کی قبر سے مشک سے بھی بڑھ کر خوشبو آتی جو کئی دنوں تک جاری رہی، پھر قبر انور پر آسمان سے نور برستا تھا۔لوگوں نے اس بارے میں اختلاف اور تعجب کیا۔لوگ ان کی قبر کی مٹی اٹھا کر لے جایا کرتے یہاں تک کہ خود قبر ظاہر ہونے لگی اور حفاظت کے باوجود قبر کو بچانا مشکل ہو گیا تھا، لہٰذا قبر کے اوپر لکڑی کی ایک دیوار لگا دی گئی۔ پھر کسی کا قبر تک نہیں پہنچنا ممکن نہ ہوا۔اب لوگ ان کی قبر کے اردگرد سے مٹی لے جاتے تھے۔ان کی قبر سے کئی دنوں تک خوشبو آتی رہی یہاں تک کہ پورے شہر میں یہ بات لوگ کرنے لگے اور اس پر حیران ہوئے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین کو ان کی عظمت ان کے وصال کے بعد معلوم ہوئی۔ پھر بعض مخالفین ان کی قبر پر آئے اور اپنے غیر شرعی افعال سے توبہ اور ندامت کا اظہار کیا۔

(سير أعلام النبلاء،ابو عبد الله البخاری محمد بن اسماعيل بن ابراہيم،جلد12،صفحہ467، مؤسسة الرسالة،بيروت)

بارش کی دعا امام بخاری کی قبر پر

سیر اعلام النبلاء میں ہے" قال:قحط المطر عندنا بسمرقند فی بعض الأعوام، فاستسقى الناس مرارا، فلم يسقوا، فأتى رجل صالح معروف بالصلاح إلى قاضي سمرقند فقال له:إني رأيت رأيا أعرضه عليك.قال:وما هو؟قال:أرى أن تخرج ويخرج الناس معك إلى قبر الإمام محمد بن إسماعيل البخاري، وقبره بخرتنك،ونستسقي عنده، فعسى الله أن يسقينا" ترجمہ: ایک شخص نے کہا کہ ہم پر کچھ سالوں تک سمرقند میں بارش نہ ہونے کا قحط پڑا۔لوگوں نے کئی مرتبہ بارش کی دعا کی لیکن بارش نہ ہوئی۔ایک نیک صالح شخص قاضی سمرقند کے پاس آیا اور اس سے کہا میں نے ایک رائے سوچی ہے جو آپ کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔قاضی نہ کہا وہ رائے کیا ہے؟ اس نے کہا آپ اور عوام حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جائیں اور اس قبر کے پاس کھڑے ہو کر ہم بارش طلب کریں امید ہے کہ اللہ عزوجل ہم پر بارش برسا دے۔ (سير أعلام النبلاء،ابو عبد الله البخاری محمد بن اسماعيل بن ابراہيم،جلد12،صفحہ469، مؤسسة الرسالة،بيروت)

تابعی بزرگ عبداللہ بن غالب کی قبر سے لوگوں کا مٹی لے کر اپنے کپڑوں پر ملنا

حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء میں ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی (المتوفی 430ھ) لکھتے ہیں"حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ:ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ، قَالَ:ثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، قَالَ:ثنا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ:ثنا أَبُو عِيسَى، قَالَ:لَمَّا كَانَ يَوْمُ الزَّاوِيَةِ رَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ غَالِبٍ دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَى رَأْسِهِ وَكَانَ صَائِمًا وَكَانَ يَوْمًا

حَارًّا وَحَوْلَهُ أَصْحَابُهُ ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهِ فَأَلْقَاهُ ثُمَّ قَالَ لِأَصْحَابِهِ:رَوِّحُوا بِنَا إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ:فَنَادَى عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الْمُهَلَّبِ:أَبَا فِرَاسٍ أَنْتَ آمِنٌ أَنْتَ آمِنٌ قَالَ:فَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ ثُمَّ مَضَى فَضَرَبَ بِسَيْفِهِ حَتَّى قُتِلَ قَالَ:فَلَمَّا قُتِلَ دُفِنَ فَكَانَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ مِنْ تُرَابِ قَبْرِهِ كَأَنَّهُ مِسْكٌ يُصِرُّونَهُ فِي ثِيَابِهِمْ" یعنی تابعی حضرت عبداللہ بن غالب حدانی رحمۃ اللہ علیہ جب شہید کردیے گئے تو ان کی قبر کی مٹی سے مُشک کی خوشبو آتی تھی جس کی وجہ سے لوگ اسے اپنے کپڑوں پر ملا کرتے۔

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ،فمن الطبقة الاولیٰ من التابعين،عبد الله بن غالب،جلد2،صفحہ258، دار الكتاب العربی ،بيروت)

ابراہیم بن محمد اسفرائینی کی قبر سے برکت لینا

المنتخب من کتاب السیاق لتاریخ نیسابور میں تقی الدین ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الحنبلی (641ھ) اور السلسبیل النقی فی تراجم شیوخ البیہقی میں ابو الطیب نایف بن صلاح بن علی المنصور نے''ابراہیم بن محمد الاسفرائینی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ'' کے متعلق لکھا ہے"ودفن هناك فی مشهدة، والناس يتبركون ويزورونه، وتستجاب عنده الدعوات" ترجمہ:اوران کو اس مشہد میں دفن کردیا گیا اور لوگ اس کی زیارت کرتے اور برکتیں لیتے ہیں اوران کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

(السلسبيل النقی فی تراجم شيوخ البيهقی،صفحہ177، دَارُ العَاصِمَة ، المملكة العربية السعودية)

ابن منی حنبلی کی قبر باعثِ برکت

الوافی بالوفیات میں صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبداللہ الصفدی (المتوفی 764ھ) نے''ابن منی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ'' کے متعلق لکھا ہے" وَالنَّاس يتبركون بقبره"ترجمہ:لوگ ان کی قبر سے برکت لیتے ہیں۔

(الوافی بالوفيات،جلد27،صفحہ52،دار إحياء التراث،بيروت)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آثار سے برکتیں لینا

طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں تاج الدین عبدالوہاب بن تقی الدین السبکی (المتوفی 771ھ) لکھتے ہیں"كَانَ من آثَار عِيسَى بن مَرْيَم عَلَيْهِ السَّلَام عِنْد أهل الرها يتبركون بِهِ فحاصرها إِلَى أَن صالحوه وسلموه إِلَيْهِ" ترجمہ:اہل رہا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے آثار سے برکتیں لیتے تھے اوراس کے لئے اس کے گرد محاصرہ کرکے بیٹھ جاتے تھے تاکہ ان کی اصلاح ہوسکے اور وہ لوگ ان کی طرف سلام پیش کریں۔

(طبقات الشافعية الكبرى،جلد3،صفحہ213،ہجر للطباعة والنشر والتوزيع)

محمد بن حسین صوفی کے متعلق خطیب بغدادی کا قول

تاریخ بغداد میں ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (المتوفی 463ھ) نے ''محمد بن الحسین الصوفی النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ'' کے متعلق لکھا ہے ''وقبره هناك يتبركون بزيارته قد رأيته وزرته'' ترجمہ: ان کی قبر وہاں ہے لوگ اس کی زیارت سے برکت لیتے ہیں اور میں نے بھی ان کی قبر کی زیارت کی ہے۔

(تاريخ بغداد، محمد بن الحسين بن محمد بن موسى أبو عبد الرحمن السلمي الصوفي النيسابوري، جلد 3، صفحه42، دار الغرب الإسلامي، بيروت)

ابوعبید البسری کا اپنی قبر کی شان کے متعلق خواب میں آ کر بتانا

تاریخ دمشق میں ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر (المتوفی 571ھ) اور سیر السلف الصالحین لإسماعیل بن محمد الأصبہانی میں اسماعیل بن محمد بن الفضل الأصبہانی (المتوفی 535ھ) نے ''ابوعبید البسری شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کے متعلق لکھا ہے ''أَبَا حَسَّانٍ، يَقُولُ: رَأَيْتُ أَخِي أَبَا عُبَيْدٍ فِي النَّوْمِ فَقَالَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَزُورُونَنِي وَيَأْخُذُونَ مِنْ قَبْرِي التُّرَابَ يَتَبَرَّكُونَ بِهِ لَوْ جَاءُوا وَسَأَلُوا اللَّهَ مَا سَأَلُوا لَأَعْطَاهُمْ'' ترجمہ: ابوحسّان کہتے ہیں میں نے اپنی بھائی ابوعبید کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے کہا یہ لوگ میری قبر کی زیارت کرتے ہیں اور اس کی مٹی کو بطور برکت لے جاتے ہیں۔ اگر وہ میری قبر پر آئیں اور رب تعالیٰ سے سوال کریں تو ضرور رب تعالیٰ انہیں عطا فرمائے گا۔

(سير السلف الصالحين لإسماعيل بن محمد الأصبهاني، ذكر أبي عبيد البسري شامي رضي الله عنه، صفحه1244، دار الراية، الرياض)

یعنی قبر کی مٹی لے جانے کو ناجائز و حرام نہ کہا بلکہ کہا کہ فقط قبر کی مٹی نہ لے جاؤ بلکہ وہاں کھڑے ہو کر دعا کرو دعا بھی پوری ہوگی۔

امام احمد بن حنبل کے لباس سے برکت لینا

سیر أعلام النبلاء میں شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی (المتوفی 748ھ) اور مناقب الإمام احمد میں جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) لکھتے ہیں ''أخبرنا محمد بن أبي منصور قال: أنبأنا الحسن بن أحمد الفقيه، قال: أخبرنا أبو القاسم عبد العزيز بن محمد، قال: حدثنا أبو بكر بن شاذان، قال: حدثنا أبو عيسى أحمد بن يعقوب، قال: حدثتني فاطمة بنتُ أحمد بن حَنبل، قالت: وَقع الحريقُ في بيت أخي صالح؛ وكان قد تزوَّج إلى قومٍ مياسير، فحملوا إليه جهازًا شَبيهًا بأربعة آلاف دينار، فأكلتهُ النار، فجعل صالح يَقول: ما غَمَّني ما

ذهبَ منى إلا ثوبٌ لأبى كان يُصلى فيه،أتبرّك به وأصلى فيه،قالت:فَطفء الحريق ودَخلوا،فوجدوا الثوبَ علـى سريرٍ قد أكلت النار ما حواليه والثوب سَليم" ترجمہ:حضرت فاطمہ بنت احمد بن حنبل فرماتی ہیں میرے بھائی صالح کے گھر کو آگ لگ گئی۔ان کی شادی ایک امیر قوم میں ہوئی تھی،انھوں نے جہیز تقریباً چار ہزار دینار کا دیا تھا جس کو آگ کھا گئی۔ صالح کہنے لگے: مجھے مال کا دکھ نہیں،دکھ ہے تو اپنے والد امام احمد بن حنبل کے اس کپڑے کا ہے جنہیں وہ پہن کر نماز پڑھتے تھے اور میں اس کپڑے سے برکت لیتا تھا اور اسے پہن کر نماز پڑھتا تھا۔فاطمہ فرماتی ہیں کہ جب آگ بجھ گئی اور لوگ کمرے میں داخل ہوئے تو امام احمد بن حنبل کے اس کپڑے کو تختہ پر صحیح سلامت پایا جبکہ اس کے اردگرد کی چیزوں کو آگ جلا چکی تھی۔

(مناقب الإمام أحمد،الباب الحادى والستون،فى ذكر كراماته وإجابة سُؤاله،صفحه339، دار ہجر)

سیر أعلام النبلاء میں شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (المتوفی 748ھ) لکھتے ہیں "قَالَ عَبْدُ اللهِ بنُ أَحْمَدَ:رَأَيْتُ أَبِى يَأْخُذُ شَعرةً مِن شَعرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُهَا عَلَى فِيهِ يُقبِّلُهَا .وَأَحسِبُ أَنِّى رَأَيْتُهُ يَضَعُهَا عَلَى عَيْنِهِ، وَيَغْمِسُهَا فِى المَاءِ وَيَشرَبُه يَسْتَشفِى بِهِ.ورَأَيْتُهُ أَخذَ قَصْعَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَسلهَا فِى حُبِّ المَاءِ، ثُمَّ شَرِبَ فِيهَا،وَرَأَيْتُهُ يَشْرَبُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ يَسْتَشفِى بِهِ، وَيَمسحُ بِهِ يَدَيْهِ وَوَجهَه.قُلْتُ:أَيْنَ المُتَنَطِّعُ المُنْكِرُ عَلَى أَحْمَدَ، وَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ سَأَلَ أَبَاهُ عَمَّنْ يَلمَسُ رُمَّانَةَ مِنبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَيَمَسُّ الحُجْرَةَ النَّبَوِيَّةَ، فَقَالَ لاَ أَرَى بِذَلِكَ بَأْساً .أَعَاذنَا اللهُ وَإِيَّاكُم مِنْ رَأْيِ الخَوَارِجِ وَمِنَ البِدَعِ" ترجمہ:حضرت عبداللہ بن احمد کہتے ہیں: میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال مبارک اپنے ہاتھ میں لیا ہوا تھا،اسے چومتے،میرے خیال کے مطابق وہ اسے اپنی آنکھوں پر بھی لگایا کرتے۔اسی طرح اسے پانی میں ڈال کر اس پانی کو شفا کے طور پر پیا کرتے۔میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ آب زم زم پیتے اور اس سے شفا حاصل کرتے۔آب زم زم کو اپنے چہرے اور ہاتھوں پر ملتے تھے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہاں ہے وہ ضدی انسان جو امام احمد کے اس عمل کا انکار کرے؟ جبکہ ایسا ثابت ہے کہ عبداللہ نے اپنے باپ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو منبر رسول کے دستے کو مس کرے اور حجرہ رسول کو چھوئے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا: مجھے ایسے عمل میں کوئی حرج نظر نہیں آتا۔ہم اپنے اور تمہارے لیے خوارج اور اہل بدعت کے (آثار سے تبرکات حاصل کرنے کے ناجائز ہونے کے) نظریے سے خدا کی بارگاہ میں پناہ مانگتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ،أحمد بن حنبل أبو عبد الله،جلد11،صفحه230، مؤسسة الرسالة،بيروت)

آثار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برکتیں لینے کے متعلق امام غزالی کا فرمان

امام غزالی (المتوفی 505ھ) رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے آداب میں لکھتے ہیں "ویأتی بئر أریس یقال أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تفل فیھا وھی عند المسجد فیتوضأ منھا ویشرب من مائھا ویأتی مسجد الفتح وھو علی الخندق وکذا یأتی سائر المساجد والمشاھد ویقال إن جمیع المشاھد والمساجد بالمدینة ثلاثون موضعاً یعرفھا أھل البلد فیقصد ما قدر علیه وکذلك یقصد الآبار التی کَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یتوضأ منھا ویغتسل ویشرب منھا وھی سبع آبار طلبا للشفاء وتبرکاً به صلی اللہ علیه وسلم" ترجمہ: زائر کو چاہئے کہ وہ اریس نامی کنویں کے پاس جائے اس لئے کہ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں لعاب دہن ڈالا تھا۔ یہ کنواں مسجد کے قریب ہے حضور علیہ السلام نے اس سے پانی پیا اور اس کے پانی سے وضو کیا۔ یونہی مسجد فتح کی زیارت کرے جو خندق پر ہے۔ اسی طرح دیگر مساجد و مقامات کو دیکھنے جائے۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ پاک میں مساجد اور دیگر مقامات کی کل تعداد تیس ہے جسے اہل مدینہ جانتے ہیں تو جتنا ہو سکے ان مقامات کی زیارت کرے۔ زائر کو چاہیے کہ شفاو تبرّک حاصل کرنے کے لئے ان سات کنوؤں کے پاس جائے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی پیا اور وضو وغسل کیا۔ (إحیاء علوم الدین، کتاب اسرار الحج، الجملة العاشرة فی زیارة المدینة وآدابھا، جلد1، صفحه260، دار المعرفة، بیروت)

وہابیوں کے امام ابن تیمیہ سے لوگوں کا برکت لینا

وہابیوں کا امام ابن تیمیہ جب مرا تو اس کے چاہنے والوں نے اس کی لاش کے ساتھ کیا معاملات کئے، اس بارے میں البدایہ والنہایہ میں ہے کہ جب ابن تیمیہ قید کی حالت میں مرا تو "حضر جمع کثیر إلی القلعة، وأذن لھم فی الدخول علیه، وجلس جماعة عنده قبل الغسل وقرأوا القرآن وتبرکوا برؤیته وتقبیله، ثم انصرفوا، ثم حضر جماعة من النساء ففعلن مثل ذلك ثم انصرفن ثم حمل بعد أن یصلی علیه علی الرؤوس والأصابع، وخرج النعش به من باب البرید واشتد الزحام وعلت الأصوات بالبکاء والنحیب والترحم علیه والثناء والدعاء له، وألقی الناس علی نعشه منادیلھم وعمائمھم وثیابھم وشرب جماعة الماء الذی فضل من غسله، واقتسم جماعة بقیة السدر الذی غسل به" ترجمہ: قلعہ کے اردگرد لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہو گیا، ان کو اندر داخل ہونے کی اجازت ملی تو غسل سے پہلے مردوں کی ایک جماعت اس کے گرد بیٹھ گئی، انہوں نے قرآن کی تلاوت کی اور اس کو دیکھ کر اور اس کے بوسے لے کر برکت حاصل کی، پھر

یہ مردوں کی جماعت چلی گئی۔اس کے بعد عورتوں کی جماعت آئی اور انہوں نے بھی مردوں کی طرح کیا اور چلی گئیں۔پھر جنازہ کے بعد لوگوں نے اس کی لاش کو سروں اور انگلیوں پر اٹھا لیا اور باب البرید سے باہر نکالا، بہت زیادہ بھیڑ تھی چیخ و پکار کی آوزیں بلند تھیں، اس پر لوگ رحم کھا رہے تھے، اس کی تعریف کر رہے تھے اور دعا کر رہے تھے۔اور لوگوں نے اس کی لاش پر اپنے رومال، عمامے اور کپڑے ڈال دیئے۔اور ایک جماعت نے اس کے غسل کا بچا ہوا پانی پیا اور ایک جماعت نے بیری کے وہ پتے آپس میں تقسیم کر لئے جن سے اسے غسل دیا گیا تھا۔ (البدایہ و النہایہ، جلد 14،صفحہ157,156، دار احیاء التراث العربی،بیروت)

ائمہ کرام سے عقیدت نزولِ برکات کا سبب وہابی مولوی کا قول

تاریخ اہل حدیث میں وہابی مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتا ہے:''بزرگانِ دین خصوصا حضرات ائمہ متبوعین سے حسن عقیدت نزولِ برکات کا ذریعہ ہے۔'' (تاریخ اہل حدیث،صفحہ72،الکتاب انٹر نیشنل،دہلی)

وہابی مولوی صاحب کے نزدیک جب حسن عقیدت ہی نزولِ برکات کا ذریعہ ہے تو حسن عقیدت کے ساتھ ساتھ ان کے آثار کی تعظیم کرنا بدرجہ اولیٰ نزولِ برکات کا سبب ہے۔اللہ عزوجل ان وہابیوں کو بھی سمجھ عطا فرمائے اور آثار مقدسہ کو یہ لوگ شرک شرک کہہ کر جو ختم کر رہے ہیں ان مقدس مقامات کی حفاظت فرمائے۔الحمد للہ عزوجل راقم الحروف نے کثیر مستند بالخصوص محدثین کے حوالہ جات سے ثابت کیا کہ مقدس مقامات و اشیاء سے برکت لینا، ان کو چھونا جائز و باعث برکت ہے۔یہ ان محدثین کے ارشادات ہیں جن کو وہابی بھی مانتے ہیں اور یہ جس حدیث کو صحیح یا ضعیف کہہ دیں وہابی آنکھیں بند کر ان کی تقلید کرتے ہیں۔کوئی وہابی مائی کا لال ان حوالہ جات کو غلط نہیں کہہ سکتا اور اس کے برعکس اتنی تعداد تو کیا ایک دو مستند حوالے نہیں لا سکتا جس میں مقدس مقامات سے برکت لینے کو ناجائز و شرک کہا گیا ہو۔

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ ہم گناہوگاروں کے لئے بخشش کا وسیلہ ہے۔ اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (سورۃ النساء، سورۃ4، آیت64)

اس آیت میں خاص طور پر بخشش چاہنے والوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوجانے کا فرمایا گیا۔ یہ حاضر ہونا آپ علیہ السلام کی ظاہری زندگی کے ساتھ خاص نہیں ورنہ اس آیت پر فی زمانہ کوئی عمل نہ رہے گا۔ جب ظاہری حیات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس عمل کا پسندیدہ ہونا ثابت ہوگیا تو ان کی رحلت کے بعد بھی اسی طرح پسندیدہ ہوگا۔

گناہوں کے معافی کے لیے روضہ رسول کی طرف قصد

علمائے اسلاف نے روضہ رسول پر حاضری کے وقت گناہوں کی مغفرت مانگنے پر اس آیت کا خاص طور پر ذکر کرفرمایا ہے۔ کثیر مستند دلائل سے ثابت ہے امتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں خاص طلبِ بخشش کے لیے سفر کرکے حاضر ہوئے۔ ابن سمعانی نے دلائل میں سند کے ساتھ فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے تین یوم کے بعد ہمارے پاس ایک اعرابی (دیہات کا رہنے والا) آیا اور اپنے آپ کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور پر گرادیا اور اپنے سر پر قبرانور کی مٹی ڈالنے لگا اور پھر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پس ہم نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یاد کیا اور جو (قرآن) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اس میں یہ (آیۃ) بھی ہے ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمْ﴾ اور تحقیق میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے اللہ (عزوجل) کی بارگاہ سے مغفرت طلب کریں "فَنُوْدِیَ مِنَ الْقَبْرِ اَنَّہٗ قَدْ غُفِرَ لَکَ" تو قبرانور سے آواز آئی کہ تمہاری مغفرت کردی گئی۔

(الحاوی للفتاوی،تنویر الحلك فی إمكان رؤیة النبی والملك،جلد2،صفحہ314، دار الفكر ، بیروت)

عمر کو میرا اسلام کہنا

طلبِ بخشش کے علاوہ کسی مصیبت کے وقت روضہ رسول پر حاضر ہوکر دعا مانگنے کی نیت سے سفر کرنا بھی جائز وثابت ہے۔دلائل النبوۃ للبیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے"حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ مَالِكِ الدَّارِ، قَالَ:وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ، قَالَ:أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأَتَاهُ رسوالُ اللهِ صلى الله علیه و آله و سلم فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ:ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَقِيمُونَ" ترجمہ:حضرت مالک سے مروی ہے اور وہ کھانے پر حضرت عمر کے خازن تھے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگوں پر قحط پڑھ گیا۔ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر آیا اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !اللہ عزوجل سے اپنی امت کے لئے بارش طلب کریں کہ یہ ہلاک ہورہی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آدمی کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا:عمر کو میرا اسلام کہنا اور اسے خبر دینا کہ بارش ہوگی۔

(مصنف ابن شیبہ، کتاب الفضائل ،ماذکر فی فضل عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ،جلد12،صفحہ32،الدار السلفیة، الہندیة)

فتوحات شام سے واپسی اور روضہ رسول پر حاضری

یونہی خاص سلام پیش کرنے کے لیے روضہ رسول کی طرف سفر کرنا بھی ثابت ہے چنانچہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات شام سے مدینہ منورہ واپس پلٹے تو سب سے پہلے مسجد میں گئے اور رسول خدا پر سلام کیا۔اس واقعہ کو فتوح الشام میں یوں نقل کیا گیا ہے کہ جب عمر نے اہالیان بیت المقدس کے ساتھ صلح کی تو حضرت کعب الاحباران کے پاس آئے اور اسلام قبول کرلیا۔حضرت عمر اس کے اسلام لانے سے خوش ہوئے اور ان سے کہا"هل لك أن تسير معی إلى المدينة فنزور قبر النبی صلى الله عليه وسلم وتتمتع بزيارته فقلت:نعم يا أمير المؤمنين أنا أفعل ذلك" ترجمہ: کیا تم میرے ساتھ مدینہ جانا پسند کروگے تاکہ وہاں قبر رسول کی زیارت کرکے اس سے فیضیاب ہوسکو؟

کعب الاحبار نے اسے قبول کرلیا اور جب عمر مدینہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاکر ان پر سلام کیا۔ (فتوح الشام،ذکر فتح مدینة بیت المقدس،جلد1،صفحہ235، دار الکتب العلمیة،بیروت)

شام سے قاصد سلام لے کر حاضر ہوتا

شعب الإیمان میں احمد بن الحسین بن علی بن موسی البیہقی (المتوفی 458ھ) روایت میں ہے"عَنْ حَاتِمِ بْنِ وَرْدَانَ، قَالَ:كَانَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ يُوَجِّهُ بِالْبَرِيدِقَاصِدًا إِلَى الْمَدِينَةِ لِيُقْرِءَ عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ" ترجمہ:حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ ایک قاصد کو شام سے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی طرف سے سلام کا ہدیہ پیش کرنے کے لیے بھیجا کرتے تھے۔

(شعب الإيمان، كتاب المناسك،فضل الحج والعمرة،جلد6،صفحه54،حديث3869، مكتبة الرشد،بيروت)

شعب الایمان میں ہے"عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمُهْرِيِّ، قَالَ:قَدِمْتُ عَلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِذْ كَانَ خَلِيفَةً بِالشَّامِ فَلَمَّا وَدَّعْتُهُ، قَالَ:إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً، إِذَا أَتَيْتَ الْمَدِينَةَ سَتَرَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ .قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي فُدَيْكٍ:فَحَدَّثْتُ بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ، فَقَالَ:أَخْبَرَنِي فُلَانٌ أَنَّ عُمَرَ كَانَ يَرِدُ إِلَيْهِ الْبَرِيدُ مِنَ الشَّامِ" ترجمہ:یزید بن ابی سعید مہری سے مروی ہے کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا جب وہ شام کے خلیفہ تھے۔ جب میں نے ان کو الوداع کہا تو انھوں نے کہا مجھے آپ سے ایک حاجت ہے کہ جب آپ مدینہ حاضر ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا سلام عرض کرنا۔محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک نے کہا کہ میں نے یہ حضرت عبد اللہ بن جعفر کو بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے فلاں نے خبر دی ہے کہ حضرت عمر شام سے ایک ڈاکیہ سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سلام بھیجا کرتے تھے۔

(شعب الإيمان، كتاب المناسك،فضل الحج والعمرة،جلد6،صفحه54،حديث3870، مكتبة الرشد،بيروت)

خاص روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے پر بھی احادیث میں شفاعت کی بشارت ہے جیسا کہ آگے احادیث آرہی ہیں۔

ان روایتوں سے پتہ چلا کہ صحابہ کرام اور ان کے بعد میں آنے والے بزرگ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری و سلام اور طلبِ مغفرت کے لئے دور دراز سے سفر کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ شروع سے ہی مسلمان حج وعمرہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی بخشش ،اپنی دعاؤں کی قبولیت چاہتے اور روضہ مبارک کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔

وہابیوں کے نزدیک روضہ رسول کی زیارت کی نیت سے سفر شرک

وہابیوں کے نزدیک حضور علیہ السلام کے روضہ مبارک کی زیارت بلکہ کسی بھی نبی یا صحابی یا ولی کے مزار کی زیارت کے لئے سفر کرنا ناجائز وشرک ہے۔ کتاب التوحید میں ہے: ''محمد کی قبر، ان کے دوسرے متبرک مقامات، تبرکات یا کسی نبی ولی کی قبر یا ستون وغیرہ کی طرف سفر کرنا بڑا شرک ہے۔'' (کتاب التوحید، محمد ابن عبدالوہاب ،صفحہ 124)

وہابیوں کے فتاوٰی اسلامیہ میں ہے ''لا یجوز السفر بقصد زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ و سلم أو قبر غیرہ من الناس'' ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی اور کی قبر کی زیارت کے لئے سفر جائز نہیں۔

(فتاوی إسلامیۃ، جلد1، صفحہ79، دار الوطن ، الریاض)

پتہ چلا کہ وہابی جو مدینہ منورہ جاتے ہیں اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روضہ پاک کی زیارت کی نیت نہیں ہوتی کہ یہ ان کے نزدیک ناجائز وشرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدہ ائیر پورٹ پر اترتے ہی جو سرکاری طور پر ایک چھوٹا سا کتابچہ ملتا ہے اس میں اس کی صراحت ہے کہ روضہ رسول کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ ان وہابیوں کا بُغض اور بدبختی ہے ورنہ احادیث میں صراحت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پاک کی حاضری کی نیت سے آنے کا نہ صرف ثبوت ہے بلکہ اس کے فضائل بھی موجود ہیں۔ چند احادیث پیش خدمت ہیں:

روضہ رسول کی زیارت پر موجود احادیث

سنن الدارقطنی میں ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی البغدادی الدارقطنی (المتوفی 385ھ) رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ''ثنا الْقَاضِی الْمَحَامِلِیُّ، نا عُبَیْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ، نا مُوسَى بْنُ هِلَالٍ الْعَبْدِیّ، عَنْ عُبَیْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ زَارَ قَبْرِی وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِی'' ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔ (سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، جلد3، صفحہ333، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

روضہ رسول کی زیارت سے مراد یہ نہیں کہ سیر وتفریح کے طور پر مدینہ آیا جیسا کہ وہابی آتے ہیں اور اچانک روضہ رسول پر نظر پڑ گئی تو یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی بلکہ روضہ رسول کی زیارت ہی کی نیت سے سفر کرے اور کوئی حاجت نہ ہو تو اسے یہ

شفاعت نصیب ہوگی جیسا کہ اگلی احادیث میں صراحت ہے۔ المعجم الکبیر میں سلیمان بن احمد الشامی ابو القاسم الطبرانی (المتوفی 360ھ) رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں" حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ أَحْمَدَ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَبَّادِيُّ الْبَصْرِيُّ، ثنا مُسْلِمُ بْنُ سَالِمٍ الْجُهَنِيُّ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لَا يَعْلَمُهُ حَاجَةً إِلَّا زِيَارَتِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو میری زیارت کو آیا کہ اسے سوا زیارت کے کچھ کام نہ تھا مجھ پر حق ہو گیا کہ روز قیامت اس کا شفیع ہوں۔

(المعجم الکبیر ،باب العین ،سالم عن ابن عمر،جلد12،صفحہ291،مکتبة ابن تیمیة ،القاہرة)

المغنی عن حمل الأسفار فی الأسفار، فی تخریج ما فی الإحیاء من الأخبار میں ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی (المتوفی 806ھ) فرماتے ہیں" حَدِيث من جَاءَنِي زائراً لَا تهمه إِلَّا زيارتي كَانَ حقاً عَلَى الله أَن أكون لَهُ شفيعاً أخرجه الطَّبَرَانِيّ من حَدِيث ابْن عمر وَصَححهُ ابْن السكن" ترجمہ: حدیث: جو میری زیارت کو آیا کہ اسے سوا زیارت کے کچھ کام نہ تھا اللہ عزوجل پر حق ہو گیا کہ روز قیامت میں اس کا شفیع ہوں۔ اسے امام طبرانی نے حضرت ابن عمر کے حوالے سے روایت کیا اور ابن سکن نے اس حدیث کو صحیح کہا۔(المغنی عن حمل الأسفار فی الأسفار،صفحہ306،دار ابن حزم، بیروت)

حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجہ میں محمد بن عبد الہادی التتوی نور الدین السندی (المتوفی 1138ھ) فرماتے ہیں" قَالَ الدَّمِيرِيُّ:فَائِدَةُ زِيَارَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَفْضَلِ الطَّاعَاتِ وَأَعْظَمِ الْقُرُبَاتِ؛ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُ وَصَحَّحَهُ عَبْدُ الْحَقِّ وَلِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لَا تَحْمِلُهُ حَاجَةٌ إِلَّا زِيَارَتِي، كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ مِنْهُمُ الْحَافِظُ أَبُو عَلِيِّ بْنُ السَّكَنِ فِي كِتَابِهِ الْمُسَمَّى بِالسُّنَنِ الصِّحَاحِ، فَهَذَانِ إِمَامَانِ صَحَّحَا هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ وَقَوْلُهُمَا أَوْلَى مِنْ قَوْلِ مَنْ طَعَنَ فِي ذَلِكَ" ترجمہ: امام دمیری نے فرمایا: فائدہ: زیارت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل طاعات اور اعظم قربات میں سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔ اسے روایت کیا امام دارقطنی وغیرہ نے اور عبد الحق محدث دہلوی نے اس حدیث کو صحیح کہا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جو میری زیارت کو آیا کہ اسے سوائے زیارت کے کچھ کام نہ تھا مجھ پر حق ہو گیا کہ روز قیامت اس کا شفیع ہوں۔ اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا جن میں حافظ ابو علی بن سکن نے اپنی کتاب سنن صحاح میں اسے ذکر

کیا۔ان دونوں اماموں نے ان دونوں حدیثوں کو صحیح فرمایا اوران کا قول لینا بہ نسبت ان کے اولیٰ ہے جو ان احادیث پر جرح کرتے ہیں۔

(حاشية السندى على سنن ابن ماجه، كتاب المناسك،باب فضل المدينة،جلد2،صفحه 268،دار الجيل،بيروت)

المعجم الاوسط کی روایت ہے "حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُجَيْرٍ قَالَ:ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ قَالَ:نَا حَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي كَانَ كَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي" حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو حج کرے پھر میرے انتقال کے بعد میری زیارت کرے گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(المعجم الأوسط،من اسمه جعفر،جلد3،صفحه351، دار الحرمين ،القاہرة)

اسی متن کی دوسری حدیث جسے امام سخاوی نے المقاصد الحسنہ میں جید کہا ہے وہ یہ ہے جسے امام بیہقی (المتوفی 458ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے "أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ الْحَارِثِ الْأَصْبَهَانِيُّ الْفَقِيهُ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ الْحَافِظُ،حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، وَالْقَاضِي أَبُو عَبْدِ اللهِ، وَابْنُ مَخْلَدٍ، قَالُوا:حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الْبُسْرِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، وَابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الشَّعْبِي وَالْأَسْوَدِ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ هَارُونَ أَبِي قَزَعَةَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ آلِ حَاطِبٍ، عَنْ حَاطِبٍ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي، وَمَنْ مَاتَ بِأَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بُعِثَ مِنَ الْآمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" ترجمہ: حضرت حاطب سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ جو مکہ ومدینہ میں فوت ہوا وہ قیامت والے دن امن والوں میں سے اٹھایا جائے گا۔

(شعب الإيمان، كتاب المناسك،فصل الحج والعمرة،جلد6،صفحه46،مكتبة الرشد،الرياض)

حج کے بعد روضہ رسول کی حاضری کے بغیر واپس چلے جانے کو حضور علیہ السلام نے ظلم قرار دیا ہے۔ فتح الغفار الجامع لأحکام سنۃ نبینا المختار میں الحسن بن احمد الرَّباعی الصنعانی (المتوفی 1276ھ) فرماتے ہیں "وأخرج ابن عدى والدارقطنى وابن حبان عن ابن عمر مرفوعًا:من حج ولم يزرنى فقد جفانى وفى إسناده النعمان بن شبل وثقه عمران بن موسى وضعفه غيره وله شواهد ضعيفة والجميع بعضها يقوى بعضًا، وعليه عمل المسلمين فى جميع الأمصار ويعدون ذلك من أفضل الأعمال" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا مروی ہے جس نے حج کیا اور

میری (قبر کی) زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر جفا کیا۔اس کی سند میں نعمان بن شبل ہے جس کی عمران بن موسیٰ نے توثیق بیان کی ہے اور دوسروں نے اسے ضعیف کہا ہے اور اس حدیث کے ضعیف شواہد ہیں اور تمام ایک دوسرے کو قوی کرتے ہیں اور اسی پر مسلمانوں کا تمام شہروں میں عمل ہے اور اسے افضل اعمال میں شمار کرتے ہیں۔

(فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار،جلد2،صفحه 784،دار عالم الفوائد)

وہ پہلا شخص جس نے روضہ رسول کی طرف سفر کو شرک کہا

تمام ائمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ روضہ رسول کی زیارت کی نیت سے سفر جائز ومستحب ہے۔وہابیوں کا امام ابن تیمیہ وہ شخص ہے جس نے اس سفر کو ناجائز کہا اور بعد میں آنے والے وہابیوں نے اسی کی تقلید کی اور مزید شدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام احادیث اور اقوالِ علماء کو یکسر نظر انداز کر کے اس سفر کو شرک کہہ دیا۔یعنی ان کے امام ابن تیمیہ نے ناجائز کہا تو ان وہابیوں نے شرک کہہ دیا اور دلیل بھی کوئی نہیں دی بلکہ جو زیارت پر موجود احادیث تھیں ان کو زبردستی ضعیف وموضوع ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔

علمائے کرام نے ابن تیمیہ کا شدومد سے رد کیا اور اس کے اس گمان فاسد کا رد کیا کہ اس موضوع پر مشتمل تمام احادیث ضعیف وموضوع ہیں۔موطا امام مالک کی شرح میں عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" من زيارة قبره اختلف فيه بعد ما اتفقوا على أن زيارة قبره صلى الله عليه و سلم من أعظم القربات وأفضل المشروعات ومن نازع فى مشروعيته فقد ضل وأضل فقيل:إنه سنة ذكره بعض المالكية وقيل:إنه واجب وقيل قريب من الواجب وهو فى حكم الواجب مستدلا بحديث"من حج ولم يزرنى فقد جفانى"أخرجه ابن عدى والدارقطنى وغيرهما وليس بموضوع كما ظنه ابن الجوزى وابن تيمية بل سنده حسن عند جمع وضعيف عند جمع وقيل:إنه مستحب بل أعلى المستحبات وقد ورد فى فضله أحاديث فمن ذلك "من زار قبرى وجبت له شفاعتى"أخرجه الدارقطنى وابن خزيمة وسنده حسن وفى رواية الطبرانى"من جاء نى زائرا لا تعلمه (هكذا فى الأصل وفى مجمع الزوائد لا يعلم له حاجة)حاجة إلا زيارتى كان حقا على أن أكون له شفيعا" وعند ابن أبى الدنيا عن أنس"من زارنى محتسبا كنت له شفيعا وشهيدا"وأكثر طرق هذه الأحاديث وإن كانت ضعيفة لكن بعضها سالم عن الضعف القادح وبالمجموع يحصل القوة كما حققه الحافظ ابن حجر فى"التلخيص الحبير"والتقى السبكى فى

کتابہ"شفاء الأسقام فی زیارة خیر الأنام"وقد أخطأ بعض معاصریه وھو ابن تیمیة حیث ظن أن الأحادیث الواردة فی ھذا الباب کلھا ضعیفة بل موضوعة "یعنی حضور علیہ السلام کے روضہ مبارک کی زیارت کرنے میں اختلاف کیا گیا بعد اس کے کہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ عظیم ترین قربات اور افضل مشروعات میں سے ہے اور جو اس کی مشروعیت میں جھگڑا کرے وہ خود گمراہ ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہے۔کہا گیا کہ روضہ مبارک کی زیارت سنت ہے بعض مالکیہ نے اس کو ذکر کیا اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ واجب ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ قریب واجب ہے اور یہ واجب کے حکم میں ہے،اس کا واجب ہونا اس حدیث پاک سے ثابت کیا گیا:جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر جفا کی۔اس حدیث کو ابن عدی دارقطنی اور دیگر محدثین نے روایت کیا اور یہ حدیث موضوع نہیں ہے جیسا کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے گمان کیا بلکہ ایک جماعت کے نزدیک اس کی سند حسن ہے اور ایک جماعت کے نزدیک اس کی سند ضعیف ہے۔کہا گیا کہ یہ مستحب ہے بلکہ مستحبات میں سے اعلیٰ ہے اور اس کی فضیلت میں کئی احادیث موجود ہیں جس میں سے ایک یہ ہے کہ یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا:جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔اس حدیث کو دارقطنی اور ابن خزیمہ نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے اور امام طبرانی کی روایت میں ہے:جو میری زیارت کو آیا اور اسے سوائے زیارت کے اور کوئی غرض نہیں تو مجھ پر حق ہے کہ میں اس کی شفاعت کروں۔ابن ابی دنیا کے نزدیک روایت یوں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس نے طلب ثواب کے لئے میری زیارت کی میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں۔ان احادیث کے اکثر طرق اگرچہ ضعیف ہیں لیکن بعض غیر ضعیف ہیں اور ان سب کے مجموعہ سے قوت حاصل ہوجاتی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے''التلخیص الخبیر''میں اور امام سبکی نے اپنی کتاب ''شفاء الاسقام فی زیارۃ خیر الانام''میں تحقیق کی۔ابن تیمیہ نے اس مسئلہ میں خطا کی اور گمان کیا کہ اس فضیلت میں وارد تمام احادیث ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔

(موطأ الإمام مالك،باب قبر النبی صلی اللہ علیه و سلم وما یستحب من ذلك،جلد3،صفحه448،دار القلم ،دمشق)

وہابیوں کا فتویٰ

وہابی ان تمام دلائل کو یکسر نظر انداز کر کے اس کو اپنی شریعت میں نا صرف ناجائز کہتے ہیں بلکہ اتنا بڑا جھوٹ بولتے ہیں کہ اس کے ناجائز ہونے پر ائمہ وفقہائے کرام کا اجماع ہے۔چنانچہ انٹرنیٹ کی ایک سائیٹ پر وہابیوں کا فتویٰ ہے:

تین مساجد کی طرف رخت سفر نہ باندھنے والی حدیث کی تحقیق

شروع از عبدالوحید ساجد بتاریخ 24 June 2014 09:30 AM

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کتب احادیث میں آیا ہے کہ انہوں نے کوہِ طور پر سفر کیا تھا ان کا سفر اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین مساجد کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی طرف رخت سفر نہ باندھا جائے۔ نیز کچھ لوگ زیارتِ طور سے زیارت مزارات کا سفر ثابت کرتے ہیں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

حدیث میں بیان ہے کہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور بیت المقدس کے علاوہ تقرب الی اللہ اور حصول ثواب کی نیت سے کسی دوسری جگہ سفر کر کے جانا جائز نہیں ہے۔

جب ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا جائز نہیں، تو مزارات اور صالحین کے آثار کی زیارت کیلئے سفر کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ ائمہ اربعہ اور دیگر فقہا کے نزدیک تو مسجد قبا کی زیارت کے لئے دور دراز سے سفر کر کے جانا بھی جائز نہیں ہے۔ ہاں مدینہ منورہ سے مسجد قبا کی طرف ارادہ کر کے جانا اور وہاں نماز پڑھنا مستحب ہے۔۔۔۔

فتاویٰ اصحاب الحدیث، جلد 2، صفحہ 495

محدث فتویٰ

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کتنا بڑا جھوٹ اور کتنی بے باکی سے بول رہا کہ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چاروں ائمہ کرام اور دیگر فقہاء کے نزدیک مزارات کی طرف سفر نا جائز ہے۔ جبکہ کسی بھی امام نے روضہ رسول کی زیارت کو نا جائز وحرام نہیں کہا بلکہ تمام ائمہ نے متفق ہو کر زیارت روضہ سنت مستحبہ اور بعض نے واجب قرار دیا۔ الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں ہے

”وَزِيَارَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ تَتَحَقَّقُ بِزِيَارَةِ قَبْرِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ الإِسْلَامِيَّةُ سَلَفًا وَخَلَفًا عَلَى مَشْرُوعِيَّةِ زِيَارَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَدْ ذَهَبَ جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ مِنْ أَهْلِ الْفَتْوَى فِي

الْمَذَاهِبِ إِلَى أَنَّهَا سُنَّةٌ مُسْتَحَبَّةٌ، وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ:هِيَ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ، تَقْرُبُ مِنْ دَرَجَةِ الْوَاجِبَاتِ، وَهُوَ الْمُفْتَى بِهِ عِنْدَ طَائِفَةٍ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ،وَذَهَبَ الْفَقِيهُ الْمَالِكِيُّ أَبُو عِمْرَانَ مُوسَى بْنُ عِيسَى الْفَاسِيُّ إِلَى أَنَّهَا وَاجِبَةٌ۔۔۔ذَهَبَ جُمْهُورُ الْعُلَمَاءِ إِلَى أَنَّهُ يَجُوزُ شَدُّ الرَّحْلِ لِزِيَارَةِ الْقُبُورِ، لِعُمُومِ الْأَدِلَّةِ، وَخُصُوصًا قُبُورُ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَمَنَعَ مِنْهُ بَعْضُ الشَّافِعِيَّةِ، وَابْنُ تَيْمِيَّةَ مِنَ الْحَنَابِلَةِ۔۔۔لاَ خِلاَفَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِي اسْتِحْبَابِ زِيَارَةِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي زِيَارَةِ قُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت آپ کے وصالِ ظاہری کے بعد آپ کی قبر مبارک کے دیدار سے بھی متحقق ہو جائے گی۔اگلے پچھلوں تمام امت کا اجماع ہے کہ زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشروع عمل ہے۔جمہور علمائے اہل فتاویٰ اس طرف گئے کہ زیارت روضہ رسول سنت مستحبہ ہے اور محققین کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ یہ سنت موکدہ واجب کے قریب ہے۔حنفیہ میں سے ایک گروہ کا یہی مفتی بہ ہے اور مالکی فقیہ ابوعمران موسیٰ بن عیسیٰ اس طرف گئے ہیں کہ یہ واجب ہے۔جمہور علماء کا موقف ہے کہ عمومی دلائل کے سبب قبور کی زیارت کے لئے سفر جائز ہے خصوصا انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبور کی زیارت کے لئے سفر۔بعض شوافع اور حنابلہ میں سے تیمیہ نے قبور کی زیارت کے لئے سفر کو منع کیا۔اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی قبور کی زیارت مستحب عمل ہے۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية، جلد24، صفحه83، 89، 90، دار الصفوة، مصر)

وہابیوں کی دلیل اور اس کا جواب

وہابی اپنے باطل موقف کا اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ:اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صلى الله عليه وآله وسلم، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى" ترجمہ: مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کے سوا کسی کی طرف رَختِ سفر نہ باندھا جائے۔

(صحيح البخاری، كتاب فضل الصلاة فی مسجد مكة والمدينة، باب فضل الصلاة فی مسجد مكة والمدينة، جلد2، صفحه 60، حديث1189، دارطوق النجاة، مصر)

وہابیوں کا اس حدیث کو دلیل بنا کر انبیاء علیہم السلام و صالحین کی قبور کی طرف سفر کو ناجائز و شرک ثابت کرنا صریح جہالت ہے کیونکہ اگر مساجد کے علاوہ کسی جگہ سفر کرنا حرام ہو جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تعلیم، تجارت اور کسی بھی کارِ خیر کے لئے سفر کرنا ممنوع ہے، حالانکہ اِن اُمورِ خیر کے لئے سفر کی ممانعت باطل اور غیر معقول ہے۔مطلق سفر کی کہیں بھی ممانعت

نہیں اور نہ ہی ایسا کوئی مفہوم حدیث مذکور کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔ یہ مفہوم نہ صرف غیر شرعی ہوگا بلکہ بے شمار احکام اسلامی اور مصالح دینی سے متصادم ہوگا۔ سو یہ صورت تقدیری بھی قبول نہیں کی جا سکتی، اس لئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود تجارت کے لئے سفر کیا اور متعدد اسفار کے ذریعے غزوات میں شرکت فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق دین سیکھنے اور سکھانے کے لئے ہمیشہ محوِ سفر رہے اور اُنہوں نے دور دراز علاقوں تک دین پہنچایا، ائمہ و بزرگانِ دین تحصیلِ علم اور بیعت و ارادت کے لئے سفر کرتے رہے۔ آج بھی لوگ حصولِ علم، تجارت اور دیگر اُمور کی بجا آوری کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کرتے ہیں، اس کے علاوہ درج ذیل مقاصد کے لئے آج بھی سفر کیا جاتا ہے: دعوت وتبلیغِ دین کے لیے، جہاد میں شرکت کے لئے، والدین، اساتذہ اور بزرگوں کی زیارت کے لئے، اَعزاء واَقارب اور اَحباب سے ملاقات کے لئے، کانفرنسز، سیمینارز اور دیگر خصوصی پروگراموں میں شرکت کے لئے، شادی و غمی میں شرکت کے لئے، کاروباری مقاصد کے لئے، سیر و تفریح کے لئے، علاج معالجہ کے لئے۔

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتنے ہی سفر ہیں جو ہم روزانہ کرتے ہیں۔ اگر ہر سفر ممنوع قرار دیا جائے تو زندگی کا نظام معطل ہو کر رہ جائے گا، جو کہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔ یہ وہ سفر ہیں جو وہابی بھی کرتے ہیں یوں وہابی اپنے خود ساختہ موقف کے تحت حرام کے مرتکب ہو کر فاسق ٹھہرے۔

دراصل اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے سوائے اِن تین مساجد کے کسی اور مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے اور یہی قول صحیح ہے۔ اس بات کی تائید میں ایک صریح حدیث ہے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں بسند حسن یوں روایت کی "حَدَّثَنَا هَاشِمٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ، حَدَّثَنِي شَهْرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، وَذُكِرَتْ عِنْدَهُ صَلَاةٌ فِي الطُّورِ فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَنْبَغِي لِلْمَطِيِّ أَنْ تُشَدَّ رِحَالُهُ إِلَى مَسْجِدٍ يُبْتَغَى فِيهِ الصَّلَاةُ، غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَمَسْجِدِي هَذَا" ترجمہ: ناقہ (اونٹ) کو سزاوار نہیں کہ اس کے کجاوے کسی مسجد کی طرف بغرض نماز کسے جائیں سوائے مسجد حرام و مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔ (مسند احمد بن حنبل، مروی از ابو سعید خدری، جلد3، صفحہ63، دارالفکر، بیروت)

مسند اَبی یعلی میں ابو یعلی احمد بن علی الموصلی (المتوفی 307ھ) روایت کرتے ہیں "لَا تُشَدُّ رِحَالُ الْمَطِيِّ إِلَى

مَسُجِدٍ يُذُكَرُ اللّٰه فِيهِ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ :مَسُجِدِ الُحَرَامِ، وَمَسُجِدِ الُمَدِينَةِ، وَبَيُتِ الُمَقُدَسِ" ترجمہ: اللہ کا ذکر کرنے کی نیت سے کسی مسجد کی طرف رختِ سفر نہ باندھا جائے، سوائے اِن تین مساجد کے: مسجدِ حرام، مسجدِ مدینہ اور بیت المقدس۔ (مسند أبي يعلى، من مسند أبي سعيد الخدري، جلد2، صفحه489، حديث1326، دار المأمون للتراث، دمشق)

المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج میں ابوزکریا محیی الدین یحیی بن شرف النووی (المتوفی 676ھ) نے بھی اس حدیث کی تفصیلی شرح لکھی ہے چنانچہ لاتُشَدُّ الرِّحال کا درست معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "فِيهِ بَيَانُ عَظِيمِ فَضِيلَةِ هَذِهِ الُمَسَاجِدِ الثَّلَاثَةِ وَمَزِيَّتِهَا عَلَى غَيُرِهَا لِكَوُنِهَا مَسَاجِدَ الُأَنُبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيُهِمُ وَلِفَضُلِ الصَّلَاةِ فِيهَا" ترجمہ: اس حدیثِ مبارکہ میں ان تین مساجد کی فضیلت اور دنیا کی دیگر مساجد پر درجہ میں ان کی برتری کا بیان ہے کیونکہ یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مساجد ہیں اور اس وجہ سے کہ ان میں نماز پڑھنے کا ثواب اور فضیلت زیادہ ہے۔

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره، جلد 9، صفحه106، دار إحياء التراث العربي ،بيروت)

انہوں نے مزید لکھا ہے کہ بعض علماء نے ان مساجد کے علاوہ قبورِ صالحین پر جانے میں الگ الگ آراء کا اظہار کیا ہے "وَالصَّحِيحُ عِنُدَ أَصُحَابِنَا وَهُوَ الَّذِي اخُتَارَهُ إِمَامُ الُحَرَمَيُنِ وَالُمُحَقِّقُونَ أَنَّهُ لَا يَحُرُمُ وَلَا يُكُرَهُ قَالُوا وَالُمُرَادُ أَنَّ الُفَضِيلَةَ التَّامَّةَ إِنَّمَا هِيَ فِي شَدِّ الرِّحَالِ إِلَى هَذِهِ الثَّلَاثَةِ خَاصَّةً وَاللَّهُ أَعُلَمُ" ترجمہ: ہمارے اصحاب (یعنی شوافع) کے نزدیک صحیح مؤقف یہ ہے جسے امام الحرمین (ابو المعالی عبد الملک الجوینی) اور دیگر محققین ائمہ نے اختیار کیا وہ یہ کہ زیارتِ قبور حرام ہے نہ مکروہ، انہوں نے کہا اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ سفر اختیار کرنے میں کامل فضیلت ان تین مساجد کے ساتھ خاص ہے۔

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره، جلد 9، صفحه106، دار إحياء التراث العربي ،بيروت)

ایک اور جگہ انہوں نے لکھا ہے "وَفِي هَذَا الُحَدِيثِ فَضِيلَةُ هذه المساجد الثلاثة وفضيلة شد الرحال اليها لِأَنَّ مَعُنَاهُ عِنُدَ جُمُهُورِ الُعُلَمَاءِ لَا فَضِيلَةَ فِي شَدِّ الرِّحَالِ إِلَى مَسُجِدٍ غَيُرِهَا" ترجمہ: اس حدیث میں ان تین مساجد کی فضیلت اور اس کی طرف سفر کی فضیلت کا بیان ہے اسی لیے کہ جمہور ائمہ کے نزدیک ان مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف رختِ سفر باندھنے میں کوئی فضیلت نہیں۔

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الحج، باب فضل المساجد الثلاثة، جلد9، صفحه168، دار إحياء التراث العربي ،بيروت)

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں احمد بن علی بن حجر ابوالفضل العسقلانی الشافعی فرماتے ہیں"وَقَالَ السُّبْكِيُّ الْكَبِيرُ لَيْسَ فِي الْأَرْضِ بُقْعَةٌ لَهَا فَضْلٌ لِذَاتِهَا حَتَّى تُشَدَّ الرِّحَالُ إِلَيْهَا غير الْبِلَاد الثَّلَاثَة ومرادي بِالْفَضْلِ مَا شَهِدَ الشَّرْعُ بِاعْتِبَارِهِ وَرَتَّبَ عَلَيْهِ حُكْمًا شَرْعِيًّا وَأَمَّا غَيْرُهَا مِنَ الْبِلَادِ فَلَا تُشَدُّ إِلَيْهَا لِذَاتِهَا بَلْ لِزِيَارَةٍ أَوْ جِهَادٍ أَوْ عِلْمٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ مِنَ الْمَنْدُوبَاتِ أَوِ الْمُبَاحَاتِ قَالَ وَقَدِ الْتَبَسَ ذَلِكَ عَلَى بَعْضِهِمْ فَزَعَمَ أَنَّ شَدَّ الرِّحَالِ إِلَى الزِّيَارَةِ لِمَنْ فِي غَيْرِ الثَّلَاثَةِ دَاخِلٌ فِي الْمَنْعِ وَهُوَ خَطَأٌ لِأَنَّ الِاسْتِثْنَاءَ إِنَّمَا يَكُونُ مِنْ جِنْسِ الْمُسْتَثْنَى مِنْهُ فَمَعْنَى الْحَدِيثِ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَى مَسْجِدٍ مِنَ الْمَسَاجِدِ أَوْ إِلَى مَكَانٍ مِنَ الْأَمْكِنَةِ لِأَجْلِ ذَلِكَ الْمَكَانِ إِلَّا إِلَى الثَّلَاثَةِ الْمَذْكُورَةِ وَشَدُّ الرِّحَالِ إِلَى زِيَارَةٍ أَوْ طَلَبِ عِلْمٍ لَيْسَ إِلَى الْمَكَانِ بَلْ إِلَى مَنْ فِي ذَلِكَ الْمَكَانِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ" ترجمہ: عالم اجل علامہ کبیر سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان تین جگہوں کے علاوہ روئے زمین پر کوئی ایسا خطہ نہیں جسے ایسی ذاتی فضیلت حاصل ہو جس کی وجہ سے اس کی طرف سفر کیا جائے۔ فضیلت وشرف سے میری مراد وہ فضیلت ہے جیسے شریعت نے مقرر کیا ہے اور جس پر شرعی حکم مرتب ہوتا ہے اور جہاں تک ان تین جگہوں کے علاوہ دیگر مقامات کی بات ہے تو ان کے لیے ان کی ذاتی فضیلت کے باعث سفر نہیں کیا جائے گا، بلکہ سفر کی وجہ ملاقات یا جہاد یا حصولِ علم یا اس طرح دیگر مستحب ومباح امور ہونگے۔ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بعض لوگوں کو اس حدیثِ مبارکہ سے مغالطہ ہوا پس انہوں نے سمجھا کہ ان تین مقامات کے علاوہ کسی کی زیارت کے لیے سفر کرنا حکمِ ممانعت میں داخل ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ قاعدہ کی رو سے استثناء جنس مستثنیٰ منہ سے ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں حدیثِ مبارکہ کا معنی ہوگا مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے یا مقامات میں سے کسی مقام کی طرف ذاتی فضیلت کی وجہ سے سفر نہ کیا جائے سوائے مذکورہ تین مقامات کے۔ پس زیارت وملاقات یا طلبِ علم کے لیے کسی جگہ کا سفر اس جگہ کی طرف سفر نہیں بلکہ اس کی طرف سفر ہے جو اس جگہ میں ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری،باب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة،جلد3،صفحہ 66، دار المعرفة،بیروت)

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی (852ھ) اس حدیث پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں "أَنَّ الْمُرَادَ حُكْمُ الْمَسَاجِدِ فَقَطْ وَأَنَّهُ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَى مَسْجِدٍ مِنَ الْمَسَاجِدِ لِلصَّلَاةِ فِيهِ غَيْرَ هَذِهِ الثَّلَاثَةِ وَأَمَّا قَصْدُ غَيْرِ الْمَسَاجِدِ لِزِيَارَةِ صَالِحٍ أَوْ قَرِيبٍ أَوْ صَاحِبٍ أَوْ طَلَبِ عِلْمٍ أَوْ تِجَارَةٍ أَوْ نُزْهَةٍ فَلَا يَدْخُلُ فِي النَّهْيِ وَيُؤَيِّدُهُ مَا رَوَى أَحْمَدُ مِنْ طَرِيقِ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ وَذُكِرَتْ عِنْدَهُ الصَّلَاةُ فِي الطُّورِ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِي لِلْمُصَلِّي أَنْ يَشُدَّ رِحَالَهُ إِلَى مَسْجِدٍ تُبْتَغَى فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرَ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي" ترجمہ: لاتشد الرحال سے فقط مساجد مراد ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز (کا زیادہ ثواب حاصل کرنے) کے لیے ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف رختِ سفر نہ باندھا جائے اور جہاں تک مساجد کے علاوہ کسی صالح بزرگ یا عزیز رشتہ دار یا دوست کی زیارت وملاقات کا تعلق ہے یا حصولِ علم، تجارت اور تفریح کے لیے سفر اختیار کرنا ہے تو یہ حکمِ ممانعت میں داخل نہیں۔ اس بات کی تائید مسند احمد بن حنبل میں شہر بن حوشب کے طریق سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ مبارکہ ہے انہوں نے کہا میں نے حضرت ابوسعید خدری سے سنا جبکہ ان کے سامنے کوہِ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے بیان کیا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی نمازی کو کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا نہ چاہیے سوائے مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد (مسجد نبوی) کے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، جلد3، صفحہ 65، دار المعرفۃ، بیروت)

مزید امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "قَالَ بَعْضُ الْمُحَقِّقِينَ قَوْلُهُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمُسْتَثْنَى مِنْهُ مَحْذُوفٌ فَإِمَّا أَنْ يُقَدَّرَ عَامًّا فَيَصِيرَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَى مَكَانٍ فِي أَيِّ أَمْرٍ كَانَ إِلَّا إِلَى الثَّلَاثَةِ أَوْ أَخَصَّ مِنْ ذَلِكَ لَا سَبِيلَ إِلَى الْأَوَّلِ لِإِفْضَائِهِ إِلَى سَدِّ بَابِ السَّفَرِ لِلتِّجَارَةِ وَصِلَةِ الرَّحِمِ وَطَلَبِ الْعِلْمِ وَغَيْرِهَا فَتَعَيَّنَ الثَّانِي وَالْأَوْلَى أَنْ يُقَدَّرَ مَا هُوَ أَكْثَرُ مُنَاسَبَةً وَهُوَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَى مَسْجِدٍ لِلصَّلَاةِ فِيهِ إِلَّا إِلَى الثَّلَاثَةِ فَيَبْطُلُ بِذَلِكَ قَوْلُ مَنْ مَنَعَ شَدَّ الرِّحَالِ إِلَى زِيَارَةِ الْقَبْرِ الشَّرِيفِ وَغَيْرِهِ مِنْ قُبُورِ الصَّالِحِينَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ" ترجمہ: بعض محققین نے جو یہ کہا: اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے۔ پس یہاں یا تو مقدر عام مانیں گے اس صورت میں عبارت یوں ہوگی لا تشد الرحال الی مکان فی ای امر کان الا الی ثلاثۃ کسی بھی مقصد کے لیے ان تین مساجد کے علاوہ کہیں اور سفر کے لیے رختِ سفر نہ باندھا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہاں مستثنیٰ منہ مقدر خاص مانیں گے۔ پہلی صورت تو ہو ہی نہیں سکتی اس لیے کہ اس سے تجارت، صلہ رحمی اور طلبِ علم وغیرہ کے لیے تمام اسفار کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پس لازماً دوسری صورت کا تعیّن کرنا پڑے گا اور بہتر یہ ہے کہ اس مستثنیٰ منہ کو مقدر مانا جائے جس کی مستثنیٰ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مناسبت ہو اور وہ اس طرح ہے کہ لا تشد الرحال الی مسجد للصلاۃ فیہ الا الی الثلاثہ (یعنی کسی بھی مسجد کی طرف نماز پڑھنے کی غرض سے رختِ سفر نہ باندھا جائے سوائے ان تینوں کے) اور اس سے اس شخص کا قول باطل ہو گیا جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور اور اس کے علاوہ صالحین کی قبور کی طرف سفر کرنے سے منع کرتا ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، جلد3، صفحہ66، دار المعرفۃ، بیروت)

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ابو محمد محمود بن احمد بدر الدین العینی (المتوفی 855ھ) لکھتے ہیں "فَـإِن قيـل فـعلى هَـذَا يلْـزم أَن لَا يـجـوز السّـفـر إِلَى مَكَان غير الْمُسْتَثْنى حَتَّى لَا يجوز السّفر لزيارة إِبْرَاهِيم الْخَلِيل صلوَات الله تَـعَـالَى وَسَلَامه عَلَيْهِ وَنَحْوه لِأَن الْمُسْتَثْنى مِنْهُ فِي المفرغ لَا بُد أَن يقدر أَعم الْعَام وَأجِيب بِأَن المُرَاد بأعم الْعَام مَـا يُـنَاسب الْمُسْتَثْنى نوعا ووصفا كَمَا إِذا قلت مَا رَأَيْت إِلَّا زيدا كَانَ تَقْدِيره مَا رَأَيْت رجلا أَو أحدا إِلَّا زيدا لَا مَـا رَأَيْـت شَيْئا أَو حَيَوَانا إِلَّا زيدا فههنا تَقْدِيره لَا تشد إِلَى مَسْجِد إِلَّا إِلَى ثَلَاثَة" ترجمہ: اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس حدیثِ مبارکہ سے یہ لازم آ رہا ہے کہ مستثنیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ کی طرف سفر جائز ہی نہیں حتی کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کے مقابر کی طرف کیونکہ مستثنیٰ منہ مفرغ کے لیے لازم ہے کہ اس کا مقدر اعم العام ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اعم العام سے مراد وہ ہے جو از روئے نوع اور صفت مستثنیٰ کے مناسب ہے جیسے " ما رَاَيْتُ اِلّا زِيْدًا" کی تقدیر عبارت یوں ہوگی " مـا رَايْتُ رَجُلًا اَو احدًا اِلّا زيدًا" یہ عبارت نہیں ہوگی کہ " مَـا رَايـتُ شَيْئًا او حَيوًانًا الا زَيْدًا" پس اس حدیث مبارکہ میں تقدیر عبارت یوں ہوگی ان تین مساجد کے علاوہ سفر کسی مسجد میں (زیادہ ثواب کے لیے) سفر نہ کرو۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب التطوع، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، جلد 7، صفحہ 253، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

امام سیوطی (متوفی 911ھ) لکھتے ہیں "وَالـصَّـحِيـح عِـنْـد إِمَـام الْـحَـرَمَيْنِ وَغَيره من الشَّافِعِيَّة أَنه لَا يحرم وَأَجَـابُـوا عَـن الحَدِيث بأجوبة مِنْهَا أَن المُرَاد أَن الْفَضِيلَة التَّامَّة فِي شدّ الرّحال إِلَى هَذِه الْمَسَاجِد بِخِلَاف غَيره فَـإِنَّـهُ جَـائِز وَمِنْهَا أَن المُرَاد أَنه لَا تشد الرّحال إِلَى مَسْجِد من الْمَسَاجِد للصَّلَاة فِيهِ غير هَذِه وَأما قصد زِيَارَة قبر صَـالـح وَنَحْوهَا فَلَا يدْخل تَحت النَّهْي وَيُؤَيِّدهُ مَا فِي مُسْند أَحْمد قَالَ رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِي لـلْـمُصَلِّي أَن يشد رحاله إِلَى مَسْجِد غير الْمَسْجِد الْحَرَام وَالْمَسْجِد الْأَقْصَى ومسجدي انْتهى" ترجمہ: شوافع میں سے امام الحرمین (ابو المعالی عبد الملک الجوینی النیشا پوری) وغیرہ کے نزدیک صحیح مؤقف یہ ہے کہ قبورِ صالحین کی طرف سفر کرنا حرام نہیں اور ان ائمہ نے اس حدیث کے کئی جواب دیئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں فضیلت سے مراد ان مساجد ثلاثہ کی طرف شدِّ رحال کی فضیلت تامہ ہے بخلاف ان کے علاوہ کے کہ کسی دوسری جگہ کی طرف سفر محض جائز ہے۔ دوسرا جواب یہ کہ اس سے مراد ہے ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف نماز پڑھنے کے لیے سفر نہ کیا جائے۔ لیکن کسی بزرگ کی قبر اور اس طرح دیگر کام کے لیے اسفار ممانعت میں داخل نہیں، اس کی تائید مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے ہوتی ہے

جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی نمازی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مسجدِ حرام مسجدِ اقصی اور میری اس مسجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف رختِ سفر باندھے۔

(شرح سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی التقلیس التقلیس الضرب بالدف والغناء واستقبال الولاۃ عند، صفحہ 102، قدیمی کتب خانہ ، کراچی)

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں علی بن (سلطان) محمد القاری (المتوفی 1014ھ) لکھتے ہیں "لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ): جَمْعُ رَحْلٍ، وَهُوَ كَوْرُ الْبَعِيرِ، وَالْمُرَادُ نَفْيُ فَضِيلَةِ شَدِّهَا وَرَبْطِهَا (إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ): قِيلَ: نَفْيٌ مَعْنَاهُ نَهْيٌ أَيْ: لَا تَشُدُّوا إِلَى غَيْرِهَا لِأَنَّ مَا سِوَى الثَّلَاثَةِ مُتَسَاوٍ فِي الرُّتْبَةِ غَيْرُ مُتَفَاوِتٍ فِي الْفَضِيلَةِ، وَكَانَ التَّرَحُّلُ إِلَيْهِ ضَائِعًا وَعَبَثًا .وَفِي شَرْحِ مُسْلِمٍ لِلنَّوَوِيِّ قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ :يَحْرُمُ شَدُّ الرَّحْلِ إِلَى غَيْرِ الثَّلَاثَةِ وَهُوَ غَلَطٌ، وَفِي الْإِحْيَاءِ :ذَهَبَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ إِلَى الِاسْتِدْلَالِ بِهِ عَلَى الْمَنْعِ مِنَ الرِّحْلَةِ لِزِيَارَةِ الْمَشَاهِدِ وَقُبُورِ الْعُلَمَاءِ وَالصَّالِحِينَ، وَمَا تَبَيَّنَ فِي أَنَّ الْأَمْرَ كَذَلِكَ، بَلِ الزِّيَارَةُ مَأْمُورٌ بِهَا لِخَبَرِ: (كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ أَلَا فَزُورُوهَا) .وَالْحَدِيثُ إِنَّمَا وَرَدَ نَهْيًا عَنِ الشَّدِّ لِغَيْرِ الثَّلَاثَةِ مِنَ الْمَسَاجِدِ لِتَمَاثُلِهَا، بَلْ لَا بَلَدَ إِلَّا وَفِيهَا مَسْجِدٌ، فَلَا مَعْنَى لِلرِّحْلَةِ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ، وَأَمَّا الْمَشَاهِدُ فَلَا تُسَاوِي بَلْ بَرَكَةُ زِيَارَتِهَا عَلَى قَدْرِ دَرَجَاتِهِمْ عِنْدَ اللَّهِ، ثُمَّ لَيْتَ شِعْرِي هَلْ يَمْنَعُ هَذَا الْقَائِلُ مِنْ شَدِّ الرَّحْلِ لِقُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ كَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَيَحْيَى، وَالْمَنْعُ مِنْ ذَلِكَ فِي غَايَةِ الْإِحَالَةِ، وَإِذَا جُوِّزَ ذَلِكَ لِقُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءُ فِي مَعْنَاهُمْ، فَلَا يَبْعُدُ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ مِنْ أَغْرَاضِ الرِّحْلَةِ، كَمَا أَنَّ زِيَارَةَ الْعُلَمَاءِ فِي الْحَيَاةِ مِنَ الْمَقَاصِدِ" ترجمہ: اس حدیث مبارکہ میں رِحال، رحل کی جمع ہے جس کا معنی اونٹ پر سامان باندھنا ہے، اور اس سے مراد رخت سفر کی فضیلت کی نفی ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یہاں نفی بمعنی نہی ہے یعنی (زیادہ حصول ثواب کے لیے) ان مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر اختیار نہ کیا جائے کیونکہ ان مساجد کے علاوہ تمام مساجد درجۂ ثواب میں برابر ہیں، باعتبارِ فضیلت کسی میں کوئی کمی بیشی نہیں، اس لئے ان کی طرف (زیادہ ثواب کے لیے نماز کی غرض سے) سفر بے فائدہ ہے۔ شرح مسلم نووی میں لکھا ہے کہ ابو محمد جوینی نے جو یہ کہا کہ ان تین کے علاوہ کی طرف سفر حرام ہے یہ غلط ہے۔ احیاء میں ہے بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مشاہد اور علماء صلحاء کے مقابر کی زیارت سے منع کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مقابر و مشاہد کی زیارت کا حکم دیا گیا ہے۔ اس وجہ سے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے میں تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا کرتا تھا اب تم زیارت کیا کرو۔ حدیث شدرحال میں دیگر مساجد کی طرف سفر کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ ان تین مساجد کے

علاوہ دیگر مساجد ثواب میں برابر ہیں، بلکہ دنیا میں کوئی آبادی ایسی نہیں جہاں مسجد نہ ہو لہٰذا دوسری مسجد کی طرف سفر کرنے کا کوئی معنیٰ نہیں لیکن مشاہد اور مقابر درجہ میں برابر نہیں بلکہ ان کی زیارت کی فضیلت و برکت ان کے اندر مدفون حضرات کے ان درجات پر موقوف ہے جو بارگاہِ الٰہی میں انہیں حاصل ہیں۔ کیا کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرف شدِ رحال سے منع کرے گا؟ قبور کی طرف سفر سے روکنا انتہائی محال ہے۔ اور جب یہ انبیا کی قبور کی زیارت کے لیے جائز ہے۔ اور اولیاء ان کے معنی میں ہیں تو بعید نہیں ہے کہ یہ بھی رختِ سفر کے اغراض میں سے ہو جیسا کہ علماءِ کرام کی زیارت ان کی زندگی میں سفر کے مقاصد میں سے ہے۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلوٰة، باب المساجد ومواضع الصلاة، جلد2، صفحه589، دار الفكر، بيروت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1052ھ) حدیث لَا تُشَدُّ الرِّحَال کی تشریح میں لکھتے ہیں "وگفت بندۂ مسکین کاتبِ حروف عبدالحق بن سیف الدین عفا اللّٰه عنه اناکه مقصودِ بیان اهتمامِ شانِ این سه بقعه و سفر کردن بجانب آنهاست که متبرك مقامات است یعنی اگر سفر کنند بایں سه مسجد کنند و بغیر آن گرانی مشقت کشیدن نمی کنند نه آنکه سفر بجز این موضع درست نبا شد مصرع۔دل اگر بار کشد باز بکاری باری" ترجمہ: بندۂ مسکین راقمِ حروف عبدالحق بن سیف الدین عفا اللہ عنہ کہتا ہے، ہو سکتا ہے کہ حدیثِ مبارکہ میں ارشادِ نبوی سے مقصود ان تین مقاماتِ مقدسہ کی شان کی عظمت اور ان کی جانب سفر کرنا ہو کیونکہ یہ تین مقامات سب سے بڑھ کر بابرکت ہیں یعنی اگر سفر مطلوب ہو تو ان تین مساجد کی طرف سفر کرنا چاہیے اور لوگ ان مقامات کے علاوہ کسی اور مقام کی طرف سفر کی مشقت برداشت نہیں کرتے۔ حدیثِ مبارکہ کا یہ مطلب نہیں کہ ان تین مقامات کے علاوہ کسی اور طرف سفر کرنا جائز ہی نہیں مصرع۔ دل اگر بوجھ اٹھانا چاہے تو کسی صحیح مقصد و کام کیلئے اٹھانا چاہیے۔

(اشعة اللمعات، جلد1، صفحه 324)

شرح الزرقانی علی موطأ الإمام مالک میں محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المصری الأزہری (م 1122ھ) نے لکھا ہے "اسْتِثْنَاءٌ مُفَرَّغٌ أَيْ إِلَى مَوْضِعٍ لِلصَّلَاةِ فِيهِ إِلَّا لِهَذِهِ الثَّلَاثَةِ وَلَيْسَ الْمُرَادُ أَنَّهُ لَا يُسَافَرُ أَصْلًا إِلَّا لَهَا" ترجمہ: اس حدیث میں استثناء مفرغ ہے یعنی کسی بھی جگہ ادائیگی نماز کے لیے سوائے ان تین مساجد کے رختِ سفر نہ باندھا جائے حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ بالکل سفر ہی نہ کیا جائے سوائے ان تین مقامات کے۔

(شرح الزرقانی علی موطأ الإمام مالك، باب ما جاء فی الساعة التی فی يوم الجمعة، جلد1، صفحه396، مكتبة الثقافة الدينية، القاهرة)

اجل ائمہ وشارحینِ حدیث کی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ حدیث کالاتشدالرحال صرف ثواب کی نیت سے دیگر مساجد کی طرف سفر کرنے کو مستلزم ہے۔رہا دیگر مقاصد کے لیے سفر تو وہ جائز ہے کیونکہ اگر ممانعتِ سفر کے قائلین کا قول مان لیا جائے کہ ان تین مساجد کے علاوہ دنیا میں کسی بھی جگہ حتی کہ اولیاء کرام کے مزارات اور دیگر نیک مقاصد کے لیے سفر حرام ہے تو اس صورت میں انسانی زندگی اجیرن ہو جائے گی اور انسان عضو معطل بن کر رہ جائے گا وہ اپنی آبادی سے باہر کبھی بھی نہ جا سکے گا نہ حصولِ علم، نہ تجارت، نہ عیادت وملاقات اور نہ اشاعتِ دین کے لیے حتی کہ ان تین مساجد کی فضیلت عامہ کے تعین کے بغیر کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنا بھی اس قول کے مطابق ممنوع ٹھہر جائے گا۔حالانکہ محسن انسانیت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود سفر فرمائے بالخصوص قبا مسجد کی طرف سفر کرنا آپ علیہ السلام سے ثابت ہے۔پھر مزارات پر جانا نہ صرف سنت صحابہ وصالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے بلکہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے اصحاب کی قبور پر تشریف لے جاتے تھے۔مسند عبدالرزاق میں ہے ”كان النبي صلى الله عليه وسلم يأتي قبور الشهداء عند رأس الحول فيقول السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار، قال وكان أبو بكر وعمر وعثمان يفعلون ذلك“ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہدا کی قبور پر تشریف لاتے تو انہیں یوں سلام کرتے تھے سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔اور ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق، كتاب الجنائز،باب في زيارة القبور، جلد3،صفحه573،المكتب الإسلامي، بيروت)

امام مالک کی طرف منسوب قول کی اصلیت

بعض لوگ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب قول کو ممانعتِ سفرِ زیارت پر بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کی حاضری کیلئے زیارت کے لفظ کو ناپسند کیا۔ائمہ حدیث فرماتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حد درجہ ادب واحترام کرتے تھے، محبت اور تعظیم وتوقیرِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کا درجہ دیگر ائمہ کرام سے بڑھ کر ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نسبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا ومافیہا سے بڑھ کر عزیز تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ طیبہ میں قربِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موت کی آرزو تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ساری زندگی فرض حج کے علاوہ کبھی مدینہ طیبہ سے باہر سفر نہ کیا، اس اندیشہ کے تحت کہ کہیں مسکنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دورِ وصال کا وقت نہ آجائے۔مدینہ طیبہ کے ادب واحترام کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کبھی بھی شہرِ مدینہ میں

سواری نہیں کرتے تھے۔فتح القدیر میں کمال الدین محمد بن عبدالواحد السیواسی المعروف بابن الہمام (المتوفی 861ھ) ”وَلِذَا كَانَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ وَرَضِيَ عَنْهُ لَا يَرْكَبُ فِي طُرُقِ الْمَدِينَةِ، وَكَانَ يَقُولُ:أَسْتَحِي مِنَ اللَّهِ تَعَالَى أَنْ أَطَأَ تُرْبَةً فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَافِرِ دَابَّةٍ“ ترجمہ:اسی وجہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے راستوں پر سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے اور (اس کی وجہ یہ بیان) فرماتے تھے مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اس مقدس مٹی پر سوار ہو کر چلوں جس کے اندر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسدِ اطہر ہے۔

(فتح القدیر، کتاب الحج ،مسائل منثورة،جلد3،صفحہ 180، دار الفکر،بیروت)

پس آپ جیسے صاحبِ محبت امام سے اس بات کی توقع بعید ہے کہ انہوں نے زیارت کو ناپسند فرمایا ہو۔دراصل ان کے نزدیک درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری پر لفظِ زیارت کا اطلاق خلافِ ادب ہے۔کیونکہ عام قبروں کے لیے لفظِ زیارت استعمال ہوتا ہے جس میں مسلمان مُردوں کو فائدہ ہوتا ہے اور اس میں زائر کو اختیار ہوتا ہے چاہے زیارت کرے چاہے نہ کرے، جبکہ مالکیہ کے نزدیک درِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری واجب ہے۔اس لیے وہ اس کو عام زیارت کی طرح امرِ مباح نہیں گردانتے۔لہٰذا امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں ممانعتِ زیارت کا شائبہ نہیں کیونکہ ان کا عقیدہ وعمل ہمارے سامنے ہے اور وہی قابلِ ترجیح ہے۔

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں ”مَا نُقِلَ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَقُولَ زُرْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَجَابَ عَنْهُ الْمُحَقِّقُونَ مِنْ أَصْحَابِهِ بِأَنَّهُ كَرِهَ اللَّفْظَ أَدَبًا لَا أَصْلَ الزِّيَارَةِ فَإِنَّهَا مِنْ أَفْضَلِ الْأَعْمَالِ وَأَجَلِّ الْقُرُبَاتِ الْمُوَصِّلَةِ إِلَى ذِي الْجَلَالِ وَأَنَّ مَشْرُوعِيَّتَهَا مَحَلُّ إِجْمَاعٍ بِلَا نِزَاعٍ وَاللَّهُ الْهَادِي إِلَى الصَّوَابِ“، ترجمہ: یہ جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت کی۔اس قول کا جواب امام مالک کے مقلدین محقق ائمہ کرام نے یہ دیا ہے کہ وہ ادبًا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے لیے لفظِ زیارت کا اطلاق ناپسند فرماتے تھے نہ کہ سرے سے زیارت کا انکار کرتے تھے کیونکہ زیارتِ روضۂ اطہر ان افضل اعمال اور بلند درجہ عبادات میں سے ہے جس کے ذریعہ رب ذوالجلال تک رسائی ہوتی ہے۔اور بے شک زیارتِ روضۂ اقدس کی مشروعیت تو بغیر کسی جھگڑے واختلاف کے محل اجماع ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات کی طرف ہدایت فرمانے والا ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری،باب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة،جلد3،صفحہ66، دار المعرفة،بیروت)

وہابیوں کی دوسری دلیل کہ کوہِ طور کے لیے سفر سے منع کیا گیا

وہابی اپنے باطل موقف پر ایک دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ کوہِ طور کی زیارت کو گئے تو حضرت بصرہ بن ابی بصرہ نے یہی تین مساجد کے علاوہ سفر کرنے کی ممانعت والی حدیث ان کو سنائی چنانچہ صحیح ابن حبان میں ہے"عَنُ أَبِی هُرَیُرَةَ أَنَّهُ قَالَ:خَرَجُتُ إِلَى الطُّورِ۔۔۔فَلَقِيتُ بَصُرَةَ بُنَ أَبِي بَصُرَةَ الْغِفَارِيَّ، فَقَالَ:مِنُ أَيُنَ أَقُبَلُتَ؟ فَقُلُتُ:مِنَ الطُّورِ، فَقَالَ: لَوُ أَدُرَكُتُكَ قَبُلَ أَنُ تَخُرُجَ إِلَيُهِ مَا خَرَجُتَ إِلَيُهِ، سَمِعُتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:لَا تُعُمَلُ الْمَطِيُّ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ:إِلَى المسجد الحرام و إلى مسجدى هذا،وَإِلَى مَسُجِدِ إِيلِيَاءَ أَوُ مَسُجِدِ بَيُتِ الْمَقُدِسِ" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ کوہ طور کی طرف نکلے تو بصرہ بن ابی بصرہ غفاری نے پوچھا آپ کہاں گئے تھے؟ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: میں کوہِ طور کی طرف گیا تھا۔ بصرہ نے کہا اگر میں نے آپ کو پہلے پایا ہوتا تو میں آپ کو کوہِ طور کی طرف جانے نہ دیتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں: تین مساجد کے علاوہ سفر نہ کیا جائے: مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، ذکر البیان بأن فی الجمعة ساعة یستجاب فیها دعاء کل داع، جلد 7، صفحه 7، حدیث 2772، مؤسسة الرسالة، بیروت)

یہ حدیث اہل سنت کے موقف کے خلاف نہیں کیونکہ حضرت بصرہ بن ابی بصرہ نے اگر منع کیا تو دوسری طرف جید صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواز کا موقف بھی موجود ہے۔ حضرت بصرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت ابو ہریرہ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر آپ کوہِ طور پر نماز پڑھنے کے لیے گئے تو وہاں فقط نماز پڑھنے کے لیے جانا کوئی زیادہ ثواب نہ تھا اور اگر آپ حصولِ برکت کے لیے کوہِ طور پر گئے تھے تو آپ کو کوہِ طور کی بہ نسبت مدینہ جیسی عظیم جگہ کو زیادہ ترجیح دینا چاہیے تھی۔ بہر حال حضرت بصرہ کا قول ایک مجمل قول ہے جس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی مقدس مقام یا کسی بزرگ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر نا جائز ہے۔ اگر یہ سفر نا جائز ہوتا تو حضرت ابو ہریرہ زیادہ احادیث کو جاننے والے تھے وہ کبھی بھی کوہِ طور کی طرف سفر نہ کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تشد رحال والی حدیث کا یہ مطلب لیا کہ اگر کسی نے ان تین مسجد میں سے کسی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کی منت مانی ہے تو اب وہ کسی اور مسجد میں نہ جائے صرف اسی مسجد میں نماز پڑھے۔ منت کے علاوہ اگر کوئی سفر کرنا چاہتا ہے تو وہ جہاں مرضی جا سکتا ہے۔ الاستذکار میں ابوعمر یوسف بن عبد اللہ عبد البر القرطبی (المتوفی 463ھ) اس روایت کی شرح میں فرماتے ہیں"وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْعِلْمِ وُجُوهٌ مِنُهَا الْخُرُوجُ إِلَى الْمَوَاضِعِ الَّتِي يُتَبَرَّكُ

بِشُهُودِهَا وَالصَّلَاةُ فِيهَا لِمَا بَانَ مِنْ بَرَكَتِهَاوَلَيْسَ فِي ذَلِكَ مَا يُعَارِضُ قَوْلَهُ لَا تُعْمَلُ الْمَطِيُّ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ علی مذهب أبی هريرة وإن كان بَصْرَةُ بْنُ أَبِي بَصْرَةَ قَدْ خَالَفَهُ فِي ذَلِكَ فَرَأَى قَوْلَهُ لَا تُعْمَلُ الْمَطِيُّ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ قَوْلًا عَامًّا فِيهَا سِوَاهَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَكَأَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ لَمْ يَرَ النَّهْيَ عَنْ إِعْمَالِ الْمَطِيِّ فِيمَا عَدَا الثَّلَاثَةِ الْمَسَاجِدِ إِلَّا فِي الْوَاجِبِ مِنَ النُّذُرِ وَكَأَنَّ عِنْدَهُ إِعْمَالُ الْمَطِيِّ فِي سَائِرِ السُّنَنِ وَالْمُبَاحِ كَزِيَارَةِ الْأَخِ فِي اللَّهِ وَشِبْهِهِ غَيْرُ دَاخِلٍ فِي النَّهْيِ عَنْ إِعْمَالِ الْمَطِيِّ "**یعنی اس حدیث میں کئی مسائل ہیں جیسے حصولِ برکت کے لئے متبرک مقام کی زیارت اور وہاں نماز پڑھنے کے لئے جانا۔حضرت ابو ہریرہ کے موقف کے مطابق اس متبرک مقام کی زیارت کے لئے سفر اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں تین مساجد کے علاوہ سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔حضرت ابو ہریرہ کے نزدیک تین مساجد کے علاوہ سفر نہ کرنے والی حدیث کا تعلق منت واجبہ کے ساتھ ہے(کہ اگر کسی نے ان تین مساجد میں سے کسی ایک مسجد نماز پڑھنے کی منت مانی تو وہاں جا کر نماز پڑھنا منت پوری ہونے کے لئے ضروری ہے۔)اس کے علاوہ ان کے نزدیک سنن اور مباح میں سفر کرنا جیسے بھائی کی زیارت وغیرہ کے لئے سفر کرنا ان مور میں داخل نہیں جن کے لیے سفر کرنا ممنوع ہے۔**

(الاستذکار،کتاب الجمعة،باب ما جاء فی الساعة التی فی یوم الجمعة،جلد2،صفحہ41،دار الکتب العلمیة ،بیروت)

یہی شرح الزرقانی علی موطأ الإمام مالک میں محمد بن عبدالباقی الزرقانی المصری الأزہری فرماتے ہیں"وليس المراد أنه لا يسافر أصلا إلا لها .قال ابن عبد البر:وإن كان أبو بصرة رآه عاما فلم يره أبو هريرة إلا في الواجب من النذر، وأما في التبرك كالمواضع التي يتبرك بشهودها والمباح فكزيارة الأخ في الله وليس بداخل في النهي، ويجوز أن خروج أبي هريرة إلى الطور لحاجة عنت له.وقال السبكي:ليس في الأرض بقعة لها فضل لذاتها حتى يسافر إليها لذلك الفضل غير هذه الثلاثة، وأما غيرها فلا يسافر إليها لذاتها بل لمعنى فيها من علم أو جهاد أو نحو ذلك، فلم تقع المسافرة إلى المكان بل إلى من في ذلك المكان"

(شرح الزرقانی علی موطأ الإمام مالك،کتاب الجمعة،باب ما جاء فی الساعة التی فی یوم الجمعة،جلد1،صفحہ394،مکتبة الثقافة الدینیة ،القاہرة)

عورتوں کا روضہ رسول پر حاضری دینا

وہابیوں کے نزدیک عورتوں کا روضہ رسول پر حاضری دینا ناجائز ہے

وہابیوں کے نزدیک عورتوں کا روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دینا شرعا درست نہیں ہے۔ وہابی اپنے موقف پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَعَنَ اللَّهُ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔

(صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، كتاب الجنائز، ذكر لعن المصطفى صلى الله عليه وسلم زائرات القبور من النساء ،جلد7،صفحه452،حديث 3178، مؤسسة الرسالة، بيروت)

عورتوں کے لیے قبرستان اور روضہ سورل پر حاضری کا حکم

عورتوں کا قبرستان جانا جائز ہے یا نہیں اس پر فقہائے کرام کے ارشادات موجود ہیں۔ پہلے مرد وعورت دونوں کے لئے ممانعت تھی بعد میں حدیث پاک میں قبرستان جانے کی اجازت دے دی گئی۔ عورتوں کو بھی کیا بعد میں اجازت مل گئی یا نہیں اس پر کثیر علماء فرماتے ہیں کہ عورتوں کو اجازت نہیں۔ لیکن حضور علیہ السلام کے روضہ مبارک پر حاضری کی اجازت ہے کیونکہ روضہ رسول کی زیارت پر جو فضائل ہیں یہ مرد وعورت دونوں کے لیے یکساں ہیں۔ یہ اجازت فقہ حنبلی سے بھی ثابت ہے۔ **الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ** میں ہے" لَا خِلَافَ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ فِي أَنَّهُ تُنْدَبُ لِلرِّجَال زِيَارَةُ الْقُبُورِ، لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ بِالآخِرَةِ وَلأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ إِلَى الْبَقِيعِ لِزِيَارَةِ الْمَوْتَى ـــــ أَمَّا النِّسَاءُ، فَمَذْهَبُ الْجُمْهُورِ أَنَّهُ تُكْرَهُ زِيَارَتُهُنَّ لِلْقُبُورِ، لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَعَنَ اللَّهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ .وَلأَنَّ النِّسَاءَ فِيهِنَّ رِقَّةُ قَلْبٍ، وَكَثْرَةُ جَزَعٍ، وَقِلَّةُ احْتِمَالٍ لِلْمَصَائِبِ، وَهَذَا مَظِنَّةٌ لِطَلَبِ بُكَائِهِنَّ، وَرَفْعِ أَصْوَاتِهِنَّ.

وَذَهَبَ الْحَنَفِيَّةُ فِي الأَصَحِّ إِلَى أَنَّهُ يُنْدَبُ لِلنِّسَاءِ زِيَارَةُ الْقُبُورِ كَمَا يُنْدَبُ لِلرِّجَال، لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ الْحَدِيثُ .وَقَال الْخَيْرُ الرَّمْلِيُّ :إِنْ كَانَ ذَلِكَ لِتَجْدِيدِ الْحُزْنِ وَالْبُكَاءِ وَالنَّدْبِ وَمَا جَرَتْ بِهِ عَادَتُهُنَّ فَلَا تَجُوزُ، وَعَلَيْهِ حُمِل حَدِيثُ لَعَنَ اللَّهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ .وَإِنْ كَانَ لِلاِعْتِبَارِ وَالتَّرَحُّمِ مِنْ غَيْرِ بُكَاءٍ، وَالتَّبَرُّكِ بِزِيَارَةِ قُبُورِ الصَّالِحِينَ فَلَا بَأْسَ إِذَا كُنَّ عَجَائِزَ وَيُكْرَهُ إِذَا كُنَّ شَوَابَّ، كَحُضُورِ

الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسَاجِدِ.قَال ابْنُ عَابِدِينَ :وَهُوَ تَوْفِيقٌ حَسَنٌ.

وَقَال الْحَنَابِلَةُ:تُكْرَهُ زِيَارَةُ الْقُبُورِ لِلنِّسَاءِ۔۔وَإِنِ اجْتَازَتِ امْرَأَةٌ بِقَبْرٍ فِي طَرِيقِهَا فَسَلَّمَتْ عَلَيْهِ وَدَعَتْ لَهُ فَحَسَنٌ؛ لأَنَّهَا لَمْ تَخْرُجْ لِذَلِكَ.وَيُسْتَثْنَى مِنَ الْكَرَاهَةِ زِيَارَةُ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّهُ يُنْدَبُ لَهُنَّ زِيَارَتُهُ، وَكَذَا قُبُورُ الأَنْبِيَاءِ غَيْرِهِ عَلَيْهِمُ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ، لِعُمُومِ الأَدِلَّةِ فِي طَلَبِ زِيَارَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ترجمہ:اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں کہ مردوں کے لیے قبروں کی زیارت مستحب عمل ہے،حضور علیہ السلام کے اس فرمان کے سبب: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب قبروں کی زیارت کرو کیونکہ یہ آخرت یاد دلاتی ہے۔اوراس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی قبور کی زیارت کے لیے بقیع تشریف لے جاتے تھے۔جمہور کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں کے لیے قبور کی زیارت مکروہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے سبب: اللہ عزوجل نے قبور کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔اوراس لیے کہ عورتیں نرم دل، بے صبری کرنے اور مصائب کو کم برداشت کرنے والی ہوتی ہیں اوران وجوہات کی بنا پران کے رونے اورآوازیں بلند کرنے کا قوی خطرہ ہوتا ہے۔(جس کی وجہ سے ان کو قبروں کی زیارت سے روکا گیا ہے۔)

حنفیہ کا اصح قول یہ ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی زیارتِ قبور مستحب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کے سبب: میں نے تم کو پہلے زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔حدیث۔علامہ خیر رملی نے فرمایا کہ اگرعورتوں میں غم تازہ کرنے ، رونے پیٹنے اور جوان کی عادات ہوتی ہیں اس کے لیے ہوتو عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت جائز نہیں اوراسی پر یہ حدیث محمول ہوگی کہ اللہ عزوجل نے قبور کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔اگرعورت بوڑھی ہواور رونا پیٹنا کیے بغیر روئے مہربانی کرتے ہوئے اور صالحین کی قبور کی زیارت بطور برکت کرے تو اس میں حرج نہیں۔اگرعورت جوان ہوتواس کے لیے قبروں کی زیارت مکروہ ہے جیسے مساجد میں جماعت کے لیے حاضری ان کے لیے مکروہ ہے۔علامہ ابن عابدین نے فرمایا کہ بوڑھی اور جوان کی تطبیق اچھی ہے۔

حنابلہ نے کہا کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت مکروہ ہے۔اگر راستے میں جاتے ہوئے کسی کی قبر ہواور عورت اس پر سلام کرلے اوراس کے لیے دعا کرلے تو اچھا ہے کیونکہ اس صورت میں وہ خاص قبر کی زیارت کے لیے نہیں نکلی۔ہاں کراہت سے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مستثنیٰ ہے، بے شک عورتوں کے لیے روضہ انور کی زیارت مستحب ہے اوراسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت عورتوں کے لیے مستحب ہے۔دلیل یہ ہے کہ روضہ رسول کی زیارت کی طلب پر جو

احادیث ہیں یہ مرد و عورت دونوں کے لیے عام ہیں۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية،جلد24،صفحه88، دار الصفوة ،مصر)

وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی میں علی بن عبداللہ بن احمد الحسنی الشافعی السمہودی (المتوفی 911ھ) لکھتے ہیں" وقد اختلفوا في النساء ، وقد امتاز القبر الشريف بالأدلة الخاصة به كما سبق، قال السبكي:ولهذا أقول:إنه لا فرق في زيارته صلى الله تعالى عليه وسلم بين الرجال والنساء ، وقال الجمال الريمي في التقفية:يستثنى أي من محل الخلاف قبر النبي صلى الله عليه وسلم وصاحبيه، فإن زيارتهم مستحبة للنساء بلا نزاع " ترجمہ:عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کے متعلق اختلاف ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار مبارک کو خاص دلائل کی روشنی میں امتیاز حاصل ہے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔امام سبکی نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کی زیارت میں مرد اور عورتوں کے لئے کوئی فرق نہیں ہے۔ جمال ریمی نے تقفیہ میں فرمایا کہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر کا استثناء کیا جائے کہ عورتوں کے لئے ان قبور کی زیارت بلا اختلاف مستحب ہے۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى،الفصل الثاني في بقية أدلة الزيارة، وإن لم تتضمّن لفظ الزيارة نصّا،جلد4،صفحه186، دار الكتب العلمية ،بيروت)

لہٰذا وہابیوں کا عورتوں کے لیے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو ناجائز کہنا درست نہیں کیونکہ یہ ممانعت دیگر فقہاء کے علاوہ فقہ حنبلی کے اعتبار سے بھی درست نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا

امتِ مسلمہ اپنے کریم آقا کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جالیوں کی طرف متوجہ ہو کر آپ سے شفاعت کا سوال اور آپ کے وسیلے سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مغفرت کا سوال اور دیگر دعائیں کرتے ہیں، یہ عمل جائز ہونے کے ساتھ ساتھ بزرگان دین سے ثابت ہے۔

وہابیوں کا مسلمانوں کا روضہ رسول کی طرف سے چہرہ ہٹا کر پیٹھ کروانا

حضور علیہ السلام کے روضہ مبارک کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا وہابیوں کے نزدیک ناجائز وشرک ہے یہی وجہ ہے وہابی روضہ رسول پر اپنے مولوی کھڑے کرتے ہیں جو لوگوں کو روضہ رسول پر ہاتھ اٹھانے سے نہ صرف منع کرتے ہیں بلکہ اس مقدس بارگاہ کی بے ادبی کرتے ہوئے اپنی آوازوں کو بلند اور زائرین کی تذلیل کر کے زبردستی ان کی پیٹھ روضہ کی طرف کرواتے ہیں اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگنے کا کہتے ہیں۔ اپنے نبی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جو امتی اپنے گناہوں کو یاد کر کے رو رہا ہو اور بحکم قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنا کر رب تعالیٰ سے مغفرت چاہ رہا ہو تو یہ وہابی اس کو دعا مانگنے سے روک کر اس کے خشوع وخضوع کو ختم کر دیتے ہیں اور اسے اپنا باطل فتویٰ سناتے ہیں کہ یہ شرک ہے۔ بغیر دلیل کے جہالت میں فتویٰ دینا ویسے ہی سخت حرام اور باعث لعنت ہے لیکن جب یہی جاہلانہ فتویٰ روضہ رسول کے قریب مسجد نبوی میں دیا جائے تو اس پر کتنی لعنت برستی ہوگی، اس کا اندازہ ایک ذی شعور بخوبی کر سکتا ہے۔

وہابیوں کا یہ عمل ابن تیمیہ کی تقلید میں

وہابی اپنے اس باطل موقف میں ابن تیمیہ کی تقلید کرتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے روضہ رسول کی طرف منہ کر کے دعا مانگنے سے منع کیا اور بغیر دلیل یہ دعویٰ کیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی ایسا کرتے تھے۔ الفتاویٰ الکبری میں ابن تیمیہ کہتا ہے "وَلَمْ يَكُنْ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُم وَالتَّابِعُونَ يَقْصِدُونَ الدُّعَاءَ عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا غَيْرِهِ، بَلْ كَرِهَ الْأَئِمَّةُ وُقُوفَ الْإِنْسَانِ عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلدُّعَاءِ .وَقَالُوا هَذِهِ بِدْعَةٌ لَمْ يَفْعَلْهَا الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، بَلْ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ، وَعَلَى صَاحِبَيْهِ، ثُمَّ يَذْهَبُونَ" ترجمہ: صحابہ کرام اور تابعین روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر قبور کی طرف دعا کے قصد سے نہیں جاتے تھے بلکہ ائمہ کرام نے قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دعا کے لیے کھڑے ہونے کو مکروہ کہا ہے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے جو صحابہ کرام وتابعین سے ثابت نہیں بلکہ وہ حضرات نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحبین پر سلام پیش کرتے تھے پھر چلے جاتے تھے۔

(الفتاوی الکبری لابن تیمیة ،المشروع فی زیارة القبور،جلد3،صفحہ40، دار الکتب العلمیة،بیروت)

ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ صحابہ و تابعین سے یہ ثابت نہیں اور ائمہ کرام نے اسے مکروہ و بدعت کہا ہے یہ دعویٰ یا تو صریح جھوٹ ہے یا ابن تیمیہ کی جہالت ہے۔سب سے پہلی بات ہے کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کرکے دعا مانگنا صحابہ سے ثابت ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ ائمہ کرام سے بالتصریح اس کی تعلیم ہے کہ قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کرکے دعا کی جائے۔تیسری بات یہ ہے کہ بالفرض اگر کسی روایت سے صحابہ و تابعین سے روضہ رسول کی طرف منہ کرکے دعا مانگنا ثابت نہ ہو تو کیا اسے مکروہ بدعت کہا جا سکتا ہے؟ اگر کہا جا سکتا ہے تو کس اصول سے؟ صحابہ و تابعین سے کیا یہ ثابت ہے کہ روضہ رسول کی طرف پیٹھ کرکے مولوی کھڑے کردو جیسا کہ وہابی کرتے ہیں اور زائرین کو ذلیل کرو؟ شرک شرک کے فتوے لگاؤ؟ جو زائر روضہ رسول کی طرف پیٹھ نہ کر رہا ہو زبردستی اس کی پیٹھ روضہ کی طرف کرو؟ وہابی اپنے افعال پر کوئی حدیث نہیں پیش کرتے اور مسلمانوں کے جائز و مستحب افعال جو کثیر دلائل سے ثابت ہوتے ہیں ان کو شرک و بدعت کہتے ہیں۔

روضہ رسول کی طرف منہ کرکے دعا مانگنا صحابی رسول حضرت انس سے ثابت ہے

سب سے پہلے اس امر کو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت کیا جاتا ہے کہ انہوں نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کرکے دعا مانگی چنانچہ شرح الشفا میں علی بن (سلطان) محمد الملا الہروی القاری (المتوفی 1014ھ) لکھتے ہیں"(قال بعضهم رأيت أنس بن مالك أتى قبر النبی صلى الله تعالى عليه و سلم فوقف)أی بين يديه (فرفع يديه حتى ظننت أنه افتتح الصلاة فسلم على النبی صلى الله تعالى عليه و سلم ثم انصرف)لا يعرف استحباب رفع اليدين فی ذلك المقام عن أحد من الأعلام ولعله دعا الله سبحانه وتشفع به عليه السلام (وقال مالك فی رواية ابن وهب)أی عنه (إذا سلم) أی هو أو أحد (على النبی صلى الله تعالى عليه وسلم ودعا يقف ووجهه إلى القبر لا إلى القبلة" ترجمہ:بعض نے فرمایا کہ میں نے صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے اور قبر کے سامنے کھڑے ہوئے اور ہاتھوں کو اٹھایا کہ میں نے گمان کیا کہ شاید آپ نماز شروع کرنے لگے ہیں، مگر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور پھر وہاں سے ہٹ گئے۔کسی سے ثابت نہیں کہ قبر انور کے پاس رفع یدین کیا جائے۔شاید حضرت انس نے روضہ رسول کے سامنے کھڑے ہو کر اللہ عزوجل سے دعا کی ہو اور آپ

علیہ السلام سے شفاعت طلب کی ہو۔روایت ابن وہب میں امام مالک سے مروی ہے کہ جب کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر آکر آپ کو سلام عرض کرے اور دعا کرے تو وہ قبلہ کو پیٹھ کر کے روضہ انور کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔

(شرح الشفاء،فصل (فی حکم زیارۃ قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم وفضیلۃ من زارہ وسلم علیہ،جلد2،صفحہ153، دار الکتب العلمیۃ،بیروت)

حضرت ابن عمر کا روضہ انور کی طرف منہ اور قبلہ کو پیٹھ کرنا

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض میں فرماتے ہیں"روی ابن عمران من السنۃ ان یستقبل القبرالمکرم ویجعل ظھرہ للقبلۃ" ترجمہ:حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سنت قبر مکرم کی طرف چہرہ کرنا اور قبلہ کو پیٹھ کرنا ہے۔

(نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض،فصل فی حکم زیارۃ قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم،جلد 4،صفحہ517،ادارہ تالیفات اشرفیہ،ملتان)

امام مالک کا مؤقف

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا ائمہ کرام سے ثابت ہے،کسی ایک بھی فقیہ نے اسے ناجائز وشرک نہیں کہا ہے۔وفاء الوفاء میں ہے"وقال عیاض:قال مالك فی روایۃ ابن وھب:إذا سلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعا یقف ووجھہ إلی القبر لا إلی القبلۃ، ویدنو، ویسلم ولا یمس القبر بیدہ، وفی روایۃ نقلھا عیاض عن المبسوط أنہ قال :لا أری أن یقف عند القبر یدعو، لکن یسلم ویمضی.قلت :وھی مخالفۃ أیضا لما تقدم فی مناظرۃ المنصور لمالك۔۔۔قیل لمالك:فالذی یلتزم أتری لہ أن یتعلق بأستار الکعبۃ عند الوداع؟ قال:لا، ولکن یقف ویدعو، قیل لہ:وکذلك عند قبر النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم؟ قال:نعم، انتھی .وحمل بعضھم روایۃ المبسوط علی من لم یؤمن منہ سوء الأدب فی دعائہ عند القبر" ترجمہ:حضرت عیاض نے فرمایا:امام مالک نے روایت ابن وہب میں فرمایا:جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سلام کرے اور دعا کرے تو قبلہ کی طرف نہیں بلکہ قبر مبارک کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور قبر انور کے قریب ہو کر سلام کرے لیکن قبر کو ہاتھ سے نہ چھوئے۔ایک روایت جو حضرت عیاض نے مبسوط سے نقل کی کہ آپ نے فرمایا:میری یہ رائے نہیں کہ قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرے بلکہ سلام کر کے گزر جائے۔میں کہتا ہوں یہ بات مناظرہ منصور جو امام مالک کے درمیان ہوا تھا اس کے خلاف ہے۔امام مالک سے عرض کیا گیا کہ خانہ کعبہ سے رخصت ہوتے وقت خانہ کعبہ کے غلاف سے لپٹے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ کھڑے ہو کر دعا مانگے۔امام مالک

سے اسی طرح قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ہاں (وہاں کھڑے ہوکر دعا مانگی جائے)۔ بعض علماء نے مبسوط کی روایت (کہ قبر انور کے پاس دعا نہ کی جائے) کو اس شخص پر محمول کیا ہے جو قبر انور کے اداب کو ملحوظ خاطر نہ رکھ سکے۔ (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى،الحال الرابع،جلد4،صفحہ197، دار الكتب العلمية،بيروت)

وفاء الوفاء میں ہے "وقال النووی فی رؤوس المسائل:عن الحافظ أبی موسی الأصبهانی أنه روی عن مالك أنه قال:إذا أراد الرجل أن يأتی قبر النبی صلی الله عليه وسلم فيستدبر القبلة، ويستقبل النبی صلی الله عليه وسلم، ويصلی عليه ويدعو" ترجمہ: امام نووی نے رؤوس المسائل میں فرمایا کہ حافظ ابوموسی اصبہانی سے مروی ہے امام مالک نے فرمایا: جب آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر حاضری کا ارادہ کرے تو قبلہ کو پیٹھ کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کرے اور آپ پر سلام پیش کرے اور دعا کرے۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى،الحال الرابع،جلد4،صفحہ198، دار الكتب العلمية ،بيروت)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ "رُوِیَ أَنَّ مَالِكًا لَمَّا سَأَلَهُ أَبُو جَعْفَرٍ الْمَنْصُورُ الْعَبَّاسِیُّ ثَانِی خُلَفَاءِ بَنِی الْعَبَّاسِ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَأَسْتَقْبِل رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَدْعُو أَمْ أَسْتَقْبِل الْقِبْلَةَ وَأَدْعُو ؟فَقَال لَهُ مَالِكٌ :وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْهَك عَنْهُ وَهُوَ وَسِيلَتُك وَوَسِيلَةُ أَبِيك آدَمَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَل يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؟ بَل اسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهِ فَيُشَفِّعُهُ اللَّهُ .وَقَدْ رَوَى هَذِهِ الْقِصَّةَ أَبُو الْحَسَنِ عَلِیُّ بْنُ فِهْرٍ فِی كِتَابِهِ "فَضَائِل مَالِكٍ"بِإِسْنَادٍ لاَ بَأْسَ بِهِ وَأَخْرَجَهَا الْقَاضِی عِيَاضٌ فِی الشِّفَاءِ مِنْ طَرِيقِهِ عَنْ شُيُوخٍ عِدَّةٍ مِنْ ثِقَاتِ مَشَايِخِهِ" ترجمہ: جب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوجعفر منصور عباسی جو ثانی خلیفہ بنوعباس کے تھے انہوں نے سوال کیا کہ اے عبداللہ! میں روضہ مبارک کی طرف منہ کرکے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے دعا کروں یا قبلہ کی طرف منہ کرکے؟ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منہ نہ پھیر! وہ تیرے اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے قیامت والے دن رب تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں۔ بلکہ ان کی طرف منہ کرکے شفاعت طلب کر اللہ قبول فرمائے گا۔ یہ واقعہ ابوالحسن علی بن فہر نے اپنی کتاب فضائل مالک میں صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔اس واقعہ کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں ثقہ شیوخ سے نقل کیا۔ (الموسوعة الفقهيه الكويته،جلد14،صفحہ157،دارالسلاسل ،الكويت)

شوافع کے نزدیک

تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس میں حسین بن محمد بن الحسن الدِّ یار بکْری (المتوفی 966ھ) لکھتے ہیں"وفی مناسك أصحاب الشافعیّ وغیره انه یقف قبالة و جهه الشریف بحیث یستدبر القبلة و یستقبل جدار الحجرة الشریفة ـــ واستدبار القبلة ههنا عند السلام علیه وعند الدعاء هو المستحب عند الشافعیة " ترجمہ: مناسک اصحاب شافعی وغیرہ میں مروی ہے کہ قبرانور پرآ کرقبلہ کو پیٹھ اورروضہ رسول کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوسلام اوردعا کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ ہو یہ مستحب ہے شوافع کے نزدیک۔

(تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس،ذکر زیارة النبی صلی الله علیه وآله وسلم،جلد2،صفحه175، دار صادر،بیروت)

امام ابوحنیفہ اور جمہور ائمہ کا مؤقف

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض میں اورامام زرقانی شرح زرقانی میں فرماتے ہیں"واستقبال وجهه صلی الله علیه وآله وسلم و استدبار القبلة مذهب الشافعی والجمهور و نقل عن ابی حنیفة وقال ابن المهمام مانقل عن ابی حنیفة انه یستقبل القبلة مردود بماروی ابن عمران من السنة ان یستقبل القبرالمکرم ویجعل ظهره للقبلة وهو الصحیح من مذهب ابی حنیفة وقول الکرمانی ان مذهبه بخلافه لیس بشیء لانه صلی الله علیه وآله وسلم حی ضریحه یعلم بزائره ومن یاتیه فی حیاته انما یتوجه الیه "ترجمہ: زائر کا چہرہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنا اورقبلہ کو پیٹھ کرنا یہ امام شافعی اور جمہور کا موقف ہے۔امام ابوحنیفہ سے بھی یہی نقل ہے۔ امام ابن ہمام نے فرمایا کہ جوامام ابوحنیفہ کے حوالے سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کرنے کا فرمایا یہ مردود ہے اس وجہ سے کہ انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سنت قبرمکرم کی طرف چہرہ کرنا اورقبلہ کو پیٹھ کرنا ہے۔یہی صحیح مذہب ابی حنیفہ ہے۔امام کرمانی کا قول ہے کہ اس کے خلاف (یعنی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیٹھ کر کے قبلہ کی طرف منہ کرنے کا) جوآپ کا مذہب ہے وہ کوئی شے نہیں ہے۔اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبرانور میں حیات ہیں اورقبرانور پرآنے والے زائر کو جانتے ہیں۔توجوان کے پاس آتا ہےاس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

(نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض،فصل فی حکم زیارة قبره صلی الله علیه وسلم،جلد 4،صفحه517،اداره تالیفات اشرفیه،ملتان)

روضہ رسول کی طرف پیٹھ کرنا بے ادبی ہے

یہ ایک بدیہی سی بات ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبرانور میں حیات ہونا حدیث پاک سے ثابت ہے اور یہ مجبوراوہابی بھی مانتے ہیں تو اب روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہونا ایسا ہی ہے جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہونا۔اب اگر کوئی زائر حضور علیہ السلام کے روضہ پر حاضر ہوکر یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں، میرا سلام سن رہے ہیں،ان کی طرف پیٹھ کر کے قبلہ کو منہ کرے تو یہ صریح بے ادبی نہیں تو کیا ہے؟ دیکھیں اگر ہم کسی عالم سے ملنے جائیں اور وہ عالم ہماری طرف متوجہ ہو اور ہم اس کی طرف پیٹھ کر کے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا شروع کردیں تو بتائیں یہ اس عالم کی بے ادبی نہ ہوگی؟ افسوس کے وہابی زبردستی لوگوں کا منہ روضہ رسول کی طرف کر کے عاشقوں کو خون کے آنسو رلاتے ہیں۔علمائے اسلاف نے واضح طور پر روضہ رسول کی طرف پیٹھ کرنے کو بے ادبی کہا ہے چنانچہ وفاءالوفاء میں ہے"اذاسلم الزائرلقبره الشريف على النبى صلى الله عليه وآله وسلم و دعا بمايريد الدعاء به يقف عنده ووجه الى القبر الشريف لا الى القبلة كمايستحب المداعى فى غير هذا الموطن لان استدباره خلاف الادب" ترجمہ: جب زائر روضہ رسول پر سلام ودعا کرے تو چہرہ روضہ انور کی طرف کرے نہ کہ قبلہ کی طرف جیسا کہ اس جگہ کے علاوہ بھی دعا میں مستحب ہے۔اس لئے کہ آپ کے روضہ کی طرف پیٹھ کرنا بے ادبی ہے۔

"وروى أبو القاسم طلحة بن محمد فى مسند أبى حنيفة بسنده عن أبى حنيفة قال:جاء أيوب السختيانى فدنا من قبر النبى صلى الله تعالى عليه وسلم، فاستدبر القبلة، وأقبل بوجهه إلى القبر، وبكى بكاء غير متباك" ابوالقاسم طلحہ بن محمد نے مسند ابی حنیفہ میں امام ابوحنیفہ کی سند سے روایت کیا کہ ایوب سختیانی قبرانور پر حاضر ہوئے تو قبر مبارک کے قریب آئے،قبلہ کو پیٹھ کی اور قبر کی طرف منہ کیا اور خوب روئے اور وہ بتکلف نہیں روئے۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى،الحال الرابع،جلد4،صفحه198، دار الكتب العلمية ،بيروت)

اقوالِ اسلاف

اِتحاف الزائر وإطراف المقيم للسائر فی زيارة النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ابن عساکر الدمشقی (المتوفی 686ھ) لکھتے ہیں"ثم يرجع الزائر إلى موقفه الأول قبالة وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم ويتوسل به إلى الله سبحانه فى حوائجه، وخويصة نفسه، ويستشفع به إليه، ويجدد التوبة فى حضرته الشريفة، ويسال الله سبحانه أن يجعلها

توبةٌ نصوحاً، ویکثر الاستغفار، ویدیم التضرع إلى الله سبحانه وتعالى فیما هنالك، ویسأله ما أهمه من أمور الدین والدنیا "ترجمہ: پھر زائر پہلی جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہرہ مبارک کی طرف آئے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنی حاجات پوری ہونے اور بری موت سے بچنے کے لیے آپ کا وسیلہ پیش کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے ذریعہ شفاعت طلب کرے اور آپ کی عظیم بارگاہ میں توبہ کی تجدید کرے اور اللہ عزوجل سے سوال کرے کہ اللہ عزوجل اس توبہ کو توبۃ النصوح بنا دے۔ کثرت کے ساتھ استغفار کرے۔ اللہ عزوجل کی طرف کثرت سے گریہ زاری کرے۔ اللہ عزوجل سے دین ودنیا کے اہم امور کے بارے سوال کرے۔

(إتحاف الزائر وإطراف المقیم للسائر فی زیارة النبی صلی الله علیه وسلم،فصل ثم یتأخر عن صوب یمینه،صفحه 44، شرکة دار الأرقم بن أبی الأرقم)

وفاء الوفاء میں ہے" وفی کلام أصحابنا أن الزائر یستقبل الوجه الشریف فی السلام والدعاء والتوسل، ثم یقف بعد ذلك مستقبل القبلة والقبر عن یسار والمنبر عن یمینه فیدعو أیضا کما سنشیر إلیه ."ترجمہ: ہمارے اصحاب کا فرمان ہے کہ زائر روضہ سلام، دعا اور توسل میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کرے پھر اس طرح کھڑا ہو کہ قبر انور بائیں طرف منبر شریف دائیں طرف ہو اور چہرہ قبلہ کی طرف ہو پھر اسی طرح دعا کرے جیسے ہم عنقریب اس کی طرف اشارہ کریں گے۔ (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی،الحال الرابع،جلد4،صفحه199، دار الکتب العلمیة ،بیروت)

شرح الشفا میں ملا علی قاری (المتوفی 1014ھ) لکھتے ہیں"(وقال مالك فی روایة ابن وهب)أی عنه (إذا سلّم) أی هو أو أحد (علی النّبیّ صلی الله تعالی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا یَقِفُ وَوَجْهُهُ إِلَی الْقَبْرِ لا إلی القبلة" ترجمہ: امام مالک نے روایت ابن وہب میں فرمایا کہ جب کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرے تو اس طرح کھڑا ہو کہ چہرہ قبر انور کی طرف ہو نہ کہ قبلہ کی طرف ہو۔

(شرح الشفا،فصل (فی حکم زیارة قبره صلی الله علیه وسلم وفضیلة من زاره وسلم علیه،جلد2،صفحه153،دار الکتب العلمیة،بیروت)

دیوبندی مولوی کا عجیب فلسفہ

یہ تو تھے اسلاف کے اقوال جنہوں نے واضح طور پر زائرین کو ترغیب دی کہ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کر کے دعا کرے۔ لیکن وہابی ٹوٹے پھوٹے دلائل سے اسے شرک ثابت کرتے ہیں اور دیوبندی جن کا کام ہی دوغلا پالیسی اختیار کرنا ہے وہ بھی اس مسئلہ میں ائمہ کرام بالخصوص فقہائے احناف کے اقوال کو چھوڑ کر وہابی موقف اپناتے ہیں۔

دیوبندی پیر حکیم محمد اختر مولوی نے حضور علیہ السلام کے روضہ مبارک پر خوب دعائیں اور شفاعت کا سوال کرنے کا کہا پھر عجیب و غریب جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ''اس کے بعد خوب دیر تک اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو لیکن ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز نہیں ہاتھ گرائے ہوں، کسی قبر پر حتی کہ روضہ مبارک پر بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز نہیں کیونکہ لوگوں کو غلط فہمی ہوگی کی نعوذ باللہ صاحب قبر سے مانگ رہے ہیں، اگر ہاتھ اٹھانا ہوں تو کعبہ شریف کی طرف منہ کرلو۔''

(حرمین شریفین میں حاضری کے آداب، صفحہ24، کتب خانہ مظہری، کراچی)

دیکھیں کتنی بے ڈھنگی اور بغیر دلیل کے دیوبندی مولوی صاحب نے مسئلہ بیان کرکے وہابیوں کو راضی کیا ہے۔ دیوبندی صاحب! روضہ رسول پر حاضر ہوکر حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے رب تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بھی جائز ہے اور حضور علیہ السلام سے بھی مانگنا جائز ہے ان دونوں کا ثبوت کثیر مستند روایتوں سے ثابت ہے جن میں کئی دلائل اس کتاب میں موجود ہیں۔

دعا کا قبلہ آسمان ہے

وہابی اور دیوبندیوں کی جہالت کا یہ حال ہے کہ انہیں اتنا بھی پتہ نہیں کہ دعا میں قبلہ کی سمت ہونا ضروری نہیں ہے۔ کسی محدث یا فقیہ نے نہیں کہا کہ دعا میں قبلہ کی طرف منہ کیا جائے بلکہ علمائے کرام نے صراحت کی ہے کہ دعا کا قبلہ آسمان ہے۔ التوضیح لشرح الجامع الصحیح میں ابن الملقن عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری (المتوفی 804) لکھتے ہیں ''وعن مالك: أنه يحول قبل الاستقبال، حسماها ابن بزيزة، وأغرب ابن العربي فقال: المراد بالاستقبال: الشروع في الصلاة، وإلا ليس في الدعاء استقبال، وإنما السماء قبلة الدعاء، والكعبة قبلة الصلاة'' ترجمہ: امام مالک سے مروی ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کیا جائے۔ ابن بزیزہ نے اسی پر فیصلہ کیا۔ ابن عربی نے اس روایت کو بہت غریب کہا اور فرمایا: قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مراد نماز شروع کرنا ہے ورنہ دعا میں قبلہ کی طرف منہ کرنا نہیں ہے بلکہ دعا کا قبلہ آسمان ہے اور نماز کا قبلہ کعبہ ہے۔

(التوضيح لشرح الجامع الصحيح، الاستسقاء، باب تحويل الرداء في الاستسقاء، جلد8، صفحہ241، دار النوادر، دمشق)

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح میں احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی (المتوفی 1231ھ) لکھتے ہیں ''السماء قبلة الدعاء كما أن الكعبة قبلة الصلاة'' ترجمہ: دعا کا قبلہ آسمان ہے جیسا کہ نماز کا قبلہ کعبہ ہے۔

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوٰة، فصل في المكروہات، صفحہ354، دار الكتب العلمية، بيروت)

مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں وہابی مولوی ابو الحسن عبید اللہ بن محمد عبد السلام المبارکفوری (المتوفی 1414ھ)

لکھتا ہے"(کان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع يديه فى الدعاء)قيل:حكمة الرفع إلى السماء إنها قبله الدعاء ومهبط الرزق والوحى وموضع الرحمة والبركة ---فى الحديث دليل على مشروعية مسح الوجه باليدين بعد الفراغ من الدعاء" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے کہا گیا ہے کہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے میں حکمت یہ تھی کہ وہ دعا کا قبلہ ہے، رزق اور وحی اترنے کا مقام اور رحمت وبرکت کی جگہ ہے۔ حدیث میں دعا کے بعد ہاتھ چہرے پر ملنے کے مشروع ہونے پر دلیل ہے۔

(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الدعوات ،الفصل الثانى ،جلد 7،صفحه364،ادارة البحوث العلمية والدعوة والإفتاء الجامعة السلفية ،بنارس الہند)

فیض القدیر شرح الجامع الصغیر میں زین الدین عبدالرؤوف المناوی القاہری (المتوفی 1031ھ) لکھتے ہیں"حكمة رفعهما إلى السماء أنها قبلة الدعاء ومن ثم كانت أفضل من الأرض على الأصح فإنه لم يعص الله فيها" ترجمہ: ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے اور اسی وجہ سے اصح قول کے مطابق زمین سے افضل ہے کیونکہ اس پر اللہ عزوجل کی نافرمانی نہیں ہوئی۔

(فيض القدير شرح الجامع الصغير،حرف الكاف،جلد5،صفحه133، المكتبة التجارية الكبرى،مصر)

جب دعا کا قبلہ آسمان ہو تو لوگوں کو زبردستی روضہ رسول کی طرف سے ہٹا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیٹھ کروا کر قبلہ کی طرف منہ کروانا کیسے درست ہو گیا؟؟؟؟؟ اللہ عزوجل وہابیوں کے عقائد ونظریات سے مسلمانوں کو بچائے بالخصوص حج وعمرہ کرنے والوں کو۔

صالحین کی قبور کی طرف قضائے حاجت کے لئے سفر کرنا

تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں میں یہ عادتِ جاریہ رہی ہے کہ وہ قضائے حاجت کے لئے صالحین کی قبور کی طرف سفر کرتے ہیں اور ان پاک ہستیوں کے قرب میں دعائے مانگ کر مرادیں پاتے ہیں۔ وہابیوں کے نزدیک یہ ناجائز وشرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہابیوں نے حجاز پر قبضہ کرکے کثیر صحابہ وصالحین کے مزارات کو شہید کردیا جن کی قبور کی طرف لوگ قضائے حاجت کے لئے سفر کرتے تھے۔ ہمیشہ کی طرح وہابی اپنے اس مردود عقیدہ پر کوئی دلیل نہیں دیتے، حدیث تو کیا کسی مستند عالم کا قول بھی پیش کرنے سے عاجز ہیں جس میں یہ کہا گیا ہو کہ صالحین کی قبور کی طرف دعاؤں کے مستجاب ہونے کے لئے سفر ناجائز وشرک ہے۔ ذیل میں ہم مستند دلائل سے ثابت کرتے ہیں کہ دعاؤں کی مقبولیت کے لیے کسی نبی علیہ السلام، کسی صحابی یا ولی کے مزار کی طرف سفر کرنا صدیوں سے مسلمانوں میں رائج رہا ہے اور جید محدثین جن کو وہابی بھی مانتے ہیں انہوں نے بطور تائید کثیر روایتوں کو نقل کیا ہے۔

قبورِ صالحین کے پاس دعاؤں کا قبول ہونا تجربہ شدہ ہے

روح البیان میں اسماعیل حقی (المتوفی 1127ھ) لکھتے ہیں "وجرب استجابة الدعاء عند قبور الصالحينُ"

ترجمہ: قبور صالحین کے پاس دعاؤں کا قبول ہونا آزمودہ ہے۔

(روح البیان، سورة البقرة، آیت186، جلد1، صفحہ299، دار الفکر، بیروت)

حضور علیہ السلام کا صحابہ کرام کی قبور پر تشریف لے جانا ثابت ہے

وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی میں علی بن عبداللہ ابوالحسن السمہودی (المتوفی 911ھ) لکھتے ہیں" وأما القياس فعلى ما ثبت من زيارته صلى الله عليه وسلم لأهل البقيع وشهداء أحد، وإذا استحب زيارة قبر غيره فقبره صلى الله عليه وسلم أولى؛ لما له من الحق ووجوب التعظيم، وليست زيارته إلا لتعظيمه والتبرك به، ولتنالنا الرحمة بصلاتنا وسلامنا عليه عند قبره بحضرة الملائكة الحافين به، وذلك من الدعاء المشروع له.

والزيارة قد تكون لمجرد تذكر الآخرة، وهو مستحب؛ لحديث زوروا القبور فإنها تذكركم الآخرة .

وقد تكون للدعاء لأهل القبور كما ثبت من زيارة أهل البقيع، وقد تكون للتبرك بأهلها إذا كانوا من أهل الصلاح،

وقال أبو محمد الشارمساحی المالکی :إن قصد الانتفاع بالمیت بدعة إلا فی زیارة المصطفی صلی الله تعالی علیه وسلم وقبور الأنبیاء والمرسلین صلوات الله وسلامه علیهم أجمعین، قال السبکی:وهذا الاستثناء صحیح، وحکمه فی غیرهم بالبدعة فیه نظر.

قلت:قد ذکر هذا الاستثناء ابن العربی أیضا، فقال:ولا یقصد یعنی زائر القبر الانتفاع بالمیت فإنها بدعة، ولیس لأحد علی وجه الأرض إلا لمحمد صلی الله تعالی علیه وسلم، نقل ذلك عنه الحافظ زین الدین الحسینی الدمیاطی، ثم تعقبه بأن زیارة قبور الأنبیاء والصحابة والتابعین والعلماء وسائر المرسلین للبرکة أثر معروف.

وقد قال حجة الإسلام الغزالی:کلّ من یتبرك بمشاهدته فی حیاته یتبرك بزیارته بعد موته، ویجوز شد الرحال لهذا الغرض، انتهی ."ترجمہ:قیاس کے اعتبار سے دیکھا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل بقیع اور شہداء کی زیارت کرنا ثابت ہے،تو جب آپ کے غیر کی قبر کی زیارت مستحب عمل ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت بدرجہ اولیٰ ہے، کیونکہ یہ حق اور وجوب تعظیم میں سے ہے۔روضہ انور کی زیارت محض آپ کی تعظیم اور آپ سے تبرک کے لیے ہے۔ہمارا روضہ پر کھڑے ہو کر فرشتوں کے ہجوم میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے رحمت ہم پر چھا جائے گی۔یہ ان کے لئے مشروع دعا میں سے ہے۔

قبر کی زیارت کبھی فقط آخرت کی یاد کے لیے ہوتی ہے اور یہ مستحب ہے کہ حدیث پاک میں فرمایا: قبور کی زیارت کرو کیونکہ یہ تمھیں آخرت یاد دلاتی ہے۔اور کبھی اہل قبور کے لئے دعا کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ اہل بقیع کی زیارت کے بارے ثابت ہے۔کبھی قبر والوں سے برکت لینے کے لیے ہوتی ہے جب وہ اہل قبور نیکوکار ہوں۔

ابو محمد شارمساحی مالکی نے فرمایا کہ بے شک میت سے انتفاع کا قصد بدعت ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارک زیارت میں۔امام سبکی نے فرمایا یہ استثنا صحیح ہے اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دیگر کے ساتھ بدعت ہونا محل نظر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس استثنا کا ذکر ابن عربی نے بھی کیا ہے اور فرمایا: زائر قبر میت سے انتفاع کا قصد نہ کرے کہ یہ بدعت ہے کہ یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔اس کو زین الدین حسینی دمیاطی نے نقل کیا پھر ان کا تعاقب کیا

کہ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، تابعین اور علمائے کرام اور باقی مرسلین کی قبور سے برکت لینا معروف ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی نے فرمایا: جس کے مشاہدہ کے ساتھ دنیا میں برکت حاصل کی جاتی ہے، بعد وفات بھی اس کی زیارت سے برکت حاصل کی جاتی ہے اور اس زیارت کے لئے سفر کرنا بھی جائز ہے۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی، الفصل الثانی فی بقیة أدلة الزیارة، وإن لم تتضمّن لفظ الزیارة نصّا، جلد4، صفحه186، دار الکتب العلمية ،بیروت)

محدثین اور علمائے کرام کا نظریہ کہ حضرت معروف کرخی کی قبر تریاقِ مجرب ہے

تاریخ بغداد میں ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (المتوفی 463ھ) لکھتے ہیں "أَخبَرَنَا إسماعيل بُن أَحُمَد الحيری، قَالَ:أَخبرنا مُحَمَّد بُن الحسين السلمی، قَالَ:سمعت أبا الُحَسَن بُن مقسم، يقول:سمعت أبا عَلِیّ الصفار، يقول:سمعت إِبُرَاهِيم الحربی، يقول:قبر معروف الترياق المجرب.

أَخُبَرَنِی أَبُو إسحاق إِبُرَاهِيم بُن عُمَر البرمکی، قَالَ:حَدَّثَنَا أَبُو الفضل عبيد الله بُن عَبُد الرَّحُمَنِ بُن مُحَمَّد الزهری، قَالَ:سمعت أَبِی يقول:قبر معروف الکرخی مجرب لقضاء الحوائج، ويقال:إنه من قرأ عنده مائة مرة قُلُ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وسأل الله تعالی ما يريد قضی الله له حاجته.

حَدَّثَنِی أَبُو عَبُد الله مُحَمَّد بُن عَلِیّ بُن عَبُدِ اللَّهِ الصوری، قَال:سمعت أبا الحسين مُحَمَّد بُن أَحُمَد بُن جميع، يقول:سمعت أبا عَبُد الله ابُن المحاملی، يقول:أعرف قبر معروف الکرخی منذ سبعين سنة ما قصده مهموم إلا فرج الله همه." ترجمہ: ابراہیم حربی فرماتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر تریاقِ مجرب ہے۔ محمد زہری نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر قضائے حاجات کے لئے مجرب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی قبر مبارک کے پاس جو سو مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اللہ عزوجل سے سوال کرے اللہ عزوجل اس کی حاجت کو پورا فرمائے گا۔ ابوعبداللہ ابن محاملی فرماتے ہیں: میں ستر سال سے قبر معروف کرخی کو جانتا ہوں، کسی مصیبت زدہ نے ان کی قبر کا قصد نہیں کیا مگر اللہ عزوجل نے اس مصیبت کو دور فرما دیا۔

(تاریخ بغداد، باب ما ذکر فی مقابر بغداد المخصوصة بالعلماء والزہاد، جلد1، صفحه445، دار الغرب الإسلامی، بیروت)

طبقات الصوفیۃ میں محمد بن الحسین بن محمد بن موسی بن خالد بن سالم النیسابوری (المتوفی 412ھ) لکھتے ہیں "قَالَ سهل بن عبد الله أَخُبرنِی مُحَمَّد بن سوار عَن مَعُرُوف بن عَلیّ الُکَرُخِی الزَّاهِد وَهُوَ من جلة الُمَشَايِخ وقدمائهم

والمذكورين بالورع والفتوة كَانَ أستاذ سری السَّقطِی صحب دَاوُد الطَّائِي وقبره بِبَغْدَاد ظَاهر يستشفى بِهِ ويتبرك بزيارته سَمِعت أَبَا الْحسن بن مقسم الْمُقْرِء بِبَغْدَاد يَقُول سَمِعت أَبَا عَلِيّ الصفار يَقُول سَمِعت إِبْرَاهِيم بن الْجَزرِي يَقُول قبر مَعْرُوف الترياق المجرب" ترجمہ: حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ زاہد اور وہ اصحاب ورع وفتوی اور مشائخ میں سے عظیم بزرگ اور ان کے پیشوا تھے، حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے اور انھوں نے حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی۔ ان کی قبر بغداد میں ظاہر وواضح ہے جس سے شفا طلب کی جاتی ہے اور ان کی قبر کی زیارت سے برکت لی جاتی ہے۔ ابراہیم بن جزری فرماتے ہیں کہ معروف کرخی کی قبر تریاق مجرب ہے۔

(طبقات الصوفية، ومنهم معروف الكرخي وہو أبو محفوظ معروف بن فيروز، صفحه80، دار الكتب العلمية، بيروت)

سیر أعلام النبلاء میں شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی (المتوفی 748ھ) لکھتے ہیں "وَعَنْ إِبْرَاهِيْمَ الحَرْبِيِّ، قَالَ: قَبْرُ مَعْرُوْفٍ التِّرْيَاقُ المُجَرَّب. يُرِيْدُ إِجَابَةَ دُعَاءِ المُضْطَرِ عِنْدَهُ؛ لأَنَّ البِقَاعَ المُبَارَكَةِ يُسْتَجَابُ عِنْدَهَا الدُّعَاءُ، كَمَا أَنَّ الدُّعَاءَ فِي السَّحَرِ مَرْجُوٌّ، وَدُبُرَ المَكْتُوْبَاتِ، وَفِي المَسَاجِدِ، بَلْ دُعَاءُ المُضْطَرِ مُجَابٌ فِي أَيِّ مَكَانٍ"، ترجمہ: ابراہیم حربی کہتے ہیں: حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر تریاق مجرب کے طور پر معروف ہے۔ (امام ذہبی اس بارے میں) کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی قبر پر مجبور وبے بس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے کہ مبارک جگہ پر دعا قبول ہوتی ہے جیسے سحری کے وقت، فرض نمازوں کے بعد، مساجد میں دعا قبول ہوتی ہے بلکہ مجبور کی دعا ہر جگہ پر مقبول ہے۔

(سير أعلام النبلاء، معروف الكرخي أبو محفوظ البغدادي، جلد9، صفحه343، مؤسسة الرسالة، بيروت)

صفۃ الصفوۃ میں جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) لکھتے ہیں: احمد بن فتح کہتے ہیں: میں نے بشر تابعی سے معروف کرخی کے بارے میں سوال کیا تو اس نے جواب میں کہا: جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول ہو تو ان کی قبر پر جا کر دعا کرے ان شاء اللہ اس کی دعا قبول ہوگی۔

(صفة الصفوة، معروف بن الفيرزان الكرخي، جلد1، صفحه472، دار الحديث، القاہرة، مصر)

حضرت امام ابوحنیفہ کی قبر مبارک امام شافعی کے لیے قضائے حاجت کا سبب

تاریخ بغداد میں ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (المتوفی 463ھ) لکھتے ہیں "أَخْبَرَنَا الْقَاضِي أَبُو عَبْد اللـه الحسين بْن عَلِيّ بْن مُحَمَّد الصيمري، قَالَ: أخبرنا عُمَر بْن إِبْرَاهِيمَ المقرء، قَالَ: حَدَّثَنَا مكرم بْن أَحْمَد، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَر بْن إسحاق بْن إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيّ بْن ميمون، قَالَ: سمعت الشافعي، يقول: إني لأتبرك بأبي

حنیفة و أجیء إِلَی قبره فی کل یوم، یَعْنِی زائرا، فإذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین، و جئت إِلَی قبره و سألت اللـه تعالی الحاجة عنده، فما تبعد عنی حتی تقضی" ترجمہ:علی بن میمون نے کہامیں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا آپ فرماتے ہیں: میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے برکت لیتا ہوں۔میں ہر روز ان کی قبر کی زیارت کرتا ہوں۔اگر مجھے کوئی حاجت ہوتو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اوران کی قبر پر آ کر اللہ عزوجل سے حاجت عرض کرتا ہوں تو فورا میری حاجت پوری ہوجاتی ہے۔ (تاریخ بغداد،باب ما ذکر فی مقابر بغداد المخصوصة بالعلماء والزہاد،جلد1،صفحہ445،دار الغرب الإسلامی،بیروت)

امام شافعی کی قبر پر دعا قبول ہوتی ہے

غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء میں شمس الدین ابوالخیر ابن الجزری (المتوفی 833ھ) لکھتے ہیں"وقبره بقرافة مصر مشهور،والدعاء عنده مستجاب"،ترجمہ:امام شافعی کی قبر قرافہ مصر میں مشہور ہے۔ان کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔
(غاية النهاية فی طبقات القراء،الاسماء،جلد2،صفحہ97، مکتبة ابن تیمية)

امام احمد بن حنبل کی قبر کی زیارت پر مغفرت کی بشارت

مناقب الإمام أحمد میں جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) لکھتے ہیں"أنبأنا محمد بن ناصر الحافظ، قال:أخبرنا یحیی بن عبد الوهاب بن منده، قال:حدثت عن أبی الحسن علی بن محمد بن فورك، قال:سمعت أبا بکر محمد بن القاسم العدل، قال:سمعت أبا بکر بن ابرویه یقول:رأیت رسول اللـه صلی الله علیه وسلم، ومعه أحمد بن حنبل، فقلت:یا رسول الله، من هذا؟ قال:هذا أحمد بن حنبل ولـی اللـه وولی رسول الله، یا أبا بکر، إن الله عز وجل ینظر کل یوم سبعین ألف نظرة فی تربة أحمد بن حنبل، ومن یزوره یغفر الله له .قال:فانتبهت، فاغتسلت وصلیت رکعتین شکراً لله عز وجل، وخلعت ثیابی، فتصدقت بها علی الفقراء، وحججت فزرت قبر أحمد بن حنبل، وأقمت عنده أسبوعًا.

أنبأنا ابن ناصر، قال:أخبرنا أبو الحسن أحمد بن عبد القادر بن یوسف، قال:سمعت الشیخ الصالح أبا الحسن علی بن الحسین العکبری، یقول:سمعت ابن بطة، یقول:قال لنا أبو بکر النجاد:بلغنی أن من کانت به إضافة، فزار قبر أحمد بن حنبل یوم الأربعاء ودعا، رزقة الله سعة، فوجدت إضافة فزرته یوم الأربعاء، ثم عدت وأنا متفکر"،ترجمہ:ابوبکر بن ابرویہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کے ساتھ حضرت امام احمد بن

حنبل کو دیکھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ احمد بن حنبل اللہ عزوجل اور اس کے رسول کا دوست ہے۔ اے ابوبکر! اللہ عزوجل ہر روز ستر ہزار مرتبہ احمد بن حنبل کی قبر پر نظر رحمت فرماتا ہے اور جو اس قبر کی زیارت کرے اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ ابوبکر فرماتے ہیں میں اٹھا اور غسل کیا، اللہ عزوجل کا شکرادا کرتے ہوئے دو رکعتیں پڑھیں، اپنے کپڑے اتار کر فقراء پر صدقہ کیے، میں نے حج کیا پھر حضرت امام احمد بن حنبل کی قبر کی زیارت کی اور اس قبر پر ایک ہفتہ قیام کیا۔

شیخ صالح ابوالحسن عکبری فرماتے ہیں کہ میں نے ابن بطہ سے سنا ہمیں ابوبکر نجاد نے کہا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ جسے تنگی ہو تو وہ قبر احمد بن حنبل کی بدھ کو زیارت کرے اور دعا کرے اللہ عزوجل اسے وسیع رزق دے گا۔ میں نے تنگی پائی اور بدھ کو قبر انور کی زیارت کو پھر میں نے شمار کیا تو اتنا ملا کا پریشان ہوگیا۔

(مناقب الإمام أحمد،الباب الرابع والتسعون،فی فضیلة زیارة قبره،صفحه640، دار ہجر)

امام احمد بن حنبل کی قبر مبارک کی بے ادبی کرنے والے کا انجام

مزید ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"جاء قوم ممن یرمی بالبندق، فقال بعضهم لبعض:أیما هو قبر أحمد بن حنبل؟ قالوا له:ذاك، فرماه ببندقة، وکنت أعرفه، فرأیته بعد ذلك وقد جفت یده" ترجمہ: ایک قوم آئی جو بندوق سے گولیا چلا رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا ان قبور میں سے احمد بن حنبل کی قبر کون سی ہے؟ انھوں نے کہا یہ قبر ہے۔ ایک شخص جسے میں پہچانتا ہوں اس نے ان کی قبر پر گولی چلائی۔ میں نے بعد میں اس شخص کو دیکھا تو اس کا ہاتھ فالج زدہ تھا۔

(مناقب الإمام أحمد،الباب السادس والتسعون،فی ذکر عقوبة من آذاه،صفحه640، دار ہجر)

حضرت عبداللہ بن جعفر کے مزار پر دعا قبول ہوتی ہے

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"قلت:وسیأتی أن من دار عقیل الموضع المعروف بمشهده، وأن به قبر ابن أخیه عبد الله بن جعفر علی ما ذکره ابن النجار۔۔۔ قال الزین المراغی:فینبغی الدعاء فیه .قال:وقد أخبرنی غیر واحد أن الدعاء عند ذلك القبر مستجاب، ولعل هذا سببه .أو لأن عبد الله بن جعفر کان کثیر الجود فأبقی الله قضاء الحوائج عند قبره" ترجمہ: میں نے کہا کہ عنقریب آتا ہے کہ دار عقیل ان کا مشہد ہونے کی وجہ سے ایک مشہور جگہ ہے وہاں ان کے بھائی کے بیٹے حضرت عبداللہ جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے اس کے مطابق جو ابن نجار نے ذکر کیا ہے۔ زین

مراغی نے فرمایا کہ اس مزار کے پاس دعا کرنا مناسب ہے۔انہوں نے فرمایا کہ مجھے کئی لوگوں نے خبر دی کہ ان کی قبر کے قریب دعا قبول ہوتی ہے۔شاید اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ سخی تھی تو اللہ عزوجل نے ان کی قبر کے پاس بھی لوگوں کی حاجتیں پوری ہونے کو باقی رکھا۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى،الباب الخامس،الفصل الخامس،من فضل البقيع،جلد3،صفحه82، دار الكتب العلمية ،بيروت)

مَنّتوں والی قبر

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"ومقبرة باب البردان فيها أيضا جماعة من أهل الفضل.وعند المصلى المرسوم بصلاة العيد كان قبره يعرف بقبر النذور، يقال :إن المدفون فيه رجل من ولد عَلِيّ بُن أَبِي طالب رضى الـله عنـه يتبرك الناس بزيارته، ويقصده ذو الحاجة منهم لقضاء حاجته" ترجمہ:باب البردان کے مقبرہ میں اہل فضل حضرات کی ایک جماعت مدفون ہیں۔یہاں ایک مصلّٰی ہے جو عیدگاہ کے نام سے معروف ہے،اس کے پاس ایک قبر ہے جو قبر النذور(منتوں کی قبر) کے نام سے معروف ہے۔کہا جاتا ہے کہ اس قبر میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اولاد میں کوئی دفن ہے،لوگ اس قبر کی زیارت کرتے ہیں اوران سے برکت لیتے ہیں۔اگر کسی کو کوئی حاجت درپیش ہوتو وہ اس قبر کا قصد کرتا ہے۔

(تاريخ بغداد،باب ما ذكر فى مقابر بغداد المخصوصة بالعلماء والزہاد،جلد1،صفحه445،دار الغرب الإسلامى،بيروت)

حضرت بکار کی قبر سے تبرک حاصل کرنا

الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ میں عبدالقادر بن محمد بن نصر اللہ القرشی الحنفی (المتو775ھ) نے حضرت بکار بن قُتَیبہ بن اسد البکر اوی کے متعلق لکھا ہے"وَدفن بالقرافة وقبره مَشْهُور يزار ويتبرك بِهِ وَيُقَال إِن الدُّعَاء عِنْد قَبره مستجاب" ترجمہ:وہ قرافہ میں دفن ہوئے اوران کی قبر ایک معروف زیارت گاہ ہے۔لوگ اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ ان کی قبر کے پاس دعا مستجاب ہوتی ہے۔

(الجواہر المضية فی طبقات الحنفية،حرف الباء اموحده،جلد1،صفحه170، مير محمد كتب خانه ،كراچى)

میرے روضہ کی زیارت نہ کرسکا تو عبداللہ بن احمد طباطبا کی قبر دیکھ لے

وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان میں ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان البرمکی الإربلی (المتوفی 681ھ) نے حضرت ابن طباطبا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے"ودفـن بـقرافة مصر، وقبره معروف ومشهور بإجابة الدعاء.روى أن رجلاً حـجّ وفـاتته زيارة النبى صلى الله عليه وسلم، فضاق صدره لذلك، فرآه فى نومه صلى الله عليه وسلم،

فقال له:إذا فاتتك الزيارة فزر قبر عبد الله بن أحمد بن طباطبا .و كان صاحب الرؤيا من أهل مصر" ترجمہ:وہ قرافہ مصر میں مدفون ہیں اوران کی قبر دعا کی قبولیت کے سبب معروف ومشہور ہے۔مروی ہے کہ ایک شخص نے حج کیا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر حاضری نہ دے سکا،اس پر اس کو بہت دلی دکھ ہوا۔اس نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اگر تو میری روضہ کی زیارت نہیں کر سکا تو عبداللہ بن احمد بن طباطبا کی قبر کی زیارت کرلے۔وہ خواب دیکھنے والا شخص مصری تھا۔

(وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان،ابن طباطبا،جلد3،صفحه 82، دار صادر،بيروت)

ابن خلکان کا ذاتی تجربہ

مزید ابن خلکان عادل بادشاہ نورالدین کے متعلق لکھتے ہیں"وسمعت من جماعة من أهل دمشق يقولون:إن الدعاء عند قبره مستجاب، ولقد جربت ذلك فصح، رحمه الله تعالى" ترجمہ:میں نے اہل دمشق کی جماعت سے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔میں نے اس کا تجربہ کیا تو واقعی صحیح ثابت ہوا۔اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو۔

(وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان،الملك العادل نور الدين،جلد5،صفحه 187، دار صادر،بيروت)

سیدہ نفیسہ کی قبر مبارک مستجاب الدعاء

سیدہ نفیسہ دختر ابو محمد،حسن بن زید امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے اور اسحاق بن امام صادق رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ ہیں۔ابن خلکان ان کے متعلق لکھتے ہیں"وقبرها معروف بإجابة الدعاء عنده، وهو مجرب، رضي الله عنها"ترجمہ:ان کی قبر دعا کے مستجاب ہونے میں معروف ہے اور یہ ایک تجربہ شدہ امر ہے۔

(وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان،السيدة نفيسة،جلد5،صفحه424، دار صادر،بيروت)

سیر أعلام النبلاء میں شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (المتوفی 748ھ) نفیسہ بنت الحسن بن زید کے متعلق لکھتے ہیں"وقيل: كانت من الصالحات العوابد، والدعاء مستجاب عند قبرها، بل وعند قبور الأنبياء والصالحين وفي المساجد، وعرفة ومزدلفة، وفي السفر المباح، وفي الصلاة، وفي السحر، ومن الأبوين، ومن الغائب لأخيه، ومن المضطر۔۔۔" ترجمہ:کہا جاتا ہے کہ وہ صالحہ عابدہ عورت تھیں اوران کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبور کے پاس دعا قبول ہوتی ہے،مساجد میں،عرفہ ومزدلفہ میں،مباح سفر میں،نماز میں،سحری کے وقت،والدین کی دعا،غائب بھائی کی دعا،مضطرب کی دعا قبول ہوتی ہے۔

(سیر أعلام النبلاء ،نفیسة بنت الحسن بن زید بن الحسن بن علی العلویة،جلد10،صفحہ107،مؤسسة الرسالة،بیروت)

امام المحدثین کی قبر پر یقینی طور پر دعا قبول ہونا

تلخیص تاریخ نیسابور میں ابوعبداللہ الحاکم محمد بن عبداللہ النیسابوری (المتوفی 405ھ) یحیٰ بن صبیح نیسابوری کے متعلق لکھتے ہیں"وھو إمام المحدثین، والذی إذا دعی علی رأس قبرہ یستجاب الدعاء قطعا" ترجمہ: وہ امام المحدثین تھے ان کی قبر کے سر کی جانب دعا مانگی جائے تو یقیناً قبول ہوتی ہے۔

(تلخیص تاریخ نیسابور،أتباع الأتباع بعد الصحابة وہو القرن الرابع بعد النبوة والثالث بعد الصحابة،صفحہ17، کتابخانة ابن سینا ،طہران)

حضور علیہ السلام کا حصولِ شفاء کے لیے ایک شخص کو یحیٰ بن یحیٰ کی قبر پر بھیجنا

عظیم وجید محدث امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب التہذیب میں ایک بزرگ یحیٰ بن یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود خواب میں آ کر ایک مریض کو ان کی قبر مبارک پر حصول شفاء کے لئے جانے کا حکم ارشاد فرمایا چنانچہ لکھتے ہیں"قال الحاکم سمعت أبا علی النیسابوری یقول کنت فی غم شدید فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام کأنہ یقول لی صر إلی قبر یحیی بن یحیی واستغفر وسل تقض حاجتك فأصبحت ففعلت ذلك فقضیت حاجتی" ترجمہ: امام حاکم فرماتے ہیں میں نے ابوعلی نیسابوری سے سنا، وہ کہتے ہیں میں شدید غم کی حالت میں تھا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: یحیٰ بن یحیٰ کی قبر پر جاؤ اور استغفار کرو اور مانگو، تمہاری حاجت پوری کی جائے گی۔ صبح ہوئی، پس میں نے ایسا کیا میری حاجت پوری ہو گئی۔

(تہذیب التہذیب،حرف الیاء،من اسمہ یحیی،جلد11،صفحہ299،دائرة المعارف النظامیة، الہند)

امام نووی کا فرمانا کہ ابوفتح کی قبر پر ہفتے والے دن مانگی دعا قبول ہوتی ہے

طبقات الشافعیۃ الکبری میں تاج الدین عبدالوہاب بن تقی الدین السبکی (المتوفی 771ھ) لکھتے ہیں"توفی الشَّیْخ أَبُو الْفَتْح نصر یَوْم الثُّلَاثَاء تَاسِع الْمحرم سنة تسعین وَأَرْبَعمِائَة بِدِمَشْق وَخَرجُوا بجنازتہ وَقت الظّھْر فَلم یُمکنھُم دَفنہ إِلَّا قریب الْغُرُوب لِکَثْرَة النَّاس وقبرہ مَعْرُوف فِی بَاب الصَّغِیر تَحت قبر مُعَاوِیَة رَضِی اللہ تَعَالَی عَنہُ قَالَ النَّوَوِیّ سمعنَا الشُّیُوخ یَقُولُونَ الدُّعَاء عِنْد قَبرہ یَوْم السبت مستجاب" ترجمہ: شیخ ابوفتح نصر دمشق میں فوت ہوئے۔ ان کا جنازہ ظہر کے وقت میں نکالا گیا لیکن لوگوں کی کثرت کی وجہ سے مغرب کے قریب دفنایا گیا۔ ان کی قبر باب صغیر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے نیچے کی طرف معروف ہے۔ امام نووی نے فرمایا: ہم نے شیوخ سے یہ کہتے سنا

کہ ہفتے کے دن ان کی قبر کے پاس کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔

(طبقات الشافعية الكبرى،نصر بن إبراهيم بن نصر بن إبراهيم بن داود المقدسي الفقيه أبو الفتح المعروف قديما بابن أبي حافظ والمشهور الآن بالشيخ أبي نصر،جلد5،صفحه353، هجر للطباعة والنشر والتوزيع)

حضرت بکار بن حسن کی قبر سے برکت

الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ میں عبد القادر بن محمد بن نصر اللہ القرشی محیی الدین الحنفی (المتوفی 775ھ) حضرت بکار بن الحسن بن عثمان الاَصْبَہَانیؒ کے متعلق لکھتے ہیں "وَدفن بالقرافة وقبره مَشْهُور يزار ويتبرك بِهِ وَيُقَال إِن الدُّعَاء عِنْد قَبره مستجاب" ترجمہ: وہ قرافہ میں مدفون ہیں۔ ان کی قبر مشہور ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت لی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔

(الجواہر المضية في طبقات الحنفية،حرف الباء الموحدة،جلد1،صفحه 170، مير محمد كتب خانه ،كراچی)

شیخ ابراہیم کی قبر کی زیارت

حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر میں عبد الرزاق بن حسن بن ابراہیم البیطار المید انی الدمشقی (المتوفی 1335ھ) حضرت شیخ ابراہیم ابو اسحاق برھان الدین الدمشقی کے متعلق لکھتے ہیں" يزار ويتبرك به، والمشهور أن الدعاء عند قبره مستجاب "،ترجمہ: ان کی قبر کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت لی جاتی ہے اور مشہور ہے کہ ان کی قبر کے پاس کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔

(حلية البشر في تاريخ القرن الثالث عشر،الشيخ ابراهيم ابو اسحاق برهان الدين الدمشقي، صفحه33، دار صادر، بيروت)

ابو الحسن علی بن زیاد تونسی کی متبرک قبر

شجرۃ النور الزکیۃ فی طبقات المالکیۃ میں محمد بن محمد بن عمر بن علی ابن سالم مخلوف (المتوفی 1360ھ) نے ابو الحسن علی بن زیاد تونسی کے متعلق لکھا ہے" وقبره بتونس قرب سوق الترك متبرك به والدعاء عنده مستجاب"،ترجمہ: ان کی قبر تونس میں ترک کے بازار کے قریب ہے۔ ان کی قبر متبرک ہے اور اس کے قریب دعا قبول ہوتی ہے۔

(شجرة النور الزكية في طبقات المالكية،فرع افريقية،جلد1،صفحه91، دار الكتب العلمية، لبنان)

ابوبکر محمد بن ولید قرشی فہری کی قبر پر دعا قبول ہوتی ہے

مزید ابوبکر محمد بن ولید قرشی فہری کے متعلق لکھا ہے"مولده سنة 451 هـ وتوفي سنة 520 هـ(1126م)

بـالإسـكـنـدرية وقبـره بهـا مـعـروف متبـرك بـه مستجـاب الدعـاء عنده "ترجمہ:ان کی پیدائش 451ہجری ہے اوروفات 520ہجری ہے سکندریہ میں ان کی قبرمعروف متبرک ہےاوراس کی قبرپردعا قبول ہوتی ہے۔

(شجرة النور الزكية في طبقات المالكية،فرع مصر،جلد1،صفحه184، دار الكتب العلمية، لبنان)

امام علی بن موسی کی قبرعظیم محدث ابن حبان کے لیے مشکل کشا

الثقات میں محمد بن حبان بن احمد بن حبان الدارمی (المتوفی 354ھ) امام علی بن موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یوں لکھتے ہیں"مَـات عَـلـيّ بن مُوسَى الرِّضَا بطوس من شربة سقَاهُ إِيَّاهَا الْمَأْمُون فَمَاتَ من سَاعَته وَذَلِكَ فِي يَـوْم السبـت آخـر يَـوْم سـنة ثَلَاث وَمِائَتَيْنِ وقبره بسنا باذ خَارج النوقان مَشْهُور يزار بِجنب قبر الرشيد قد زرته مـرَارًا كَثِيـرَـة وَمَا حلت بِي شدَّة فِي وَقت مقَامي بطوس فزرت قبر عَليّ بن مُوسَى الرِّضَا صلوَات الله على جده وَعَـلَيْهِ ودعوت الله إِزَالَتهَا عَنى إِلَّا أستجيب لي وزالت عَنى تِلْكَ الشدَّة وَهَذَا شَيْء جربته مرَارًا فَوَجَدته كَذَلِك أمـاتـنـا الـلـه عـلى محبَّة المصطفى وَأهل بَيته صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الله عَلَيْهِ وَعَلَيْهِم أَجْمَعِينَ" ترجمہ:علی بن موسیٰ رضا مامون کی جانب سے زہریلا شربت پلانے کے سبب وہیں طوس میں 203ہجری کے آخری دن میں ہفتے کے دن شہادت پا گئے۔ان کی قبرنوقان سے باہر سناباذ میں رشید کی قبر کے پہلو میں ہےاورمشہورزیارت گاہ ہے۔میں نے کئی باروہاں پران کی قبر کی زیارت کی۔جب میں طوس میں تھا تو جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی تو میں علی بن موسیٰ رضا کی زیارت کے لئے جایا کرتا اوروہاں پہ اپنی مشکل کے برطرف ہونے کے لئے خدا سے دعا کرتا اورمیری دعا قبول ہوجاتی اورمصیبت دورہوجاتی تھی۔جب تک طوس میں رہا میں نے اسے بارہا تجربہ کیا۔اللہ عزوجل ہمیں محبت مصطفیٰ اوران کے اہل بیت کی محبت پرموت دے۔

(الثقات،باب العين ،جلد8،صفحه 457،دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد الدكن الهند)

امام المحدث ابن خزیمہ کا علی بن موسی الرضا کی قبرکا ادب کرنا

تہذیب التہذیب میں ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالعسقلانی (المتوفی 852ھ) لکھتے ہیں"مـحـمد بن المؤمل بن الحسن بن عيسى يقول خرجنا مع إمام أهل الحديث أبي بكر بن خزيمة وعديله أبي علي الثقفي مع جـمـاعة مـن مشائخنا وهم إذ ذاك متوافرون إلى زيارة قبر علي بن موسى الرضى بطوس قال فرأيت من تعظيمه يـعـنـي بـن خزيمة لتلك البقعة وتواضعه لها وتضرعه عندها ما تحيرنا" ترجمہ:محمد بن مؤمّل کہتے ہیں:ہم امام محدثین ابوبکر بن خزیمہ،ان کے دوست ابوعلی ثقفی اوراساتذہ وعلماء کے ایک گروہ کے ہمراہ طوس میں علی بن موسی الرّضا رحمۃ اللہ علیہ کی قبر

کی زیارت پر گئے۔تو اس زیارتی سفر میں دیکھا کہ ابن خزیمہ اس مقام کا خاص احترام اور تواضع کر رہے ہیں اور اس کے نزدیک خاص طریقے سے التماس کر رہا تھے جس سے ہمیں بہت تعجب ہوا۔

(تہذیب التہذیب،حرف العین ، من اسمه علی ،جلد7،صفحه388،مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند)

صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاری کی قبر نزولِ بارش کا سبب

کثیر مستند کتب میں صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اور دیگر بزرگانِ دین کے حالات لکھے ہیں کہ ان کے قبروں پر جا کر بارش کی دعا کرنا ثابت ہے چنانچہ صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کثیر جید علمائے کرام رحمہم اللہ نے لکھاجن میں چند مشہور نام بمع ان کی تاریخ وفات کے پیش خدمت ہیں۔ ابو المظفر منصور بن محمد السمعانی التمیمی الحنفی (المتوفی489ھ)''تفسیر السمعانی'' میں،ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی (المتوفی510ھ)''تفسیر بغوی'' میں،ابوحفص سراج الدین عمر بن علی بن عادل الحنبلی الدمشقی النعمانی (المتوفی775ھ)''اللباب فی علوم الکتاب'' میں،شمس الدین محمد بن احمد الخطیب الشربینی الشافعی (المتوفی977ھ)''السراج المنیر'' میں،احمد بن محمد حجر الہیتمی (المتوفی974ھ)''الزواجر عن اقتراف الکبائر'' میں،ابن حجر عسقلانی (المتوفی 852ھ)''فتح الباری'' میں،ابن کثیر (المتوفی 774ھ)''البدایۃ والنہایۃ'' میں،ابن اثیر (المتوفی630ھ)''اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ'' میں اور محمد ثناء اللہ المظہری ''تفسیر مظہری'' میں یہ روایت نقل کرتے ہیں''لما نزلت الآية مازال أبو أيوب يغزو حتى آخر غزوة غزاها بقسطنطينية، فى بعث بعثة معاوية وتوفى (هنالك) ودفن فى أصل سور قسطنطينية وهم يستسقون به'' ترجمہ:جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہمیشہ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ آخری جہاد انہوں نے قسطنطینیہ کا کیا جو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ہوا۔اسی جہاد میں آپ فوت ہوئے اور قسطنطینیہ کی دیوار کے نیچے دفن کئے گئے اور وہاں کے لوگ آپ کی قبر مبارک سے بارش طلب کرتے ہیں۔

(تفسیر السمعانی ،سورة البقرة،آیت195،جلد1،صفحه195،دار الوطن، الرياض)

المستدرک علی الصحیحین میں ابوعبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ النیسابوری (المتوفی405ھ)ان کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں''یَزُورُونَهُ وَيَسْتَسْقُونَ بِهِ إِذَا قَحَطُوا'' ترجمہ:اہل روم ان کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور قحط سالی کے دور میں اس سے بارش طلب کرتے ہیں۔

(المستدرك على الصحيحين،كتاب معرفة الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم،ذكر مناقب أبى أيوب الأنصارى رضى الله عنه، جلد 3،صفحه 518،حديث5929،دار الكتب العلمية ،بيروت)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک سے بارش طلب کرنا ہی ثابت نہیں بلکہ یہ بھی ثابت ہے کہ جب بارش طلب کی جاتی ہے تو بارش ہوتی ہے۔ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد السہیلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 581ھ) فرماتے ہیں کہ ''روی ابن القاسم عن مالك قال بلغنی أن الروم يستسقون بقبر أبی أيوب رضی الله تعالیٰ عنه فيسقون ''ترجمہ:ابن القاسم حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ اہل روم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک سے بارش طلب کرتے ہیں تو ان پر بارش ہوتی ہے۔

(الروض الأنف ،جلد7،صفحہ127،دار إحياء التراث العربی، بيروت)

صحابیہ ام حرام بنت ملحان کی قبر سے بارش طلب کرنا

بخاری شریف میں صحابیہ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہے کہ جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی کی تھی کہ وہ بحری سفر کرکے جہاد میں حصہ لیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ بحر روم گئیں اور وہاں سواری سے گر کر ان کا انتقال ہوا۔ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''فقبرها هناك يستسقون به ''ترجمہ:اس صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مبارک وہی ہے اور اہل شام اس قبر سے بارش طلب کرتے ہیں۔

(فتح الباری،باب من زار قوما فقال عندہم،جلد11،صفحہ76،دار المعرفة،بيروت)

حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ کی قبر سے لوگوں کا بارش اور مدد طلب کرنا

تاریخ طبری اور دیگر تاریخی کتب میں حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھا ہے کہ وہ کفار سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے تو وہاں کے لوگ ان کے معتقد تھے،انہوں نے ان کا جسم مبارک صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اجازت سے اپنے پاس رکھ لیا اور ان کی قبر مبارک سے بارش طلب کرتے ہیں چنانچہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''فهم يستسقون به إلی اليوم ويستنصرون به ''ترجمہ:وہاں کے لوگ ابھی تک ان سے بارش اور مدد طلب کرتے ہیں۔

(تاريخ الطبری ،الجزء الرابع،سنة اثنتين وثلاثين،جلد4،صفحہ305،دار التراث ،بيروت)

تُرک قحط سالی میں حضرت سلمان کی قبر سے بارش طلب کرتے

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمان بن ربیعۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں ''إن الترك إذا قحطوا يستسقون بقبر سلمان ''ترجمہ:جب ترکوں پر قحط سالی ہوتی ہے تو وہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے بارش طلب کرتے ہیں۔

(تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام،جلد3،صفحہ342،دار الكتاب العربی، بيروت)

معروف کرخی کی قبر سے سیرابی طلب کی جاتی ہے

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمختار کے مقدمہ میں حنفی بزرگوں پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں"قوله ومعروف الكرخي بن فيروز ، من المشايخ الكبار ، مجاب الدعوة ، يستسقى بقبره وهو أستاذ السرى السقطى "ترجمہ:حضرت معروف کرخی بن فیروز رحمۃ اللہ علیہ مشائخ کبار میں سے ہیں اور مستجاب الدعوات ہیں،ان کی قبر سے سیرابی طلب کی جاتی ہے، اور یہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ (ردالمحتار،مقدمہ جلد 1،صفحہ58،دار الفکر،بیروت)

حضرت ابن فورک اصفہانی کی قبر پر بارش اور قضائے حاجت کی دعا کرنا

وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان میں ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابراہیم ابن خلکان (المتوفی 681ھ) اور سیر أعلام النبلاء میں شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن الذہبی (المتوفی 748ھ) حضرت ابن فورک اصفہانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ابن فورک محمد بن حسن متکلمین کے استاد اور اشعری مذہب تھے"ودفن بالحيرة، ومشهده بها ظاهر يزار ويستسقى به وتجاب الدعوة عنده" ترجمہ:وہ حیرہ(نیشاپور کے اطرف میں)دفن ہوئے،انکی بارگاہ معروف اور ایک زیارتی مکان ہے۔لوگ ان سے بارش طلب کرتے ہیں اور ان کی قبر پر دعا قبول ہوتی ہے۔

(وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان،ابوبكر ابن فورك،جلد4،صفحہ272،دار صادر ،بيروت)

قبر سے بارش طلب کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ اس مبارک قبر پر کھڑے ہو کر رب تعالیٰ سے بارش کی دعا کی جائے اور ایک صورت یہ ہے کہ صاحب قبر ہی سے بارش طلب کی جائے۔یہ دونوں صورتیں شرعا درست اور ثابت ہیں۔

وہابیوں کا تاریخی جھوٹ کہ دعا کی قبولیت کے لیے قبور کی طرف سفر ثابت نہیں

مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ صالحین کی قبور کی طرف سفر کرنا،وہاں جا کر دعائیں کرنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور سے لے کر اب تک ثابت ہے۔ان تمام مستند دلائل کے برعکس شریعت وہابیہ وہی ہٹ دھرمی پر قائم ہے اور بغیر دلائل کے اسے شرک کہتی ہے اور اپنے اس باطل موقف پر اتنی ڈھٹائی سے یہ تاریخی جھوٹ بولتے ہیں کہ قبور صالحین کی طرف جا کر دعا مانگنا ثابت نہیں ہے۔اتحاف المرتقی بتراجم شیوخ البیہقی میں محمود بن عبدالفتاح النحال وہابی کہتا ہے"ولم ينص الشرع الحنيف فى كتاب ولا سنة، ولا قول أحد من الصحابة أو من أئمة الحديث والأثر؛ أهل السنة والجماعة، الذين أضاء وا

الأرض بنور التوحيد أنّ من هذه الأسباب قصدَ القبر للدعاء عنده، ولا شك أن هناك صحابة ماتوا فی حياة النبی صلی الله عليه وسلم ولم يقل لهم:ائتوا قبر فلان؛ فإن الدعاء عنده مجاب، والنبی صلی الله عليه وسلم لم يقل لأصحابه:إذا قُبرتُ فأتوا قبری؛ فإن الدعاء عنده مجاب!ولم يجعل الشرع ذلك سببا لإجابة الدعاء ، بل نص بعض الأئمة علی نكارة ذلك :قال شيخ الإسلام أبو عبد الله ابن قيم الجوزية رحمه الله تعالی:قال شيخنا قدس الله روحه:وهذه الأمور المبتدعة عند القبور مراتب ..الرابعة :أن يَظُنَّ أن الدعاء عند قبره مستجاب، أو أنه أفضل من الدعاء فی المسجد، فيقصد زيارته والصلاة عنده لأجل طلب حوائجه، فهذا أيضًا من المنكرات المبتدعة باتفاق المسلمين، وهی محرمة، وما علمتُ فی ذلك نزاعا بين أئمة الدين، وإن كان كثير من المتأخرين يفعل ذلك، ويقول بعضهم :قبر فلان ترياق مجرب .والحكاية المنقولة عن الشافعی أنه كان يقصد الدعاء عند قبر أبی حنيفة من الكذب الظاهر“ترجمہ:شرع نے کتاب وسنت میں یہ نص نہیں فرمائی اور نہ ہی کسی صحابی یا ائمہ حدیث میں سے کسی کا قول ہے، نہ ہی اہل سنت والجماعت سے منقول ہے(کہ قبور صالحین کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں)وہ اہل سنت جنہوں نے زمین کوتوحید سے منور کیا۔بے شک ان اسباب میں سے ایک قبر کے پاس دعا کے لیے قبر کا قصد ہے۔اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ السلام کی زندگی میں فوت ہوئے لیکن آپ نے ان سے نہیں فرمایا کہ چلو فلاں کی قبر پر جاتے ہیں کہ وہاں دعا قبول ہوتی ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے نہیں فرمایا کہ میری قبر پرآ کر دعا کرنا کہ وہاں دعا قبول ہوگی۔شرع نے قبور کے قریب آ کر دعا مانگنے کو قبولیت کا سبب نہیں قرار دیا بلکہ بعض ائمہ نے اس کا انکار کیا ہے۔شیخ الاسلام ابو عبداللہ ابن قیم نے کہا:ہمارے شیوخ نے کہا:قبروں کے پاس ہونے والی ان بدعتوں کے کئی مراتب ہیں۔ چوتھا:یہ گمان کرنا کہ قبر کے قریب دعا قبول ہوتی ہے یا یہاں دعا کرنا مسجد میں دعا کرنے سے افضل ہے اور اس نیت سے قبور کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا اور حاجات طلب کرنے کے لیے وہاں نماز پڑھنا، یہ بھی بالاتفاق بدعت وممنوع اور حرام امور میں سے ہیں۔میں نہیں جانتا ہے کہ اس مسئلہ میں ائمہ دین کے درمیان کوئی اختلاف ہوا گرچہ کثیر متاخرین یہ کرتے ہیں اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ فلاں کی قبر تریاق مجرب ہے اور امام شافعی سے منقول حکایت کہ وہ حضرت امام ابوحنیفہ کی قبر کا قصد کرتے تھے یہ واضح جھوٹ ہے۔ (إِتْحَافُ المُرْتَقِی بِتَرَاجِمِ شُيُوخ البَيهَقِیّ،تنبيهات للقاریء،صفحہ27،دار الميمان)

وہابی مولوی نے جہاں کثیر مستند ائمہ وعلمائے کرام کے دلائل کو نظر انداز کر کے ابن قیم کی تقلید میں اسے بدعت کہا وہاں

معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ واورامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے متعلق روایتوں کو بغیر دلیل کے جھوٹ کہہ دیا جبکہ ان کو بیان کرنے والے محدثین ہیں جیسا کہ اوپر خطیب بغدادی، ابن جوزی، علامہ ذہبی اور دیگر مستند علمائے کرام کے حوالے سے دلائل گزرے ہیں۔

علامہ صاوی کا وہابی خارجی نظریات کی تردید کرنا

علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ خارجیوں کے نظریات کا رد کرتے ہیں فرماتے ہیں: ''وہ لوگ گمراہ اور بدنصیب ہیں جو مسلمانوں کو اولیاء اللہ کی زیارت کی وجہ سے کافر و مشرک کہتے ہیں اور زیارت اولیاء کو عبادت غیر اللہ قرار دیتے ہیں یہ مردود ہیں یہ زیارت اولیاء اللہ ابتغاء وسیلہ ہے۔'' (تفسیر صاوی جلد2 ص497 مطبوعه دار الفكر بيروت)

وہابی مولوی شعیب ارناؤوط کا اقرار اور انکار

سیر اعلام النبلاء کے حاشیہ میں وہابی مولوی شعیب ارناؤوط لکھتا ہے "لم يثبت عنه صلى الله عليه وسلم شيء في كون الدعاء مستجابا عند قبور الأنبياء والصالحين، والسلف الصالح لا يعرف عنهم أنهم كانوا يقصدون قبور الأنبياء والصالحين للدعاء عندهم، ويرى ابن الجزرى فى "الحصن الحصين "أن استجابة الدعاء عند قبور الأنبياء والصالحين ثبتت بالتجربة، وأقره عليه الشوكانى فى "تحفة الذاكرين" لكن قيده بشرط ألا تنشأ عن ذلك مفسدة وهى أن يعتقد فى ذلك الميت ما لا يجوز اعتقاده كما يقع لكثير من المعتقدين فى القبور، فإنهم قد يبلغون الغلو بأهلها إلى ما هو شرك بالله عزوجل فينادونهم مع الله، ويطلبون منهم ما لا يطلب إلا من الله عزوجل " ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبور کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔ سلف صالحین سے ثابت نہیں کہ وہ قبور انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی طرف دعاؤں کے لئے جاتے ہوں۔ ابن جزری نے حصن حصین میں لکھا کہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبور کے پاس دعا قبول ہونا تجربہ سے ثابت ہے اور اس بات کو شوکانی نے تحفۃ الذاکرین میں برقرار رکھا لیکن انہوں نے اسے اس شرط کے ساتھ مقید کیا کہ اس سے کوئی فتنہ نہ ہو جیسے اس میت کے متعلق وہ اعتقاد رکھا جائے جو جائز نہیں جیسا کہ کثیر لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ اہل قبور کے بارے غلو کرتے ہیں یہاں تک وہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں پس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو پکارتے ہیں اور ان سے وہ کچھ طلب کرتے ہیں جو اللہ عزوجل کے علاوہ کسی سے طلب کرنا جائز نہیں ہے۔

(سیر أعلام النبلاء ،نفیسة بنت الحسن بن زید بن الحسن بن علی العلویة،جلد10،صفحہ107،مؤسسة الرسالة،بیروت)

وہابی مولوی صاحب کی اس عبارت میں تضاد کے ساتھ ہٹ دھرمی بھی موجود ہے۔

☆ پہلے یہ دعویٰ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلف صالحین سے قبور انبیاء وصالحین کی طرف جا کر دعا کرنا ثابت نہیں۔حالانکہ یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس لیے یہ بات ثابت نہیں کہ مکہ ومدینہ میں کسی نبی علیہ السلام کی قبر کا ہونا یقینی نہیں جہاں آپ جا کر دعا کرتے لیکن اوپر امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تہذیب التہذیب'' کے حوالے سے گزرا کہ ایک بزرگ یحیٰ بن یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود خواب میں آ کر ایک مریض کو ان کی قبر مبارک پر حصول شفاء کے لئے جانے کا حکم ارشاد فرمایا۔پھر مستند علمائے کرام بلکہ ائمہ کرام کے حوالے سے اوپر کثیر دلائل دیئے گئے کہ وہ صالحین کی قبور کی طرف سفر کر کے دعائیں مانگنے جاتے تھے۔

☆ آگے وہابی مولوی صاحب نے خود اعتراف کیا کہ ابن جزری اور وہابی مولوی شوکانی نے صالحین کی قبور پر جا کر دعا مانگنا اور دعائیں قبول ہونا تجربہ سے ثابت کیا ہے۔

☆ وہابی مولوی صاحب نے کہا کہ صالحین سے وہ کچھ طلب کرنا شرک ہے جو اللہ عزوجل کے علاوہ کسی سے طلب کرنا جائز نہیں ہے۔وہابی مولوی کی یہ بات عجیب ہے۔مولوی صاحب نے دو مسئلے باہم خلط ملط کر دیئے اور اپنے باطل نظریے کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔وہابیوں کے نزدیک صالحین کی قبر کی طرف سفر کرنا اور وہاں جا کر اللہ عزوجل سے ان کے وسیلہ سے مانگنا ناجائز وشرک ہے۔جب اس بات پر کثیر مستند دلائل انہوں نے دیکھے تو فورا پانسا پلٹا اور صالحین ہی سے مدد مانگنے کا الگ مسئلہ چھیڑ دیا۔صالحین سے مدد مانگنے کا ثبوت آگے پیش کیا جائے گا یہاں اتنی بات وہابی مولوی سے ثابت ہوگئی کہ صالحین کی قبور کی طرف سفر جائز ہے۔

صالح شخص کی قبر کے پاس مسجد ہونا اور نماز پڑھنا

پوری دنیا میں صدیوں سے رائج ہے کہ مسلمان نبی ،صحابی یا ولی کی قبر کے ساتھ مسجد تعمیر کرتے ہیں تا کہ ان مبارک ہستیوں کی برکت بھی ملتی رہے۔تاریخی مساجد میں بھی انبیاء علیہم السلام کی قبور ہے جیسے مسجد نبوی میں حضور علیہ السلام اور شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبور ہیں ،حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہونا کہا جاتا ہے اور بیت المقدس کے اردگرد کثیر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔

وہابیوں کا مؤقف

وہابیوں کے نزدیک یہ بدعت اور اسباب شرک میں سے ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر مزارات کے ساتھ مساجد تعمیر تھیں لیکن وہابیوں نے مزارات کے ساتھ ساتھ ان مساجد کو بھی شہید کر دیا۔

منہاج التأسیس والتقدیس فی کشف شبہات داود بن جرجیس میں وہابی مولوی عبد اللطیف بن عبد الرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبد الوہاب آل الشیخ (المتوفی 1293ھ) لکھتا ہے"لم يقل أحد من أئمة المسلمين:إن الصلاة عند القبور وفى مشاهد القبور مستحبة، أو فيها فضيلة، ولا أن الصلاة هناك والدعاء أفضل من الصلاة فى تلك البقعة، بل اتفقوا كلهم على أن الصلاة فى المساجد والبيوت أفضل من الصلاة عند قبر، كان قبر نبى أو صالح " ترجمہ:ائمہ مسلمین میں سے کسی نے نہیں کہا کہ قبور کے پاس اور قبور کے مزارات میں نماز مستحب ہے یا اس میں کوئی فضیلت ہے۔اور نہ یہ کہ نماز اور دعا ان جگہوں میں افضل ہے۔بلکہ سب ائمہ کا اتفاق ہے کہ قبر کی بہ نسبت نماز مساجد اور گھروں ہی میں افضل ہے اگرچہ قبر نبی یا کسی صالح شخص کی ہو۔ (منہاج التأسیس والتقدیس فی کشف شبہات داود بن جرجیس،صفحہ181، دار الھدایۃ)

ابن تیمیہ کا فتوی کہ یہ عمل دین کی مخالفت اور شر میں اضافہ ہے

المنہج القویم فی اختصار اقتضاء الصراط المستقیم لشیخ الاسلام ابن تیمیۃ میں ابن تیمیہ کا شاگرد محمد بن علی بن احمد (المتوفی 778ھ) لکھتا ہے"إذا قصد الرجل الصلاة عند بعض قبور الأنبياء والصالحين متبركا بالصلاة فى تلك البقعة، فهذا هو عين المحادة لله ورسوله والمخالفة لدينه واتباع دين لم يأذن به الله، فقد أجمع المسلمون على أن الصلاة عند أى قبر كان لا فضل فيها لذلك، ولا للصلاة مزية فى تلك البقعة أصلا بل مزية

شــر“ ترجمہ: جب کسی شخص نے انبیاء علیہم السلام اور صالحین میں سے کسی کی قبور کا قصد کیا، اس جگہ نماز پڑھ کر برکت حاصل کرنے کے لیے تو یہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عین نافرمانی اور دین کی مخالفت ہے اور اس عمل کی اتباع ہے جس کی اللہ عزوجل نے اجازت نہیں دی۔ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کسی بھی قبر کے پاس نماز پڑھنے کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اور نہ ہی قبر کے پاس نماز کے لیے کوئی خصوصی شرف ہے۔ بلکہ یہ تو شر میں اضافہ ہے۔

(المنہج القویم فی اختصار اقتضاء الصراط المستقیم لشیخ الإسلام ابن تیمیة،صفحہ166، دار عالم ، مکة المکرمة)

ایک وہابی مولوی کے نزدیک قبر کے قریب نماز اسبابِ شرک میں سے ہے

فتح المجید شرح کتاب التوحید میں وہابی مولوی عبد الرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان التمیمی (المتوفی1285ھ)”نهى عن الصلاة فى المقبرة مطلقا، وإن لم يقصد المصلى بركة البقعة بصلاته، كما يقصد بصلاته بركة المساجد، كما نهى عن الصلاة وقت طلوع الشمس وغروبها؛ لأنها أوقات يقصد فيها المشركون الصلاة للشمس، فنهى أمته عن الصلاة حينئذ وإن لم يقصد ما قصده المشركون ;سدا للذريعة۔۔۔أن الصلاة عند القبور منهى عنها، وأنه صلى الله عليه وسلم لعن من اتخذها مساجد، فمن أعظم المحدثات وأسباب الشرك :الصلاة عندها واتخاذها مساجد، وبناء المساجد عليها“ ترجمہ: قبرستان میں مطلقا نماز پڑھنا منع ہے اگرچہ اس جگہ کی برکت کا قصد نہ ہو جیسے مساجد کی برکت کا قصد کیا جاتا ہے، جیسے طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنا منع ہے۔ اس لئے کہ ان اوقات میں مشرکین سورج کو سجدہ کرنے کا قصد کرتے تھے۔ تو امت کو سد ذرائع کے طور پر ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا اگرچہ وہ مشرکوں کی طرح سورج کی عبادت کا قصد نہ کریں۔ قبور کے پاس نماز منع ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبور کو سجدہ گاہ بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ لہٰذا قبور کے پاس نماز پڑھنا، ان کو مساجد بنانا اور ان قبور پر مساجد بنانا بڑی بدعات اور اسباب شرک میں سے ہے۔

(فتح المجید شرح کتاب التوحید،صفحہ232، مطبعة السنة المحمدية، القاهرة، مصر)

وہابی مولویوں کی مذکورہ تحریرات جھوٹ و بہتان اور غلط مسائل سے بھری ہوئی ہیں۔ صالحین کی قبور کے پاس نماز پڑھنا بالکل جائز ہے ہرگز کسی حدیث یا کسی امام نے اسے ناجائز نہیں کہا وہابی پتہ نہیں کن ائمہ کا اجماع اس کے حرام ہونے پر ثابت کر رہے ہیں۔ وہابیوں کی یہ عادت ہے کہ جو مسئلہ ان کے نزدیک ناجائز و شرک ہو اس پر فورا کہہ دیتے ہیں اس پر ائمہ کرام کا اجماع ہے حالانکہ ائمہ کرام سے اس کا ثبوت ہوتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ وہابیوں کے جو اپنے مولوی ہوتے ہیں ان کو ائمہ کرام ثابت

کر کے ان کا اجماع کروا دیتے ہیں اور امت مسلمہ کو گمراہ قرار دیدیتے ہیں۔

شروع اسلام سے لے کر آج تک مسلمانوں کی سیرت یہ رہی ہے کہ وہ صالحین ومؤمنین کی قبور کے پاس نماز بھی ادا کرتے اور وہاں پہ دعا بھی کیا کرتے۔ چند دلائل پیش خدمت ہیں:

انبیاء وصالحین کی قبور کے قریب نماز پڑھنے کا ثبوت

اس میں کیا عیب ہے کہ انسان اس مکان میں جہاں انبیاء علیہم السلام، صالحین مدفون ہیں تبرّک کے طور پر نماز ادا کرے جیسا کہ اس پتھر پر نماز پڑھی جاتی ہے جس پر حضرت ابراہیم کھڑتے ہوئے تھے اور یہ اس لیے ہے کہ وہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں مبارک کا نشان ہے جس کی وجہ سے وہ (پتھر) فضیلت ومنزلت رکھتا ہے۔ اللہ عزوجل اس بارے میں فرماتا ہے ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

(سورۃ البقرہ، سورۃ2، آیت125)

جب مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھنا شرک نہیں بلکہ بڑی سعادت ہے تو نبی علیہ السلام یا ولی کے مزار کے پاس نماز پڑھنا کیسے ناجائز وشرک ہوگیا؟

اصحاب کہف کے متعلق قرآن پاک میں ہے ﴿قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوا عَلٰی اَمْرِھِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْھِمْ مَّسْجِدًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔

(سورۃ الکہف، سورت18، آیت21)

اس آیت کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے" یصلی فیه المسلمون و یتبرّکون بمکاھم" ترجمہ: ایک تو مسلمان اس میں نماز پڑھیں گے، دوسرا ان اولیاء کرام کے قرب کی وجہ سے برکتیں حاصل کریں گے۔

(روح البیان، فی التفسیر سورۃ الکہف، سورت18، آیت21، جلد5، صفحہ232، دار الفکر، بیروت)

اس سے پتہ چلا کہ مزارات سے عقیدت رکھنا پچھلی امتوں میں بھی تھا اور اس کے قریب مسجد بنانا بھی جائز سمجھا جاتا تھا۔ امت محمدیہ میں بھی علمائے اسلاف نے صراحتًا مزارات کے قریب مساجد بنانے کو پسند کیا ہے۔

امام مالک کے نزدیک قبرستان میں نماز پڑھنا صحابہ کرام سے ثابت ہے

لاکھوں مالکیوں کے امام حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مسئلہ میں نہ صرف جواز کا فرمایا بلکہ اسے صحابہ کرام سے ثابت کیا چنانچہ المدونہ میں ہے "قُلْتُ لِابْنِ الْقَاسِمِ هَلْ كَانَ مَالِكٌ يُوَسِّعُ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَبَيْنَ يَدَيْهِ قَبْرٌ يَكُونُ

سُتْرَةً لَهُ؟قَالَ: كَانَ مَالِكٌ لَا يَرَى بَأْسًا بِالصَّلَاةِ فِي الْمَقَابِرِ، وَهُوَ إِذَا صَلَّى فِي الْمَقْبَرَةِ كَانَتْ الْقُبُورُ أَمَامَهُ وَخَلْفَهُ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ .قَالَ:وَقَالَ مَالِكٌ:لَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ فِي الْمَقَابِرِ، قَالَ وَبَلَغَنِي:أَنَّ بَعْضَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يُصَلُّونَ فِي الْمَقْبَرَةِ " ترجمہ: **میں نے امام مالک کے شاگرد ابن قاسم سے کہا: کیا امام مالک کے نزدیک جائز ہے کہ ایک شخص قبر کے سامنے نماز ادا کرے وہ اس کے لیے سترہ ہو جائے گی ؟ تو انہوں نے کہا: امام مالک قبرستان میں نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ جبکہ وہ قبرستان میں اس طرح نماز پڑھے کہ قبریں اس کے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں ہوں۔ انھوں نے کہا امام مالک کہتے ہیں: قبرستان میں نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ انھوں نے کہا کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ بعض صحابہ کرام قبرستان میں نماز ادا کیا کرتے۔**

(المدونة، كتاب الصلوٰة، الصلوٰة فی المواضع التی تجوز فيها الصلوٰة، جلد1، صفحہ182، دار الكتب العلمية، بيروت)

صالح شخص کی قبر کے قریب بطورِ برکت نماز پڑھنے کو محدثین نے جائز فرمایا

امام علّامہ قاضی عیاض مالکی شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شافعی شرح مشکوٰۃ شریف پھر علّامہ علی قاری حنفی مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں"وَقَالَ الْقَاضِي: كَانَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَسْجُدُونَ لِقُبُورِ أَنْبِيَائِهِمْ وَيَجْعَلُونَهَا قِبْلَةً، وَيَتَوَجَّهُونَ فِي الصَّلَاةِ نَحْوَهَا، فَقَدِ اتَّخَذُوهَا أَوْثَانًا، فَلِذَلِكَ لَعَنَهُمْ، وَمَنَعَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ مِثْلِ ذَلِكَ، أَمَّا مَنِ اتَّخَذَ مَسْجِدًا فِي جِوَارِ صَالِحٍ، أَوْ صَلَّى فِي مَقْبَرَةٍ وَقَصَدَ الِاسْتِظْهَارَ بِرُوحِهِ، أَوْ وُصُولَ أَثَرٍ مَا مِنْ أَثَرِ عِبَادَتِهِ إِلَيْهِ، لَا لِلتَّعْظِيمِ لَهُ وَالتَّوَجُّهِ نَحْوَهُ، فَلَا حَرَجَ عَلَيْهِ، أَلَا تَرَى أَنَّ مَرْقَدَ إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ عِنْدَ الْحَطِيمِ، ثُمَّ إِنَّ ذَلِكَ الْمَسْجِدَ أَفْضَلُ مَكَانٍ يَتَحَرَّى الْمُصَلِّي لِصَلَاتِهِ" ترجمہ: **قاضی عیاض نے فرمایا: یہود ونصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے، انہیں اپنا قبلہ بنا لیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ کرتے تھے، اس طرح انہوں نے قبروں کو بُت بنالیا تھا اس لیے آپ نے ان پر لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع کیا۔ رہا وہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس صالح انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات میں سے کچھ اثر اِس تک بھی پہنچ جائے، اور قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اسماعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے، اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی نماز پڑھنے کیلئے تلاش کرتا ہے۔**

(مرقاة شرح مشكوٰة المصابيح، باب المساجد ومواضع الصلوٰة، جلد2، صفحہ601، دار الفكر، بيروت)

شیخ العصر اوحد الحفاظ قاضی القضاۃ علامہ ابوالفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں"وَقَالَ الْبَيْضَاوِيُّ لَمَّا كَانَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَسْجُدُونَ لِقُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ تَعْظِيمًا لِشَأْنِهِمْ وَيَجْعَلُونَهَا قِبْلَةً يَتَوَجَّهُونَ فِي الصَّلَاةِ نَحْوَهَا وَاتَّخَذُوهَا أَوْثَانًا لَعَنَهُمْ وَمَنَعَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ مِثْلِ ذَلِكَ فَأَمَّا مَنِ اتَّخَذَ مَسْجِدًا فِي جِوَارِ صَالِحٍ وَقَصَدَ التَّبَرُّكَ بِالْقُرْبِ مِنْهُ لَا التَّعْظِيمَ لَهُ وَلَا التَّوَجُّهَ نَحْوَهُ فَلَا يَدْخُلُ فِي ذَلِكَ الْوَعِيد" ترجمہ: علامہ بیضاوی نے فرمایا یہود ونصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو بہ نیت تعظیم سجدہ کرتے تھے اوران قبور کو قبلہ بنا کر نماز میں ان کی طرف منہ کرتے تھے اور انھوں نے انھیں بت بنالیا، تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن جس شخص نے کسی صالح کے مزار کے قریب بقصد تبرک مسجد بنائی، نہ کہ اس کی تعظیم کے لیے اور نہ ہی (نماز میں) اس کی طرف منہ کرنے کے لیے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، باب ہل تنبش قبور مشرکی الجاہلیة، جلد1، صفحہ525، دار المعرفة، بیروت)

فقہائے کرام کے ارشادات

علاّمہ طاہر حنفی مجمع بحارالانوار میں فرماتے ہیں"لعن اللّٰہ الیہود والنصاری اتخذوا قبورانبیائھم مساجد۔ کانوا یجعلونھا قبلة، یسجدون الیھا فی الصلاۃ، کالوثن، واما من اتخذ مسجدا فی جوارصالح، او صلی فی مقبرۃ، قاصدابہ الاستظھار بروحہ، او وصول اثر مامن اٰثارعبادتہ الیہ، لاالتوجہ نحوہ والتعظیم لہ، فلاحرج فیہ؛ الایری ان مرقد اسمٰعیل فی الحجر فی المسجد الحرام والصّلوٰۃ فیہ افضل "ترجمہ: لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا یعنی ان کو قبلہ بنالیا اور نماز میں انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ بُت کے رُوبرو۔ ہاں اگر کسی نیک انسان کے پڑوس میں کوئی شخص مسجد بنائے یا ایسے ہی مقبرے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ اس نیک انسان کی رُوح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک پہنچ جائے، یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس کی تعظیم کرے، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیا معلوم نہیں ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجدِ حرام میں ہے، اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے۔ (مجمع بحارالانوار، تحت لفظ قبر، جلد3، صفحہ104، مطبع نولکشور، لکھنؤ)

قاضی ناصرالدین بیضاوی شافعی پھر امام علامہ بدرالدین محمود عینی حنفی عمدۃ القاری پھر علاّمہ احمد محمد خطیب قسطلانی شافعی ارشادالساری شروح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں"من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بقرب منه، لاالتعظیم

ولاالتوجه اليه، فلايدخل فى الوعيد المذكور"ترجمہ: جو شخص کسی نیک انسان کے پڑوس میں قبر بنائے اور مقصد یہ ہو کہ اس کے قُرب سے برکت حاصل کرے، اس کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص حدیث میں مذکور وعید (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہوگا۔

(ارشاد الساری، کتاب الصلوٰۃ،باب ہل تنبش قبور مشرکی الجاہلیة، ویتخذ مکانہا مساجد؟،جلد1،صفحہ430،المطبعة الكبرى الأميرية، مصر)

شیخ عبدالحق کا فرمان کہ صاحبِ قبر سے مدد کی نیت سے نماز پڑھنے میں حرج نہیں

شیخ محقق حنفی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں"خرج بذلك اتخاذ مسجد بجوار نبى اوصالح، والصلاة عند قبره، لالتعظيمه والتوجه نحوه؛ بل لحصول مددمنه، حتى تكمل عبادته ببركة مجاورته لتلك الروح الطاهرة، فلاحرج فى ذلك، لماوردان قبر اسمٰعيل عليه الصلاة والسلام فى الحجر تحت الميزاب، وان فى الحطيم و بين الحجر الاسود وزمزم، قبر سبعين نبيا، ولم ينه احد عن الصلاة فيه اه وكلام الشارحين متطابق فى ذلك" ترجمہ:اس سے وہ صورت خارج ہوگئی جس میں کسی نبی یا صالح کے پاس مسجد بنانے اور اس کی قبر کے پاس نماز پڑھنے سے مقصود قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا نہ ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ صاحبِ قبر سے مدد حاصل کی جائے تا کہ اس پاک روح کے قُرب کی وجہ سے عبادت مکمل ہو جائے،تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ہے اور حطیم کے پاس اور حجر اسود اور زمزم کے درمیان ستّر انبیاء کی قبریں ہیں،اس کے باوجود وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہیں کیا۔اس مسئلہ میں تمام شارحین نے ایسی ہی گفتگو کی ہے۔

(لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ،جلد3،صفحہ52، مطبوعہ المعارف العلمیہ، لاہور)

اعلیٰ حضرت کا تحقیقی فتویٰ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا:''کیا فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ کے آستانہ پاک میں اسی بزرگ صاحب مزار کے روضہ منورہ کے دروازے کو بند کرکے روضہ کے آگے ہی اگر نماز پڑھ لی جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اخبار دبدبہ سکندری میں لکھ دیا جائے تا کہ سب لوگ دیکھ لیں۔زیادہ نیاز المکلف فقیر محمد امام علی شاہ اولاد باباصاحب رحمہ اللہ تعالیٰ از درگاہ حضرت جناب باباصاحب رحمہ اللہ تعالیٰ گنج شکر قطب عالم اغیاث ہند پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری۔''

جواباً آپ فرماتے ہیں:''جناب شاہ صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!صورت مذکورہ میں نماز جائز اور بلا کراہت

جائز اور قرب مزار محبوباں کردگار کے باعث زیادہ مثمر برکات وانوار ومورد رحمت جلیلہ غفار۔ خلاصہ وذخیرہ ومحیط وہندیہ وغیرہا میں ہے"واللفظ لھذین قال محمد اکرہ ان تکون قبلة المسجد الی المخرج والحمام والقبر"ان دونوں کی عبارت یہ ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں مسجد کے قبلہ کا بیت الخلا، حمام اور قبر کی طرف ہونا مکروہ جانتا ہوں۔"(الی قولہ اعنی المحیط)ھذا کلہ اذا لم یکن بین المصلی وبین ھذہ المواضع حائط او سترة امااذاکان لایکرہ ویصیر الحائط فاصلا" (محیط کے قول تک) یہ اس وقت ہے جب نمازی اوران کے درمیان کوئی دیوار یا سُترہ نہ ہو لیکن اگر درمیان کوئی چیز ہے تو مکروہ نہیں اب دیواران کے درمیان فاصل ہو جائے گی۔

سرکار اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ من طیبہا وآلہ وسلم میں روضہ انور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے نمازیوں کی صفیں ہوتی ہیں جن کا سجدہ خاص روضہ انور کی طرف ہوتا ہے مگر نیت استقبال قبلہ کی ہے، نہ استقبال روضہ اطہر کی۔ لہٰذا ہمیشہ علمائے کرام نے اسے جائز رکھا ہاں بلا مجبوری مزار اقدس کو پیٹھ کرنے سے منع فرمایا اگرچہ نماز میں ہو، منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط ملا علی قاری میں ہے"(لایستدبر القبر المقدس)ای فی صلاة ولاغیرھا الالضرورة ملجئة الیہ"(مزار اقدس کی طرف پشت نہ کرے) نماز اور غیر نماز میں البتہ جب کوئی مجبوری وضرورت ہو۔

نیز شرح مذکور میں ہے"لاتکرہ الصلوٰة خلف الحجرة الشریفة الا اذا قصدالتوجہ الیٰ قبرہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم" حجرہ شریف کے سامنے نماز ادا کرنا مکروہ نہیں مگر اس صورت میں جب توجہ سے مقصود ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف ہو۔

امام اجل قاضی عیاض شرح صحیح مسلم شریف پھر (۱) علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح پھر (۲) علامہ قاری مرقاۃ المفاتیح نیز (۳) علامہ محدث طاہر فتنی مجمع بحار الانوار نیز (۴) امام قاضی ناصر الدین بیضاوی پھر (۵) امام جلیل علامہ محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر (۶) امام احمد محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری نیز (۷) امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ شریف پھر (۸) شیخ محقق محدث دہلوی لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں"وھذا لفظ الاولین،من اتخذ مسجدا فی جوار صالح اوصلی فی مقبرہ وقصد الاستظھار بروحہ اووصول اثر من اٰثار عبادتہ الیہ، لاللتعظیم لہ والتوجہ نحوہ، فلاحرج علیہ الاتری ان مرقد اسمٰعیل علیہ الصلاة والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم، ثم ان ذلک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلاتہ" یعنی اولین کے الفاظ یہ ہیں: جس نے کسی نیک بندے کے قرب میں مسجد

بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کی روح سے استمد اد و استعانت کا قصد کیا یا یہ کہ اس کی عبادت کا کوئی اثر پہنچے، نہ اس لئے کہ نماز سے اس کی تعظیم کرے یا نماز میں اس کی طرف منہ ہونا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیا دیکھتے نہیں کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار شریف خاص مسجد الحرام میں حطیم کے پاس ہے پھر یہ مسجد سب سے افضل ہے جس کی طرف ہر کوئی کوشش کرتا ہے۔

اخیرین کے لفظ یہ ہیں "خرج بذلك اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح والصلوة عند قبره لالتعظيمه والتوجه نحوه بل لوصول مدد منه حتى تكمل عبادته ببركة مجاورته لتلك الروح الطاهرة فلاحرج فی ذلك لما ورد ان قبر اسمعيل عليه الصلوة والسلام فی الحجر تحت ميزاب وان فی الحطيم وبين الحجر الاسود وزمزم قبر سبعين نبيا ولم ينه احد عن الصلاة فيه "یعنی کسی نبی یا ولی کے قرب میں مسجد بنانا اور ان کی قبر کریم کے پاس نماز پڑھنا قبر کی تعظیم اور توجہ کے بغیر اس لئے پڑھنا کہ اُن کی مدد مجھے پہنچے اُن کے قرب کی برکت سے میری عبادت کامل ہو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ وارد ہوا ہے کہ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار پاک حطیم میں میزاب الرحمۃ کے نیچے ہے اور حطیم میں اور سنگِ اسود و زمزم کے درمیان ستّر پیغمبروں کی قبریں ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہ فرمایا۔

شیخ محقق فرماتے ہیں "كلام الشارحين متطابق فی ذلك"تمام اصحاب شرح اس بارے میں یک زبان ہیں۔

الحمدللہ ائمہ کرام کے اس اجماع واتفاق نے جان وہابیت پر کیسی قیامت توڑی کہ خاص نماز میں مزارات اولیائے کرام سے استمد اد و استعانت کی ٹھہرادی، اب تو عجب نہیں کہ حضرات وہابیہ تمام ائمہ دین کو گور پرست کا لقب بخشیں ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔ پھر روضہ مبارک کا دروازہ مبارک بند کرنے کی بھی ضرورت اس حالت میں ہے کہ قبر انور نمازی کے خاص سامنے ہو اور بیچ میں چھڑی وغیرہ کوئی سترہ نہ ہو اور قبر اتنی قریب ہو کہ جب یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے تو حالت قیام میں قبر پر نظر پڑے، اور اگر مزار مبارک ایک کنارے کو ہے یا بیچ میں کوئی سترہ ہے، اگرچہ آدھ گز اونچی کوئی لکڑی ہی کھڑی کر لی ہو یا مزار مطہر نماز کی جگہ سے اتنی دور ہے کہ نمازی نیچی نظر کئے اپنے سجدہ کی جگہ نظر جمائے تو مزار شریف تک نگاہ نہ پہنچے، تو ان صورتوں میں دروازہ بند کرنے کی بھی حاجت نہیں یونہی نماز بلا کراہت جائز ہے۔

تاتارخانیہ پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے "ان كان بينه وبين القبر مقدار ما لو كان فی الصلوة و يمرانسان لايكره فههنا ايضا لايكره" اگر نمازی اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ آدمی نماز میں ہو اور اس کے آگے سے کسی آدمی

کا گزرنا مکروہ نہ ہو تو یہاں بھی کراہت نہ ہوگی۔

جامع مضمرات شرح قدوری پھر جامع الرموز شرح نقایہ پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح وردالمحتار علامہ شامی میں ہے"لاتکرہ الصلوۃ الی جھة القبر الا اذا کان بین یدیه بحیث لو صلی صلاۃ الخاشعین وقع بصرہ علیه"قبر کی طرف نماز پڑھنا مکروہ نہیں مگر اس صورت میں جبکہ نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (جائے سجدہ پر نظر ہو) تو قبر پر نظر پڑے۔

یہ قلب وہابیت پر کیسا شاق ہوگا کہ مزار مبارک بلا حائل بے پردہ صرف چار پانچ گز کے فاصلے سے عین نماز میں نمازی کے سامنے ہے اور نماز بلا کراہت جائز، کیا یہ فقہائے کرام کو قبر پرست نہ کہیں گے، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ وہ بہ نیت فاسدہ نہ ہوں یعنی نماز سے تعظیم قبر کا ارادہ یا بجائے کعبہ نماز میں استقبال قبر کا قصد۔ ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذ اللہ نیت عبادت قبر ہو تو صریح شرک وکفر مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی ناخداترس کعبہ معظّمہ کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ وہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا نماز تعظیم کعبہ کے لئے پڑھتا ہے ایسی نماز بیشک حرام اور نیت عبادت کعبہ ہو تو سلب اسلام، مگر اس میں کعبہ معظّمہ کا کیا قصور ہے، یہ تو اس کی نیت کا فتور ہے، یونہی جو مزارات کے حضور ہے اور مزار کریم مستور ہے یا نظر خاشعین سے دور ہے تو فاسد نیت سے مازور ہے اور تبرک واستمداد کی نیت سے ماجور ہے کہ نماز و نیاز کا اجتماع نورٌ علی نور ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔" (فتاوی رضویہ، جلد7، صفحہ301--، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

قبر کا نمازی کے سامنے ہونا ایک الگ مسئلہ ہے

وہابی ان دلائل کو یکسر نظر انداز کر کے وہ جزئیات پیش کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں جس میں نمازی کے سامنے قبر ہونے کو مکروہ کہا گیا ہے۔ نمازی کے بالکل سامنے اگر کوئی قبر ہو تو اس قبر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ سترہ نہ ہو اور صحرا یا مسجد کبیر میں قبر موضع سجود میں ہو یعنی اتنے فاصلے پر جبکہ یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے اور اپنی نگاہِ خاص موضع سجود پر جمی رکھے تو اس پر نظر پڑے کہ نگاہ کا قاعدہ ہے جس محل خاص پر اُسے جمایا جائے اُس سے کچھ دُور آگے بڑھتی ہے مذہب اصح میں بحالت مذکورہ جہاں تک نگاہ پہنچے سب موضع سجود ہے۔ فتح اللہ المعین میں ہے"یکرہ ان یطائر القبر او یجلس او ینام علیه او یصلی علیه او الیه" ترجمہ: مکروہ ہے کہ قبر پر پاؤں رکھے یا بیٹھے یا سوئے یا اس پر نماز پڑھے یا اس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھے۔

(فتح المعین علیٰ شرح الکنز ،فصل فی الصلوٰۃ علی المیت ،جلد1،صفحہ362،ایچ ایم سعید کمپنی ،کراچی)

فتاوٰی ہندیہ میں ہے"إِنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقَبْرِ مِقْدَارَ مَا لَوْ كَانَ فِي الصَّلَاةِ وَيَمُرُّ إنْسَانٌ لَا يُكْرَهُ فَهَهُنَا أَيْضًا لَا يُكْرَهُ . كَذَا فِي التَّتَارْخَانِيَّة" **ترجمہ:اگراس کے درمیان اورقبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہوکہ اگر یہ شخص نماز پڑھ رہا ہوا وراس کے سامنے سے کوئی گزرے تواس کا گزرنا مکروہ نہ ہو،تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔اسی طرح تتارخانیہ میں ہے۔**

(فتاوٰی ہندیہ ،کتاب الصلوٰۃ،الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاۃ وما لا یکرہ،جلد1،صفحہ107،دارالفکر،بیروت)

اوراگرقبر دہنے بائیں یا پیچھے ہے تو اصلاً موجبِ کراہت نہیں۔جامع المضمر ات پھر جامع الرموز پھرطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح وردالمحتارعلی الدرالمختار میں ہے"لَا تُكْرَهُ الصَّلَاةُ فِي جِهَةِ قَبْرٍ إلَّا إذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ؛ بِحَيْثُ لَوْ صَلَّى صَلَاةَ الْخَاشِعِينَ وَقَعَ بَصَرُهُ عَلَيْهِ" **ترجمہ:قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے ہاں اگرقبر بالکل اس کے سامنے ہوکہ اگر وہ خاشعین والی نماز پڑھے تو قبر پراس کی نظر پڑے،اس صورت میں مکروہ ہے۔**

(ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ،مایفسدہ الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا،جلد1،صفحہ654،دارالفکر،بیروت)

ان دلائل سے بھی ثابت ہے کہ قبر کی طرف منہ کر کے اس وقت نماز مکروہ ہے جب نمازی اورقبر کے درمیان کوئی دیوار وغیرہ نہ ہوورنہ اگردرمیان میں دیوار ہو(جیسا کہ مسجد نبوی میں حضورعلیہ السلام کے روضہ مبارک کے اردگرد دیوار ہے اورنماز کے دوران وہابی بھی روضہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں)تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔اگر قبرنمازی کے دائیں یا بائیں ہو پھر تو اصلاً کوئی حرج نہیں اگر چہ سترہ بھی نہ ہو۔

دعا میں انبیاء علیہم السلام وصالحین کا وسیلہ دینا

وہابیوں کے نزدیک جو نیک ہستی دنیا سے پردہ کر گئی اگرچہ وہ ہستی نبی یا ہو صحابی یا کوئی ولی ہو اس کا دعا میں وسیلہ دینا ناجائز وشرک ہے۔اہل سنت کے نزدیک صالحین کا وسیلہ بالکل جائز اور احادیث و مستند دلائل سے ثابت ہے۔وسیلہ کے مسئلہ پر تفصیلی کلام پیش خدمت ہے:

وسیلہ کا مطلب

وسیلہ کا لغوی معنیٰ قرب حاصل کرنا ہے۔تاج العروس من جواہر القاموس میں ہے"الوَسِيلَةُ:مَا يُتَقَرَّبُ بِهِ إِلَى الغَيْرِ" یعنی جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وسیلہ ہے۔ (تاج العروس من جواہر القاموس،و س ل،جلد31،صفحہ75، دار الہدایۃ)

اللہ تعالیٰ کا تقرب اعمال صالحہ،صفات باری تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم السلام واولیائے کرام کو وسیلہ بنا کر حاصل کیا جاتا ہے جس میں شرعا کوئی حرج نہیں۔اللہ عزوجل نے مومنین کو توسل کا حکم دیا ہے۔اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ﴾ ترجمہ کنز الایمان:اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

(سورۃ المائدہ،سورۃ5،آیت35)

توسل کی صورتیں

توسل کی درج ذیل صورتیں ہیں:

توسل کی پہلی صورت:اللہ عزوجل کے اسماء وصفات کو وسیلہ بنانا: تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ اللہ عزوجل کی طرف اس کے ناموں اور صفات کا وسیلہ دینا مستحب ہے۔اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ ترجمہ کنز الایمان:اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اسے ان سے پکارو۔ (سورۃ الاعراف،سورۃ7،آیت180)

کئی احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کے اسماء اور صفات کو وسیلہ بنایا ہے جیسے آپ نے فرمایا "يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ" ترجمہ:اے زندہ اے ہمیشہ قائم رہنے والے رب!میں تجھ سے تیری رحمت کا طلبگار ہوں۔ (سنن الترمذی،ابواب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ،باب 92،جلد5،صفحہ425،حدیث3524، دار الغرب الإسلامی،بیروت)

ترغیب دی گئی ہے کہ جب اللہ عزوجل کے نام وصفات کا واسطہ دیا جائے تو کوئی بڑی چیز مانگی جائے جیسے مغفرت و جنت وغیرہ۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللَّهِ إِلَّا الْجَنَّةُ" ترجمہ:اللہ عزوجل کے نام سے صرف

جنت مانگو۔

(سنن ابی داود، کتاب الزکوٰۃ،باب کراہیۃ المسألۃ بوجہ اللہ تعالی،جلد2،صفحہ127،حدیث1671، المکتبۃ العصریۃ،بیروت)

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا"اللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُكَ أَنِّی أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِی لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَهُ كُفُوًا" تو آپ نے فرمایا تو نے اللہ کو ایک ایسے نام سے پکارا ہے کہ جب کوئی اس نام سے اس سے مانگتا ہے تو وہ دیتا ہے اور جب اس کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو قبول کی جاتی ہے۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوٰۃ،باب الدعاء،جلد2،صفحہ79،حدیث1493، المکتبۃ العصریۃ،بیروت)

توسل کی دوسری صورت: اعمال صالحہ کو وسیلہ بنانا۔ تمام فقہائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ اعمال صالحہ کو اللہ عزوجل کے حضور وسیلہ بنایا جاسکتا ہے جیسے بخاری شریف میں حدیث غار میں لوگوں نے اپنے اعمال کو وسیلہ بنایا اور غار پر سے پتھر پیچھے ہٹ گیا۔

توسل کی تیسری صورت: انبیاء علیہم السلام وصالحین کو وسیلہ بنانا۔ حضور علیہ السلام وصالحین کو وسیلہ بنانے کی درج ذیل صورتیں ہیں:

(ا) دنیا وآخرت کے لئے زندہ ہستی کو وسیلہ بنانا: حضور علیہ السلام اور صالحین کو ان کی حیات ظاہری میں یوں وسیلہ بنانا کہ وہ ہمارے لیے دنیا اور آخرت کے لئے دعا کریں۔ وسیلہ کی اس صورت میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اس صورت پر کثیر احادیث موجود ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ السلام سے اپنی دنیا اور آخرت کے لئے دعائے کرواتے تھے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿**وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا**﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (سورۃ النساء،سورۃ4،آیت64)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بناتے ہوئے ان سے بارش کی دعا کروائی۔

(۲) قیامت والے دن مخلوق کا حضور علیہ السلام کو وسیلہ بنانا: حضور علیہ السلام سے توسل کی دوسری صورت کے متعلق

علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ قیامت والے دن مخلوق حضور علیہ السلام سے شفاعت کا سوال کریں گے۔

(۳) حضور علیہ السلام پر ایمان اور ان سے محبت کو وسیلہ بنانا: یعنی رب تعالیٰ کے حضور یوں کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، اس پر لائے ہوئے ایمان کو وسیلہ بناتا ہوں۔ وسیلہ کی اس صورت کے متعلق کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۴) کسی نیک ہستی کو وسیلہ بنانا جو ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائی: جیسے حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے ان کو وسیلہ بنایا جاتا رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے قبول ہوئی تھی۔ اس پر کئی احادیث ہیں چنانچہ حاکم، بیہقی، طبرانی، آجری، ابونعیم، ابن عساکر یوں روایت کرتے ہیں "حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَنْصُورٍ الْعَدْلُ، ثنا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، ثنا أَبُو الْحَارِثِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمٍ الْفِهْرِيُّ، ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْلَمَةَ، أَنْبَأَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ قَالَ:يَا رَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَا غَفَرْتَ لِي، فَقَالَ اللَّهُ:يَا آدَمُ، وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أَخْلُقْهُ؟ قَالَ:يَا رَبِّ، لِأَنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ، فَقَالَ اللَّهُ: صَدَقْتَ يَا آدَمُ، إِنَّهُ لَأُحِبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ ادْعُنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ" ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطا ہوئی تو انہوں نے اپنے رب سے عرض کی، اے میرے رب! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میری مغفرت فرما۔ رب العلمین نے فرمایا: تو نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو کیونکر پہچانا؟ عرض کی: جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں روح ڈالی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا پایا، میں نے جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا بے شک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے۔ اس کے حق کے وسیلہ سے مجھ سے دعا کرو، پس تحقیق میں نے تیری مغفرت کردی۔ اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ہے۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين، جلد2، صفحه672، دار الكتب العلمية، بيروت)

حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابن عباس سے بھی وسیلہ کے سبب توبہ قبول ہونے کی روایات مروی ہیں۔

یہودی حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے ان کے توسل سے دعائیں مانگتے تھے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ درمنثور میں لکھتے ہیں "وَأخرج أَبُو نعيم فِي الدَّلَائِل من طَرِيق عَطاء وَالضَّحَّاك عَن ابْن عَبَّاس قَالَ: كَانَت يهود بني قُرَيْظَة وَالنضير من قبل أَن يبْعَث مُحَمَّد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يستفتحون الله يدعونَ على الَّذين كفرُوا وَيَقُولُونَ:اللَّهُمَّ إِنَّا نستنصرك بِحَق النَّبِي الْأُمِّي إِلَّا نصرتناعَلَيْهِم فينصرون" ترجمہ: علامہ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل میں حضرت عطاوضحاک رحمہما اللہ کے طریق سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، بنی قریظہ ونضیر کے یہودی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل ان کے توسل سے کافروں پر فتح مانگتے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کرتے تھے۔ کہتے اے ہمارے رب عزوجل! ہم تجھ سے نبی امی کے توسل سے مدد مانگتے ہیں ہماری مدد فرما۔ تو ان کی مدد کی جاتی۔ (الدرالمنثور،فی التفسیر،سورۃ البقرۃ،سورت2،آیت89،جلد1،صفحہ216،دار الفکر ،بیروت)

وسیلے کی اس صورت کے متعلق وہابیوں کا نظریہ کیا ہے وہ نظر سے نہیں گزرا، لیکن یہ ثابت ہے کہ جب ان سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور علیہ السلام کے توسل سے قبول ہونے کا کہا جائے تو فوراً اس کا انکار دیتے ہیں۔

(۵) دعا کے علاوہ بات چیت میں حضور علیہ السلام کا وسیلہ دینا: یعنی یوں کہنا تجھے نبی کا واسطہ، فلاں بزرگ کا واسطہ، یہ شرعاً جائز ہے۔ حضور علیہ السلام کے وصال ظاہری کے بعد ایک مرتبہ حضرت مسروق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خارجیوں کے متعلق بات کررہے تھے تو ان خارجیوں کے متعلق معلومات چاہتے وقت حضرت مسروق نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور علیہ السلام کا واسطہ دیا چنانچہ مناقب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں علی بن محمد بن محمد بن الطیب ابن المغازلی (المتوفی 483ھ) روایت کرتے ہیں حضرت مسروق نے عرض کیا "یا أمه!أسألك بالله وبحق رسول الله صلى الله عليه وسلم وبحقي فإني من ولدك أي شيء سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فيه؟ قالت:سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:هم شر الخلق والخليقة، يقتلهم خير الخلق والخليقة، وأقربهم عند الله وسيلة" ترجمہ: اے ماں! میں آپ کو اللہ عزوجل کا واسطہ دیکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے حق کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں، بے شک میں آپ کے بیٹے کی طرح ہوں۔ آپ نے ان خارجیوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: خوارج تمام مخلوقات میں بدترین ہیں اور جو خلقِ خدا میں اِن (خوارج) کو قتل کریں گے، وہ تمام مخلوقات میں بہترین ہوں گے اور ان خارجیوں کے قتل سے رب کا قرب پائیں گے۔

(مناقب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی الله عنه،ما روی فی امر الخوارج من قول النبی ﷺ---،صفحه104،حدیث 79، دار الآثار ،صنعاء)

وسیلے کی اس صورت میں بھی وہابیوں کا کوئی مؤقف نظر سے نہیں گزرا۔

(٦) حضور علیہ السلام اور صالحین کو ان کے وصال کے بعد وسیلہ بنانا: جیسے یوں کہنا "اللّٰھُمَّ إِنِّی أَسأَلُك بِنَبِیِّك أَوْ بِجَاهِ نَبِیِّك أَوْ بِحَقِّ نَبِیِّك او بحق فاطمة" اس قسم کے وسیلہ میں اہل سنت اور وہابیوں کا اختلاف ہے اور یہی مسئلہ زیرِ بحث ہے۔ وہابیوں کے نزدیک یہ ناجائز ہے اور بعض وہابیوں کے نزدیک یہ شرک ہے۔ چاروں مسالک کا اتفاق ہے کہ یہ جائز ہے۔ الموسوعة الفقہیہ میں ہے "ذَھَبَ جُمْهُورُ الْفُقَهَاءِ (الْمَالِكِیَّةُ وَالشَّافِعِیَّةُ وَمُتَأَخِّرُو الْحَنَفِیَّةِ وَهُوَ الْمَذْهَبُ عِنْدَ الْحَنَابِلَةِ) إِلَى جَوَازِ هَذَا النَّوْعِ مِنَ التَّوَسُّلِ سَوَاءٌ فِی حَیَاةِ النَّبِیِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَوْ بَعْدَ وَفَاتِهِ" ترجمہ: جمہور فقہاء (مالکیہ، شافعیہ، متاخرین حنفیہ، حنابلہ) اس طرف گئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے دعا کرنا ان کی حیات اور بعد از وصال دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ (الموسوعة الفقهیة الكویتیة،جلد14،صفحه156،دارالسلاسل ،الكویت)

بعد از وصال حضور علیہ السلام اور صالحین کے وسیلہ کو ناجائز کہنے والا (ایک قول کے مطابق) پہلا شخص ابن تیمیہ تھا اور اسی کی تقلید میں موجودہ وہابی وسیلہ کی اس قسم کو ناجائز وبدعت بلکہ بعض تو شرک تک کہتے ہیں۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "وَقَالَ السُّبْكِیُّ: یَحْسُنُ التَّوَسُّلُ بِالنَّبِیِّ إلَى رَبِّهِ وَلَمْ یُنْكِرْهُ أَحَدٌ مِنْ السَّلَفِ وَلَا الْخَلَفِ إلَّا ابْنَ تَیْمِیَّةَ فَابْتَدَعَ مَا لَمْ یَقُلْهُ عَالِمٌ قَبْلَهُ اھ" ترجمہ: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنا اچھا ہے اور اس کا سلف وخلف میں سے سوائے ابن تیمیہ کے کسی نے انکار نہیں کیا۔ ابن تیمیہ نے سب سے پہلے اس وسیلہ کو ناجائز کہا، اس سے پہلے کسی عالم نے اس وسیلہ کو ناجائز نہ کہا۔

(ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحت،فصل فی البیع ،جلد6،صفحه397،دارالفكر،بیروت)

الموسوعة الفقہیة الکویتیة میں ہے "ذَهَبَ تَقِیُّ الدِّینِ بْنُ تَیْمِیَّةَ وَبَعْضُ الْحَنَابِلَةِ مِنَ الْمُتَأَخِّرِینَ إِلَى أَنَّ التَّوَسُّل بِذَاتِ النَّبِیِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لاَ یَجُوزُ" ترجمہ: ابن تیمیہ اور بعض متاخرین حنابلہ اس طرف گئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کو وسیلہ بنانا جائز نہیں ہے۔ (الموسوعة الفقهیة الكویتیة،جلد14،صفحه160، دارالسلاسل ،الكویت)

صالحین کے وسیلہ سے دعا مانگنے کو وہابیوں کا بغیر دلیل کے ناجائز کہنا

وہابیوں کے پاس وسیلہ کی اس قسم کو ناجائز وشرک کہنے پر کوئی دلیل نہیں ہے سوائے حیلے بہانوں اور ہٹ دھرمی کے۔ کبھی کہتے ہیں کہ اس قسم کے وسیلے پر موجود تمام روایات جھوٹی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے آگے اس پر مستند دلائل پیش کئے جائیں گے۔کبھی وہابی اپنے نظریہ پر بخاری شریف کی وہ حدیث پاک پیش کرتے ہیں کہ جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنایا تھا۔وہابی کہتے ہیں کہ اگر وصال کے بعد بھی حضور علیہ السلام کو وسیلہ بنانا جائز ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ نہ بناتے۔وہابیوں کی یہ دلیل عجیب وغریب ہے۔حضرت عمر فاروق کا حضرت عباس کو وسیلہ بنانا اس بات کا ثبوت نہیں کہ حضور علیہ السلام کو وسیلہ بنانا ناجائز ہے بلکہ یہ وسیلہ کی ایک قسم ہے جس کا اوپر بیان ہوا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہی دور مبارک میں ایک شخص نے حضور علیہ السلام کو وسیلہ بنایا تھا اور حضرت عمر فاروق نے اس کا انکار نہ کیا جیسا کہ آگے روایت آئے گی۔

وہابیوں کا امام ابوحنیفہ کے قول کو وسیلہ کے ناجائز ہونے پر پیش کرنا

کبھی یہ اپنے موقف کے ثبوت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو لائیں گے کہ انہوں نے بحق نبی کہنے کو مکروہ فرمایا ہے۔جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وصال شدہ ہستیوں کو وسیلہ بنانا ناجائز ہے بلکہ آپ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ معتزلہ وغیرہ اللہ عزوجل پر وجوب کے قائل ہیں جبکہ اہلسنت کے نزدیک اللہ عزوجل پر کوئی چیز واجب نہیں۔اگر کوئی بحق فلاں سے اللہ عزوجل پر وجوب ثابت کرے تو یہ ناجائز ہے۔اگر وسیلہ سے رب تعالیٰ کا فضل مانگا جائے وجوب کا نظریہ نہ ہو تو توسل سے دعا مانگنا بالکل جائز ہے۔علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار میں اسی قول پر کلام کرتے ہوئے فرمایا"(قَوْلُهُ لِأَنَّهُ لَا حَقَّ لِلْخَلْقِ عَلَى الْخَالِقِ) قَدْ يُقَالُ إنَّهُ لَا حَقَّ لَهُمْ وُجُوبًا عَلَى اللَّهِ تَعَالَى، لَكِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى جَعَلَ لَهُمْ حَقًّا مِنْ فَضْلِهِ أَوْ يُرَادُ بِالْحَقِّ الْحُرْمَةُ وَالْعَظَمَةُ، فَيَكُونُ مِنْ بَابِ الْوَسِيلَةِ وَقَدْ قَالَ تَعَالَى ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ وَقَدْ عَدَّ مِنْ آدَابِ الدُّعَاءِ التَّوَسُّلَ عَلَى مَا فِي الْحِصْنِ، وَجَاءَ فِي رِوَايَةٍ :اللَّهُمَّ إنِّي أَسْأَلُك بِحَقِّ السَّائِلِينَ عَلَيْك، وَبِحَقِّ مَمْشَايَ إلَيْك" ترجمہ:ان کا قول کہ خلق کا خالق پر کوئی حق نہیں۔کہا جاتا ہے کہ مخلوق کا وجوباً اللہ عزوجل پر کوئی حق نہیں ہے۔لیکن اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے مخلوق کے لئے حق رکھا ہے یا حق سے حرمت وعظمت کا ارادہ کیا جائے تو یہ وسیلہ کے باب میں سے ہوجائے گا۔اور تحقیق اللہ عزوجل نے فرمایا:اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔وسیلہ کو

آدابِ دعا میں شمار کیا اس کے مطابق جو حصن میں ہے۔اور ایک روایت میں آیا ہے: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ پر سوال کرنے والوں کے وسیلے سے اور تیری طرف اپنے چلنے کے وسیلے سے۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحت،فصل فی البیع ،جلد6،صفحہ397،دارالفکر،بیروت)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے وصال پر حضور کا وسیلہ پیش کرنا

وصال شدہ ہستیوں کے وسیلہ پر جواز کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کے وصال پر انبیاء کے وسیلے سے مغفرت کا سوال کیا تھا چنانچہ المعجم الکبیر میں سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی ابوالقاسم الطبرانی (المتوفی 360ھ) رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بن اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوت ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ غسل میں ان پر تین مرتبہ پانی بہایا جائے، جب آخر میں کافور ملا پانی ڈال دیا۔تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک اتار کر انہیں عطا فرمائی اور اس پر کفن پہنانے کا کہا۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید، ابوایوب انصاری، عمر بن خطاب اور اسود غلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا۔ان کے لئے قبر کھودی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے انہیں قبر میں اتارا، پھر ان پر اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالی۔پھر جب دفنانے سے فارغ ہوئے تو یوں دعا کی"اَللّٰہُ الَّذِی یُحْیِی وَیُمِیتُ وَهُوَ حَیٌّ لَا یَمُوتُ، اغْفِرْ لِأُمِّی فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ، ولَقِّنْهَا حُجَّتَهَا، وَوَسِّعْ عَلَیْهَا مُدْخَلَهَا، بِحَقِّ نَبِیِّكَ وَالْأَنْبِیَاءِ الَّذِینَ مِنْ قَبْلِی فَإِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِینَ" ترجمہ: اللہ عزوجل جو زندگی اور موت دیتا ہے، وہ زندہ ہے اسے موت نہیں، اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، اسکی حجت اسے سکھا دے، اس کی قبر وسیع فرما اپنے نبی کے توسل سے اور مجھ سے پہلے جو انبیاء علیہم السلام آئے ہیں انکے توسل سے۔بے شک تو ارحم الراحمین ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، جلد24، صفحہ351، مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل)

حصولِ علم کے لیے پچھلے انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ سے دعا

ایک دوسری حدیث صحیح سند کے ساتھ مروی ہے جس میں پچھلے انبیاء علیہم السلام کو وسیلہ بنانا ثابت ہے چنانچہ الدعاء للطبرانی میں سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی ابوالقاسم الطبرانی (المتوفی 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں"حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ أَیُّوبَ الْعَلَّافُ الْمِصْرِیُّ، ثنا أَبُو طَاهِرِ بْنُ السَّرْحِ، ثنا أَبُو مُحَمَّدٍ مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الصَّنْعَانِیُّ

الْمُفَسِّرُ، حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ح وَحَدَّثَنَا مُقَاتِلُ بْنُ حَيَّانَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُوعِيَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حِفْظَ الْقُرْآنِ وَحِفْظَ أَصْنَافِ الْعِلْمِ فَلْيَكْتُبْ هَذَا الدُّعَاءَ فِي إِنَاءٍ نَظِيفٍ أَوْ فِي صَحْفَةِ قَوَارِيرَ بِعَسَلٍ وَزَعْفَرَانٍ وَمَاءِ مَطَرٍ وَيَشْرَبُهُ عَلَى الرِّيقِ وَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَلْيَكُنْ إِفْطَارُهُ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يَحْفَظُهَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيَدْعُو بِهِ فِي أَدْبَارِ صَلَوَاتِهِ الْمَكْتُوبَةِ: **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ مَسْئُولٌ لَمْ يُسْأَلْ مِثْلُكَ وَلَا يُسْأَلُ، أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ رَسُولِكَ وَنَبِيِّكَ، وَإِبْرَاهِيمَ خَلِيلِكَ وَصَفِيِّكَ، وَمُوسَى كَلِيمِكَ وَنَجِيِّكَ، وَعِيسَى كَلِمَتِكَ وَرُوحِكَ، وَأَسْأَلُكَ بِصُحُفِ إِبْرَاهِيمَ، وَتَوْرَاةِ مُوسَى، وَزَبُورِ دَاوُدَ، وَإِنْجِيلِ عِيسَى، وَفُرْقَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَسْأَلُكَ بِكُلِّ وَحْيٍ أَوْحَيْتَهُ، وَبِكُلِّ حَقٍّ قَضَيْتَهُ، وَبِكُلِّ سَائِلٍ أَعْطَيْتَهُ، وَأَسْأَلُكَ بِأَسْمَائِكَ الَّتِي دَعَاكَ بِهَا أَنْبِيَاؤُكَ فَاسْتَجَبْتَ لَهُمْ، وَأَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الْمَخْزُونِ الْمَكْنُونِ الطُّهْرِ الطَّاهِرِ الْمُطَهَّرِ الْمُبَارَكِ الْمَقْدِسِ الْحَيِّ الْقَيُّومِ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، وَأَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الْوَاحِدِ الْأَحَدِ الصَّمَدِ الْفَرْدِ الْوِتْرِ الَّذِي مَلَأَ الْأَرْكَانَ كُلَّهَا وَالَّذِي مِنْ أَرْكَانِكَ كُلِّهَا، وَأَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِي وَضَعْتَهُ عَلَى السَّمَوَاتِ فَقَامَتْ، وَأَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِي وَضَعْتَهُ عَلَى الْأَرَضِينَ فَاسْتَقَرَّتْ وَأَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِي وَضَعْتَهُ عَلَى الْجِبَالِ فَرَسَتْ وَأَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِي وَضَعْتَهُ عَلَى اللَّيْلِ فَأَظْلَمَ، وَأَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِي وَضَعْتَهُ عَلَى النَّهَارِ فَاسْتَنَارَ، وَأَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِي يُحْيِي بِهِ الْعِظَامُ وَهِيَ رَمِيمٌ، وَأَسْأَلُكَ بِكِتَابِكَ الْمُنَزَّلِ بِالْحَقِّ، وَنُورِكَ التَّامِّ أَنْ تَرْزُقَنِي حِفْظَ الْقُرْآنِ، وَحِفْظَ أَصْنَافِ الْعِلْمِ، وَتُثَبِّتَهَا فِي قَلْبِي، وَأَنْ تَسْتَعْمِلَ بِهَا بَدَنِي فِي لَيْلِي وَنَهَارِي أَبَدًا مَا أَبْقَيْتَنِي يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ**"ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جو یہ خوشی چاہتا ہے کہ رب تعالیٰ اسے قرآن اور دیگر علم یاد کروادے تو وہ اس دعا کو (جو اوپر بولڈ الفاظ میں لکھی ہوئی ہے **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ مَسْئُول...**)صاف ستھرے برتن میں لکھے یا شیشے پر شہد اور زعفران اور بارش کے پانی سے لکھے اور خالی پیٹ اسے پیئے اور تین دن روزہ رکھے اور افطاری اسے سے کرے تو ان شاء اللہ عزوجل اسے یاد ہو جائے گا اور ہر فرض نماز کے بعد اس دعا کو پڑھے (دعا کا ترجمہ یہ ہے) اے میرے رب میں تم سے سوال کرتا ہوں اسلئے کہ تجھ سے سوال کیا جاتا

ہے، تیری مثل کسی سے نہ سوال کیا گیا اور نہ کیا جائے گا۔ میں تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ دے کر سوال کرتا ہوں جو تیرے نبی و رسول ہیں، ابراہیم جو تیرے خلیل وصفی ہیں اس کا وسیلہ دیتا ہوں، موسیٰ جو تیرے کلیم ونجی ہیں، عیسیٰ جو تیری روح وکلمہ ہیں ان کا وسیلہ دیتا ہوں۔ اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفہ کے واسطے سے، حضرت موسیٰ کی توریت، حضرت داؤد کی زبور اور حضرت عیسیٰ کی انجیل اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرآن کے واسطے سے۔ تجھ سے ہر اس وحی کے وسیلہ سے مانگتا ہوں جو تو نے کی ہے اور ہر اس حق سے جو تو نے ادا کیا ہے، ہر اس سائل کے وسیلہ سے جسے تو نے عطا کیا ہے۔ میں تجھ سے تیرے ناموں کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جن کے وسیلہ سے تیرے نبیوں نے دعا کی ہے اور تو نے قبول کیا ہے۔ میں تجھے سے سوال کرتا ہوں تیرے نام مخزون، مکنون، طہر، طاہر، مطہر، مبارک، مقدس، حی، قیوم، ذوالجلال والاکرام کے وسیلہ سے۔ تجھ سے سوال کرتا ہے تیرے نام واحد، احد، صمد، فرد، وتر کے وسیلہ سے جنہوں نے تمام ارکان کو بھر دیا اور وہ جو تیرے تمام ارکان سے تھے۔ تیرے اس نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جسے تو نے رات میں رکھا تو وہ کالی ہوگئی، تیرے اس نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جسے تم نے دن میں رکھا تو وہ روشن ہوگیا، تیرے اس نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس سے تو گلی سڑی ہڈیوں کو زندہ کرے گا، تیری ہر اس حق کتاب کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو تو نے نازل کی۔ تیرے نورِ تام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے قرآن حفظ کروادے اور دیگر علم حفظ کروادے اور انہیں میرے دل میں ثابت کردے اور ان علوم کو صبح وشام ہمیشہ جب تک میں زندہ رہوں مجھ سے استعمال کروا۔ اے ارحم الرحمین۔ (الدعاء للطبرانی، صفحہ397، دار الکتب العلمیة، بیروت)

اس حدیث پاک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھلے انبیاء علیہم السلام کے توسل سے امت کو دعا سیکھائی۔ اس کے باوجود وہابیوں کا وصال شدہ کا وسیلہ پیش کرنے کو ناجائز و شرک کہنا صریح بے دینی ہے۔

جہاں تک اس حدیث کی صحت کا تعلق ہے تو یہ بسند صحیح حدیث پاک ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس حدیث کی سند پر تفصیلی کلام فقیر نے اپنی کتاب ''دلائلِ احناف'' میں کیا ہے۔ الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع میں ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (المتوفی 463ھ) نے اسی متن کی حدیث دوسری سند سے روایت کی ہے۔

صحابہ کرام کا قحط کے دور میں روضہ رسول کو وسیلہ بنانا

سنن الدارمی میں ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل السمرقندی (المتوفی 255ھ) روایت کرتے ہیں ''عن ابی الْجَوْزَاءِ أَوْسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ:قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطًا شَدِيدًا، فَشَكَوْا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ:انْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوا مِنْهُ كِوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ.قَالَ:فَفَعَلُوا، فَمُطِرْنَا مَطَرًا حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ، وَسَمِنَتِ الْإِبِلُ حَتَّى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ، فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ" **ترجمہ:** حضرت ابوالجوزا اوس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی االلہ تعالی علیہ والہ وسلم کی قبر کی طرف توجہ کرو، اس سے ایک طاق آسمان کی طرف بنادو حتی کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ تو لوگوں نے ایسا کیا تو خوب برسائے گئے حتی کہ چارہ اگ گیا اور اونٹ موٹے ہو گئے حتی کہ چربی سے گویا کہ پھٹ پڑے، تو اس سال کا نام پھٹن کا سال رکھا گیا۔

(سنن الدارمی، باب ما أكرم الله تعالى نبيه صلى الله عليه وسلم بعد موته، جلد1، صفحه227، حديث93، دار المغنى، السعودية)

اس حدیث پاک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قبر انور کو وسیلہ بنانے کا ارشاد فرمایا چنانچہ اس حدیث شریف کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ مرأۃ المناجیح میں تحریر فرماتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ آسمانی آفات کی شکایت اللہ کے مقبول بندوں سے کر سکتے ہیں یعنی میرے حجرے کی چھت پھاڑ دو تا کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی آڑ نہ رہے۔ یہ طریقہ تھا قبر انور کے وسیلہ سے بارش مانگنے کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اجتہاد سے کیا اختیار فرمایا۔ مرقات شریف اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حضور انور کی حیات شریف میں توسل سے دعائیں مانگتے تھے بعد وفات جناب عائشہ صدیقہ نے حضور کی قبر بلکہ اس کی خاک کی برکت سے دعا کرائی یہ بھی درحقیقت حضور ہی کے وسیلہ سے دعائیں کرنا جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ انکے تبرکات کے وسیلہ سے دعائیں کرنا جائز بلکہ سنت صحابہ ہے۔ تیسرے یہ کہ بزرگوں کی قبریں باذن الٰہی دافع البلاء اور مشکل کشا ہیں (قرآن مجید میں ہے) یوسف علیہ السلام کی قمیص دافع البلاء تھی کہ اس کی برکت سے یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔'' (مراۃ المناجیح، جلد8، صفحہ276، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

حضور علیہ السلام کا ایک نابینا کو وسیلہ کی دعا سکھانا

ایک اور صحیح حدیث پاک جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، السنن الکبریٰ للنسائی، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی، ابن خزیمہ، طبرانی وحاکم وبیہقی نے سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور حاکم نے برشرط بخاری ومسلم صحیح کہا اور امام حافظ الحدیث زکی الدین عبدالعظیم منذری وغیرہ نے روایت کیا جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز رب تعالیٰ کے حضور وسیلہ بنائے۔ پوری حدیث پاک

یوں ہے"حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورِ بْنِ سَيَّارٍ قَالَ:حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ:حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدَنِيِّ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ، أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:ادْعُ اللَّهَ لِي أَنْ يُعَافِيَنِي فَقَالَ:إِنْ شِئْتَ أَخَّرْتُ لَكَ وَهُوَ خَيْرٌ، وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ فَقَالَ:ادْعُهُ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوءَهُ، وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، وَيَدْعُوَ بِهَذَا الدُّعَاءِ: **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ، وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى، اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ**.قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ:هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ(حکم الألبانی)صحیح" ترجمہ:حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک نابینا شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی:اللہ عزوجل سے دعا کریں کہ وہ مجھے عافیت دے(یعنی آنکھیں دیدے)نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے یہ موخر کردوں(یعنی آخرت میں تجھے اس کا صلہ ملے)اور یہ تیرے لئے بہتر ہے۔اور اگر تو چاہے تو ابھی دعا کروں۔اس نے عرض کی:دعا کردیں۔آپ نے فرمایا کہ جاؤ اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعت پڑھو پھر یہ دعا پڑھو:الٰہی!میں تجھ سے مدد مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو رحمت کے نبی ہیں،یارسول اللہ!میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روائی ہو،الٰہی!انہیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ابو اسحاق نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔البانی نے بھی اسے صحیح کہا۔

(سنن ابن ماجه،کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها،باب ما جاء فی صلاة الحاجة،جلد 1،صفحه441،حدیث1385، دار احیاء الکتب العربیة، الحلبی)

امام بیہقی،امام ابن السنی اور امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں"قَالَ عُثْمَانُ: فَوَاللَّهِ مَا تَفَرَّقْنَا، وَلَا طَالَ بِنَا الْحَدِيثُ حَتَّى دَخَلَ الرَّجُلُ وَكَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ ضُرٌّ قَطُّ" ترجمہ:حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ ابھی ہم اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہ تھے اور نہ ہی میری گفتگو طویل ہوئی تھی کہ وہ نابینا ہمارے پاس آیا اور اس کی حالت یہ تھی کہ گویا اس کی آنکھوں میں کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

(المستدرک علی الصحیحین،کتاب الدعاء،والتکبیر والتهلیل والتسبیح والذکر،جلد1،صفحه707،حدیث1930،دار الکتب العلمیة،بیروت)

یہ دعا فقط آپ علیہ السلام کی حیات کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ آپ علیہ السلام کے ظاہری وصال کے بعد بھی اس دعا کا پڑھنا ثابت ہے چنانچہ عمل الیوم واللیلۃ میں احمد بن محمد الدِّینَوری المعروف ابن السُّنّی نے باب باندھا"بَابُ مَا يَقُولُ لِمَنْ

ذَهَبَ بَصَرُهُ"، یعنی جس کی نظر ختم ہوگئی ہو اس کے لئے پڑھنے والی دعا۔ گویا نابینے شخص کے لئے آج بھی یہ دعا پڑھنا مفید ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی دعا ایک صاحب حاجتمند کو تعلیم فرمائی چنانچہ الدعاء للطبرانی میں سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی الطبرانی (المتوفی 360ھ) نے باب باندھا "بَابُ الْقَوْلِ عِنْدَ الدُّخُولِ عَلَى السُّلْطَانِ" سلطان کے پاس داخل ہونے کی دعا۔ اس میں یہ روایت نقل کی "حَدَّثَنَا طَاهِرُ بْنُ عِيسَى الْمُقْرِءُ الْمِصْرِيُّ، ثنا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، ثنا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْخَطْمِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ عَمِّهِ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَخْتَلِفُ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَاجَتِهِ وَكَانَ عُثْمَانُ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ وَلَا يَنْظُرُ فِي حَاجَتِهِ، فَلَقِيَ ابْنَ حُنَيْفٍ فَشَكَا ذَلِكَ إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ:اِئْتِ الْمِيضَأَةَ فَتَوَضَّأْ، ثُمَّ ائْتِ الْمَسْجِدَ، فَصَلِّ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ وَقُلِ: **اَللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا نَبِيِّ الرَّحْمَةِ :يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَيَقْضِي لِي حَاجَتِي** ،وَتَذْكُرُ حَاجَتَكَ .حَتَّى أَرُوحَ مَعَكَ، فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ فَصَنَعَ مَا قَالَ لَهُ، ثُمَّ أَتَى بَابَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَجَاءَهُ الْبَوَّابُ حَتَّى أَخَذَ بِيَدِهِ فَأَدْخَلَهُ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَأَجْلَسَهُ مَعَهُ عَلَى الطِّنْفِسَةِ فَقَالَ:حَاجَتُكَ؟ فَذَكَرَ حَاجَتَهُ وَقَضَاهَا لَهُ، وَقَالَ لَهُ: مَا فَهِمْتَ حَاجَتَكَ حَتَّى كَانَ السَّاعَةُ، وَقَالَ لَهُ:مَا كَانَ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ فَسَلْ، ثُمَّ إِنَّ الرَّجُلَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ عُثْمَانَ فَلَقِيَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَيْفٍ فَقَالَ لَهُ جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا مَا كَانَ يَنْظُرُ إِلَيَّ فِي حَاجَتِي وَلَا يَلْتَفِتُ إِلَيَّ حَتَّى كَلَّمْتُهُ فِي، فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ:مَا كَلِمْتُهُ فِيكَ، وَلَكِنِّي شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ ضَرِيرٌ فَشَكَا إِلَيْهِ ذَهَابَ بَصَرِهِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أَوَتَصْبِرُ؟ فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ وَقَدْ شَقَّ عَلَيَّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ:اِئْتِ الْمِيضَأَةَ فَتَوَضَّأْ، ثُمَّ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ ادْعُ بِهَذِهِ الدَّعَوَاتِ قَالَ ابْنُ حُنَيْفٍ:وَاللَّهِ مَا تَفَرَّقْنَا حَتَّى دَخَلَ عَلَيْنَا الرَّجُلُ كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ ضَرَرٌ قَطُّ" ترجمہ: ایک حاجتمند اپنی حاجت کے لیے امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا، امیر المومنین نہ اس کی طرف التفات فرماتے نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی، انہوں نے فرمایا وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر دعا مانگ "الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں، یارسول اللہ! میں حضور کے توسل

سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے۔''اور اپنی حاجت ذکر کر، پھر شام کو میرے پاس آ نا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں۔حاجتمند نے (کہ وہ بھی صحابی یا لااقل کبار تابعین میں سے تھے۔) یوں ہی کیا، پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوئے، دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا، امیر المومنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھالیا، مطلب پوچھا، عرض کیا، فوراً روا فرمایا پھر ارشاد کیا: اتنے دنوں میں تم نے اس وقت اپنی حاجت کہی۔پھر فرمایا: جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔یہ صاحب وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف سے ملے اور کہا اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے امیر المومنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے تو تمہارے معاملے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یونہی اس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے پھر یہ دعا کرے۔خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی وہ اندھا نہ تھا۔

(الدعاء للطبرانی،باب القول عند الدخول علی السلطان،صفحہ320، دار الکتب العلمیۃ،بیروت)

امام طبرانی پھر امام منذری فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

وصال شدہ انبیاء وصالحین کو وسیلہ بنانے پر علمائے اسلاف کے اقوال

ائمہ دین اور مستند علمائے کرام سے ثابت ہے کہ وصال شدہ ہستیوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں:

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ ''رُوِیَ أَنَّ مَالِکًا لَمَّا سَأَلَهُ أَبُو جَعْفَرٍ الْمَنْصُورُ الْعَبَّاسِیُّ ثَانِی خُلَفَاءِ بَنِی الْعَبَّاسِ یَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَأَسْتَقْبِل رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَأَدْعُو أَمْ أَسْتَقْبِل الْقِبْلَةَ وَأَدْعُو ؟فَقَال لَهُ مَالِكٌ :وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْهَك عَنْهُ وَهُوَ وَسِیلَتُك وَوَسِیلَةُ أَبِیك آدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَل یَوْمَ الْقِیَامَةِ ؟ بَل اسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهِ فَیُشَفِّعُهُ اللَّهُ .وَقَدْ رَوَى هَذِهِ الْقِصَّةَ أَبُو الْحَسَنِ عَلِیُّ بْنُ فِهْرٍ فِی کِتَابِهِ ''فَضَائِل مَالِكٍ''بِإِسْنَادٍ لَا بَأْسَ بِهِ وَأَخْرَجَهَا الْقَاضِی عِیَاضٌ فِی الشِّفَاءِ مِنْ طَرِیقِهِ عَنْ شُیُوخٍ عِدَّةٍ مِنْ ثِقَاتِ مَشَایِخِهِ'' ترجمہ: جب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو جعفر منصور عباسی جو ثانی خلیفہ بنو عباس کے تھے انہوں نے

سوال کیا کہ اے عبداللہ! میں روضہ مبارک کی طرف منہ کر کے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے دعا کروں یا قبلہ کی طرف منہ کر کے؟ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منہ نہ پھیر! وہ تیرے اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے قیامت والے دن رب تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں۔ بلکہ ان کی طرف منہ کر کے شفاعت طلب کر اللہ قبول فرمائے گا۔ یہ واقعہ ابوالحسن علی بن فہر نے اپنی کتاب فضائل مالک میں صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس واقعہ کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں ثقہ شیوخ سے نقل کیا۔ (الموسوعة الفقهيه الكويتيه، جلد14، صفحه157، دارالسلاسل، الكويت)

الصواعق المحرقۃ علی اہل الرفض والضلال والزندقۃ میں احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی (المتوفی 974ھ) لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "آلِ النبی ذریعتی وهم الیه وسلیتی * ارجو بهم اعطیٰ غدا بیدااليمين صحيفتی " یعنی آلِ نبی میرے لیے ذریعہ نجات ہیں اور وہ اللہ کی بارگاہ میں میرے لیے وسیلہ ہیں، میں امید رکھتا ہوں کہ ان کے طفیل کل قیامت میں اللہ تبارک وتعالیٰ میرا نامہ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دے گا۔

(الصواعق المحرقة، المقصد الخامس مما أشارت إليه الآية من توقيرهم وتعظيمهم والثناء عليهم، جلد 2، صفحه524، مؤسسة الرسالة، بيروت)

اسی طرح امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے بارے میں علامہ نبہانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "توسل الامام احمد بن حنبل بالامام الشافعی رضی الله تعالیٰ عنه حتی تعجب ابنه عبد الله بن الامام احمد بن حنبل من ذالك فقال الامام احمد ان الشافعی كالشمس للناس و كالعافية للبدن " یعنی حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے توسل کیا تو امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے تعجب کیا۔ اس پر امام احمد نے فرمایا کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ایسے ہیں جیسے لوگوں کے لیے سورج اور بدن کے لیے تندرستی۔ (شواہد الحق، صفحه166)

خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں "أَخبَرَنَا الْقَاضِي أَبُو مُحَمَّد الْحَسَن بُن الحسين بُن مُحَمَّد بُن رامين الإستراباذي، قَالَ: أخبرنا أَحْمَد بُن جعفر بُن حمدان القطيعي، قَالَ:سمعت الْحَسَن بُن إِبْرَاهِيمَ أبا عَلِيّ الخلال، يقول:ما همني أمر فقصدت قبر مُوسَى بُن جعفر، فتوسلت به إلا سهل الله تعالى لی ما أحب" ترجمہ: ابوعلی خلال فرماتے ہیں مجھے جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو موسیٰ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جا کر توسّل کرتا، اللہ عزوجل میری مشکل کو آسان فرما دیتا۔ (تاريخ بغداد، باب ما ذكر فی مقابر بغداد المخصوصة بالعلماء والزهاد، جلد1، صفحه442، دار الغرب الإسلامی، بيروت)

مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر میں محمد بن مکرم بن علی (المتوفی 711ھ) ابوالفرج کا قول مسجد کہف کے متعلق نقل کرتے

ہیں کہ ”فمن كانت له حاجة فليغسل جسده بالماء، ويلبس ثوباً طاهراً ثم يقصد إلى الكهف فيصلي فيه ركعتين، يقرأ في كل ركعة بالحمد وسبع مرات قل هو الله أحد .فإذا فرغ من صلاته يقول:اللهم صل على جبريل الروح الأمين وعلى محمد خاتم النبيين سبع مرات، ويسجد فيقول: اللهم إني أتوسل إليك بجبريل الروح الأمين ومحمد خاتم النبيين إلا قضيت حاجتي ويذكرها، فإن الله سبحانه يقضيها له إن شاء الله“ ترجمہ: جس کوکوئی حاجت ہوتو وہ پانی سے غسل کرے اور پاک کپڑے پہنے، پھر مسجد کہف کا قصد کرے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو تو یوں کہے: اے اللہ درود بھیج جبرائیل امین پر اور محمد خاتم النبیین پر۔ یہ سات مرتبہ کہے اور سجدہ میں جا کر یوں دعا مانگے: اے اللہ عزوجل میں تیرے حضور جبرائیل امین کو وسیلہ بناتا ہوں اور محمد خاتم النبیین کو وسیلہ بناتا ہے میری حاجت پوری فرما اور پھر اپنی حاجت ذکر کرے۔ ان شاء اللہ عزوجل اللہ سبحانہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا۔

(مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، ذکر فضل المساجد المقصودۃ بالزیارۃ، جلد1، صفحہ282، دار الفکر، بیروت)

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے ”وَقَال النَّوَوِيُّ فِي بَيَانِ آدَابِ زِيَارَةِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :ثُمَّ يَرْجِعُ الزَّائِرُ إِلَى مَوْقِفِ قُبَالَةَ وَجْهِ رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّل بِهِ وَيَسْتَشْفِعُ بِهِ إِلَى رَبِّهِ، وَمِنْ أَحْسَنِ مَا يَقُول (الزَّائِرُ)مَا حَكَاهُ الْمَاوَرْدِيُّ وَالْقَاضِي أَبُو الطَّيِّبِ وَسَائِرُ أَصْحَابِنَا عَنِ الْعُتْبِيِّ مُسْتَحْسِنِينَ لَهُ قَال:كُنْت جَالِسًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَال:السَّلاَمُ عَلَيْك يَا رَسُول اللَّهِ .سَمِعْتُ اللَّهَ تَعَالَى يَقُول﴿ **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُول لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا**﴾ وَقَدْ جِئْتُك مُسْتَغْفِرًا مِنْ ذَنْبِي مُسْتَشْفِعًا بِك إِلَى رَبِّي“ ترجمہ: امام نووی نے آداب زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں فرمایا: پھر زائر روضہ مبارک کی طرف منہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ دے اور آپ سے رب تعالیٰ کے حضور شفاعت مانگے۔ زائر کے لئے بہتر قول وہ ہے جو ماوردی اور قاضی ابوطیب اور ہمارے تمام علماء نے عتبی سے حکایت کیا اسے اچھا جانتے ہوئے: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: اے اللہ عزوجل کے رسول آپ پر سلام ہو۔ میں نے سنا اللہ عزوجل فرماتا ہے: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا

مہربان پائیں۔ میں آپ اپنے گناہ کی بخشش کے لئے حاضر ہوا آپ کو رب تعالیٰ کے حضور اپنے شفیع بناتے ہوئے۔

(الموسوعة الفقهيه الكويته ،جلد14،صفحه157،دارالسلاسل ،الكويت)

فتح القدیر میں ہے "وَيَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى حَاجَتَهُ مُتَوَسِّلًا إلَى اللَّهِ بِحَضْرَةِ نَبِيِّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَأَعْظَمُ الْمَسَائِلِ وَأَهَمُّهَا سُؤَالُ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ وَالرِّضْوَانِ وَالْمَغْفِرَةِ، ثُمَّ يَسْأَلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّفَاعَةَ فَيَقُولُ:يَا رَسُولَ اللَّهِ أَسْأَلُك الشَّفَاعَةَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ أَسْأَلُك الشَّفَاعَةَ وَأَتَوَسَّلُ بِك إلَى اللَّهِ فِي أَنْ أَمُوتَ مُسْلِمًا عَلَى مِلَّتِك وَسُنَّتِك" ترجمہ:اللہ عزوجل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔زیادہ اہم دعا حسن خاتمہ، راضی ہونا اور مغفرت ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شفاعت کا سوال کرے۔ کہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں۔آپ کو اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان اور آپ کے دین اور سنت پر مروں۔

(فتح القدير، كتاب الحج،فى زيارة قبرالنبى صلى الله عليه وآله وسلم،جلد3،صفحه181،دارالفكر،بيروت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبارالاخیار میں حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان نقل کرتے ہیں:"جو شخص دو رکعات نماز پڑھے ہر رکعات میں سورۃ الفاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ ﴿قل هو الله احد..﴾(یعنی سورت اخلاص پوری) پڑھے اور سلام کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے اور میرا نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے اس کی حاجت کو پورا کرے گا۔"ایک روایت میں آتا ہے کہ گیارہ قدم عراق کی طرف چلے اور میرا نام لے کر دعا مانگے۔"

(اخبارالاخیار ،صفحہ 50،ممتاز اکیڈمی ،لاہور)

عظیم فقیہ ومحدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد پاک نقل کرتے ہیں
"من استغاث بى فى كربة كشفت عنه و من نادانى باسمى فى شدة خرجت عنه و من توسل بى الى الله فى حاجة قضيت " ترجمہ:جو کوئی رنج وغم میں مجھ سے مدد مانگے تو اسکا رنج وغم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اسکی حاجت پوری ہوگی۔

(نزہۃ الخاطر الفاتر،صفحہ 61)

ابن جوزی مناقب احمد میں لکھتے ہیں"أنبأنا يحيى بن الحسن،قال:أنبأنا محمد بن الحسين،قال أخبرنا أبو الحسن على بن محمد الحِنائى،قال:أخبرنا أبو محمد عبد الله بن محمد،قال:أخبرنا أبو بكر محمد بن عيسى،

قال:حدثنا العباس،قال:وحدثنی اللّکّاف،قال:حدثنی عبد الله بن موسی وکان من أهل السنة قال:خرجتُ أنا وأبی فی لَیلة مُظلمة نزور أحمد،فاشتدَّت الظلمة،فقال أبی یا بُنی،تعال حتی نتوسَّل إلی الله تعالی بهذا العبد الصالح حَتی یُضیء لنا الطریق،فإنی مُنذ ثلاثین سَنة ما توسَّلتُ به إلا قُضیت حاجَتی،فدعا أبی وأمَّنتُ أنا علی دُعائه،فأضاءت السماء" ترجمہ:عبداللہ بن موسیٰ کہتے ہیں:ایک دن میں اپنے والد کے ہمراہ امام احمد بن حنبل کی قبر کی زیارت کے لیے باہر نکلا تو آسمان پر سخت تاریکی چھا گئی۔میرے باپ نے مجھ سے کہا:آئیں ابن حنبل کے وسیلے سے خدا سے متوسّل ہوں تاکہ وہ ہم پر راستے کو روشن کردے۔اس لئے کہ اسّی سال سے جب بھی میں نے ان سے توسّل کیا ہے تو میری حاجت پوری ہوتی رہی ہے۔پھر میرے والد نے دعا کی اور میں نے آمین کہا تو آسمان روشن ہو گیا۔

(مناقب الإمام أحمد،الباب الحادی والستون،فی ذکر کراماته وإجابة سُؤاله،صفحه400، دار ہجر)

مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان میں ابومحمد عفیف الدین عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان الیافعی (المتوفی768ھ) شیخ احمد بن علوان (۷۵۰ھ) کی قبر کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں"ومن کراماته أن ذریة الفقهاء الذین کانوا ینکرون علیه صاروا یلوذون عند النوائب بقبره، ویستجیرون من خوف السلطان به"،ترجمہ:شیخ احمد بن علوان کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ جوفقہاء ان کے نظریے کے مخالف تھے وہ بھی مشکلات میں ان سے توسّل کرتے اور بادشاہ کے خوف سے ان کے ہاں پناہ لیتے۔

(مرآة الجنان وعبرة الیقظان فی معرفة ما یعتبر من حوادث الزمان،ذکر جماعة من مشاہیر الیمن،جلد 4،صفحه265،دار الکتب العلمیة، بیروت)

شیخ محقق جذب القلوب میں نقل کرتے ہیں"قیل لموسٰی الرضا رضی اللّٰہ تعالٰی عنه علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر وکبراللّٰہ اربعین مرّۃ ثم قل السلام علیکم یا اهل بیت الرسالة انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی ومسأتی وحاجتی واشهد اللّٰہ انی مومن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرأ الی اللّٰہ من عدم محمد واٰل محمد من الجن والانس (ملخصا)"،یعنی امام ابن الامام الیٰ ستۃ آباءکرام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم جمیعا سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کروں؟ فرمایا:قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیت رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں،خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی

طرف بری ہوتا ہوں ان سب جن وانس سے جو محمد و آل محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالیٰ علی محمد و آلِ محمد و بارک وسلم آمین۔

(جذب القلوب ،باب دوازدہم درذکر مقبرہ شریفہ بقیع ،صفحہ138،مکتبہ نعمیہ چوک دالگراں، لاہور)

فقیہ محدث علامہ محقق عارف باللہ امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی کتاب افادت نصاب جوہر منظّم میں حدیثوں سے استعانت کا ثبوت دے کر استعانت اور وسیلہ کے متعلق فرماتے ہیں"فالتوجه والاستغاثة به صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم بغیره لیس لهما معنی فی قلوب المسلمین غیر ذٰلك ولایقصد بهما احد منهم سواه فمن لم یشرح صدره لذٰلك فلیبك علی نفسه نسأل اللّٰه العافیة والمستغاث به فی الحقیقة هو اللّٰه و النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه واسطة بینه وبین المستغیث" ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضور اقدس کے سوا اور انبیاء واولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کی طرف توجہ اوران سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی نہیں سمجھتا ہے نہ قصد کرتا ہے۔ تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے ،ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں۔حقیقتاً فریاد اللہ عزوجل کے حضور ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے اور اس فریادی کے بیچ میں وسیلہ وواسطہ ہیں۔

(الجوہر المنظم،الفصل السابع ،فیما ینبغی للزائر الخ ،صفحہ62، المطبعۃ الخیریہ، مصر)

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وامام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں"ولذا قیل اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور الا انه لیس بحدیث کما توهّم ولذا اتفق الناس علی زیارة مشاهد السلف والتوسل بهم الی الله وان انکره بعض الملاحدة فی عصرنا والمشتکی الیه هو الله" ترجمہ:اس لئے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہوتو مزارات اولیاء سے مدد مانگو۔مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔اوراسی لئے مزارات سلف صالحین کی زیارت اورانہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر ہوئے اورخدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔

(عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی (حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی) تحت الآیۃ ،جلد9،صفحہ399،دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وسیلہ کے جواز اور منکرین کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں"لیت شعری چه می خواهند ایشاں باستمداد وامداد که این فرقه منکر ند آں را آنچه مامی فهمیم ازاں این ست که داعی دعاکنند خدا وتوسل کند بروحانیت این بنده مقرب را که اے بنده خدا و ولی وے شفاعت

کن مراد بخواہ از خدا کہ بدھد مسئول ومطلوب مرا اگر ایں معنی موجب شرك باشد چنانکه منکر زعم کند باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از دوستانِ خدا درحالت حیات نیز واین مستحب است باتفاق وشائع است در دین و آنچه مروی و محکی است از مشائخ اهل کشف دراستمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں، خارج از حصراست ومذکور ست درکتب و رسائل ایشاں ومشهور ست میاں ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم وشاید که منکر متعصب سود نه کند اور اکلماتِ ایشاں عافانا الله من ذٰلك کلام دریں مقام بحد اطناب کشید بر غم منکراں که درقرب ایں زماں فرقه پیدا شدة اند که منکر استمداد واستعانت را از اولیائے خدا ومتوجهاں بجناب ایشاں را مشرك بخدا عبدۃ اصنام می دانند و می گویند آنچه می گویند ۔ اه ملتقطا" ترجمہ: نہ معلوم وہ استمداد وامداد سے کیا چاہتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے۔ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا خدا سے دعا کرتا ہے اور اس بندہ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ بناتا ہے یا اس بندہ مقرب سے عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میرا مطلوب مجھے عطا فرمادے اگر یہ معنی شرک کا باعث ہو جیسا کہ منکر کا خیال باطل ہے تو چاہئے کہ اولیاء اللہ کو ان کی حیات دنیا میں بھی وسیلہ بنانا اور ان سے دعا کرانا ممنوع ہو حالانکہ یہ بالاتفاق مستحب ومستحسن اور دین معروف ومشہور ہے۔ارواح کاملین سے استمداد اور استغفار کے بارے میں مشائخ اہل کشف سے جو روایات وواقعات وارد ہیں وہ حصر وشمار سے باہر ہیں اور ان حضرات کے رسائل وکتب میں مذکور اور ان کے درمیان مشہور ہیں،ہمیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور شائد ہٹ دھرم منکر کے لیے ان کے کلمات سودمند بھی نہ ہو خدا ہمیں عافیت میں رکھے اس مقام میں کلام طویل ہوا اور منکرین کی تردید وتذلیل کے پیش نظر جو ایک فرقہ کے روپ میں آج کل نکل آئے ہیں اور اولیاء اللہ سے استمداد واستعانت کا انکار کرتے ہیں اور ان حضرات کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک و بت پرست سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں۔

(اشعة اللمعات ،باب حکم الاسراء،فصل 1،جلد3،صفحه401، مکتبه نوریه رضویه ،سکھر)

شاہ عبدالعزیز محدث علیہ رحمہ فرماتے ہیں:''مدد طلب کرنے کی صورت صرف یہی ہے کہ ضرورت منداپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ سے اس نیک بندے کی روحانیت کے وسیلے سے طلب کرے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں مقرب ومکرم ہے اور کہے خداوندا! اس بندے کی برکت سے کہ جس پر تو نے رحمت واکرام فرمایا ہے میری حاجت کو پوری فرما یا اس مقرب بندہ کو پکارے کہ اے بندہ خدا اور اللہ کے ولی میرے لیے شفاعت کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ میرے مقصد کو پورا فرمائے۔لہٰذا بندہ

درمیان میں صرف وسیلہ ہے قادر دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا ہے خدائے تعالیٰ ہی ہے اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں جیسا کہ منکر نے وہم کیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ نیک لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو ظاہری زندگی میں وسیلہ بنایا جاتا ہے ان سے دعا طلب کی جاتی ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے تو وفات کے بعد وہی بات کیوں جائز نہ ہوگی؟ کاملین کی ارواح میں ظاہری زندگی اور وفات کے بعد صرف اتنا فرق ہے کہ انھیں اور زیادہ کمال حاصل ہو جاتا ہے۔''

(فتاویٰ عزیزی،صفحہ 192،ایچ ایم سعید کمپنی ،کراچی)

ان مستند دلائل سے ثابت ہوا کہ جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ دنیا سے پردہ کر گئے ہیں ان کے توسل سے دعا کرنا بالکل جائز ہے۔ وہابیوں کے ایک بہت بڑے مولوی شوکانی نے بھی انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے توسل سے دعا مانگنا جائز کہا ہے۔تحفۃ الذاکرین للشوکانی میں ہے" وَيَتَوَسَّل إِلَى اللَّهِ بِأَنْبِيَائِهِ وَالصَّالِحِينَ---وَفِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ التَّوَسُّل بِرَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَل مَعَ اعْتِقَادِ أَنَّ الْفَاعِل هُوَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى" ترجمہ: انبیاء وصالحین کو اللہ عزوجل کے حضور وسیلہ بنایا جائے گا۔حدیث پاک میں حضور علیہ السلام کو اللہ عزوجل کے حضور وسیلہ بنانے کا جواز ثابت ہے جبکہ اعتقاد یہ ہو کہ فاعل اللہ عزوجل ہی ہے۔

(الموسوعة الفقهيه الكويته،جلد14،صفحه158،159،دارالسلاسل ،الكويت)

ان تمام دلائل کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے وہابی شریعت پر افتراء باندھتے ہوئے کہتے ہیں کہ وصال شدہ ہستی کا وسیلہ دینا ناجائز و بدعت ہے اور یہ کسی صحابی و تابعی اور کسی امام سے ثابت نہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔الإرشاد الی توحید رب العباد میں وہابی مولوی عبدالرحمٰن بن حماد آل عمر لکھتا ہے"أن يقول الداعي، أسألك بفلان يريد التوسل بذاته فهذا بدعة لا يجوز .وهذه الثلاثة الأنواع ونحوها من الأدعية المبتدعة لم تنقل عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا عن الصحابة ولا عن التابعين ولا عن أحد من الأئمة" ترجمہ: دعا کرنے والے کا یوں کہنا کہ میں تجھ سے فلاں کے واسطے سے سوال کرتا ہوں اور اس میں اس کی ذات کے توسل کا ارادہ کرے تو یہ ناجائز و بدعت ہے۔ یہ تینوں اور اس جیسی اور دعاؤں کی قسمیں بدعت ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،صحابہ و تابعین اور کسی امام سے ثابت نہیں ہیں۔

(الإرشاد إلى توحيد رب العباد، صفحه43،دار العاصمة، الرياض)

قارئین کو یہ یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہوگا کہ وصال شدہ ہستیوں کا وسیلہ دینا صحابہ و تابعین،ائمہ کرام اور جید علمائے کرام سے ثابت ہے لیکن کس طرح وہابی وسیلہ کو ناجائز و شرک کہتے ہیں اور اس پر جھوٹ بولتے ہیں کہ کسی امام سے ثابت نہیں۔ وہابی

اپنے جاہلوں وہابیوں کو اسی طرح کی باتیں کر کے اُلو بناتے ہیں اور وہ انہی متشدد مولویوں کی اندھی تقلید میں شرک شرک کر کے مسلمانوں کو مشرک قرار دیتے ہوئے اپنی آخرت برباد کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل اس فرقہ کے فتنوں سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔

انبیاء کرام وصالحین سے مدد مانگنا

اہل سنت کے نزدیک اللہ عزوجل سے مدد مانگنی چاہئے اگر دعا میں صالحین کا وسیلہ دیا جائے تو افضل ہے۔ البتہ اگر کسی مسلمان نے کسی نبی یا ولی سے یہ نظریہ رکھتے ہوئے مدد مانگی کہ اللہ عزوجل کی عطا سے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی یہ مدد کرتے ہیں تو یہ جائز ہے۔

وہابیوں کے نزدیک جو ہستی چاہے نبی ہو یا ولی، دنیا سے پردہ کرنے کے بعد اس سے مدد مانگنا شرک ہے۔ پوری وہابیت اسی مسئلہ کو لے کر تمام امت مسلمہ کو مشرک قرار دیتی ہے اور اپنے اس موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی شان میں بے ادبیاں کرتے ہوئے انہیں معاذ اللہ بے بس و عاجز ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتی ہے۔ وہ آیتیں جو بتوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں ان کو اٹھا کر انبیاء علیہم السلام اور صالحین پر منطبق کرتے ہیں۔ مستند دلائل سے انبیاء علیہم السلام اور صالحین سے دنیا اور ان کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد مدد مانگنا ثابت ہے اور علمائے اسلاف نے صراحت کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے۔ اس مسئلہ پر تفصیلی کلام پیش خدمت ہے:

استغاثہ کا لغوی معنی

استغاثہ کا لغوی معنی مدد طلب کرنا ہے۔ استغاثہ اور استعانت میں فرق یہ ہے کہ استغاثہ شدت میں کیا جاتا ہے۔ استغاثہ کی درج ذیل صورتیں ہیں:

استغاثہ کی صورتیں

☆ **پہلی صورت زندوں سے جو قدرت رکھتے ہوں ان سے حاجت طلب کرنا:** ہر مسلمان جو حاجت پوری کرنے کی استطاعت رکھتا ہے اس سے امور عادیہ میں مدد مانگنا جائز ہے۔ لیکن کسی انسان سے اس انداز سے ذلت وخضوع وتضرع کے ساتھ سوال نہ کیا جائے جیسے اللہ عزوجل سے کیا جاتا ہے۔ پھر یہ مدد بھی جائز کاموں میں ہو، خلاف شرع کام یا حد نافذ ہو جانے کے بعد سفارش کرنا ناجائز ہے۔ اس میں اہل سنت اور وہابیوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

☆ **دوسری صورت اللہ عزوجل کی ذات وصفات کے ساتھ مدد مانگنا:** اس میں اہل سنت اور وہابیوں کا کوئی اختلاف نہیں کہ ہر قسم کے مصائب ومشکلات میں اللہ عزوجل سے مدد مانگی جائے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿**اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَ یَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ**﴾ ترجمہ کنزالایمان: یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی اور تمہیں زمین کے وارث کرتا ہے۔ (سورة النمل، سورة27، آیت62)

☆ **تیسری صورت بغیر مدد مانگے ہلاکت یا ضمان لازم ہوتا ہو:** جب بغیر مخلوق سے مدد مانگے ہلاکت یا ضمان لازم ہوتا ہو تو استغاثہ واجب ہے کہ اس کے ترک کرنے سے گناہ گار ہوگا جیسے ڈوب رہا ہے اور کسی سے مدد نہ مانگے تو یہ خود کو ہلاک کرنا ہے۔ اس صورت میں بھی کسی کا اختلاف نہیں۔

☆ **چوتھی صورت کسی زندہ نیک ہستی کی بارگاہ میں استغاثہ کرنا کہ وہ رب تعالیٰ کے حضور اس کے لئے دعا کرے:** اس طرح کا استغاثہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان بارش کے لئے اور دیگر معاملات میں حضور علیہ السلام سے دعائیں کرواتے تھے۔ اس میں بھی اہل سنت اور وہابیوں کا اختلاف نہیں۔

☆ **پانچویں صورت شخص یا چیز کو فاعل حقیقی سمجھ کر اس سے مدد مانگنا:** کسی نبی یا ولی یا کسی کو بھی اللہ عزوجل کے علاوہ فاعل حقیقی سمجھنا اس سے مدد مانگنا شرک ہے، اس میں بھی اہل سنت اور وہابیوں کا اختلاف نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿**وَلَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنۡفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیۡنَ**﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ بُرا پھر اگر ایسا کرے تو اس وقت تو ظالموں سے ہوگا۔ (سورة یونس، سورة10، آیت106)

☆ **چھٹی صورت کہ کسی وصال شدہ ہستی نبی یا ولی سے استغاثہ کرنا:** اہل سنت کے نزدیک یہ صورت جائز ہے اور وہابیوں کے نزدیک یہ شرک ہے۔ وہابیوں کے پاس اس کے شرک ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے بس بتوں والی آیات مسلمانوں پر چسپاں کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک اللہ عزوجل نے اپنے نبیوں اور ولیوں کو تصرفات عطا کئے ہیں جیسے کہ قرآن پاک سے ثابت ہے۔ یہ تصرفات ان کے وصال کے ساتھ ختم نہیں ہوتے بلکہ اور قوی ہو جاتے ہیں۔ ان ہستیوں کو فاعل حقیقی سمجھ کر مدد نہیں مانگی جاتی بلکہ یہ عقیدہ رکھ کر مدد مانگی جاتی ہے کہ یہ اللہ عزوجل کی عطا سے مدد کرتے ہیں۔ ان ہستیوں سے مدد مانگنی کی دو قسمیں ہیں:

(1) ان کی بارگاہ میں عرض کرنا کہ آپ ہمارے لئے رب تعالیٰ سے دعا کریں۔ یہ استغاثہ نیک ہستی کی زندگی میں بھی

کیا جاسکتا ہے۔ اور اس ہستی کے وصال کے بعد بھی کیا جاسکتا ہے۔ حضور علیہ السلام کے وصال ظاہری کے بعد آپ علیہ السلام سے اس طرح کی مدد مانگی گئی ہے چنانچہ دلائل النبوۃ للبیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے "حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ مَالِكِ الدَّارِ، قَالَ:وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ، قَالَ:أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأَتَاهُ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ:ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَقِيمُونَ"، ترجمہ: حضرت مالک سے مروی ہے کہ وہ کھانے کے خازن تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگوں پر قحط پڑھ گیا۔ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ عزوجل سے اپنی امت کے لئے بارش طلب کریں کہ یہ ہلاک ہو رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آدمی کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کو میرا اسلام کہنا اور اسے خبر دینا کہ بارش ہوگی۔

(مصنف ابن شیبہ، کتاب الفضائل ،ماذکر فی فضل عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه، جلد12، صفحه32، الدار السلفية، الهندية)

یہ روایت صحیح ہے۔ المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ میں احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک القسطلانی (المتوفی 923ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وروى ابن أبي شيبة بإسناد صحيح من رواية أبي صالح السمان، عن مالك الدار قال أصاب الناس قحط في زمن عمر بن الخطاب،الخ۔" ترجمہ: ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی کہ مالک دار نے فرمایا: حضرت عمر فاروق کے دور میں لوگوں پر قحط پڑ گیا (آگے وہی حدیث)

(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، الجزء الثالث ،الفصل الرابع ،جلد3، صفحه374، المكتبة التوفيقية، القاهرة)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد وفاء الوفاء میں علامہ نور الدین سمہودی (متوفی 911ھ) اور شفاء السقام میں علامہ تقی الدین سبکی (متوفی 756ھ) لکھتے ہیں "ومحل الاستشهاد طلب الاستسقاء منه صلى الله تعالى عليه وسلم وهو في البرزخ ودعاؤه لربه في هذه الحالة غير ممتنع، وعلمه بسؤال من يسأله قد ورد، فلا مانع من سؤال الاستسقاء وغيره منه كما كان في الدنيا "، ترجمہ: س روایت میں محل استشہاد حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے بارش کا طلب کرنا ہے جبکہ حضور حالتِ برزخ میں تھے۔ اس حالت میں حضور کا اپنے رب سے دعا کرنا کوئی ناممکن بات نہیں اور یہ بات بھی مروی ہے کہ حضور سے جو چیز مانگی جائے آپ اس کو جانتے ہیں۔ لہٰذا آپ علیہ السلام سے بارش وغیرہ طلب کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے جیسا کہ آپ کی حیاتِ ظاہری میں کوئی مانع نہ تھا۔ (وفاء الوفاء باخبار دار المصطفى، جلد4، صفحه195، دار الكتب العلمية ،بيروت)

ایک روایت میں آپ کے وصال کے بعد آپ سے بخشش کا سوال کیا گیا چنانچہ امام ابو عبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"عن علی قال قدم علینا اعرابی بعد ما دفن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بثلاثة ایام فرمی بنفسه علی قبر رسول اللهصلی الله علیه وآله وسلم و حثا علی راسه من ترابه فقال قلت یارسول الله فسمعنا قولك وعیت عن الله فوعینا عنك و كان فیما انزل الله علیك ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ﴾ وقد ظلمتُ نفسی و جئتك تستغفرلی فنودی من القبر انه قد غفر لك" ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے تین یوم کے بعد ہمارے پاس ایک اعرابی (دیہات کا رہنے والا) آیا اور اپنے آپ کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور پر گرادیا اور اپنے سر پر قبرانور کی مٹی ڈالنے لگا اور پھر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، پس ہم نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یاد کیا اور جو (قرآن) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اس میں یہ (آیۃ) بھی ہے ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ﴾ اور تحقیق میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے اللہ (عزوجل) کی بارگاہ سے مغفرت طلب کریں تو قبرانور سے آواز آئی کہ تمہاری مغفرت کردی گئی۔ (الجامع لاحکام القرآن، جلد5، صفحہ265، دار الکتب المصریة، القاہرۃ)

معجم الشیوخ میں ثقۃ الدین، اَبوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف بابن عساکر (المتوفی 571ھ) روایت کرتے ہیں " عن العتبی أنه قال كنت جالسا عند قبر رسول الله صلی الله علیه وسلم وإذا بأعرابی قد أقبل علی ناقة له فنزل وعقلها ودنا إلی حجرة النبی صلی الله علیه وسلم وأنشأ یقول۔۔۔ وجدت الله تعالی یقول ﴿**ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاء وک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما**﴾ وقد جئتك یا رسول الله مستغفرا من ذنبی مستشفعا بك إلی ربی وانصرف قال العتبی فنمت فرأیت النبی صلی الله علیه وسلم فی النوم فقال لی یا عتبی الحق الأعرابی فقل له إن الله عز وجل قد غفر له " ترجمہ: حضرت عتبی سے مروی ہے کہ میں قبررسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی اونٹنی پر سوار آیا، وہ اترا اور اس اونٹنی کو باندھا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مبارکہ کے قریب ہوکر عرض کی: میں نے اللہ عزوجل کو یہ کہتے ہوئے پایا: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ

کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!میں اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہوئے آپ کو رب تعالیٰ کے حضور اپنا شفیع بنانے کے لئے حاضر ہوا ہے۔وہ چلا گیا تو عتبی کہتے ہیں میں سو گیا۔خواب میں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ نے فرمایا اے عتبی!اعرابی سے ملو اور اسے کہو اللہ عزوجل نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

(معجم الشیوخ، عبد الغالب بن ثابت بن ماہان أبو نصر الرافقی،جلد1،صفحہ599،دار البشائر ،دمشق)

شیخ الاسلام جنہیں مائۃ مسائل میں علمائے محدثین سے شمار کیا اوران کی کتاب کشف الغطاء پر جابجا اعتماد واعتبار کیا اسی کشف الغطاء میں فرماتے ہیں"انکار استمداد دراوجھے صحیح نمی نماید مگر انکه از اول امر منکر شوند تعلق روح وبدن را بالکلیه وآں خلاف منصوص است وبرین تقدیر زیارت درفتن بقبور همه لغو وبے معنی گردد و ایں امرے دیگر است که تمام اخبار وآثار دال برخلاف آنست ونیست صورت استمداد مگر همیں که محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب عزت الٰهی بتوسل روحانیت بنده مقرب یا ندا کند آں بنده راکه اے بنده خدا و ولی وے شفاعت کن مراد بخواه از خدائے تعالٰی مطلوب مرا و دروے هیچ شائبه شرك نیست چنانچه منکر وهم کرده اه بالالتقاط" ترجمہ:استمداد سے انکار کی کوئی صحیح وجہ نظر نہیں آتی ،مگر یہ کہ سرے سے روح وبدن کے تعلق کا ہی بالکل انکار کر دیں اور یہ نص کے خلاف ہے،اس تقدیر پر تو قبروں کے پاس جانا اور زیارت کرنا سب لغو اور بے معنیٰ ہوا جاتا ہے۔اور یہ ایک دوسری بات ہے جس کے خلاف تمام آثار واحادیث دلیل ہیں،اور استمداد کی صورت کیا ہے؟ یہی کہ حاجت مند اپنی حاجت خدائے عزوجل سے بندہ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ کر کے طلب کرتا ہے۔یا اس بندے کو ندا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے دوست!میری شفاعت کیجئے اور میرے مطلوب کے لیے خدا سے دعا کیجئے ،اس میں تو شرک کا کوئی شائبہ بھی نہیں جیسا کہ منکر کا وہم وخیال ہے۔

(کشف الغطاء فصل دہم زیارت قبور،صفحہ80،81،مکتبۃ احمد ،دہلی)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:''استعانت حقیقیہ یہ کہ اسے قادر بالذات ومالک مستقل وغنی بے نیاز جانے کہ بے عطائے الٰہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے،اس معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے نہ ہرگز کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنی کا قصد کرتا ہے، بلکہ واسطہ وصول فیض وذریعہ ووسیلہ قضائے حاجات جانتے ہیں اور یہ قطعا حق ہے۔خود رب العزت تبارک وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا﴿وابتغوا الیہ الوسیلۃ﴾ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

بایں معنی استعانت بالغیر ہرگز اس سے حصر ایاک نستعین کے منافی نہیں، جس طرح وجود حقیقی کہ خود اپنی ذات سے بے کسی کے پیدا کئے موجود ہونا خالص بجناب الٰہی تعالیٰ وتقدس ہے۔ پھر اس کے سبب دوسرے کو موجود کہنا شرک نہ ہو گیا جب تک وہی وجود حقیقی نہ مراد لے۔ حقائق الاشیاء ثابتۃ پہلا عقیدہ اہل اسلام کا ہے۔ یونہی علم حقیقی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور تعلیم حقیقی کہ بذات خود بے حاجت بہ دیگرے القائے علم کرے، اللہ جل جلالہ سے خاص ہیں، پھر دوسرے کو عالم کہنا یا اس سے علم طلب کرنا شرک نہیں ہوسکتا جب تک وہی معنی اصلی مقصود نہ ہوں، خود رب العزت تبارک وتعالیٰ قرآن عظیم میں اپنے بندوں کو علیم وعلماء فرماتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد کرتا ہے ﴿**یعلمھم الکتب والحکمۃ**﴾ یہ نبی انھیں کتاب وحکمت کا علم عطا کرتا ہے۔

یہی حال استعانت وفریاد رسی کا ہے کہ ان کی حقیقت خاص بخدا اور بمعنی وسیلہ وتوسل وتوسط غیر کے لئے ثابت اور قطعا روا، بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لئے خاص ہیں اللہ عزوجل وسیلہ وتوسل وتوسط بننے سے پاک ہے۔ اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے۔ کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا، ولہٰذا حدیث میں ہے جب اعرابی نے حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم حضور کو اللہ تعالیٰ کی طرف شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو حضور کے سامنے شفیع لاتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سخت گراں گزرا دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے۔ پھر فرمایا "ویحك انه لایستشفع با للّٰہ علی احد شان اللّٰہ اعظم من ذٰلك، روہ ابوداؤد عن جبیر بن مطعم رضی اللّٰہ تعالٰی عنه" اے ناسمجھ اللہ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لاتے ہیں کہ اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے (اسے ابوداؤد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔) اہل اسلام انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل سے کیجئے تو اللہ اور اس کا رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) غضب فرمائیں اور اسے اللہ جل وعلا کی شان میں بے ادبی ٹھہرائیں، اور حق تو یہ ہے کہ اس استعانت کے معنی اعتقاد کرکے جناب الٰہی جل وعلا سے کرے تو کافر ہوجائے، مگر وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہئے، نہ اللہ (جل جلالہ) کا ادب نہ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے خوف، نہ ایمان کا پاس خواہی نخواہی اس استعانت کو ایاک نستعین میں داخل کرکے جو اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے اسے اللہ تعالیٰ سے خاص کئے دیتے ہیں۔ ایک بیوقوف وہابی نے کہا تھا:

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ نے کہا:

توسل کرنہیں سکتے خدا سے　　اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

یعنی یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ خدا سے توسل کر کے اسے کسی کے یہاں وسیلہ وذریعہ بنائے اس وسیلہ بننے کو ہم اولیائے کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ دربارہ الٰہی میں ہمارا وسیلہ وذریعہ وواسطہ قضائے حاجات ہوجائیں اس بے وقوفی کے سوال کا جواب اللہ عزوجل نے اس آیہ کریمہ میں دیا ہے ﴿ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللّٰہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللّٰہ توابا رحیما﴾ اور جب وہ اپنی جانوں پرظلم یعنی گناہ کر کے تیرے پاس حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور معافی مانگے ان کے لئے رسول، تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں گے۔

کیا اللہ تعالیٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا۔ پھر یہ کیوں فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت ونعمت پائیں گے۔ یہی ہمارا مطلب ہے۔ جو قرآن کی آیت صاف فرمارہی ہے۔ مگر وہابیہ تو عقل نہیں رکھتے۔

خدارا انصاف! اگر آیہ کریمہ ایاک نستعین میں مطلق استعانت کا ذات الٰہی جل وعلا میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی سے استعانت شرک ہوگی، کیا یہی غیر خدا ہیں، اور سب اشخاص واشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں یا آیت میں خاص انھیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے۔ نہیں نہیں، جب مطلقا ذات احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہی ہوگی کہ انسان ہوں یا جمادات، احیاء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات، غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں، اب کیا جواب ہے آیہ کریمہ کا کہ رب جل وعلا فرماتا ہے ﴿واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ﴾ استعانت کرو صبر ونماز سے۔

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے۔ کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے ﴿وتعاونوا علی البر والتقوٰی﴾ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیزگاری پر۔

کیوں صاحب! اگر غیر خدا سے مدد لینی مطلقا محال ہے تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا، اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد21، صفحہ303-، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

(2) استغاثہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ کسی بزرگ ہستی جو دنیا سے پردہ کر چکی ہے اس سے یہ عقیدہ رکھتے ہوئے مدد مانگنا

کہ یہ اللہ عزوجل کی عطا سے مدد کرسکتا ہے، یہ جائز ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ دینے والی ذات اللہ کریم ہی کی ہے اگر وہ نہ چاہے تو کوئی کچھ نہیں کرسکتا لیکن وہ جسے چاہے، جتنا چاہے عطا کرے، اور اللہ عزوجل ہی کی عطا سے انبیاء واولیاء اسی کی نعمتیں جس کو چاہیں اور جس قدر چاہیں تقسیم کرسکتے ہیں۔ اور جب وہ تقسیم کرسکتے ہیں تو ان سے مانگنے میں کیا حرج ہے؟ مزید یہ کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا فرض یا واجب نہیں اور نہ ہی یہ کہ جو غیر اللہ سے مدد نہ مانگے وہ گنہگار ہے، بلکہ یہ ایک جائز فعل ہے۔

صالحین کو تصرفات عطا کیے گئے ہیں

اللہ عزوجل کا اپنے پیاروں کا تصرفات عطا کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ کسی کو بیٹا دینا، غنی کرنا، کوڑھ والے کو شفا دینا، مردے زندہ کرنا وغیرہ یہ سب اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے۔ قرآن سے ثابت ہے کہ اللہ عزوجل یہ تصرفات اپنے پیاروں کو عطا فرمائے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں ﴿قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ O لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا﴾ ترجمہ کنزالایمان: بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔ (سورة مریم، سورة19، آیت19)

تکوینی اختیارات

اسی طرح تکوینی اختیارات بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: منافقوں کو یہی برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا۔ (سورۃالتوبة، سورۃ9، آیت74)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب ابن جمیل نے زکوٰۃ دینے میں کمی کی سید عالم مغنی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا، فَأَغْنَاهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ " ترجمہ: ابن جمیل کو کیا بُرا لگا یہی نا کہ وہ محتاج تھا اللہ ورسول نے اسے غنی کردیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب قول اللہ تعالیٰ وفی الرقاب والغارمین، جلد2، صفحہ122، دارطوق النجاۃ، مصر)

اب دیکھیں قرآن اور اس حدیث میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور علیہ السلام کا نام مبارک بھی ہیں کہ جس طرح اللہ عزوجل کسی کو غنی کردیتا ہے اسی طرح ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی غنی کرسکتے ہیں۔

امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! "إِنِّي أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنْسَاهُ؟ قَالَ: اُبْسُطْ رِدَاءَكَ فَبَسَطْتُهُ، قَالَ: فَغَرَفَ

بِيَـدَيْـهِ، ثُـمَّ قَـالَ:ضُـمَّهُ فَضَمَمْتُهُ، فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدَهُ'' ترجمہ: میں نے آپ سے بہت سی حدیثیں سنی لیکن وہ سب بھول گئیں ،حضور نے فرمایا اپنی چادر پھلاؤ! میں نے پھیلادی تو آپ نے لپ بھر کر اس میں ڈال دیا۔پھر فرمایا اسے سینے سے لگالو میں نے لگالی ،پس میں اس کے بعد کسی حدیث کونہیں بھولا۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم،باب حفظ العلم،جلد1،صفحہ35،دارطوق النجاۃ،مصر)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کومضبوط حافظہ عطافرمادیا۔

امام اجل احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ''ھو صلی اللہ تعالیٰ علیه و سلم خلیفة اللہ الاعظم الذی جعل خزائن کرمه و موائد نعمه طوع یدیه و تحت ارادته یعطی من یشاء '' ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے وہ خلیفہ اعظم ہیں کہ حق جل وعلا نے اپنے کرم کے خزانے ،اپنی نعمتوں کے خوان سب ان کے ہاتھوں کے مطیع انکے ارادے کے زیرفرمان کردئے جسے چاہتے ہیں عطافرماتے ہیں۔

(الجوہر المنظم، الفصل السادس ،ص42،المکتبة القادریة جامعه نظامیه رضویه، لاہور)

سیدی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں ''از اطلاق سوال که فرمودش بخواه تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم میشود که کار همه بدست همت و کرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم هر چه خواهد و کراخواهد باذن پروردگار خود دهد '' ترجمہ: مطلق سوال سے کہ آپ نے فرمایا: مانگ۔اورکسی خاص شے کو مانگنے کی تخصیص نہیں فرمائی۔معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ آپ کے دست اقدس میں ہے، جو چاہیں جسے چاہیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے عطافرمادیں۔

(اشعة اللمعات ،کتاب الصلوٰۃ، باب السجود وفضله ،الفصل الاول ،ج1،ص396،مکتبه نوریه رضویه، سکھر)

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ''وَيُـؤْخَـذُ مِـنْ إِطْلَاقِـهِ عَـلَيْـهِ السَّلَامُ الْأَمْـرَ بِـالسُّؤَالِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى مَكَّنَهُ مِنْ إِعْطَاءِ كُلِّ مَا أَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ''یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو چاہیں عطافرمادیں۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوٰۃ،باب السجود وفضله، الفصل الاول،جلد2،صفحہ723،دارالفکر،بیروت)

مقدمہ رسالہ شاہ عبدالعزیز میں ہے''حضرت امیر وذریة طاهره اوراتمام امت برمثال پیران ومرشدان می پرستند وامور تکوینیه رابایشاں وابسته میدانند'' ترجمہ: حضرت امیر (مولاعلی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) اوران کی اولادکو

تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتی ہے۔

(تحفہ اثنا عشریہ ،باب ہفتم درامامت،صفحہ214، سہیل اکیڈمی ،لاہور)

انبیاء واولیائے کے تصرفات بعدِ وصال جاری رہتے ہیں

انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کے یہ تصرفات ان کے وصال کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔کشف الغطاء میں ہے"ارواح کمل کہ درحینِ حیات ایشاں بہ سبب قرب مکانت و منزلت از رب العزت کرامات و تصرفات وامداد داشتند بعد از ممات چوں بھماں قرب باقیند نیز تصرفات دارند چنانچہ درحین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر ازاں " ترجمہ: کاملین کی روحیں ان کی زندگی میں رب العزت سے قرب مرتبت کے باعث کرامات وتصرفات اور حاجتمندوں کی امداد فرمایا کرتی تھیں۔ بعد وفات جب وہ ارواح شریفہ اسی قرب واعزاز کے ساتھ باقی ہیں،تو اب بھی ان کے تصرفات ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے جسم سے دنیاوی تعلق کے تھے یا اس سے بھی زیادہ۔

(کشف الغطاء،فصل دہم زیارت القبور،صفحہ80،مطبع احمدی، دہلی)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " اذن للانبیاء ان یخرجوا من قبورھم و یتصرفوا فی ملکوت السمٰوٰت و الارض"،ترجمہ:حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے مزارات سے باہر جانے اور آسمانوں اور زمین میں تصرف کی اجازت ہوتی ہے۔ (الحاوی للفتاوٰی ،جلد 2،صفحہ263، دارالفکر ،بیروت)

انبیاء کرام کے صدقے سے اولیاء کرام کو بھی یہ شرف اللہ عزوجل نے عطا فرمایا ہے چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:"اولیاء اللہ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی دنیا وآخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور روحوں سے اُویسیت کے طریقے پر باطنی فیض پہنچتا ہے۔" (تذکرۃ الموتی و القبور،صفحہ 76،نوری کتب خانہ ، لاہور)

بعد از وصال تصرفات پر کئی مستند حوالہ جات کتب میں موجود ہیں ، یہاں صرف ایک دلیل پیش کی جاتی ہے۔علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں"قص الاظفار وتقلیمھا سنۃ ورد النھی عنہ فی یوم الاربعاء وانہ یورث البرص و حکی عن بعض العلماء انہ فعلہ فنھی عنہ فقال لم یثبت ھذا فلحقہ البرص من ساعتہ فرای النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی منامہ فشکی الیہ مااصابہ فقال لہ الم تسمع نھی عنہ فقال لم یصح عندی فقال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یکفیک انہ سمع ثم مسح

بیدہ الشریفة فذھب مابه فتاب عن مخالفة ماسمع "ترجمہ: ناخن کاٹنے سنت ہیں لیکن بدھ کے دن ایسا کرنے سے حدیث میں ممانعت وارد ہوئی کیونکہ اس سے مرض برص (جسم پر سفید داغ پیدا ہوتا ہے۔) بعض اہل علم کی حکایت ہے کہ کسی عالم صاحب نے بدھ کے روز ناخن کٹوائے انھیں اس سے منع کیا گیا لیکن انھوں نے فرمایا یہ حدیث ثابت نہیں، انھیں فوراً مرض برص لاحق ہوگیا پھر انھیں خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور انھوں نے آپ سے مرض برص کی شکایت کی آپ نے ان سے فرمایا کیا تم نے بدھ کے روز ناخن کٹوانے کی ممانعت نہیں سنی تھی؟ انھوں نے جواباً عرض کیا کہ ہمارے نزدیک وہ حدیث پایہ صحت کو نہیں پہنچی تھی۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہونا چاہئے تھا کہ حدیث سن لی تھی۔ ازاں بعد آپ نے اپنا دست اقدس ان کے جسم پر پھیرا تو فوراً مرض زائل ہوگیا۔ اس کے بعد عالم موصوف نے اسی وقت سماع کردہ حدیث کی مخالفت سے توبہ کی۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض ،فصل وامانظافة جسمه،جلد1،صفحه344، دارالفکر بیروت)

یہ عالم صاحب امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس سرہ العزیز تھے جیسا کہ علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے ہاتھ پھیرنے سے مریض کا کوڑ ختم ہوجانا تصرف نہیں تو اور کیا ہے؟

ان سے مدد مانگنا قرآن پاک کی اس آیت کے منافی نہیں ہے ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ کیونکہ اس آیت سے مراد کسی کو فاعل حقیقی سمجھ کر اس کی عبادت کرنا اور اس سے مدد مانگنا ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ عزوجل نے کچھ بندے خلق کی حاجت روائی کے لیے بنائے ہیں

احادیث میں نیک بندوں سے مدد مانگنے کا فرمایا گیا ہے چنانچہ مشہور ومعروف حدیث ہے جو مختلف اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے لوگوں کا حاجت روا بنایا ہے چنانچہ المعجم الکبیر میں سلیمان بن احمد الشامی ابوالقاسم الطبرانی (المتوفی 360ھ) روایت کرتے ہیں "عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ خَلْقًا خَلَقَهُمْ لِحَوَائِجِ النَّاسِ يَفْزَعُ النَّاسُ إِلَيْهِمْ فِي حَوَائِجِهِمْ أُولَئِكَ الْآمِنُونَ مِنْ عَذَابِ الله" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خلق کی حاجت روائی کے لئے خاص فرمایا

ہے۔لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں، یہ بندے عذاب الٰہی عزوجل سے امان میں ہیں۔

(المعجم الکبیر،باب العین ،زید بن اسلم، عن ابن عمر،جلد12،صفحہ358،مکتبۃ ابن تیمیۃ ،القاہرۃ)

المجالسۃ وجواہر العلم میں ابوبکر احمد بن مروان الدینوری المالکی (المتوفی 333ھ) روایت کرتے ہیں "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ قَالَ إِنَّ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَلَقَ خَلْقًا لِحَوَائِجِ النَّاسِ، يَفْزَعُ النَّاسُ إِلَيْهِمْ فِي حَوَائِجِهِمْ، أُولَئِكَ الآمِنُونَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے بعضوں کو لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیدا کیا۔لوگ گھبرائے ہوئے ان کی طرف اپنی حاجتیں لے کر آتے ہیں، یہ مخلوق قیامت والے دن رب تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہیں۔

(المجالسۃ وجواہر العلم،الجزء السادس والعشرون،جلد8،صفحہ174،جمعیۃ التربیۃ الإسلامیۃ ،البحرین)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلی آلہ فرماتے ہیں "اطلبوا الفضل عند الرحماء من امتی تعیشوا فی اکنافھم فان فیھم رحمتی " ترجمہ: فضل میرے رحمدل امتیوں کے پاس طلب کرو۔ان کے سائے میں چین کروگے کہ ان میں میری رحمت ہے۔

(کنز العمال بحوالہ الخراطی فی مکارم الاخلاق ،کتاب الزکوٰۃ،الفصل الثالث فی آداب طلب الحاجۃ،جلد 6،صفحہ813،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت)

حضرت دانیال علیہ السلام کے نام سے پناہ مانگنا کثیر مستند کتب سے ثابت

حضرت دانیال علیہ السلام کے نام مبارک سے پناہ مانگنا بھی ثابت ہے چنانچہ ایک روایت ہے جو حضرت احمد بن محمد الدینوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 364ھ) نے "عمل الیوم واللیلۃ سلوک النبیع ربہ عز وجل ومعاشرتہ مع العباد" میں نقل کی ،حضرت ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 327ھ) نے "ہواتف الجنان" میں ،حضرت شمس الدین محمد بن عمر بن احمد السفیری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 956ھ) نے "المجالس الوعظیۃ فی شرح احادیث خیر البریۃ صلی اللہ علیہ وسلم من صحیح الإمام البخاری" میں ،حضرت شمس الدین أبو العون محمد السفارینی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1188ھ) نے "غذاء الألباب فی شرح منظومۃ الآداب" میں ،حضرت ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 774ھ) نے "البدایۃ والنہایۃ" میں ،حضرت محمد بن موسی الدمیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 808ھ) نے "حیاۃ الحیوان الکبری" میں ،حضرت شہاب الدین محمد بن احمد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 852ھ) نے "المستطرف فی کل فن مستطرف" میں نقل کی ،وہ روایت یہ ہے "عن ابن عباس عن علی قال إذا

کنت بواد تخاف السبع فقل **أَعُوذُ بِدانیال** والجب، من شر الأسد" ترجمہ: حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تو کسی ایسی وادی میں ہو جہاں تمہیں درندوں کا خوف ہو تو یہ کہو' پناہ مانگتا ہوں میں حضرت دانیال کی اور کنویں کی، شیر کے شر سے۔"

(البداية والنہاية، کتاب مبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،باب فی ہواتف الجان، جلد2، صفحہ344، دار الفکر، بیروت)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں استغاثہ کرنا

فتاوٰی بریلی میں سوال ہوا: ''زید سنی ہے اس کے گھر والے وہابی خیال کے ہیں، زید مزارات پر حاضری دیتا ہے اور صاحب مزار سے دعائیں بھی طلب کرتا ہے زید کے گھر والے کہتے ہیں کہ مزار پہ جاؤ، فاتحہ پڑھو، لیکن صاحب مزاراتِ دعائیں نہ مانگوں۔ زید تین طریقوں سے دعائیں مانگتا ہے:

(1) یاغوث آپ مرے لیے اللہ عزوجل سے دعاء فرما دیجئے۔

(2) یا اللہ اپنے اس محبوب بندے کے صدقے میں میری مرادیں پوری کر۔

(3) یاغوث آپ مری مراد پوری فرما دیں۔

زید کے گھر والے ناجائز سمجھتے ہیں مندرجہ بالا طریقوں کو بلکہ تیسرے طریقے کو بالکل شرک بتاتے ہیں جبکہ زید تیسرے طریقے میں یہ نیت رکھتا ہے کہ اللہ عزوجل نے یہ قوت عطا فرمائی ہے لیکن پھر بھی زید کے گھر والے اس شرک قرار دیتے ہیں۔ اب زید جاننا چاہتا ہے کہ یہ تینوں طریقے جائز ہیں یا نہیں؟ قرآن حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: یہ تینوں طریقے جائز ہیں کہ اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ ہی کی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے۔ کوئی جاہل بھی کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿**وادعوا شهدائكم من دون الله ان كنتم صادقين**﴾ تفسیر کبیر، جلد دوم، پارہ سات، سورۃ انعام زیر آیت ﴿**ولو اشركوا لحبط عنهم ماكونوا يعملون**﴾ وثالثها الانبياء وهم الذين اعطاهم الله تعالیٰ من العلوم والمعارف مالاجله يقدرون على التصرف فی بواطن الخلق وارواحهم و ايضا اعطاهم من القدرة والمكنة مالاجله يقدرون على التصرف فی ظواهر الخلق۔

حضرت امام ابوحنیفہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں:

یـا اکـرم الثـقـلیـن یـا کنزالوری　　　بـدلی بجودك وارضنی برضاك

انـا طـامـع بالجود منك لم یکن　　　لابـی حـنیـفة فـی الانام سواك

ترجمہ: اے موجودات کے اکرم اور نعمت الٰہی کے خزانے جواللہ نے آپ کو دیا مجھے بھی دیجئے اور اللہ عزوجل نے آپ کو راضی کیا ہے مجھے بھی راضی فرمائیے، میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں، آپ کے سوا ابوحنیفہ کا خلقت میں کوئی نہیں۔

یہ وہابیوں کا مکروفریب ہے جو سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو دھوکا میں ڈالنے کے لئے اسے شرک بتاتے ہیں اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا مانگ رہے ہیں، اب ان وہابیوں کا امام اعظم کے بارے میں کیا خیال ہے؟ مزید تحقیق کے لئے جاء الحق ملاحظہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (فتاویٰ بریلی، صفحہ385،386، شبیر برادرز، لاہور)

مستند علمائے کرام کے ارشادات

بعد از وصال بزرگ ہستیوں سے مدد مانگنے پر چند حوالہ جات مستند علمائے اسلاف کے پیش کئے جاتے ہیں:

الکامل فی التاریخ میں ابوالحسن علی بن ابی الکرم المعروف ابن الأثیر (المتوفی 630)، البدایۃ والنہایۃ میں ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (المتوفی 774ھ)، تاریخ الطبری میں محمد بن جریر ابوجعفر الطبری (المتوفی 310ھ) لکھتے ہیں "عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ:أَنَّ رَجُلًا مِنْ مُزَيْنَةَ عَامَ الرَّمَادَةِ سَأَلَهُ أَهْلُهُ أَنْ يَذْبَحَ لَهُمْ شَاةً فَقَالَ:ليس فيهن شيء.فَأَلَحُّوا عَلَيْهِ فَذَبَحَ شَاةً فَإِذَا عِظَامُهَا حُمُرٌ فَقَالَ يَا مُحَمَّدَاهُ .فَلَمَّا أَمْسَى أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلَّم يقول له:أبشر بالحياة، إيت عمر فأقره مِنِّي السَّلَامَ" ترجمہ: حضرت عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال بن الحارث مُزنی سے قحطِ عام الرمادہ میں ان کی قوم بنی مزینہ نے درخواست کی کہ (ہم مرے جاتے ہیں) کوئی بکری ذبح کیجئے۔ فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے۔ انہوں نے اصرار کیا۔ آخر بکری ذبح کی، کھال کھینچی تو نِری سرخ ہڈیاں نکلیں۔ یہ دیکھ کر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ندا کی: یا محمداہ۔ پھر رات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر حیات (یعنی قحط ختم ہونے) کی بشارت دی۔ آپ نے فرمایا: عمر کو میرا اسلام کہنا۔

(تاریخ الطبری، سنہ ثمان عشرۃ، ذکر القحط وعام الرمادہ، جلد4، صفحہ99، دار التراث، بیروت)

الکامل فی التاریخ میں ابوالحسن علی بن ابی الکرم المعروف ابن الأثیر (المتوفی 630ھ)، الجزء المتمم لطبقات ابن سعد میں ابوعبداللہ محمد بن سعد المعروف ابن سعد (المتوفی 230ھ) اور تاریخ الطبری میں محمد بن جریر ابوجعفر الطبری (المتوفی 310ھ)

لکھتے ہیں" زینب ابنة فاطمة حین مرت بأخیها الْحُسَیْن صریعا وَهِیَ تقول:یَا مُحَمَّدَاهُ صَلَّى عَلَیْكَ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ!هَذَا الْحُسَیْنُ بِالْعَرَاءِ، مُرَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ، مُقَطَّعُ الْأَعْضَاءِ، وَبَنَاتُكَ سَبَایَا، وَذُرِّیَّتُكَ مُقَتَّلَةٌ تَسْفِی عَلَیْهَا الصَّبَا" ترجمہ:جب حضرت زینب بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شہید بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزری تو فرمایا:یامحمداہ! آپ پر آسمان کے فرشتوں کا درود ہو، یہ حسین ہے جو اپنے خون میں خلط ہے اور انکے جسم کے ٹکڑے کردیئے گئے ہیں، یہ آپ کی بیٹیاں ہیں جو قیدی ہیں، آپ کی اولاد مقتول پڑی ہے جس پر ہوا خاک اڑا رہی ہے۔

(تاریخ الطبری،مقتل الحسین رضوان الله علیه،جلد5،صفحه456،دار التراث ،بیروت)

المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک میں جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (المتوفی 597ھ) مسلمان مجاہدین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں"فَقَالَ ملك الروم:لا غنیمة ولا فتح أعظم من أخذ هؤلاء .فرحل بهم حَتَّى نزل بهم القسطنطینیة، فعرض علیهم النصرانیة وَقَالَ:إنی أجعل فیكم الملك وأزواجكم بُناتی .فأبوا علیه ونادوا:یا محمداه، فَقَالَ الملك:مَا یقولون؟ قالوا:یدعون نبیهم" ترجمہ:روم کے بادشاہ نے کہا ان مسلمانوں کی گرفتاری سے بڑھ کر کوئی فتح اور مال غنیمت نہیں۔ پھر ان کو قسطنطینہ میں لایا اور ان کو نصرانی ہونے کا کہا اور لالچ دیا کہ میں تم سب کو بادشاہت اور اپنی بیٹیوں سے بیاہ دوں گا۔مسلمانوں نے انکار کیا اور پکارا یا محمداہ۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ اپنے نبی کو پکار رہے ہیں۔

(المنتظم فی تاریخ الأمم والملوك،ثم دخلت سنة سبعین ومائة،ذكر طرف (من)وأخباره وسیرته،جلد 8،صفحه329، دار الكتب العلمیة، بیروت)

تاریخ الإسلام ووفیات المشاہیر والأعلام میں شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (المتوفی 748ھ) نے ''ابوخیرہ الرعینی المصری (المتوفی 131۔140ھ) کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے یوں کہا"یَا مُحَمَّدَاهُ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَانْظُرْ مَا فَعَلَتْ أُمَّتُكَ بَعْدَكَ" ترجمہ:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر کرم فرمائیں اور دیکھئے آپ کے بعد آپ کی امت نے کیا کیا ہے۔

(تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام،المحب بن حذلم، أبو خیرة الرعینی .مولاهم، المصری،جلد3،صفحه725، دار الكتاب العربی، بیروت)

شرح شفا میں ہے"(فجلس عمر رضی الله تعالى عنه یبکی) أی للاشتیاق أو للفراق أو الافتراق (وفی الحکایة طول) أی لیس هذا مقام ایرادها (وروی) أی فی عمل الیوم واللیلة لابن السنی (أن عبد الله بن عمر

رضی الـله تعالی عنهما خدرت رجله) بـفتـح معجمة و كسر مهملة أی فترت عن الحركة وضعفت باجتماع عصبها من جهة كسل وفتور أصابها كأنها رجل ناعس ولم يذهب ما بها (فقيل له اذكر أحب الناس إليك يزل عنك) بضم الزاء أی يزول عنك هذا الانقباض بسبب ما يترتب علی ذكر المحبوب من الانبساط (فصاح) أی فـنادی بأعلی صوته (يا محمداه) بسـكـون الهـاء لـلندبة و كأنه رضی الله تعالی عنه قصد به اظهار المحبة فی ضمن الاستغاثة"**یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سو گیا تو ان سے عرض کی گئی آپ جن کو سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں ان کو یاد کریں تو آپ کی تکلیف دو ہو جائے گی۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے کہا یا محمداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ آپ نے اظہار محبت کے طور پر استغاثہ کے ضمن میں کہا تھا۔**

(شرح الشفا،فصل (فيما روی عن السلف والأئمة من محبتهم للنبی ﷺ،جلد2،صفحه43، دار الكتب العلمية ،بيروت)

المدخل میں ابوعبداللہ محمد بن محمد العبدری الفاسی المالکی ابن الحاج (المتوفی 737ھ) روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کے آداب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں"يَـأْتِي إلَيْهِمُ الزَّائِرُ وَيَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ قَصْدُهُمْ مِنْ الْأَمَاكِنِ الْبَعِيدَةِ، فَإِذَا جَـاءَ إلَيْهِـمْ فَـلْيَتَّـصِفْ بِـالـذُّلِّ، وَالِانْـكِسَـارِ، وَالْـمَسْـكَـنَةِ، وَالْفَقْرِ، وَالْفَاقَةِ، وَالْحَاجَةِ، وَالِاضْطِرَارِ، وَالْخُضُوعِ وَيَسْتَـغِيـثُ بِهِمْ وَيَطْلُبُ حَوَائِجَهُ مِنْهُمْ وَيَجْزِمُ بِالْإِجَابَةِ بِبَرَكَتِهِمْ فَإِنَّهُمْ بَابُ اللَّهِ الْمَفْتُوحِ، وَجَرَتْ سُنَّتُهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِي قَضَاءِ الْحَوَائِجِ عَلَى أَيْدِيهِمْ وَبِسَبَبِهِمْ (ملخصاً)"**ترجمہ: زائران کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دور دراز مقاموں سے ان کی زیارت کا قصد کرے، پھر جب حاضری سے مشرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت وانکسار محتاجی وفقر وفاقہ وحاجت و بے چارگی وفروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے درکشادہ ہیں اور سنت الٰہی جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے۔**

(المدخل،التوسل بالنبی صلی الله عليه وسلم،جلد1،صفحه261، دار التراث)

فتاوی الرملی میں شہاب الدین احمد بن حمزۃ الأنصاری الرملی الشافعی (المتوفی 957ھ) سے مروی ہے"(سُـئِلَ) عَـمَّا يَـقَـعُ مِنْ الْعَامَّةِ مِنْ قَوْلِهِمْ عِنْدَ الشَّدَائِدِ يَا شَيْخُ فُلَانٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَنَحْوِ ذَلِكَ مِنْ الِاسْتِغَاثَةِ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ وَالصَّالِحِينَ فَهَلْ ذَلِكَ جَائِزٌ أَمْ لَا وَهَلْ لِلرُّسُلِ وَالْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَالْمَشَايِخِ إغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ وَمَاذَا يُرَجِّحُ ذَلِكَ؟(فَأَجَابَ)بِأَنَّ الِاسْتِغَاثَةَ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ وَالصَّالِحِينَ جَائِزَةٌ وَلِـلـرُّسُـلِ وَالْأَنْبِيَـاءِ وَالْأَوْلِيَـاءِ وَالـصَّـالِـحِينَ إغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ؛ لِأَنَّ مُعْجِزَةَ الْأَنْبِيَاءِ وَكَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ لَا تَنْقَطِعُ

بِــمَــوْتِهِــمْ ‘‘ ترجمہ: پوچھا گیا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء ومرسلین واولیاء وصالحین سے فریاد کرتے اور یا شیخ فلاں (یارسول اللہ، یاعلی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی) اوران کی مثل کلمات کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بےشک انبیاء ومرسلین واولیاء وعلماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامات ان کے وصال کے ساتھ ختم نہیں ہوجاتیں۔

(فتاوی الرملی، جلد04، صفحہ733، درالکتب العلمیہ، بیروت)

وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی میں علی بن عبد اللہ بن احمد الحسنی الشافعی السمہودی (المتوفی 911ھ) پوری فصل بنام ’’خاتمة: فی نبذ مما وقع لمن استغاث بالنبی أو طلب منه شيئا عند قبره‘‘ اس میں انہوں نے کئی واقعات استغاثہ پر نقل کئے چند واقعات پیش خدمت ہیں:

واقعہ 1۔ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ’’قال محمد بن المنكدر: أودع رجل أبي ثمانين دينارا وخرج للجهاد، وقال لأبي إن احتجت أنفقها إلى أن أعود، وأصاب الناس جهد من الغلاء، فأنفق أبي الدنانير، فقدم الرجل وطلب ماله، فقال له أبي عد إليّ غدا، وبات في المسجد يلوذ بقبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مرة وبمنبره مرة، حتى كاد أن يصبح، يستغيث بقبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فبينما هو كذلك وإذا بشخص في الظلام يقول: دونكها يا أبا محمد، فمد أبي يده فإذا هو بصرّة فيها ثمانون دينارا، فلما أصبح جاء الرجل فدفعها إليه‘‘ ترجمہ: محمد بن منکدر کہتے ہیں: ایک شخص نے میرے باپ کے پاس اسّی دینار امانت کے طور پر رکھے اور کہا کہ اگر ضرورت پڑ جائے تو انہیں خرچ کرکے جہاد پر جانا۔ وہ سال لوگوں نے بہت سختی میں گزارا، میرے والد نے بھی وہ پیسے خرچ کر دیئے۔ پیسوں کا مالک آیا تو میرے باپ نے کہا کہ کل آنا۔ اسی رات میرے والد مسجد نبوی میں گئے، کبھی قبر کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی منبر شریف کی طرف۔ صبح کی نماز کے قریب قبر نبی سے استغاثے میں مشغول تھے کہ تاریکی میں ایک شخص نمودار ہوا اور کہا: اے ابو محمد! یہ لو۔ میرے والد نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس سے لے لیا، جب دیکھا تو ایک تھیلی میں اسّی دینار تھے۔ اب جب صبح ہوئی تو وہ شخص اپنے پیسے واپس لینے آیا تو میرے والد نے وہی اسّی دینار اسے دے دیا۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، خاتمة: في نبذ مما وقع لمن استغاث بالنبي ﷺ أو طلب منه شيئا عند قبره، جلد 4، صفحہ199، دار الكتب العلمية، بيروت)

واقعہ 2۔ مشہور معروف محدث امام طبرانی کے متعلق لکھا ہے ’’وقال الإمام أبو بكر بن المقرىء: كنت أنا

والطبرانی وأبو الشیخ فی حرم رسول الله صلی الله علیه وسلم، وکنا علی حالة، وأثّر فینا الجوع، وواصلنا ذلك الیوم، فلما کان وقت العشاء حضرت قبر النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فقلت:یا رسول الله الجوع، وانصرفت، فقال لی أبو القاسم:اجلس، فإما أن یکون الرزق أو الموت، قال أبو بکر:فقمت أنا وأبو الشیخ والطبرانی جالس ینظر فی شیء، فحضر بالباب علوی، فدقّ ففتحنا له، فإذا معه غلامان مع کل واحد زنبیل فیه شیء کثیر، فجلسنا وأکلنا وظننا أن الباقی یأخذه الغلام، فولی وترك عندنا الباقی، فلما فرغنا من الطعام قال العلوی:یا قوم أشکوتم إلی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم؟ فإنی رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المنام فأمرین أن أحمل بشیء إلیکم" ترجمہ:امام ابوبکر بن المقری ءنے فرمایا:ایک دن میں ابوالقاسم طبرانی اور ابوالشیخ روضہ رسول کی زیارت سے مشرّف ہوئے تو وہاں ہمیں بھوک نے شدید پریشان کیا،ہم نے وہ دن اسی حالت میں گزاردیا،جب رات ہوئی تو میں نے قبر پیغمبر کے پاس جا کر کہا:یارسول اللہ!ہم بھوکے ہیں۔اس کے بعد اپنے دوستوں کے پاس پہنچا،ابوالقاسم طبرانی نے مجھ سے کہا:یہیں پر بیٹھ جاؤ۔یا آج کھانا آئے گا یا موت۔ابوبکر کہتے ہیں:میں اور ابوالشیخ اٹھے مگر طبرانی وہیں پر کچھ سوچ رہے تھے کہ اتنے میں اچانک ایک شخص نے مسجد کے دروازے پر دستک دی،ہم نے دروازہ کھولا تو دیکھا ایک علوی شخص ہے جس کے ہمراہ دوغلام ہیں اوران کے ہاتھوں میں کھانے سے بھری ہوئی ٹوکریاں ہیں۔ہم نے ان سے کھانا لیا اور سیر ہوکر کھایا اور یہ سوچا کہ بچا ہوا کھانا وہ اپنے ساتھ لے جائیں گے لیکن وہ اسے وہیں پر چھوڑ کر چلے گئے۔جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اس علوی نے کہا:کیا تم نے رسول خدا سے بھوک کی شکایت کی ہے؟میں نے خواب میں رسول خدا کو دیکھا کہ انہوں نے مجھے فرمایا کہ تمہارے لئے غذا لے آؤں۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی،خاتمة:فی نبذ مما وقع لمن استغاث بالنبیﷺ أو طلب منه شیئا عند قبره،جلد 4،صفحه 200، دار الکتب العلمیة،بیروت)

واقعہ 3۔ابن جلاد کہتے ہیں"دخلت مدینة النبی صلی الله تعالی علیه وسلم وبی ناقة، فتقدمت إلی القبر وقلت: ضیفك، فغفوت فرأیت النبی صلی الله تعالی علیه وسلم، فأعطانی رغیفا، فأکلت نصفه، وانتبهت وبیدی النصف الآخر" ترجمہ:میں مدینہ میں داخل ہوا جبکہ انتہائی فقروتنگدستی میں مبتلا تھا۔قبر پیغمبر پر پہنچا اور کہا:یارسول اللہ! میں آپ کا مہمان ہوں۔اسی عالم میں میری آنکھ لگ گئی،خواب میں رسول خدا کی زیارت ہوئی تو آپ نے مجھے ایک روٹی دی جس میں سے میں نے آدھی کھائی۔جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ باقی آدھی میرے ہاتھ میں ہے۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى،خاتمة:فى نبذ مما وقع لمن استغاث بالنبى ﷺ أو طلب منه شيئا عند قبره،جلد4،صفحه 200، دار الكتب العلمية،بيروت)

واقعہ 4۔ابوالخیراقطع فرماتے ہیں"دخلت مدينة النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وأنا بفاقة، فأقمت خمسة أيام ما ذقت ذواقا، فتقدمت إلى القبر، وسلمت على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى أبى بكر وعمر، وقلت:أنا ضيفك يا رسول الله، وتنحّيت ونمت خلف القبر، فرأيت فى المنام النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وأبو بكر عن يمينه وعمر عن شماله وعلى بن أبى طالب بين يديه، فحركنى علىّ وقال:قم، قد جاء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقمت إليه وقبلت بين عينيه، فدفع إلىّ رغيفا، فأكلت نصفه، وانتبهت فإذا فى يدى نصف رغيف" ترجمہ: **میں مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہوااور میں بھوکا تھا۔میں مدینہ میں پانچ دن رہااور کچھ بھی نہیں کھایا۔میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوااور آپ علیہ السلام کوسلام اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کوسلام کیااور عرض کیا:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کا مہمان ہوں۔پھر میں قبرانور سے واپس ہوااور قبر مبارک کے پیچھے سو گیا۔میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کودیکھا کہ آپ کے دائیں طرف ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ اور بائیں طرف عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور حضرت علی المرتضیٰ آپ کے سامنے تھے۔حضرت علی المرتضیٰ نے مجھے حرکت دی اور فرمایا: کھڑا ہوجا! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں۔میں کھڑا ہوااور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک روٹی دی جس میں سے میں نے آدھی کھائی۔جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ باقی آدھی میرے ہاتھ میں ہے۔**

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى،خاتمة:فى نبذ مما وقع لمن استغاث بالنبى ﷺ أو طلب منه شيئا عند قبره،جلد4،صفحه 200، دار الكتب العلمية،بيروت)

واقعہ 5۔ابوعبداللہ محمد بن ابی زرعہ صوفی فرماتے ہیں "سافرت مع أبى ومع أبى عبد الله بن خفيف إلى مكة، فأصابتنا فاقة شديدة، فدخلنا مدينة الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم، وبتنا طاوين، وكنت دون البلوغ، فكنت أجىء إلى أبى غير دفعة وأقول:أنا جائع، فأتى أبى الحظيرة وقال:يا رسول الله أنا ضيفك الليلة، وجلس على المراقبة، فلما كان بعد ساعة رفع رأسه وكان يبكى ساعة ويضحك ساعة، فسئل عنه فقال:رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فوضع فى يدى دراهم، وفتح يده، فإذا فيها دراهم، وبارك الله فيها إلى أن رجعنا إلى شيراز، وكنا ننفق منها" ترجمہ: **میں اپنے والداور عبداللہ بن خفیف کے ہمراہ مکّہ کا سفر کررہا تھا کہ راستے میں شدید تنگدستی**

کا شکار ہو گئے۔ جب مدینہ منوّرہ میں داخل ہوئے تو سخت بھوک لگی تھی۔ میں ابھی سنّ بلوغ تک نہیں پہنچا تھا، اپنے باپ کے پاس پہنچا اور کہا: مجھے بھوک لگی ہے۔ میرے والد قبر پیغمبر کے پاس گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آج کی رات ہم آپ کے مہمان ہیں! اور پھر انتظار کرنے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اچانک سر بلند کیا کبھی روتے تھے اور کبھی ہنستے تھے۔ جب اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے تو انہوں نے مجھے کچھ درہم عنایت کئے ہیں، اتنے میں ہتھیلی کھولی تو اس میں درہم موجود تھے۔ ان درہموں میں اتنی برکت تھی کہ شیراز واپس پلٹنے تک ہم ان میں سے خرچ کرتے رہے مگر وہ ختم نہ ہوئے۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، خاتمة: في نبذ مما وقع لمن استغاث بالنبي ﷺ أو طلب منه شيئا عند قبره، جلد 4، صفحہ 200، دار الكتب العلمية، بيروت)

واقعہ 6۔ احمد بن صوفی فرماتے ہیں " تهت في البادية ثلاثة أشهر، فانسلخ جلدي، فدخلت المدينة، وجئت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فسلمت عليه وعلى صاحبيه ثم نمت فرأيته صلى الله عليه وسلم في النوم فقال لي: يا أحمد، جئت؟ قلت: نعم، وأنا جائع وأنا في ضيافتك، قال: افتح كفيك، ففتحتهما فملأهما دراهم، فانتهت وهما مملوء تان، وقمت فاشتريت خبزا حواريا وفالوذجا، وأكلت" **ترجمہ: میں نے تین ماہ ویرانے میں گزارا کہ میری جلد خراب ہوگئی۔ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا اور صاحبین کو سلام کیا۔ پھر میں سو گیا تو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے احمد تو آیا؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ اور میں بھوکا ہوں اور آپ کا مہمان ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی ہتھیلیاں کھولو۔ میں نے ہاتھ پھیلائے تو آپ نے دراہم عطا کئے۔ جب میں جاگا تو وہ دراہم میرے ہاتھ میں تھے۔ میں کھڑا ہوا تو ان دراہم سے میدہ کی روٹی اور فالودہ خریدا اور کھایا۔**

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، خاتمة: في نبذ مما وقع لمن استغاث بالنبي ﷺ أو طلب منه شيئا عند قبره، جلد 4، صفحہ 200، دار الكتب العلمية، بيروت)

واقعہ 7۔ علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "وذكر الحافظ أبو القاسم بن عساكر في تاريخه بسنده إلى أبي القاسم ثابت بن أحمد البغدادي، قال: إنه رأى رجلا بمدينة النبي صلى الله عليه وسلم أذن للصبح عند قبر النبي صلى الله عليه وسلم، فقال فيه: الصلاة خير من النوم، فجاء ه خادم من خدم المسجد فلطمه حين سمع ذلك، فبكى الرجل، وقال: يا رسول الله في حضرتك يفعل بي هذا الفعل؟ ففلج الخادم، وحمل إلى داره فمكث ثلاثة أيام ومات " **ترجمہ: حافظ ابو القاسم بن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس سند کے ساتھ ذکر کیا جو ابی القاسم ثابت بن احمد**

بغدادی تک ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھا جس نے قبر نبی کے پاس صبح کی اذان دی اور یوں پڑھا" الصلوٰۃ خیر من النوم" خدام المساجد میں سے ایک خادم اس اذان کو سن کر آیا اور اس نے اذان پڑھنے والے کو ایک تھپڑ مارا۔ اذان پڑھنے والا رونا شروع ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے پاس حاضر ہوں اور میرے ساتھ یہ عمل کیا گیا ہے۔ اس خادم کا ہاتھ فالج زدہ ہو گیا اور وہ اپنے گھر تین دن رہا اور پھر مر گیا۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، خاتمة: في نبذ مما وقع لمن استغاث بالنبي ﷺ أو طلب منه شيئا عند قبره، جلد 4، صفحه 201، دار الكتب العلمية، بيروت)

واقعہ 8۔ ابو عبداللہ محمد بن ابی امان فرماتے ہیں "كنت بمدينة النبي صلى الله عليه وسلم خلف محراب فاطمة رضي الله تعالى عنها، وكان الشريف مكثر القاسمي قائما خلف المحراب المذكور، فانتبه فجاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم وعاد علينا متبسما، فقال له شمس الدين صواب خادم الضريح النبوي: فيم تبسمت؟ فقال: كانت بي فاقة، فخرجت من بيتي فأتيت بيت فاطمة رضي الله تعالى عنها، فاستغثت بالنبي صلى الله عليه وسلم وقلت: إني جائع، فنمت فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم فأعطاني قدح لبن فشربت حتى رويت" ترجمہ: میں مدینہ میں محراب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پیچھے موجود تھا اور جناب سید مکثر القاسمی بھی اسی محراب کے پیچھے کھڑے تھے۔ اچانک قبر رسول کی طرف بڑھے اور پھر واپس پلٹے تو میں نے دیکھا مسکرا رہے ہیں۔ شمس الدین صواب روضہ مبارک کے خادم نے ان سے پوچھا: کیوں ہنس رہے ہیں؟ کہنے لگے: میں سخت تنگدست ہو چکا تھا گھر سے نکلا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغاثہ کیا اور کہا: میں بھوکا ہوں۔ اس کے بعد سو گیا، خواب میں پیغمبر علیہ السلام کو دیکھا، انہوں نے دودھ کا ایک جام دیا جسے پی کر میں سیر ہو گیا۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، خاتمة: في نبذ مما وقع لمن استغاث بالنبي ﷺ أو طلب منه شيئا عند قبره، جلد 4، صفحه 201، دار الكتب العلمية، بيروت)

واقعہ 9۔ ابو محمد عبدالسلام بن عبدالرحمٰن حسینی فاسی فرماتے ہیں "أقمت بمدينة النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثة أيام لم أستطعم فيها، فأتيت عند منبره صلى الله عليه وسلم فركعت ركعتين وقلت: يا جدي جعت وأتمنى عليك ثردة، ثم غلبتني عيني فنمت، فبينا أنا نائم وإذا برجل يوقظني، فانتبهت فرأيت معه قدحا من خشب وفيه ثريد وسمن ولحم وأفاويه، فقال لي: كل، فقلت له: من أين هذا؟ فقال: إن صغاري لهم ثلاثة أيام يتمنون هذا الطعام، فلما كان اليوم فتح الله لي بشيء عملت به هذا، ثم نمت فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في

النوم وھو یقول:إن أحد إخوانك تمنی علی ھذا الطعام فأطعمه منه" ترجمہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں تین دن گزارے اوران تین دنوں میں کھانا نہیں کھایا تھا۔منبر رسول کے پاس گیا دو رکعت نماز پڑھ کر کہا: اے جدّ بزرگوار! میں بھوکا ہوں اور آپ سے ثرید کا طلبگار ہوں۔اتنے میں مجھ پر نیند غالب آ گئی، اچانک ایک شخص نے مجھے نیند سے بیدار کیا جس کے ہاتھ میں ثرید سے بھرا لکڑی کا پیالہ تھا اور مجھ سے کہا: اسے کھاؤ۔ میں نے کہا: یہ غذا کہاں سے لے آئے ہو؟ کہنے لگا: تین دن سے میرے بچے اس غذا کی فرمائش کر رہے تھے آج تیسرے دن اللہ عزوجل کی رحمت سے مجھے کام ملا تو یہ غذا تیار کر کے کھا کر سوئے تو رسول خدا نے خواب میں فرمایا: تمہارا ایک بھائی اسی غذا کی تمنّا رکھتا ہے اسے جا کر دے آؤ۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی،خاتمة:فی نبذ مما وقع لمن استغاث بالنبیﷺ أو طلب منه شیئا عند قبره،جلد 4،صفحه 203، دار الکتب العلمیة،بیروت)

الحاوی للفتاویٰ میں امام جلال الدین سیوطی (911ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "وفی کتاب مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الأنام للإمام شمس الدین محمد بن موسی بن النعمان قال سمعت یوسف بن علی الزنانی یحکی عن امرأة ھاشمیة کانت مجاورة بالمدینة وکان بعض الخدام یؤذیھا قالت فاستغثت بالنبی صلی اللہ علیه وسلم فسمعت قائلا من الروضة یقول أما لك فیّ أسوة فاصبری کما صبرت أو نحو ھذا قالت فزال عنی ما کنت فیه ومات الخدام الثلاثة الذین کانوا یؤذوننی" ترجمہ: کتاب ''مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام'' میں امام شمس الدین محمد بن موسیٰ بن نعمان فرماتے ہیں میں نے یوسف بن علی زنانی سے سنا وہ ایک عورت ہاشمیہ کی حکایت بتاتے تھے کہ وہ مدینہ کی مجاور تھی اور بعض خدام اسے اذیت دیتے تھے۔اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کیا تو بتانے والے نے سنا کہ روضہ مبارک سے سنا گیا کہ تیرے لئے میری سیرت ایک نمونہ ہے۔صبر کر جیسے میں نے صبر کیا یا اسی طرح کا کلام سنا گیا۔عورت نے کہا مجھ سے وہ پریشانی چلی گئی اور تین خدام مر گئے جو مجھے ایذا دیتے تھے۔

(الحاوی للفتاوی،تنویر الحلك فی إمکان رؤیة النبی والملك،جلد2،صفحه314، دار الفکر ، بیروت)

حضرت ابوالمعالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں "عمر بزاز قدس سره میگوید من شنیده ام از حضرت شیخ رضی اللّٰه تعالٰی عنه که هر که در کربتے بمن استغاثه کند کشفت عنه دور گردانم آن کربت را از و، وهر که در شدتے بنام من ندا کند فرجت عنه خلاص بخشم او را ازاں شدت وهر که درحاجتے توسل بمن کند در حضرت جل وعلا قضیت لـه حاجت او را برآرم " ترجمہ: عمر بزاز فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ (عبد

القادر جیلانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ جو شخص مصیبت میں مجھ سے استغاثہ کرے گا میں مدد کروں گا، اس سے اس کی تکلیف دور کروں گا اور جو سختی میں مجھے ندا کرے گا اس کی سختی کو دور کردوں گا اور خلاصی دلاؤں گا، اور جو اپنی حاجت میں مجھے سے توسل کرے گا اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کی حاجت پوری کروں گا۔

(تحفہ قادریہ، باب دہم فی التوسل الیہ الخ قلمی ، صفحہ 76، ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 322، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

علامہ علی قاری بعد ذکر روایت فرماتے ہیں "قَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ مِرَارا فصَحَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعالٰى عَنْهُ " ترجمہ: بیشک یہ بار ہا تجربہ کیا گیا ٹھیک اترا، اللہ تعالیٰ کی رضا شیخ پر ہو۔

(نزہۃ الخاطر والفاتر، ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 323، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں "سئلت ممن یقول فی حال الشدائد یارسول اللّٰہ اویا علی اویا شیخ عبدالقادر مثلاً ھل ھو جائز شرعاً ام لا؟ اجبت نعم الاستغاثۃ بالاولیاء وندائھم والتوسل بھم امر مشروع وشیء مرغوب لاینکرہ الامکابر اومعاند وقد حرم برکۃ الاولیاء الکرام الخ" یعنی مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو مصیبت کے وقت میں کہتا ہو یارسول اللہ یا علی یا شیخ عبدالقادر، مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں اولیاء سے مدد مانگنی اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسّل کرنا شروع میں جائز اور پسندیدہ چیز ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا صاحبِ عناد، اور بیشک وہ اولیاء کرام کی برکت سے محروم ہے۔

(فتاوٰی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی، ماخوذ از فتاوٰی رضویہ، جلد 29، صفحہ 554، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مشکوٰۃ شریف کی شرح میں فرماتے ہیں "حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ھر کہ استمداد کردہ مے شود بوی درحیات استمداد مے شود بوی بعدازوفات" ترجمہ: حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں جس سے زندگی میں مدد مانگی جائے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔

مزید شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " سیدی احمد بن زروق کہ از عاظم فقھاء وعلماء ومشائخ دیار مغرب است گفت روزے شیخ ابوالعباس حضرم از من پرسید امدادِ حی قوی ست یا امداد میّت قوی ست من گفتم قوی می گویند کہ امداد حی قوی تر است ومن می گویم کہ امداد میّت قوی تراست پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وی دربساط است ودر حضرت اوست (قال) ونقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازاں ست کہ حصر و احصار کردہ شود یافتہ نمی شود درکتاب و سنت اقوالِ سلف صالح چیزے کہ منافی

و مخالف ایں باشد و رد کندایں را" ترجمہ: سیدی احمد بن زروق جو دیارِ مغرب کے عظیم ترین فقہاء اور علماء ومشائخ سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا زندہ کی امداد قوی ہے یا وفات یافتہ کی؟ میں نے کہا کچھ لوگ زندہ کی امداد زیادہ قوی بتاتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ وفات یافتہ کی امداد زیادہ قوی ہے۔ اسی پر شیخ نے فرمایا: ہاں! اس لیے کہ وہ حق کے دربار اور اس کی بارگارہ میں حاضر ہے (فرمایا) اس مضمون کا کلام ان بزرگوں سے اتنا زیادہ منقول ہے کہ حدوشمار سے باہر ہے اور کتاب وسنت اور سلف صالحین کے اقول میں ایسی کوئی بات موجود نہیں جو اس کے منافی ومخالف اور اسے رد کرنے والی ہو۔

(اشعة اللمعات،باب زيارة القبور،جلد1،صفحه716،مكتبه نوريه رضويه، سكهر)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہابی خارجیوں کے عقیدے کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں" انما اطلنا الكلام فی هذا المقام رغما الانف لمنكرين فانه قد حدث فی زماننا شرذمة ينكرون الاستمداد من الاولياء ويقولون مايقولون ومالهم على ذلك من علم ان هم الايخرصون " ترجمہ: ہم نے اس مقام میں کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک پر رگڑنے کو کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیاء سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں اور انہیں اس پر کچھ علم نہیں یونہی اپنے سے اٹکلیں لڑاتے ہیں۔

(لمعات التنقيح، باب حكم الاسراء ،فصل 1،جلد3،صفحه401، مكتبه نوريه رضويه،سكهر)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں"يكے از مشائخ عظام گفته است ديدم چهار كس را از مشائخ تصرف مى كنند درقبور خود مانند تصرفهائے شاں درحيات خود يا بيشتر شيخ معروف و عبدالقادر جيلانى رضى الله تعالىٰ عنهما و دو كس ديگر راز اولياء شُمُرده ومقصود حصر نيست آنچه خود ديده ويافته است"، ترجمہ: ایک عظیم بزرگ فرماتے ہیں میں نے مشائخ میں سے چار حضرات کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں رہ کر بھی ویسے ہی تصرف فرماتے ہیں جیسے حیات دنیا کے وقت فرماتے تھے یا اس سے بھی زیادہ شیخ معروف کرخی، سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دو اور اولیاء کو شمار کیا۔ (شیخ عقیل منجی بسہی اور شیخ حیاۃ ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالیٰ) ان کا مقصد حصر نہیں بلکہ خود جو دیکھا اور مشاہدہ فرمایا وہ بیان کیا۔

(اشعة اللمعات،باب زيارة القبور،جلد1،صفحه715، مكتبه نوريه رضويه ،سكهر)

امام ابن حجر مکی پھر شیخ نے شروح مشکوٰۃ میں فرمایا"صالحاں رامدد بليغ است به زيارت كنند گانِ خود رابر اندازه ادب ايشاں "،ترجمہ: صالحین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق ان کی بے پناہ مدد فرماتے ہیں۔

(اشعة اللمعات،باب زيارة القبور،جلد1،صفحه715،مكتبه نوريه رضويه،سكهر)

امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہلسنت کے نزدیک علم وادراک موتی کی تحقیق کرکے فرمایا"ولھذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخبار" ترجمہ:اسی لیے قبور اولیاء کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔
(شرح المقاصد،المبحث االرابع مدرك الجزئيات عندنا الخ،جلد2،صفحه43،دارالمعارف النعمانيه، لاہور)

ردالمحتار میں امام غزالی سے ہے"وَأَمَّا الْأَوْلِيَاءُ فَإِنَّهُمْ مُتَفَاوِتُونَ فِي الْقُرْبِ مِنْ اللَّهِ تَعَالَى، وَنَفْعُ الزَّائِرِينَ بِحَسَبِ مَعَارِفِهِمْ وَأَسْرَارِهِمْ" ترجمہ:ارواح طیبہ اولیائے کرام کا حال یکساں نہیں بلکہ وہ متفاوت ہیں اللہ عزوجل سے نزدیکی اور زائروں کو نفع دینے میں موافق اپنے معارف واسرار کے۔

(رداالمحتار،باب صلوٰۃ الجنائز،مطلب في زيارة القبور،جلد2،صفحه242،دارالفكر،بيروت)

مزید علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"قَالَ ابْنُ حَجَرٍ فِي فَتَاوِيهِ :وَلَا تُتْرَكُ لِمَا يَحْصُلُ عِنْدَهَا مِنْ مُنْكَرَاتٍ وَمَفَاسِدَ كَاخْتِلَاطِ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَغَيْرِ ذَلِكَ لِأَنَّ الْقُرُبَاتِ لَا تُتْرَكُ لِمِثْلِ ذَلِكَ، بَلْ عَلَى الْإِنْسَانِ فِعْلُهَا وَإِنْكَارُ الْبِدَعِ، بَلْ وَإِزَالَتُهَا إنْ أَمْكَنَ" ترجمہ:ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا:مزارات پر حاضری کو وہاں ہونے والے غیر شرعی افعال کی وجہ سے نہیں چھوڑا جائے گا جیسے مردوں اور عورتوں کے اختلاط وغیرہ جیسے منکرات کی وجہ سے۔اس لئے کہ قربات کو اس طرح کی غیر شرعی حرکات کی وجہ سے نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ ان غیر شرعی حرکات کا انکار کیا جائے گا اور ممکنہ حد تک اسے دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔
(رداالمحتار،باب صلوٰۃ الجنائز،مطلب في زيارة القبور،جلد2،صفحه242،دارالفكر،بيروت)

رسالہ فیض عام مزارات اولیاء سے استعانت میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ ارشاد ہے"طریق استمداد ازایشاں آنست کہ بزبان گوید اے حضرت من برائے کار فلاں درجناب الٰھی التجامی کنم شمانیز بدعا وشفاعت امداد من نماید لکن استمداد از مشھور ین باید کرد (ملخصاً)" ترجمہ:ان حضرات سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے کہے:اے میرے حضور!فلاں کام کے لیے میں بارگاہ الٰہی میں التجا کررہا ہوں آپ بھی دعا وشفاعت سے میری امداد کیجئے۔لیکن استمداد مشہور حضرات سے کرنا چاہئے۔

(فتاوٰی عزیزی،رساله فيض عام،جلد1،صفحه177، مطبع مجتبائی، دہلی)

مرزا مظہر صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں"بعض ارواح کاملاں رابعد ترك تعلق اجساد آنھا دریں نشاۃ تصرفے باقی است الخ"،ترجمہ:جسموں سے ترک تعلق کے بعد بھی بعض ارواح کاملین کا تصرف اس دنیا میں باقی ہے۔

(مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں،مع کلمات طیبات مکتوب14،صفحہ27 ،مطبع مجتبائی، دہلی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں"اولیاء الله دوستان و معتقدان را دردنیا و آخرت مدد گاری می فرمایند و دشمنان راهلاك می نمایند واز ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی می رسد" **ترجمہ:اولیاءاللہ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی دنیاوآخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دوشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور روحوں سے اویسیت کے طریقے پر باطنی فیض پہنچاتے ہے۔**

(تذکرۃ الموتٰی والقبوراردو ترجمہ مصباح القبور، باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں،صفحہ76،نوری کتب خانہ لاہور)

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اطیب النغم فی مدح سیّد العرب والعجم میں لکھتے ہیں:

وصلّی علیك اللّٰه یا خیر خلقه　　ویاخیرمامول ویاخیرَ واهب

ویاخیرمن یرجٰی لکشف رَزِیّةٍ　　ومن جوده، قد فاق جودالسحائب

وانت مجیری من هجوم مُلمَّةٍ　　اذا انشبت فی القلب شرّ المخالب

اورخوداس کی شرح وترجمہ میں کہتے ہیں"(فصل یازدهم در ابتهال بجناب آنحضرت صلی الله تعالٰی علیه وسلم) رحمتِ فرستد برتو خدائے تعالٰی اے بهترین خلقِ خدا ، واے بهترین کسیکه امید داشته شود، اے بهترین عطا کننده وائے بهترین کسیکه امیدداشته باشد برائے ازاله مصیبتے واے بهترین کسیکه سخاوتِ او زیاده است از باران، بارها گواهی میدهم که تو پناه دهنده منی از هجوم کردن مصیبتے وقتے که بخلاند در دل بدترین چنگالهارا ملخصاً" **ترجمہ:(گیارھویں فصل حضورعلیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں عاجزانہ فریاد کے بارے میں)اے خلقِ خدا سے بہتر! آپ پراللہ تعالیٰ درود بھیجے،اے بہترین شخص جس سے امید کی جاتی ہے اور اے بہترین عطا کرنے والے اے بہترین شخص کہ مصیبت کو دور کرنے میں جس سے امید رکھی جاتی ہے،اور جس کی سخاوت بارش پر فوقیت رکھتی ہے۔آپ ہی مجھے مصیبتوں کے ہجوم سے پناہ دینے والے ہیں،جب وہ میرے دل میں بدترین پنجے گاڑتی ہیں۔**

(اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم،فصل یازدہم ،صفحہ22،مکتبہ مجتبائی، دہلی)

اسی کے شروع میں لکھتے ہیں"ذکر بعد حوادث زمان که دران حوادث لابدست ازاستمدا د بروحِ آنحضرت صلی الله تعالٰی علیه وسلم" **ترجمہ:بعض حوادثِ زمانہ کا ذکر جن حوادث میں حضورانور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح اقدس سے مدد طلب کرنا ضروری ہے۔** (اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم،فصل اول ،صفحہ2،مکتبہ مجتبائی، دہلی)

اسی کی فصل اول میں لکھتے ہیں"بہ نظر نمی آیدمرامگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوھگین ست در ھرشد تے " **ترجمہ: مجھے حضورانور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کوئی نظرنہیں آتا کیونکہ ہرسختی میں غمزدوں کی پناہ گاہ آپ ہی ہیں۔** (اطیب النغم فی مدح سیدالعرب والعجم ،فصل اول ،صفحہ4،مکتبہ مجتبائی، دہلی)

یہی شاہ صاحب قصیدہ ''مدحیہ حمزیہ'' میں لکھتے ہیں:

ینادی ضارعاً لخضوع قلب　　　وذلّ وابتھال والتجاء

رسول اللّٰہ یا خیرالبرایا　　　نوالك ابتغی یوم القضاء

اذا ما حلّ خطب مدلھم　　　فانت الحصن من کل البلاء

الیك توجھی وبك استنادی　　　وفیك مطامعی وبك ارتجائی

اورخودہی اس کی شرح وترجمہ میں لکھتے ہیں"فصل ششم درمخاطبہ جناب عالی علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات ندا کند زادوخوارشدہ بشکستگی دل و اظھار بے قدری خود بہ اخلاص درمناجات و بہ پناہ گرفتن بایں طریق کہ اے رسولِ خدا اے بھترین مخلوقات عطائے مے خواھم روز فیصل کردن ، وقتے کہ فرود آید کار عظیم درغایت تاریکی پس توئی پناہ ازھر بلا بسوئے تست رو آوردن من و بہ تست پناہ گرفتن من و درتست امید داشتنِ من اہ ملخصاً " **ترجمہ: چھٹی فصل عالی مرتبت سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پکارنے کے بیان میں۔آپ پر بہترین درود اور کامل ترین سلام ہو۔ذلیل وخوار شخص شکستہ دل،ذلت ورسوائی عجزوانکسار کے ساتھ پناہ طلب کرتے ہوئے یوں پکارتا ہے،اے اللہ تعالٰی کے رسول،اے بہترین خلق!میں فیصلے کے دن آپ کی عطا کا طلبگار ہوں،جب انتہائی اندھیرے میں بہت بڑی مصیبت نازل ہوتو ہر بلائیں پناہ گاہ تو ہی ہے۔میری توجہ تیری طرف ہے،تجھ ہی سے میں پناہ لیتا ہوں،تجھ ہی سے طمع وامید رکھتا ہوں۔**

(اطیب النغم فی مدح سیدالعرب والعجم،فصل ششم ،صفحہ33،34، مطبع مجتبائی ،دہلی،ماخوذ از فتاوٰی رضویہ)

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں اکابر اولیاء کا حال بعد انتقال لکھتے ہیں"دریں حالت ھم تصرف دردنیا دادہ واستغراق آنھا بجھت کمال وسعت مدارك آنھا مانع توجہ بایں سمت نمی گرددواویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطنی از انھامی نمایند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود ازانھامی

طلبند و می یابند" ترجمہ: اولیاء اللہ بعد انتقال دنیا میں تصرف فرماتے ہیں اور ان کے استغراق کا کمال اور مدارج کے رفعت ان کو اس سمت توجہ دینے کی مانع نہیں ہے۔ اویسی اپنے کمالات باطنی کا اظہار فرماتے ہیں اور حاجت مند لوگ اپنی مشکلات کا حل اور حاجت روائی انہیں سے طلب کرتے ہیں اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔

(تفسیر فتح العزیز تحت آیة 18/84 ،صفحہ206، مطبع مسلم بکڈپو لال کنواں، دہلی)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ ربانی کتاب مستطاب "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار" میں فرماتے ہیں: سیدی شمس الدین محمد حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حجرہ خلوت میں وضو فرما رہے تھے ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا پر پھینکی کے غائب ہوگئی حالانکہ حجرے میں کوئی راہ اس کے ہوا پر جانے کی نہ تھی۔ دوسری کھڑاؤں اپنے خادم کو عطا فرمائی کہ اسے اپنے پاس رہنے دے جب تک وہ پہلی واپس آئے۔ ایک مدت کے بعد ملکِ شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدایا کے حاضر لایا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے، جب چور میرے سینہ پر مجھے ذبح کرنے بیٹھا، میں نے اپنے دل میں کہا "یاسیدی محمد یا حنفی"، ترجمہ: اے میرے سردار محمد اے حنفی۔ اُسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر الٹا ہو گیا اور مجھے اللہ عزوجل نے نجات بخشی۔

(لواقح الانوار فی طبقات الاخیار،ترجمہ سیدنا و مولانا شمس الدین حنفی،جلد2،صفحہ95، مصطفٰی البابی ،مصر)

اسی میں ہے: ولیِ ممدوح قدس سرّہ کی زوجہ مقدسہ بیماری سے قریبِ مرگ ہوئیں تو وہ یوں ندا کرتی تھیں "یاسیدی احمد یا بدویُّ خاطرك معی" ترجمہ: اے میرے سردار اے احمد بدوی! حضرت کی توجہ میرے ساتھ ہے۔ ایک دن حضرت سیدی احمد کبیر بدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، کب تک مجھے پکارے گی اور مجھ سے فریاد کرے گی تو جانتی نہیں کہ تو ایک بڑے صاحبِ تمکین (یعنی اپنے شوہر) کی حمایت میں ہے، اور جو کسی ولیِ کبیر کی درگاہ میں ہوتا ہے ہم اس کی نداء پر اجابت نہیں کرتے، یوں کہہ یا سیدی محمد یا حنفی کہ یہ کہے گی تو اللہ تعالیٰ تجھے عافیت بخشے گا۔ ان بی بی نے یونہی کہا، صبح کو خاصی تندرست اُٹھیں، گویا کبھی مرض نہ تھا۔

(لواقح الانوار فی طبقات الاخیار، ترجمہ سیدنا ومولٰنا شمس الدین الحنفی،جلد2،صفحہ96، مصطفٰی البابی، مصر)

اسی میں ہے حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مرضِ موت میں فرماتے تھے "من کانت حاجة فلیأت الٰی قبری و یطلب حاجته اقضهاله فانّ مابینی و بینکم غیر ذراعٍ من تراب و کل رجل یحجبه عن اصحٰبه ذراع من تراب فلیس برجل" ترجمہ: جسے کوئی حاجت ہو وہ میری قبر پر حاضر ہو کر حاجت مانگے میں رَوا فرما دوں گا کہ مجھ میں تم میں یہی

ہاتھ بھر مٹی ہی تو حائل ہے اور جس مرد کو اتنی مٹی اپنے اصحاب سے حجاب میں کر دے وہ مرد کا ہے کا۔

(لواقح الانوار فی طبقات الاخیار، ترجمه سیدنا ومولانا شمس الدین الحنفی، جلد2، صفحه96، مصطفٰی البابی، مصر)

حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال شریفہ میں لکھا "کان رضی الله تعالٰی عنه یقول انا من المتصرفین فی قبورهم فمن کانت له حاجة فلیأت الٰی قبالة وجهی ویذکرها لی اقضهاله" ترجمہ: فرمایا کرتے تھے میں اُن میں ہوں جو اپنی قبور میں تصرف فرماتے ہیں۔ جسے کوئی حاجت ہو میرے پاس میرے چہرہ مبارک کے سامنے حاضر ہو کر مجھ سے اپنی حاجت کہے میں روا فرمادوں گا۔

(لواقح الانوار فی طبقات الاخیار، ترجمه الشیخ محمد بن احمد الفرغل، جلد2، صفحه105، مصطفٰی البابی، مصر)

اسی میں سیدی موسیٰ ابوعمران رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لکھتے ہیں "کان اذا ناداهُ مریده، اجابه من مسیرةِ سنةٍ اواکثر" ترجمہ: جب ان کا مرید جہاں کہیں سے انہیں ندا کرتا جواب دیتے اگرچہ سال بھر کی راہ پر ہوتا یا اس سے بھی زائد۔

(الوقح الانوار فی طبقات الاخیار، ترجمه الشیخ محمد بن احمد الفرغل، جلد2، صفحه21، مصطفٰی البابی، مصر، ماخوذ از فتاویٰ رضویه)

وہابیوں کی طرف سے کبھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب رب تعالیٰ دعا سننے والا ہے، حقیقی مالک ومختار ہے تو پھر ان ہستیوں سے کیوں مانگا جاتا ہے؟ اصل مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان نبی وولی سے اس لئے مانگتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے ان ہستیوں کے متعلق فرمایا ہے کہ میں ان کو ضرور عطا فرماتا ہوں چنانچہ بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے "وما یزال عبدی یتقرب إلی بالنوافل حتی أحبه فإذا أحببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وإن سألنی لأعطینه ولئن استعاذنی لأعیذنه" ترجمہ: میرا بندہ بذریعہ نوافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے۔ پھر جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور اسے عطا فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، جلد8، صفحه105، دار طوق النجاة، مصر)

دیکھیں! کتنے واضح انداز میں رب تعالیٰ نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا کہ میں ضرور ان کے مانگنے پر عطا کرتا ہوں۔ پھر قرآن سے ثابت ہے کہ نیک ہستیوں کے قرب میں دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ان ہستیوں کے وسیلہ سے رب تعالیٰ سے اپنی مراد حاصل کرتے ہیں اور اوپر حدیث پاک گزری کے صحابی رسول نے بارش کی دعا بھی حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر جا کر اسی عقیدے سے کی۔لہٰذا مسلمانوں کا اولیاء کرام سے مدد مانگنا توحید کے منافی نہیں بلکہ عین قرآن وسنت کے مطابق ہے۔یہ بھی نہیں کہ سُنّی مسلمان اللہ عزوجل سے مانگنے کے منکر ہیں کہ ایسا عقیدہ رکھنا تو کفر ہے۔ہر سنی مسلمان دن میں نماز اور علاوہ نماز کے کئی مرتبہ رب تعالیٰ سے مانگتا ہے۔عقیدہ فقط یہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے،اگرچہ افضل یہی ہے کہ رب تعالیٰ سے ان پاک ہستیوں کے توسل سے مانگا جائے۔

حضور علیہ السلام سے شفاعت طلب کرنا

مسلمانوں کا شروع سے ہی یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ جب حضور علیہ السلام کے روضہ مبارک پر حاضری دیتے ہیں تو آپ علیہ السلام سے شفاعت طلب کرتے ہیں۔علمائے کرام نے جہاں حج وعمرہ کا طریقہ ارشاد فرمایا وہاں یہ ترغیب دی کہ روضہ رسول پر سلام پیش کرنے کے بعد آپ علیہ السلام سے شفاعت طلب کرو۔

وہابیوں کے نزدیک حضور علیہ السلام سے شفاعت کا سوال کرنا شرک اکبر ہے

وہابیوں کے نزدیک حضور علیہ السلام سے شفاعت طلب کرنا شرک ہے۔وہابیوں کا امام ابن تیمیہ کہتا ہے ”الشرک شرکان اکبر وله انواع ومنه طلب الشفاعة من المخلوق والتوسّل“ ترجمہ:شرک دوطرح کا ہے:ایک شرک اکبر ہے جس کی انواع واقسام ہیں۔ان میں سے ایک مخلوق سے شفاعت وتوسّل کا طلب کرنا ہے۔

(مجموعة الرسائل والمسائل،جلد1،صفحہ22)

فتاوی نور علی الدرب میں سابقہ سعودی مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (المتوفی 1420ھ) لکھتا ہے ”طلب الشفاعة من النبی صلى الله عليه وسلم أو من غيره، من الأموات لا يجوز، وهو شرك أكبر عند أهل العلم، لأنه لا يملك شيئا بعدما مات عليه الصلاة والسلام، والله يقول ﴿قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا﴾“ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی اور فوت شدہ سے شفاعت طلب کرنا اہل علم کے نزدیک ناجائز وشرک ہے۔اس لئے کہ وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا اختیار نہیں رکھتے۔اللہ عزوجل فرماتا ہے:تم فرماؤ شفاعت تو سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

(فتاوی نور علی الدرب،جلد2،صفحہ105)

دعوة الإمام محمد بن عبدالوہاب سلفیة لا وہابیة میں وہابی مولوی احمد بن عبدالعزیز بن عبداللہ الحصین لکھتا ہے ”أنكر الشيخ رحمه الله وأتباعه طلبها من الأموات ونحوهم هذه عقيدة الشيخ الإمام محمد بن عبد الوهاب وأتباعه من الموحدين فی الشفاعة، وأنها لا تطلب من الأموات والأولياء والمشعوذين والدجالين، فالشفاعة كلها لله

وحدہ﴿**قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعاً**﴾ وأن الأنبياء والصالحين لا يشفعون إلا بإذن الله.قال تعالى ﴿**مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ**﴾ أما أن يقول القائل:اللهم إني أسألك بجاه محمد أو بحقه، أوحرمته، فهذا القول بدعة محرمة لا يجوز" ترجمہ:**یہ امام محمد بن عبدالوہاب اوران کے ماننے والے وہابیوں کا شفاعت کے متعلق عقیدہ ہے کہ فوت شدگان اولیاء،شعبدہ بازوں اور دجالوں سے سے شفاعت طلب نہیں کی جاسکتی ۔شفاعت صرف اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے۔اللہ عزوجل فرماتا ہے:تم فرماؤ شفاعت تو سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔انبیاء علیہم السلام اورصالحین اپنی مرضی سے شفاعت نہیں کریں گے بلکہ اللہ عزوجل جس کے متعلق حکم دے گا اس کی شفاعت کریں گے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے۔باقی جو یہ کہا جاتا ہے کہ اے اللہ عزوجل میں تم سے محمد صلی اللہ علیہ واالہ وسلم کی جاہ وحق اوران کی حرمت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں تو یہ ناجائز وبدعت ہے۔**

(دعوة الإمام محمد بن عبد الوهاب سلفية لا وهابية،صفحه322، مكتبة الملك فهد الوطنية)

التمہید لشرح کتاب التوحید میں دروس اُلقاہا صالح بن عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم آل الشیخ لکھتا ہے"والشفاعة هي:الدعاء.وطلب الشفاعة هو:طلب الدعاء ، فإذا قال قائل:أستشفع برسول الله، فكأنه قال:أطلب من الرسول صلى الله عليه وسلم أن يدعو لي عند الله---إذا أتى آت إلى قبر نبي، أو قبر ولي أو نحو ذلك، فقال:أستشفع بك، أو أسأل الشفاعة، فمعناه أنه طالب منه، ودعا أن يدعو له؛ فلهذا كان صرفها، أو التوجه بها إلى غير الله جل وعلا شركا أكبر؛ لأنها في الحقيقة دعوة لغير الله" **یعنی شفاعت دعا ہے اورشفاعت کا طلب کرنا دعا کا طلب کرنا ہے۔جب کہنے والا کہتا ہے کہ میں اللہ عزوجل کے رسول سے شفاعت طلب کرتا ہوں گویا وہ یہ کہہ رہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ طلب کررہا ہوں کہ آپ میرے لئے اللہ عزوجل سے دعا کریں۔جب نبی علیہ السلام یا کسی ولی وغیرہ کی قبر پر آکرکسی نے کہا میں آپ سے شفاعت مانگتا ہوں یا شفاعت کا سوال کرتا ہوں تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اس سے طلب کررہا ہے اوراسے دعا کا کہہ رہا ہے تو یہ عمل اللہ عزوجل کے علاوہ غیر کی طرف توجہ ہے جو شرک اکبر ہے کہ یہ حقیقۃً غیراللہ سے دعا کرنا ہے۔**

(التمهيد لشرح كتاب التوحيد،صفحه213، دار التوحيد)

بیان حقیقۃ التوحید الذی جاءت بہ الرسل ودحض الشبہات التی اُثیرت حولہ میں سعودی وہابی مولوی صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان کہتا ہے"لم يرخص في طلب الشفاعة من الملائكة ولا من الأنبياء ولا من الأصنام"**ترجمہ:اللہ عزوجل نے ملائکہ،انبیاء اور بتوں سے شفاعت مانگنے کی اجازت نہیں دی۔**

(بیان حقیقۃ التوحید الذی جاء ت بہ الرسل ودحض الشبہات التی أثیرت حولہ،صفحہ32،الجامعۃ الإسلامیۃ، المدینۃ المنورۃ)

محبۃ الرسول بین الاتباع والابتداع میں عبدالرء وف محمد عثمان لکھتا ہے"وأما الدعاء فكثير من الناس تجاوز حد الشرع في الدعاء فيطلبون من الرسول صلى الله عليه وسلم ما لا يطلب إلا من الله--- وهذا من البدع المفضية إلى الشرك لأن طلب الشفاعة، والموت على السنة، وغير ذلك من الحوائج، لا يجوز طلبها إلا من الله وحده، فلا يجوز سؤالها وطلبها من النبي صلى الله عليه وسلم، بعد موته .وأما طلب الدعاء فإنما يكون في حياته لا بعد مماته" ترجمہ: دعا میں کثیر لوگ حد شرع سے تجاوز کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ طلب کرتے ہیں جو صرف اللہ عزوجل سے طلب کیا جاسکتا ہے۔ یہ بدعت اور شرک کی طرف لے جانے والا عمل ہے۔اسلئے کہ شفاعت کا طلب کرنا اور سنت پر موت اور دیگر حاجات کا طلب کرنا صرف اللہ وحدہ کے ساتھ خاص ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال وطلب آپ کے وصال کے بعد کرنا جائز نہیں ہے۔آپ سے دعا کا طلب کرنا آپ کی حیات کے ساتھ خاص تھا بعد وصال نہیں۔

(محبۃ الرسول بین الاتباع والابتداع،صفحہ278، رئاسۃ إدارۃ البحوث العلمیۃ والإفتاء والدعوۃ والإرشاد إدارۃ الطبع والترجمۃ،الریاض)

یہ تو تھے وہابی مولویوں کی باتیں جنہوں نے اپنی شریعت میں اس عمل کو شرک کہا اور ہمیشہ کی طرح اس مسئلہ میں بھی یہ ثابت کرنا چاہا کہ یہ تمام مسلمانوں کا اجماعی مؤقف ہے۔اب اس کے ثبوت پر ان علمائے اسلاف کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں جن کو وہابی بھی مانتے ہیں:

شفاعت مانگنے کے متعلق علمائے اسلاف کی ترغیب

مراقی الفلاح شرح متن نور الإیضاح میں حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی المصری الحنفی (المتوفی1069ھ) اور الاختیار لتعلیل المختار میں عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلی البلدحی، مجد الدین ابو الفضل الحنفی (المتوفی683ھ) روضہ رسول پر حاضری کے وقت زائر کو کہتے ہیں کہ وہ یوں بارگاہِ رسالت میں عرض کرے"يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَحْنُ وَفْدُكَ، وَزُوَّارُ قَبْرِكَ، جِئْنَاكَ مِنْ بِلَادٍ شَاسِعَةٍ---وَالِاسْتِشْفَاعَ بِكَ إِلَى رَبِّنَا--- وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿**وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا**﴾ وَقَدْ جِئْنَاكَ ظَالِمِينَ لِأَنْفُسِنَا، مُسْتَغْفِرِينَ لِذُنُوبِنَا، فَاشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، وَأَسْأَلُهُ أَنْ يُمِيتَنَا عَلَى سُنَّتِكَ، وَأَنْ يَحْشُرَنَا فِي زُمْرَتِكَ، وَأَنْ يُورِدَنَا حَوْضَكَ، وَأَنْ يَسْقِيَنَا كَأْسَكَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِينَ، الشَّفَاعَةَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَقُولُهَا ثَلَاثًا﴿**رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا**

الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالإِيمَانِ﴾الْآيَةَ.

وَيُبَلِّغُهُ سَلَامَ مَنْ أَوْصَاهُ فَيَقُولُ:السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ، يَسْتَشْفِعُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهُ وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ :ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَ وَجْهِهِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ، وَيُصَلِّي عَلَيْهِ مَا شَاءَ ---

وَيَتَحَوَّلُ قَدْرَ ذِرَاعٍ حَتَّى يُحَاذِيَ رَأْسَ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَيَقُولُ:السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ--ثُمَّ يَتَحَوَّلُ حَتَّى يُحَاذِيَ قَبْرَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَيَقُولُ:السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ---ثُمَّ يَرْجِعُ قَدْرَ نِصْفِ ذِرَاعٍ فَيَقُولُ:السَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيعَيْ رَسُولِ اللَّهِ وَرَفِيقَيْهِ وَوَزِيرَيْهِ وَمُشِيرَيْهِ وَالْمُعَاوِنَيْنِ لَهُ عَلَى الْقِيَامِ فِي الدِّينِ، وَالْقَائِمَيْنِ بَعْدَهُ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ، جَزَاكُمَا اللَّهُ أَحْسَنَ جَزَاءٍ، جِئْنَاكُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَسْأَلُ رَبَّنَا أَنْ يَقْبَلَ سَعْيَنَا، وَيُحْيِيَنَا عَلَى مِلَّتِهِ، وَيُمِيتَنَا عَلَيْهَا، وَيَحْشُرَنَا فِي زُمْرَتِهِ ;ثُمَّ يَدْعُو لِنَفْسِهِ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِمَنْ أَوْصَاهُ بِالدُّعَاءِ وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ" ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ کا وفد ہیں، آپ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے دور دراز سے مختلف شہروں سے آئے آپ کو اللہ عزوجل کے حضور شفیع بناتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ ہم اس حال میں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں کہ اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں۔ اللہ عزوجل سے ہمارے لئے شفاعت کریں۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ ہم آپ کی سنت پر مریں، ہمارا حشر آپ کے گروہ کے ساتھ ہو۔ ہم آپ کے حوض کوثر سے سیراب ہوں بغیر ذلیل وندامت کے۔ الشفاعۃ الشفاعۃ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اسے تین مرتبہ بولے: اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

جس نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کا کہا ہو اس کا سلام عرض کرے اور کہے: یارسول فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ کو سلام ہو، وہ آپ کو اللہ عزوجل کے حضور شفیع بناتا ہے، اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں۔ پھر اس کے بعد قبلہ کو پیٹھ کرکے روضہ مبارک کی طرف منہ کرے اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں درود وسلام کے نذرانے پیش کرے جب تک چاہے۔

پھر اس کے بعد ایک ہاتھ آگے کو ہٹے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاذی ہو جائے اور عرض

کرے: اے رسول اللہ کے خلیفہ آپ پر سلام ہو۔ پھر تھوڑا ہٹے اور حضرت عمر فاروق کے چہرہ مبارک کے مقابل ہو کر عرض کرے: اے امیر المومنین السلام علیکم۔ پھر واپس آدھے ہاتھ کو پلٹے اور حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان میں کھڑا ہو کر عرض کرے: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آرام کرنے والو!، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیق، وزیر، مشیر، دین میں مددگار، آپ علیہ السلام کے بعد مسلمانوں کے اصلاح کرنے والو آپ دونوں بزرگوں پر سلام ہو۔ اللہ عزوجل آپ کو بہتر جزا دے۔ آپ دونوں کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں ہمارے لئے شفاعت کریں اور اللہ عزوجل سے دعا کریں کہ اللہ عزوجل ہماری کوشش کو قبول فرمائے۔ ہم کو اسلام پر زندگی اور موت دے۔ مسلمانوں کے ساتھ ہمارا حشر کرے۔ پھر اس کے بعد زائر اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اور جس نے دعا کا کہا اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔

(الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الحج، باب الہدی، جلد1، صفحہ176، مطبعة الحلبی، القاہرة)

مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر میں عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان شیخ زادہ (المتوفی 1078ھ) لکھتے ہیں "ثُمَّ يَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى حَاجَتَهُ، وَأَعْظَمُ الْحَاجَاتِ سُؤَالُ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ وَطَلَبُ الْمَغْفِرَةِ وَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ الْكُبْرَى وَأَتَوَسَّلُ بِكَ إلَى اللَّهِ تَعَالَى فِي أَنْ أَمُوتَ مُسْلِمًا عَلَى مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ وَأَنْ أُحْشَرَ فِي زُمْرَةِ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ" ترجمہ: پھر اللہ عزوجل سے حاجت طلب کرے۔ سب سے بڑی دعا حاجت ایمان پر خاتمے کا سوال کرنا اور مغفرت طلب کرنا ہے۔ کہے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام ہو۔ آپ سے شفاعت کبریٰ کا سوال کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کے حضور آپ کو وسیلہ بناتا ہوں کہ مسلمان مروں، آپ کے دین اور سنت پر۔ میرا حشر صالحین بندوں کے ساتھ ہو۔

(مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الحج، مسائل منثورة فی کتاب الحج، جلد1، صفحہ313، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

شیخین کریمین سے شفاعت مانگنے کا ثبوت

لباب وشرح لباب واختیار وفتاوٰی ہندیہ میں ہے کہ بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے سرہانے کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد سلام عرض کرے "جزا کم اللہ عن ذٰلك مرافقته فی جنته وایانا معکما برحمة انه ارحم الراحمین وجزا کم اللہعن الاسلام واهله خیر الجزاء، جئنا یا صاحبی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم زائرین لنبینا وصدیقنا وفاروقنا ونحن نتوسل بکما الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم لیشفع لنا الی ربنا" ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ دونوں صاحبوں کو ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں اپنے نبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی، بیشک وہ ہر مہربان والے سے زیادہ مہربان ہے۔ اللہ آپ دونوں کو اسلام واہل اسلام کی طرف سے بہتر بدلہ کرامت فرمائے۔ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں یارو! ہم اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تا کہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔

(المسلك المتقسط مع ارشاد الساری،باب زيارة سيدالمرسلين،صفحه340، دارالكتاب العربی، بيروت)

اسی طرح مدخل میں ہے"یتو سل بهما الی النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ویقد مهما بین یدیه شفیعین فی حوائجه" یعنی حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توسل کرے اور انھیں اپنی حاجتوں میں شفیع بنا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے کرے۔

(المدخل،فصل فی احکام علیٰ زیارت سید الاولین الخ ،جلد1،صفحه258، دارالکتاب العربی، بیروت)

صالحین سے شفاعت چاہنا محققین ائمہ کا معمول

امام ابن الحاج امام ابن النعمان لکھتے ہیں"الدعاء عند القبور الصالحین والتشفع بهم معمول به عند علمائنا المحققین من ائمة الدین "، ترجمہ: قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمہ دین کا معمول ہے۔

(المدخل ،فصل فی زیارة القبور ،جلد1،صفحه249،دارالکتاب العربیل، بیروت)

شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں فرماتے ہیں"قیل لموسیٰ الرضارضی اللّٰه تعالیٰ عنه علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر وکبراللّٰه اربعین مرّة ثم قل السلام علیکم یا اهل بیت الرسالة انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی ومسأتی وحاجتی واشهد اللّٰه انی مومن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرأ الی اللّٰه من عدم محمد واٰل محمد من الجن ولانس (ملخصا)" یعنی امام ابن الامام الیٰ ستة آباء کرام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم جمیعا سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کروں؟ فرمایا: قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیت رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم و ظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں ان سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں۔

(جذب القلوب ،باب دوازدہم درذکر مقبرہ شریفہ بقیع ،صفحه138،مکتبہ نعمیہ ،چوک دالگراں لاہور)

وہابیوں کی دلیل اور اس کا جواب

وہابی مولویوں کا قرآن پاک کی آیت سے استدلال کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیائے کرام کو شفاعت کا حق حاصل نہیں شفاعت صرف اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے یہ بالکل غلط ہے۔قرآن پاک کی یہ آیت ﴿مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ﴾ ترجمہ کنزالایمان: وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے۔

اس میں مشرکین کا رد ہے جن کا گمان تھا کہ بت شفاعت کریں گے انہیں بتادیا گیا کہ کفار کے لئے شفاعت نہیں اللہ کے حضور ماذونین کے سوا کوئی شفاعت نہیں کرسکتا اور اذن والے انبیاء وملائکہ ومؤمنین ہیں۔

اللہ عزوجل شفاعت کا حقیقی مالک ہے اور وہ اپنے محبوبوں کو شفاعت کا اختیار دے گا کہ جس مومن کی چاہو شفاعت کرلو۔حضور علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا مجھے شفاعت کا وکیل بنایا گیا بلکہ یہ فرمایا کہ مجھے شفاعت دی گئی چنانچہ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے"أُعْطِیتُ الشَّفَاعَةَ"ترجمہ: مجھے شفاعت عطا کی گئی۔

(صحیح البخاری ،کتاب الصلوٰۃ،باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛جعلت لی الأرض مسجدا وطھورا،جلد1،صفحہ95،حدیث438،دارطوق النجاۃ،مصر)

حضور علیہ السلام یہ بطور شان فرمایا کہ انہیں شفاعت عطا کی گئی۔اگر شفاعت کا مالک نہ بنایا ہوتا فقط وکالت ہوتی کہ آپ اپنی مرضی سے کسی کی شفاعت نہیں کرسکتے بلکہ جس جس کی شفاعت کا اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے صرف اس کی شفاعت کرسکتے ہیں تو اس میں وہ شان عظمت نہیں ہوتی۔ایک عقلی طور پر بدیہی سی بات ہے کہ ایک شخص کو پیسے دے کر کہا جائے کہ فلاں فلاں کو یہ خیرات دے دو۔اب خیرات دینے والا فقط ایک وکیل کی حیثیت رکھتا ہے اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔اس کے برعکس کوئی کسی کو پیسے دے کر یہ کہے کہے تیرا جس کو دل چاہے اسے خیرات دو اب اس کی خیرات کرنے میں ایک عزت وشان ہوگی۔یہی حال شفاعت کا ہے کہ اللہ عزوجل انبیاء علیہم السلام،اولیائے کرام،علمائے کرام،حفاظ کرام،حجاج وغیرہ کو شفاعت کا اختیار دے گا جس مسلمان کی چاہو شفاعت کرو۔

اگر وہابیوں کا عقیدہ لیا جائے کہ شفاعت کا مالک کسی کو نہیں بنایا جائے گا بلکہ شفاعت کا مکمل اختیار فقط اللہ عزوجل کو ہوگا کوئی نبی یا ولی ازخود کسی کی مسلمان کی شفاعت نہ کرسکے بلکہ جس جس کی شفاعت کی اجازت اللہ عزوجل دے گا فقط ان کے دی پائیں گے تو وہابیوں کا یہ عقیدہ کئی احادیث کی روشنی میں باطل ہے۔ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:يَصُفُّ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفُوفًا وَقَالَ:ابْنُ نُمَيْرٍ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَمُرُّ الرَّجُلُ مِنْ

أَهْـلِ الـنَّـارِ عَلَى الرَّجُلِ فَيَقُولُ:يَا فُلَانُ أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ اسْتَسْقَيْتَ فَسَقَيْتُكَ شَرْبَةً؟ قَالَ:فَيَشْفَعُ لَهُ" ترجمہ:حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت والے دن اہل جنت کی صفیں بنی ہوں گے کہ ایک جہنمی ایک جنتی کے پاس سے گزرے گا تو اسے کہے گا اے فلاں یاد کر میں نے تجھے ایک پانی پلایا تھا۔ یہ جنتی اس جہنمی کی شفاعت کرے گا۔ (سنن ابن ماجه، كتاب الادب،باب فضل صدقة الماء ،جلد2،صفحه1215، دار إحياء الكتب العربية، الحلبي)

اس حدیث پاک میں دیکھیں کہ فقط ایک پانی پلانے والی کی شفاعت کی گئی۔اب جس نے پانی پلایا ہو اس کی شفاعت ایک عام جنتی کرے گا تو انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والے،ان سے محبت کرنے والے، اولیائے کرام کی نذر و نیاز کرنے والوں،علمائے کرام کے محبین ، حافظ قرآن کے والدین کیا اتنے گئے گزرے ہیں کہ ان کی شفاعت نہ ہوگی اور کیا یہ جن ہستیوں سے شفاعت مانگیں گے کیا وہ ہستیاں اللہ عزوجل کے حضور اس پانی پینے والے سے بھی کم ہیں کہ اپنے ماننے والوں، اپنے محبین اور رشتہ داروں کی شفاعت نہ کرسکیں۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہابی ردِّ عمل

انسانی فطرت ہے کہ ان ایام کو نہیں بُلایا جاتا جس میں کوئی خاص واقعہ پیش ہوا ہو جیسے ہر کوئی اپنی پیدائش اور شادی کے دن کو نہیں بولتا۔ ہر ملک جس تاریخ کو آزاد ہوا وہ اس دن میں جشن آزادی مناتا ہے۔سعودی وہابیوں نے بھی مسلمان ترکوں سے حجاز چھینا اور ہر سال اس دن کو آزادی کے نام پر مناتے ہیں۔آج تک کسی بھی فرقے کے کسی مولوی نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ جشن آزادی منانا اور اسی طرح کئی تاریخی ایام کو منانا حرام ہے۔لیکن جب بات آتی ہے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ،اس نبی علیہ السلام کی پیدائش کی جس کی خاطر یہ پوری کائنات بنائی گئی،جس کی نسبت سے امت محمدیہ تمام امتوں سے افضل ہوئی،جس نبی کے صدقے سے ایمان ملا۔جس کی شفاعت سے تمام امتوں میں سب سے پہلے جنت میں جائے گی۔اس نبی کے میلاد پر پتہ نہیں کیوں ان وہابیوں کو اتنی زیادہ تکلیف ہوتی ہے کہ وہ باقاعدہ اس کے خلاف زبان درازی شروع کردیتے ہیں۔پورے عالم اسلام میں بارہ ربیع الاول آنے پر خوشی کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے لیکن وہابیوں کا حال شیطان کی طرح ہوتا ہے جس طرح شیطان حضور علیہ السلام کے پیدائش پر چیخ کر رویا تھا اسی طرح ان وہابیوں کا بھی حال ہے۔پوری دنیا میں رہنے والے مسلمان اپنے اپنے طریقے سے میلاد مناتے ہیں۔وہابیوں نے مکہ مدینہ پر قبضہ کرکے یہ باور کروانے کی بہت کوشش کی کی یہ میلاد ہندوستان پاکستان کے بریلویوں کی ایجاد ہے۔سعودی وہابیوں نے مکہ مدینہ میں میلاد منانے پر بہت سختی کی،کئی مسلمانوں کو میلاد منانے

کے جرم میں گرفتار بھی کیا لیکن اب ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان پچھلے دوتین سالوں سے عید میلا دالنبی کو روضہ رسول پر حاضر ہوکر ایک بہت بڑی تعداد میں میلا دمناتے ہیں اور وہابی اتنی دنیا دیکھ کران کو روکنے سے بے بس ہوجاتے ہیں۔

درحقیقت وہابی دیوبندی میلاد کی مخالفت کر کے تھک چکے ہیں اوران کو یہ اچھی طرح سمجھ آچکی ہے کہ امت مسلمہ پر ہمارا یہ فریب کارگر ثابت نہیں ہوگا اسی لئے اب وہابی دیوبندی بھی میلاد کے موسم میں سیرت کانفرس کے نام پر اجتماع کروانا شروع ہوچکے ہیں۔ بارہ ربیع الاول کے دن ہی وہابی دیوبندیوں کے سیرت پر اجتماع دیکھے گئے ہیں۔دیوبندیوں کا گروہ جماعت اسلامی تو باقاعدہ میلا دالنبی کے نام سے ہی میلا دمناتے ہیں۔

میلا دشریف کو بدعت کہنے والے دیوبندی وہابی آج تک یہ ثابت نہیں کر پائے کہ سیرت کانفرس کرنا کس صحابی سے ثابت ہے۔لفظ کانفرس کو ویسے بھی انگریزی نام ہے جس کا ثبوت نہ صحابہ سے ہے اور نہ ہی علمائے اسلاف سے ہے۔اس کے برعکس میلا دمنانے کی صراحت مستند علماء سے ثابت ہے، جن علماء کو وہابی بھی مانتے ہیں۔

محدثین کے نزدیک میلا دمنانا مستحب عمل ہے

امام جلال الدین سیوطی اپنی کتاب الحاوی للفتاوی میں میلا دشریف کی اصل ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں" سـئـل شيـخ الإسـلام حافظ العصر أبو الفضل ابن حجر عن عمل المولد، فأجاب بما نصه أصل عمل المولد بدعة لم تـنـقـل عن أحد من السلف الصالح من القرون الثلاثة، ولكنها مع ذلك قد اشتملت على محاسن وضدها، فمن تـحـرى في عملها المحاسن وتجنب ضدها كان بدعة حسنة وإلا فلا، قال :وقـد ظهر لي تخريجها على أصل ثـابـت وهـو مـا ثبـت في الصحيحين من أن النبي صلى الله عليه وسلم قدم المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء ، فسألهم فقالوا :هـو يـوم أغرق الله فيه فرعون ونجى موسى فنحن نصومه شكرا لله تعالى ، فيستفاد مـنـه فعل الشكر لله على ما من به في يوم معين من إسداء نعمة أو دفع نقمة، ويعاد ذلك في نظير ذلك اليوم من كــل سـنـة"، ترجمہ: شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے میلا دشریف میں ہونے والے افعال کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اصل میں میلا دبدعت ہے کہ قرون ثلاثہ کے سلف صالحین سے منقول نہیں ہے، لیکن یہ اچھے اور ناپسندیدہ افعال پر مشتمل ہے اگر کوئی میلا دمیں اچھے اعمال کرے اور غیر شرعی افعال (جیسے گانے باجے، میوزک والی نعتیں، ذکر والی نعتیں وغیرہ) سے بچے تو میلا دبدعت حسنہ ہے ورنہ نہیں۔اور فرمایا کہ میرے لئے یہ ظاہر ہوا ہے کہ میلاد کی اصل ثابت

ہے اور اس کا ثابت ہونا بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دس محرم کا روزہ رکھتے ہوئے پایا تو ان سے اس کی وجہ پوچھی تو یہودیوں نے کہا کہ اس دن فرعون غرق ہوا موسی علیہ السلام نے اس سے نجات پائی تو ہم اللہ عزوجل کے شکر کے طور پر اس دن روزہ رکھتے ہیں۔اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ جس معین دن میں کوئی نعمت ملے یا کوئی مصیبت دور ہو اس دن اللہ عزوجل کا شکر کرنا درست ہے۔اور ہر سال اس دن کو منانا اس واقعہ کی یاد تازہ کرنا ہے۔

(الحاوی للفتاوی بحوالہ ابن حجر ،حسن المقصد فی عمل المولد ،جلد1،صفحہ229،دارالفکر ،بیروت)

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ امام ابن حجر ہیتمی اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہما کے حوالے سے انسان العیون میں لکھتے ہیں "وقد قال ابن حجر الهيتمى :والحاصل أن البدعة الحسنة متفق على ندبها، وعمل المولد واجتماع الناس له كذلك أى بدعة حسنة، ومن ثم قال الإمام أبو شامة شيخ الإمام النووى :ومن أحسن ما ابتدع فى زماننا ما يفعل كل عام فى اليوم الموافق ليوم مولده صلى الله عليه وسلم من الصدقات والمعروف وإظهار الزينة والسرور، فإن ذلك مع ما فيه من الإحسان للفقراء مشعر بمحبته صلى الله عليه وسلم وتعظيمه فى قلب فاعل ذلك، وشكر الله على ما منّ به من إيجاد رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى أرسله رحمة للعالمين" ترجمہ:ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے۔میلاد شریف کرنا اور اس کے لئے لوگوں کا اجتماع بھی بدعتِ حسنہ ہی ہے۔اسی وجہ سے امام ابوشامہ شیخ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانے میں لوگوں نے جو اچھے کام شروع کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ ہر سال میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دن صدقات کرتے ہیں، نیک اعمال کرتے ہیں، خوشی اور زینت کا اظہار کرتے ہیں۔پس بے شک اس میں فقراء پر احسان ہونے کے ساتھ ساتھ یہ اعمال اس کرنے والے کے دل میں حضور علیہ السلام کی محبت وعظمت ہونے کی علامت ہے اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کرنا ہے کہ اس نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات جیسی نعمت عطا فرمائی جو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔

(انسان العیون ،باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمدا،جلد1،صفحہ123،دارالکتب العلمیہ ،بیروت)

امام ابوالخیر سخاوی تحریر فرماتے ہیں "ثم لازال اهل الاسلام فى سائرالاقطار والمدن يشتغلون فى شهرمولده صلى الله عليه وسلم بعمل الولائم البديعة المشتملة على الامور البهجة الرفيعة ويتصدقون فى لياليه بانواع الصدقات و يظهرون السرور يزيدون فى المبرات ويهتمون بقرأة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم" ترجمہ: پھر اہل اسلام تمام اطراف واقطار اور شہروں میں بماہ ولادت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمدہ

کاموں اور بہترین شغلوں میں رہتے ہیں اور اس ماہ مبارک کی راتوں میں قسم قسم کے صدقات اور اظہار سرور و کثرت حسنات واہتمام قراءۃ مولد شریف عمل میں لاتے ہیں اور اس کی برکت سے ان پر فضل عظیم ظاہر ہوتا ہے۔

(انسان العیون،بحوالہ السخاوی ،جلد1،صفحہ83،المکتبۃ الاسلامیہ، بیروت)

میلادِ مصطفیٰ کا اہتمام رحمتوں وبرکتوں کے ساتھ ساتھ بخشش کا سبب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی ایک ایمانی تقاضا بھی ہے اور اس کے فوائد بھی ہیں ۔مصنف عبدالرزاق ودیگر کتب حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر جب حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جاریہ(لونڈی) ابی لہب نے ابولہب کو سنائی اس وقت ابولہب نے خوش ہوکر حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کردیا پھر کئی دن تک حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلایا۔ پھر ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا اور کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے تیرا؟ بولا"ما وجدت بعد کم راحة غير أني سقيت في هذه مني وأشار إلى النقرة التي تحت إبهامه في عتقي ثويبة" ترجمہ:تم سے جدا ہونے کے بعد میں نے راحت نہ پائی ،البتہ جس انگلی سے ثویبہ کو(نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کی خوشی میں) آزاد کیا تھا اس انگلی سے چوستا ہوں تو کچھ راحت ملتی ہے۔بعض روایتوں میں ہے کہ اس نے کہا: آگ میں ہوں لیکن ہر پیر کی رات تخفیف ہوتی ہے۔اور دو انگلیوں سے پانی چوستا ہوں ،جن کے اشارے سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ یہ قصہ اکثر معتبرین سے سنا گیا ہے۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ اور علامہ جزری علیہ الرحمہ نے بھی اپنے رسالہ میلاد شریف میں اس کو لکھا ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے "اذا كان هذا ابولهب الكافرالذى نزل القراٰن بذمه جوزى فى النار بفرحه ليلة مولد النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم به فما حال المسلم الموحدمن امته صلى الله تعالٰى عليه وسلم الى آخره" ترجمہ:جب یہ حال ابولہب جیسے کافر کا ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی شب خوشی منانے کی وجہ سے اس کو بھی قبر میں بدلہ دیا گیا تو آپ کے موحد ومسلمان امتی کا کیا حال ہوگا؟

(المواہب اللدنیہ،المقصد الاول ،ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم،جلد1،صفحہ89،المکتبۃ التوفیقیۃ)

صاحب تفسیر طبری فرماتے ہیں کہ میں امام المفسرین سند المحدثین حضرت سید موسی المبرقعی ابن امام محمد تقی کا شاگرد ہوں اور امام محمد بن اسماعیل بخاری بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ہم دونوں اپنے استاد صاحب کے ہمراہ ہر سال 12 ربیع الاول شریف کو مکہ مکرمہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت پر جایا کرتے تھے اور وہاں جھوم جھوم کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔سید

الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی کبھی ہم اس محفل پاک میں دیکھا کرتے تھے اور ہم یہ کہتے کہ کیا خوب بات ہے کہ میلاد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور منانے والا آپ کا نواسہ ہے۔ یہی قول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسماء الرجال کی جلد 3 کے صفحہ 52 کے حاشیہ پر بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے روایت ابولہب ملی ہے تو اس وقت سے میں ہر سال حضرت موسیٰ المبرقعی کے ساتھ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت پر جاتا ہوں۔ (ذکر خیر الانام، صفحہ 24)

واقعہ ثویبہ اور ابن عبدالوہاب نجدی کے بیٹے کا نظریہ

مختصر سیرہ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ابن عبدالوہاب نجدی کا بیٹا عبداللہ بن الشیخ لکھتا ہے" وارضعته صلی الله علیه وآله وسلم ثویبة عتیقة ابی لهب،اعتقها حین بشرته بولادته صلی الله علیه وآله وسلم وقد روی ابولهب بعد موته فی النوم فقیل له :ماحالك؟ فقال : فی النار الا انه خفف عنی کل اثنین و امص من بین اصبعی هاتین ماء واشار برأس اصبعه وان ذلك باعتاقی ثویبة عند ما بشرتنی بولادة النبی صلی الله علیه وآله وسلم و بارضاعها له۔ قال ابن الجوزی : فاذا کان هذا ابو لهب الکافر الذی نزل القرآن بذمه جوزی بفرحه لیلة مولد النبی صلی الله علیه وآله وسلم به فما حال المسلم للمو حد من امته صلی الله علیه وآله وسلم بسر بمولده؟

"ترجمہ: حضور علیہ السلام کو حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دودھ پلایا جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔ ابولہب نے اس کو تب آزاد کیا جب اس نے ابولہب کو حضور علیہ السلام کے پیدائش کی خوشخبری تھی۔ ابولہب کے مرنے کے بعد کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا میں آگ میں ہوں لیکن ہر پیر کو عذاب میں کمی کردی جاتی ہے اور شہادت کی انگلی سے پانی نکلتا ہے جسے چوستا ہوں۔ یہ وہ انگلی ہے جس سے میں نے ثویبہ کو ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں آزاد کیا تھا۔ ابن جوزی نے فرمایا: ابولہب وہ کافر ہے جس کی مذمت میں قرآن کی سورت نازل ہوئی جب اسے حضور علیہ السلام کی ولادت کی رات خوشی منانے سے عذاب میں کمی کردی گئی تو اس مسلمان امتی کا کیا حال ہوگا جو حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی منائے گا۔ (مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صفحہ 13، المکتبة السلفیه، لاہور 1979ء)

مروجہ میلاد کی ابتدا اور ائمہ اسلام کی تائید

تفسیر روح البیان میں ہے "ومن تعظیمه عمل المولد اذا لم یکن فیه منکر قال الامام السیوطی قدس سره یستحب لنا اظهار الشکر لمولده علیه السلام ــ وقد قال ابن حجر الهیتمی ان البدعة الحسنة متفق علی ندبها

وعمل المولد واجتماع الناس له كذلك اى بدعة حسنة قال السخاوى لم يفعله احد من القرون الثلاثة وانما حدث بعد ثم لا زال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الكبار يعملون المولد ويتصدقون فى لياليه بانواع الصدقات ويعتنون بقرآءة مولده الكريم ويظهر من بركاته عليهم كل فضل عظيم قال ابن الجوزى من خواصه انه امان فى ذلك العام وبشرى عاجلة بنيل البغية والمرام واول من احدثه من الملوك صاحب اربل وصنف له ابن دخية رحمه الله كتابا فى المولد سماه التنوير بمولد البشير النذير فأجازه بألف دينار وقد استخرج له الحافظ ابن حجر اصلا من السنة وكذا الحافظ السيوطى وردا على الفاكهانى المالكى فى قوله ان عمل المولد بدعة مذمومة'' ترجمہ: میلاد شریف کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہے جبکہ وہ بُری باتوں سے خالی ہو۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ میلاد شریف کرنا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی اسی طرح بدعت حسنہ ہے۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میلاد شریف تینوں زمانوں میں کسی نے نہ کیا بعد میں ایجاد ہوا پھر ہر طرف کے اور ہر شہر کے مسلمان ہمیشہ میلاد شریف کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ طرح طرح کا صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پڑھنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اس مجلس پاک کی برکتوں سے ان پر اللہ عزوجل کا بڑا ہی فضل ہوتا ہے۔ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتا ہے اور اس میں مرادیں پوری ہونیکی خوشخبری ہے۔ جس بادشاہ نے پہلے اس کو ایجاد کیا وہ شاہ اربل ہے اور ابن ذحیہ نے اس کے لئے میلاد شریف کی ایک کتاب لکھی جس پر بادشاہ نے اسکو ہزار اشرفیاں نذر کیں۔ حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے اس کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور فاکہانی مالکی کا رَد کیا ہے جو میلاد شریف کو بدعت سئیہ کہتے اور اس سے منع کرتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان،فی تفسیر،سورۃ فتح،سورت 48،آیت 28،جلد9،صفحہ56،دار الفکر ،بیروت)

میلاد منانے پر برصغیر کے مستند علمائے کا اتفاق

ان مستند علمائے کرام کے علاوہ برصغیر کے متفق علمائے کرام بھی میلاد کو مناتے ہیں جن کو وہابی اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ رسائل شاہ ولی اللہ دہلوی جلد اول میں ہے: ''میرے والد گرامی فرماتے تھے کہ میں یوم میلاد کے موقع پر کھانا پکوایا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک سال کوئی چیز میسر نہ آسکی کہ کھانا پکواؤں، صرف بھنے ہوئے چنے موجود تھے، چنانچہ یہی چنے میں نے لوگوں میں

تقسیم کئے۔خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں،یہی چنے آپ کے سامنے رکھے ہیں اور آپ نہایت خوش اور مسرور دکھائی دے رہے ہیں۔'' (رسائل شاہ ولی اللہ دہلوی،جلد1،صفحہ354،تصوف فاؤنڈیشن،لاہور)

فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں:''مکہ معظّمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولود مبارک میں تھا۔میلاد شریف کے روز اور لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھتے تھے اور بیان کرتے تھے وہ معجزے جو آپ کی وقت ولادت ظاہر ہوئے تھے اور وہ مشاہدے جو نبوت سے پہلے ہوئے تھے۔تو میں نے دیکھا کہ یکبارگی انوار ظاہر ہوئے ہیں،یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا ان آنکھوں سے دیکھا اور نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ فقط روح کی آنکھوں سے۔خدا جانے یہ کیا امر تھا ان آنکھوں سے دیکھا یا روح کی پس میں نے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نوران ملائکہ کا ہے جو اسی مجلسوں اور مشاہد پر موکل مقرر ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ اور انوار رحمت ملے ہوئے ہیں۔''

(فیوض الحرمین مع اردو ترجمہ سعادت کونین،صفحہ 133،شاہ ولی اللہ اکیڈمی،حیدر آباد)

دیوبندیوں کے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب میلاد مناتے تھے

دیوبندیوں کا پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔'' (کلیات امدادیہ،فیصلہ ہفت،صفحہ81،)

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی نے میلاد کو مستحب کہا

دیوبندیوں کا امام اشرف علی تھانوی صاحب محفل میلاد کے متعلق کہتے ہیں:''اس کے متعلق پہلے میرا یہ خیال تھا کہ اس محفل کا اصل کام ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سب کے نزدیک خیر وسعادت اور مستحب ہی ہے۔البتہ اس میں جو منکرات اور غلط رسمیں شامل کر دی گئی ہیں ان کے ازالہ کی کوشش کرنی چاہئے۔اصل امر محفل مستحب کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔اور یہ دراصل ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا مسلک تھا۔حضرت کی غایت شفقت وعنایت اور محبت کے سبب میرا بھی ذوق یہی تھا۔اور یہی عام طور پر صوفیائے کرام کا مسلک ہے۔حضرت مولانا رومی بھی اسی کے قائل ہیں۔''

(مجالس حکیم الامت، صفحہ160،دارالاشاعت ،کراچی)

المہند نامی کتاب میں دیوبندیوں نے میلاد منانے کو مستحب مانا

المہند اور عقائد علمائے دیوبند میں مولوی خلیل جو اپنے عقائد میں کتاب گڑھی اس میں ان سے سوال ہوا:''کیا تم اس کے قائل ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ولادت شرعاً قبیح اور بدعت سیئہ وحرام ہے یا کچھ اور؟

خود ہی جواباً لکھتے ہیں: ''حاشا ہم تو کیا کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت شریفہ کا بلکہ آپکی جوتیوں کے غبار اور آپکی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے۔ وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول براز اور نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو۔''

(عقائد علمائے دیوبند، دارالکتاب، یوبند)

ان تمام دلائل کو وہابی یکسر نظرانداز کرتے ہوئے میلاد کو معاذ اللہ یہود و نصاریٰ سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ عید میلاد صرف عیسائیوں کی مشابہت میں جاری کی گئی ہے اسلامی شریعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

میلاد شریف کے جلوسوں سے وہابیوں کا بغض اس حد تک ہے کہ کئی مرتبہ وہابی دیوبندیوں نے جلوسوں پر پتھراؤ کیا اور گولیاں چلائیں۔ میلاد شریف کے موقع پر بازار سجانے کو فضول خرچی کہتے ہیں۔ لیکن حیرت اس پر ہوتی ہے کہ میلاد کا جلوس تو وہابیوں کے نزدیک ناجائز و بدعت ہو جاتا ہے لیکن جب اپنے ذاتی مفاد کی ریلیاں نکالتے ہیں وہ جہاد عظیم ہو جاتی ہیں۔ اپنے جلسے اور جلوسوں میں خوب لائٹنگ اور سجاوٹ کرتے ہیں میلاد پر انہیں اسراف یاد آجاتا ہے۔ پھر اب جب یہ میلاد کو حرام ثابت کرنے کی مذموم کوشش سے تھک گئے تو اب سیرت کانفرنس ایجاد کر لی جس کی تاریخ ہی کوئی نہیں۔ وہابیوں کی طرح دیوبندی بھی سیرت کانفرنس کر کے بدعت کا ارتکاب کرتے ہیں اور جگ ہنسائی والی بات یہ ہے کہ اس سیرت کانفرنس میں میلاد کو اس دلیل کی بنا پر ناجائز و بدعت کہتے ہیں کہ یہ صحابہ نے نہیں بنایا۔ بندہ پوچھے صحابہ کرام نے مروجہ طریقہ سے اگر میلاد نہیں منایا تو سیرت کانفرنسیں کی ہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ سیرت ہمیشہ پیدائش کے بعد بنتی ہے۔ ایک عالم، ڈاکٹر، انجینئر پیدائشی ہی عالم یا ڈاکٹر نہیں ہوتا بعد میں بنتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی سیرت بیان کرنا بعد کا عمل ہے پہلے آپ کی پیدائش کی خوشی تو مناؤ۔ الحمدللہ عزوجل نے ہم آپ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشی مناتے ہیں اور اس میلاد میں آپ کی سیرت بیان کرتے ہیں۔

گنبدِ خضرا کا دیدار

عاشقانِ رسول مدینہ حاضری کے دوران گنبد حضرا کا دیدار کر کے اپنی آنکھوں کوٹھنڈا اور دل کوسکون دیتے ہیں۔مسجد نبوی کے صحن میں بیٹھتے ہوئے یہ کوشش کرتے ہیں کہ چہرہ گنبد خضرا کی طرف ہو۔

گنبد خضرا کے دیدار سے روکنے کے لیے سعودی وہابیوں کا عمل

وہابیوں کوحسب عادت اس بات پر بھی تکلیف ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہابی مولوی مسلمانوں کوگنبد خضرا کی طرف رخ کر کے بیٹھنے سے منع کرتے ہیں۔اگرکسی نے کعبہ یا روضہ رسول کی طرف پاؤں کئے ہوں تو یہ اس کو کچھ نہیں کہیں گے لیکن جیسے ہی کسی عاشق نے گنبد کی طرف منہ کیا یہ فوراً اس کو رخ بدلنے کا کہہ دیتے ہیں۔ایک طریقہ وہابی یہ بھی کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کے اندر جو صحن ہے اور اس صحن سے گنبد بالکل صاف نظر آتا ہے،اب وہابی رات کو بھی چھتری کھول کر گنبد کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل کر دیتے ہیں۔دوپہر کے وقت تمام صحن میں چھتریاں لگی ہوتی ہیں تاکہ لوگ دھوپ سے بچیں لیکن گنبد حضرا کی طرف جو صحن ہے اس پر وہابی چھتریاں نہیں کھولتے تاکہ لوگ ان چھتریوں کے چھاؤں میں بیٹھ کر گنبد خضرا کا دیدار نہ کرسکیں۔یہ وہابیوں کا گنبد خضرا سے بغض کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

علمائے اسلام نے روضہ رسول اور گنبد کے دیدار کو عبادت ٹھہرایا

وہابیوں کا لوگوں کو دیدار گنبد سے روکنا ان کی اپنی شریعت ہے ورنہ شرعا گنبد خضرا کا دیدار کرتے رہنا اچھا عمل ہے۔علمائے اسلاف نے ترغیب دی ہے کہ جب تک مدینہ میں رہو جتنا ہو سکے روضہ رسول اور گنبد خضرا کا دیدار کرو۔منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط علی قاری میں ہے"ولیغتنم ایام مقامه بالمدینة المشرفة فیحرص علی ملازمة المسجد وادامة النظر الی الحجرة الشریفة ان تیسر او القبة المنیفة ان تعسر مع المهابة والخضوع والخشیة والخشوع ظاهراً وباطناً فانه عبادة کالنظر الی الکعبة الشریفة "ترجمہ:مدینہ طیبہ میں حاضری کے دنوں کوغنیمت جانے،مسجد کی خدمت میں حرص کرے اور ہو سکے تو مزار اطہر کے حجرہ مقدسہ ورنہ اس کے گنبد مبارک ہی کو دیکھتا رہے۔خوف وادب اور خشوع وخضوع کے ساتھ کہ اس کو دیکھنا بھی کعبہ معظّمہ کو دیکھنے کی طرح عبادت ہے۔

(المسلك المتقسط شرح منسك متوسط مع ارشاد الساری،فصل ولیغتنم ایام مقامه ،صفحه341،دارالکتب العربی ،بیروت)

خلاصۃ الوفابأخبار دارالمصطفی میں علی بن عبداللہ بن احمد الحسنی السمہودی (المتوفی 911ھ) اور سبل الہدی والرشاد میں

محمد بن یوسف الصالحی الشامی (المتوفی 942ھ) فرماتے ہیں "إدامة النّظر إلى الحجرة الشّريفة، فإنّها عبادة، قياسا على الكعبة الشريفة العظيمة، فينبغي لمن كان بالمدينة إدامة ذلك إذا كان في المسجد، وإدامة النظر إلى القبة الشريفة، إذا كان خارجه مع الهيبة والحضور" ترجمہ: حجرہ شریف کی طرف نظر کرتے رہو کہ یہ عبادت ہے، کعبہ شریف عظیمہ پر قیاس کرتے ہوئے۔ پس مناسب ہے کہ جو مدینہ میں ہو تو وہ مسجد نبوی میں رہے اور جب مسجد نبوی سے باہر ہو تو ادب و احترام کے ساتھ گنبد شریف کی طرف نظر جمائے رکھے۔

(سبل الهدى والرشاد، الباب الرابع في آداب زيارته -صلّى الله عليه وسلم، جلد12، صفحه400، دار الكتب العلمية بيروت)

عاشقانِ رسول کا روضہ رسول کی طرف پیٹھ نہ کرنا

عاشقانِ رسول مدینہ میں قدم قدم پر ادب کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن وہابیوں کو یہ ادب شرک لگتا ہے۔ جب امتی اپنے نبی علیہ السلام کے حضور حاضری دیتا ہے تو واپسی پر کوشش کرتا ہے کہ پیٹھ مزار اقدس کی طرف نہ ہو یہی وجہ ہے کہ وہ الٹے قدم مسجد سے باہر نکلتا ہے، یونہی باہر صحن مسجد میں بھی گنبد خضرا کی طرف پیٹھ نہیں کرتا لیکن وہابی مولوی زبردستی لوگوں کی پیٹھ مزار اقدس کی طرف کرواتے ہیں۔

علمائے کرام نے روضہ مبارک کی طرف پیٹھ کرنے سے منع کیا

علماء نے صراحت کی ہے کہ ادب یہ ہے کہ روضہ مبارک کی طرف پیٹھ نہ کی جائے۔ سید اقدس قدس سرہ نے خلاصۃ الوفاء میں فرمایا "في الصلوة ولا في غيرها" نہ نماز میں ادھر پیٹھ کرے نہ غیر نماز میں۔ پھر امام عزالدین بن عبد السلام سے نقل فرمایا "اذا اردت صلوة فلا تجعل حجرته صلى الله تعالى عليه وسلم وراء ظهرك ولا بين يديك والادب معه صلى الله تعالى عليه وسلم بعد وفاته مثله في حياته فما كنت صانعه في حياته فاصنعه بعد وفاته من احترامه" ترجمہ: جب تو نماز پڑھنا چاہے تو حجرہ مطہرہ مزار اطہر کو پیٹھ نہ کر، نہ نماز میں اپنے سامنے رکھ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا عالم حیات ظاہر میں تھا، تو جیسا تو اس وقت ادب کرتا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا ایسا ہی مزارِ اطہر کے حضور کر۔

(وفاء الوفاء، الفصل الرابع من الباب الثامن، جلد4، صفحه1410، احياء التراث العربي، بيروت)

سبل الہدی والرشاد میں محمد بن یوسف الصالحی الشامی (المتوفی 942ھ) فرماتے ہیں "أن لا يستدبر القبر المقدّس في صلاة ولا في غيرها من الأحوال، ويلتزم الأدب شريعة وحقيقة في الأقوال والأفعال" ترجمہ: قبر انور کو نماز اور

علاوہ نماز کے پیٹھ نہ کرو۔ شرعاوحقیقۃً اقوال وافعال میں ادب کو لازم رکھو۔

(سبل الهدی والرشاد،الباب الرابع فی آداب زیارته صلّی الله علیه وسلم،جلد12،صفحه400،دار الكتب العلمية بيروت)

علامہ القاری فاکہی مکی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں"ومنها ان لا يستدبر القبر الشريف"یعنی آداب میں سے ہے کہ قبر اقدس کو پشت نہ کرے۔

(حسن التوسل فی زیارة افضل الرسل)

رکن یمانی اور مقام ابراہیم کو چومنے کی شرعی حیثیت

وہابیوں کے نزدیک رکن یمانی کو بوسہ دینے ناجائز ہے۔اس وجہ سے وہاں ایک کرائے کا وہابی مولوی کھڑا ہوتا ہے جو لوگوں کو اس عمل سے منع کرتا ہے۔وہابی مولوی عثیمین لکھتا:"رکن یمانی کے سامنے ہوتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر دائیں ہاتھ سے اس کو چھونا مسنون ہے،اس کو بوسہ دینے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔"

(رہنمائے حج و عمرہ وزیارت مسجد نبوی ،صفحہ12،وزارت اسلامی امور و اوقاف و دعوت و ارشاد)

رکن یمانی کو بوسہ دینا سنت نہیں لیکن بطور برکت چومنا جائز ہے

شرعی طور پر رکن یمانی کو بوسہ دینے کا سنت ہونا اور ناجائز ہونا دو الگ مسئلے ہیں۔کسی بھی فقیہ نے رکن یمانی کو بوسہ دینے کا ناجائز نہیں کہا ہے۔الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے"أَمَّا تَقْبِيلُهُ فَقَال جُمْهُورُ الْفُقَهَاءِ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَالْمَالِكِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ وَهُوَ الصَّحِيحُ عِنْدَ الْحَنَابِلَةِ:لَا يُقَبِّلُهُ:لَكِنَّ الشَّافِعِيَّةَ قَالُوا:يَسْتَلِمُهُ بِالْيَدِ وَيُقَبِّل الْيَدَ بَعْدَ اسْتِلَامِهِ،وَقَال الْمَالِكِيَّةُ: يَلْمِسُهُ بِيَدِهِ وَيَضَعُهَا عَلَى فِيهِ مِنْ غَيْرِ تَقْبِيلٍ وَقَال مُحَمَّدٌ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَهُوَ قَوْل الْخِرَقِيِّ مِنَ الْحَنَابِلَةِ :يُقَبِّلُهُ إِنْ تَمَكَّنَ مِنْ ذَلِكَ "ترجمہ:باقی رکن یمانی کو بوسہ دینا تو جمہور فقہاء جن میں حنفیہ،مالکیہ اور شافعیہ اور عندالحنابلہ صحیح قول کے مطابق اس کو بوسہ نہ دیا جائے لیکن شافعیہ نے کہا کہ ہاتھ سے استلام کیا جائے اور پھر بعد استلام ہاتھ کو چوم لیا جائے۔مالکیہ نے کہا ہاتھ سے چھوا جائے پھر بغیر چومے ہاتھ کو منہ پر رکھ لیا جائے۔احناف میں سے محمد بن حنفیہ اور حنابلہ میں سے علامہ خرقی نے فرمایا کہ رکن یمانی کو بوسہ دیا جائے گا اگر ممکن ہو تو۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية،جلد13،صفحه129، دارالسلاسل،الكويت)

الجوہرۃ النیرۃ میں ابو بکر بن علی بن محمد الحدادی الزَّبِیدیّ الیمنی الحنفی (المتوفی 800ھ) میں ہے"وَلَا يُسَنُّ تَقْبِيلُ الرُّكْنِ الْيَمَانِيِّ"ترجمہ:رکن یمانی کو بوسہ دینا سنت نہیں ہے۔ (الجوہرة النيرة،كتاب الحج،جلد1،صفحه154، المطبعة الخيريه)

سنت نہ ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ عمل ناجائز ہے۔لہٰذا اگر کسی نے سنت سمجھ کر نہیں فقط برکت سمجھ کر بوسہ لیا تو کوئی

حرج نہیں۔حدیث پاک میں رکن یمانی کو بوسہ دینا ثابت ہے چنانچہ السنن الکبری میں احمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوْجِردی الخراسانی البیہقی (المتوفی458ھ) روایت کرتے ہیں ”عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ قَبَّلَهُ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ عَلَيْهِ“ ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رکن یمانی کو استلام کرتے تو اس کا بوسہ لیتے اور اپنا دائیاں گال اس پر رکھتے تھے۔

(السنن الکبری، کتاب الحج ،باب استلام الرکن الیمانی بیده،جلد5،صفحہ123، دار الکتب العلمیة، بیروت)

مقام ابراہیم کو بطور برکت چھونا اور چومنا جائز ہے

وہابیوں کے نزدیک مقام ابراہیم کو چھونا ناجائز ہے۔اس وجہ سے وہاں ایک وہابی مولوی کھڑا ہوتا ہے جو اونچی آواز میں لوگوں کو اس سے منع کرتا ہے اور اسے شرک شرک کہتا ہے۔شرعی طور پر مقام ابراہیم کو بطور برکت چھونا یا چومنا جائز ہے اگرچہ یہ سنت نہیں ہے۔فقہائے کرام نے اس کی اجازت دی ہے۔کتاب الفروع ومعہ تصحیح الفروع میں محمد بن مفلح شمس الدین المقدسی الرامینی ثم الصالحی الحنبلی (المتوفی 763ھ)،المبدع فی شرح المقنع میں ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن محمد ابن مفلح (المتوفی884ھ) اور الإنصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف میں علاء الدین ابو الحسن علی بن سلیمان المرداوی الدمشقی الصالحی الحنبلی (المتوفی885ھ) لکھتے ہیں” لَا يُشْرَعُ تَقْبِيلُ الْمَقَامِ وَلَا مَسْحُهُ۔۔۔ وَفِي مَنْسَكِ ابْنِ الزَّاغُونِيِّ:فَإِذَا بَلَغَ مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ فَلْيَمَسَّ الصَّخْرَةَ بِيَدِهِ “ ترجمہ:شرع نے مقام ابراہیم کو چومنا اور چھونے کو مشروع نہیں فرمایا۔منسک ابن زاغونی میں ہے کہ جب مقام ابراہیم پر پہنچے تو اس پتھر کو ہاتھ سے چھوئے۔

(الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف، کتاب المناسك، باب دخول مكة، جلد4، صفحہ18، دار إحياء التراث العربی)

تعویذ پہننا اور وہابی نظریات

وہابیوں کے نزدیک تعویذ پہننا ناجائز و شرک ہے یہی وجہ ہے کہ سعودی وہابیوں کو اور خرافات اور غیر شرعی افعال نظر نہیں آتے لیکن جس نے تعویذ پہنا ہو وہابیوں کو کپڑے کے اندر سے بھی وہ نظر آجاتا ہے اور انتہائی بے دردی کے ساتھ اس کا تعویذ کھینچ کو توڑ دیتے ہیں اگرچہ وہ چھوٹے سے بچے کے گلے ہی میں کیوں نہ ہو۔ وہابیہ عورتیں اعلان کرتی ہیں کہ جس عورت نے تعویذ پہنا ہو اس کا حج مقبول نہیں ہے۔ دیگر مسائل کی طرح یہ مسئلہ بھی وہابیوں کا شدت پسندی پر مبنی ہے۔ ورنہ قرآنی آیات وغیرہ کا تعویذ پہننا جائز اور احادیث سے ثابت ہے۔ صدرالشریعہ بدالطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے، جبکہ وہ تعویذ جائز ہو یعنی آیاتِ قرآنیہ یا اسماءالٰہیہ یا ادعیہ سے تعویذ کیا جائے اور بعض حدیثوں میں جو ممانعت آئی ہے، اس سے مراد وہ تعویذات ہیں جو ناجائز الفاظ پر مشتمل ہوں، جو زمانہ جاہلیت میں کیے جاتے تھے، اسی طرح تعویذات اور آیات و احادیث و ادعیہ کو رکابی میں لکھ کر مریض کو بہ نیت شفا پلانا بھی جائز ہے۔ جنب و حائض و نفسا بھی تعویذات کو گلے میں پہن سکتے ہیں، بازو پر باندھ سکتے ہیں جبکہ غلاف میں ہوں۔''

(بہار شریعت، ج3، حصہ16، ص652، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تعویذات کے ثبوت پر احادیث اور ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

تعویذ کا ثبوت حدیث پاک سے

معرفۃ الصحابۃ لأبی نعیم الاصفہانی میں ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الأصبہانی (المتوفی 430ھ) بسند صحیح حدیث پاک روایت کرتے ہیں ''أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الْحَجَّاجِيُّ الْحَافِظُ، فِي كِتَابِهِ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي دَاوُدَ، ثنا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، ثنا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ، عَنِ ابْنِ ثَعْلَبَةَ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللهَ لِي بِالشَّهَادَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:ائْتِنِي بِشَعَرَاتٍ قَالَ: فَأَتَاهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اكْشِفْ عَنْ عَضُدِكَ قَالَ:فَرَبَطَهُ فِي عَضُدِهِ، ثُمَّ نَفَثَ فِيهِ، فَقَالَ:اَللهُمَّ حَرِّمْ دَمَ ابْنِ ثَعْلَبَةَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ الْمُنَافِقِينَ''، ترجمہ: حضرت ابن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ عزوجل سے میرے لئے شہادت کی

دعا کیجئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس چند بال لاؤ۔وہ بال لائے گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفرمایا اپنی کلائی کھولو۔آپ نے ان کی کلائی پر یہ بال باندھ دیئے۔پھر اس میں پھونک ماری،پھر فرمایا اے اللہ عزوجل!ابن ثعلبہ کا خون مشرکین،منافقین پر حرام فرمادے۔

(معرفة الصحابة لأبي نعيم الاصفهاني،ذكر من عرف بالآباء دون أسمائهم، وذكر لهم صحبة،جلد6،صفحه3056،دار الوطن للنشر، الرياض)

صحابی رسول کا اپنے بچوں کو تعویذ پہنانا

ابوداؤد،مشکوٰۃ اور ترمذی شریف میں ہے"حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ:حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:إِذَا فَزِعَ أَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ:**أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ**،فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ .فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، يُلَقِّنُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَلَدِهِ، وَمَنْ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِي صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِي عُنُقِهِ.هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ"ترجمہ:حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے خواب سے گھبرا جائے تو کہہ لے میں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں اس کی ناراضی اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کی شر اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور ان کی حاضری سے،توتمہیں کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بالغ اولاد کو یہ دعا سکھا دیتے تھے اور ان میں سے نابالغوں کے گلے میں کسی کاغذ پر لکھ کر ڈال دیتے تھے۔یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(جامع ترمذی،کتاب الدعوات،باب القول عند الفزع من النوم، جلد5،صفحه429،دار الغرب الإسلامي ،بيروت)

حضرت سعید بن مسیّب،امام باقر اور امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہم کا تعویذ لٹکانے کے بارے میں مؤقف

امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی (516ھ) لکھتے ہیں"وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ:يَجُوزُ تَعْلِيقُ الْعُوذَةِ فِي قَصَبَةٍ أَوْ رُقْعَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَيَضَعُهُ عِنْدَ الْجِمَاعِ وَعِنْدَ الْغَائِطِ،وَرَخَّصَ الْبَاقِرُ فِي الْعُوذَةِ تُعَلَّقُ عَلَى الصِّبْيَانِ،وَكَانَ ابْنُ سِيرِينَ لَا يَرَى بَأْسًا بِالشَّيْءِ مِنَ الْقُرْآنِ يُعَلِّقُهُ الْإِنْسَانُ"ترجمہ:حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:قرآنی تعویذ کو کسی ڈبیہ یا کاغذ میں لپیٹ کر لٹکانے میں کوئی حرج نہیں،جبکہ تعویذ جماع اور بیت الخلاء جاتے وقت اتار دیا جائے۔امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچوں کو تعویذ لٹکانے کی رخصت دی ہے۔امام ابن سیرین اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ قرآن میں سے کچھ لکھ کر کسی انسان کے گلے میں لٹکایا جائے۔ (البحر المحيط،جلد7،صفحه104،دار الفكر،بيروت)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے لٹکانے کے لیے تعویذ لکھ کر دیا

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی 794ھ) لکھتے ہیں: ''وَحُكِيَ عَنِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ شَكَا إِلَيْهِ رَجُلٌ رَمَدًا فَكَتَبَ إِلَيْهِ فِي رُقْعَةٍ: ''**بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ للذين آمنوا هدى وشفاء**'' فَعَلَّقَ الرَّجُلُ ذَلِكَ عَلَيْهِ فَبَرَأَ '' ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے آشوبِ چشم کی شکایت کی، تو آپ نے ایک کاغذ پر اسے یہ تعویذ لکھ کر بھیجا: ''**بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ، للذين آمنوا هدى وشفاء**''

اس شخص نے وہ تعویذ پہنا تو اس کی بیماری دور ہوگئی۔

(البرهان فی علوم القرآن، النوع السابع والعشرون، ج1، ص434، دار الکتب العربیه، بیروت)

تعویذ لٹکانے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف

وہابیوں کے امام ابن قیم نے لکھا ''كِتَابٌ لِلْحُمَّى: قَالَ المروزی: بَلَغَ أبا عبد الله أَنِّي حُمِمْتُ، فَكَتَبَ لِي مِنَ الْحُمَّى رُقْعَةً فِيهَا: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ، وَبِاللَّهِ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، ﴿**قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ**﴾ ﴿**وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ**﴾ اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، وَإِسْرَافِيلَ، اشْفِ صَاحِبَ هَذَا الْكِتَابِ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ وَجَبَرُوتِكَ، إِلَهَ الْحَقِّ آمِينَ۔

قَالَ المروزی: وَقَرَأَ عَلَى أبی عبد الله وَأَنَا أَسْمَعُ أبو المنذر عمرو بن مجمع، حَدَّثَنَا يونس بن حبان، قَالَ: سَأَلْتُ أبا جعفر محمد بن علی أَنْ أُعَلِّقَ التَّعْوِيذَ، فَقَالَ: إِنْ كَانَ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ أَوْ كَلَامٍ عَنْ نَبِيِّ اللَّهِ فَعَلِّقْهُ وَاسْتَشْفِ بِهِ مَا اسْتَطَعْتَ. قُلْتُ: أَكْتُبُ هَذِهِ مِنْ حُمَّى الرِّبْعِ: بِاسْمِ اللَّهِ، وَبِاللَّهِ، وَمُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى آخِرِهِ؟ قَالَ: أَيْ نَعَمْ. وَذَكَرَ أحمد عَنْ عائشة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، وَغَيْرِهَا أَنَّهُمْ سَهَّلُوا فِي ذَلِكَ. قَالَ حرب: وَلَمْ يُشَدِّدْ فِيهِ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ---قَالَ الخلال: وَحَدَّثَنَا عبد الله بن أحمد، قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي يَكْتُبُ التَّعْوِيذَ لِلَّذِي يُفْزَعُ، وَلِلْحُمَّى بَعْدَ وُقُوعِ الْبَلَاءِ'' ترجمہ: بخار کا تعویذ: مروزی کہتے ہیں: ابو عبد اللہ تک یہ بات پہنچی کہ میں بیمار ہوں تو انہوں نے میرے لیے بخار کا یہ تعویذ لکھ کر بھیجا: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ، وَبِاللَّهِ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، ﴿**قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ**﴾ ﴿**وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ**﴾ اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيلَ، وَمِيكَائِيلَ،

وَإِسْرَافِيلَ، اشْفِ صَاحِبَ هَذَا الْكِتَابِ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ وَجَبَرُوتِكَ، إِلَهَ الْحَقِّ آمِينَ۔" مروزی کہتے ہیں: میں نے سنا ابوالمنذر عمرو بن مجمع نے ابوعبداللہ امام احمد بن حنبل کے سامنے بیان کیا: ہمیں یونس بن حبان نے بتایا کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ کیا تعویذ لٹکانا جائز ہے؟ فرمایا: اگر تعویذ کلام اللہ یا نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام سے ہے تو اسے لٹکاؤ اور جتنا ہو سکے اس سے شفا حاصل کرو۔ میں نے عرض کی: کیا میں باری کے بخار میں یہ تعویذ لکھا کروں: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ، وَبِاللَّهِ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، ﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ﴾﴿وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ﴾ اللَّهُمَّ رَبَّ جَبْرَائِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، وَإِسْرَافِيلَ، اشْفِ صَاحِبَ هَذَا الْكِتَابِ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ وَجَبَرُوتِكَ، إِلَهَ الْحَقِّ آمِينَ۔ فرمایا: جی ہاں۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہا تعویذات میں نرمی گوشہ رکھتے تھے، حرب کہتے ہیں امام احمد بن حنبل بھی اس میں سخت نہیں تھے۔

خلال کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن احمد نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد احمد بن حنبل کو دیکھا کہ وہ گھبراہٹ والے اور بخار والے کے لیے وقوع بلا کے بعد تعویذ لکھا۔ (زاد المعادلابن قیم، کتاب لعسر الولادة، ج4، 327، موسسة الرسالة، بیروت)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ لٹکانے کے لیے تعویذ لکھ کر دیتے

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی 794ھ مزید لکھتے ہیں "وَكَانَ سُفْيَانُ الثوری يكتب للمطلقة رقعة تعلق على قلبها ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾" ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطلقہ عورت کو سورۃ ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ سے کاغذ پر تعویذ لکھ کر دیتے جو اس کے دل کے پاس لٹکایا جاتا۔

(البرهان فی علوم القرآن، النوع السابع والعشرون، ج1، ص434، دار الکتب العربیہ، بیروت)

تعویذ لٹکانے کے جواز پر تمام شہروں کے لوگوں کا اجماع ہے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: وقال مالك: لا بأس بتعليق الكتب التي فيها أسماء الله تعالى على أعناق المرضى على وجه التبرك بها إذا لم يرد معلقها بذلك مدافعة العين، وعنى بذلك أنه لا بأس بالتعليق بعد نزول البلاء رجاء الفرج والبر. كالرقى التي وردت السنة بها من العين، وأما قبل النزول ففيه بأس وهو غريب، وعند ابن المسيب يجوز تعليق العوذة من كتاب الله تعالى في قصبة ونحوها وتوضع عند الجماع، وعند

الغائط ولم يقيد بقبل أو بعد، ورخص الباقر فی العوذة تعلق علی الصبيان مطلقا، وكان ابن سيرين لا يری بأسا بالشیء من القرآن يعلقه الإنسان كبيرا أو صغيرا مطلقا، وهو الذی عليه الناس قديما وحديثا فی سائر الأمصار ''ترجمہ:امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں''ایسا تعویذ مریضوں کے گلے میں بطورِتبرک ڈالنے میں کوئی حرج نہیں جس میں اسماء الٰہی ہوں جبکہ اس سے مدافعۃ العین کا ارادہ نہ کرے،میری مراد یہ ہے کہ نزول مراد کے بعد تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں اس امید پر کہ تکلیف اور بیماری دور ہوگی۔جیسا کہ نظر کے بارے میں وہ دم جن کے بارے سنت وارد ہوئی ہے۔جبکہ نزول بلا سے پہلے میں حرج ہے،امام مالک کا یہ حکم غریب ہے۔حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک کتاب اللہ میں سے لکھا ہوا تعویذ ڈبیہ وغیرہ میں بند کرکے لٹکانے میں کوئی حرج نہیں،جماع اور بیت الخلا جاتے وقت اتار دیا جائے،انہوں نے نزول بلا سے قبل اور بعد کی کوئی قید نہیں لگائی۔امام باقر نے بچوں کو مطلقاً تعویذ لٹکانے کی اجازت دی ہے۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ قرآن پاک میں سے لکھا ہوا تعویذ انسان کو لٹکایا جائے چاہے بڑا ہو یا چھوٹا،اسی پر پرانے اور نئے زمانے کے تمام شہروں کے لوگوں کا اعتقاد ہے۔

(تفسیر روح المعانی،ساورۃالسراء تحت الآیۃ 73تا111،ج8،ص139،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

تعویذات کے بارے میں غیر مقلدین کے امام ابن تیمیہ کی رائے

وہابیوں کے امام ابن تیمیہ نے لکھا''وَيَجُوزُ أَنْ يَكْتُبَ لِلْمُصَابِ وَ غَيْرِهِ مِنْ الْمَرْضَى شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَذِكْرُهُ بِالْمِدَادِ الْمُبَاحِ وَيُغْسَلُ وَيُسْقَى كَمَا نَصَّ عَلَى ذَلِكَ أَحْمَد وَغَيْرُهُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَد:قَرَأْت عَلَى أَبِي ثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ؛ ثَنَا سُفْيَانُ؛ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ الْحَكَمِ؛ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ؛ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:إذَا عَسِرَ عَلَى الْمَرْأَةِ وِلَادَتُهَا فَلْيَكْتُبْ:بِسْمِ اللَّهِ لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿**كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا**﴾﴿**كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ**﴾ قَالَ أَبِي ثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ بِإِسْنَادِهِ بِمَعْنَاهُ وَقَالَ:يُكْتَبُ فِي إنَاءٍ نَظِيفٍ فَيُسْقَى قَالَ أَبِي:وَزَادَ فِيهِ وَكِيعٌ فَتُسْقَى وَيُنْضَحُ مَا دُونَ سُرَّتِهَا'' ترجمہ:جائز ہے کہ مصیبت زدہ اور دوسرے مریضوں کے لیے کتاب اللہ اور اس کے ذکر میں سے کچھ مباح روشنائی کے ساتھ تعویذ لکھا جائے،اسے دھویا جائے اور پلایا جائے جیسا کہ امام احمد اور دیگر علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

عبداللہ بن احمد نے کہا کہ میں نے اپنے والد (امام احمد بن حنبل) پر پڑھا، یعلی بن عبید سے روایت ہے، انہوں نے سفیان سے اور انہوں نے محمد بن ابی لیلی سے، انہوں نے حکم سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ جب عورت پر بچے کی ولادت مشکل ہوتو یہ تعویذ لکھا جائے: بِسْمِ اللّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا﴾ ﴿كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ﴾ فرماتے ہیں: اس میں وکیع نے یہ زیادہ کیا ہے کہ یہ پانی اس حاملہ عورت کو پلا دیا جائے اور اس کے ناف کے اوپر چھڑکا جائے۔

(مجموع الفتاوى لابن تيميه،فصل فى جواز ان يكتب للمصاب الخ،ج19،ص64،مجمع الملك الفهد،مدينه منوره)

تعویذات کے متعلق علمائے کرام کی آراء

تعویذات کے پہننے کو مطلقا حرام کسی بھی صحابی یا امام نہیں کہا شرک ہونا تو دور کی بات ہے۔ البتہ بعض نے سد ذرائع کے طور پر منع ضرور کیا ہے جسے مکروہ تنزیہی کہا جاتا ہے۔ مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راہویہ میں اسحاق بن منصور بن بہرام (المتوفی 251ھ) لکھتے ہیں "قال: كل شيء معلق فهو مكروه .قال:من تعلق بشيء وكل إليه .قال إسحاق: كما قال، إلا أن يفعله بعد نزول البلاء فهو حينئذٍ مباح له .لما قالت عائشة رضى الله عنها" ترجمہ: ہر لٹکائی گئی چیز مکروہ ہے۔ فرمایا جو تعویذ پہنے اس کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ اسحاق نے فرمایا اگر تعویذ بلاء کے نازل ہونے کے بعد پہنے تو اس وقت یہ مباح ہے کیونکہ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان موجود ہے۔

(مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه،مسائل شتى ،جلد 9،صفحه4908، عمادة البحث العلمي، الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، المملكة العربية السعودية)

کتاب الفروع میں محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج الحنبلی (المتوفی 763ھ) لکھتے ہیں "فى آداب المستوعب: ولا بأس بالقلادة يعلقها فيها القرآن، وكذا التعاويذ___وقال المصنف فى الآداب الكبرى: يكره التمائم ونحوها، كذا قيل يكره، والصواب ما يأتي من تحريمه لمن لم يرق عليها قرآن أو ذكر ودعاء "ترجمہ: آداب المستوعب میں ہے کہ قرآن کا تعویذ اور قلادہ پہننے میں حرج نہیں۔ مصنف نے آداب کبری میں میں فرمایا کہ تعویذ وغیرہ مکروہ ہیں اور حق یہ ہے کہ یہ حرمت اس صورت میں جب یہ تعویذ قرآن اور ذکر ودعا کے علاوہ ہو۔

(كتاب الفروع ومعه تصحيح الفروع لعلاء الدين على بن سليمان المرداوى، كتاب الجنائز،باب ما يتعلق بالمريض وما يفعل عند

الموت،جلد3،صفحہ249، مؤسسة الرسالة،بیروت)

وہابیوں کی دلیل اور اس کا جواب

وہابیوں کی دلیل یہ حدیث پاک ہے "من تعلق تميمة فقد أشرك" جس نے تعویذ پہنا اس نے شرک کیا۔اس ممانعت کی درج ذیل وجوہات علماء نے ارشاد فرمائی ہیں:

جواب نمبر1: ممانعت اس دم اور تعویذ کی ہے جس میں شرکیہ کلمات ہوں۔جواب نمبر2: اس دم یا تعویذ سے ممانعت فرمائی جس میں کوئی ممنوع چیز ہو،اگر اس میں کوئی ممنوعہ بات نہیں تو جائز ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دم سننے کے بعد صحیح پا کر اجازت عطا فرمادی۔جواب نمبر3: جس کا معنیٰ معلوم نہ ہو کیونکہ ہوسکتا ہے اس میں کوئی کفریہ یا غلط بات ہو۔

جواب نمبر4: ایسی چیز سے ممانعت فرمائی گئی جن اشیاء میں تاثیر کا عقیدہ کفار کے ذہنوں میں راسخ ہوگیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں نظر بد کے لیے گھونگے (سیپیاں) بچوں کے گلوں میں لٹکائے جاتے تھے تو ان کی ممانعت فرمادی گئی۔

جواب نمبر5: یہ ممانعت ان لوگوں کے متعلق ہے جن کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اشیاء میں تاثیر اور منفعت ان اشیاء کی طبیعت اور ماہیت کی وجہ سے ہوتی ہے حالانکہ شفا دینے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، یہ چیزیں تو محض ظاہری اسباب ہیں جیسا کہ ڈاکٹر کی دوائی۔جواب نمبر6: پہلے منع فرمایا بعد میں یہ ممانعت منسوخ فرما کر اجازت عطا فرمادی۔جواب نمبر7: جادو سے منع فرمایا۔

جواب نمبر8: اس تعویذ سے منع فرمایا جو کسی برے کام کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں جیسا کہ میاں بیوی کے درمیان جدائی کروانے کے لیے۔عقبہ بن عامر جہنی فرماتے ہیں "سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللهُ لَهُ ،وَمَنْ عَلَّقَ وَدَعَةً فَلَا وَدَعَ اللهُ لَهُ .قَالَ الشَّيْخُ:وَهَذَا أَيْضًا يَرْجِعُ مَعْنَاهُ إِلَى مَا قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ وَقَدْ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ وَمَا أَشْبَهَهُ مِنَ النَّهْيِ وَالْكَرَاهِيَةِ فِيمَنْ تَعَلَّقَهَا وَهُوَ يَرَى تَمَامَ الْعَافِيَةِوَزَوَالَ الْعِلَّةِ مِنْهَا عَلَى مَا كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَصْنَعُونَ ،فَأَمَّا مَنْ تَعَلَّقَهَا مُتَبَرِّكًا بِذِكْرِ اللهِ تَعَالَى فِيهَا وَهُوَ يَعْلَمُ أَنْ لَا كَاشِفَ إِلَّا اللهُ وَلَا دَافِعَ عَنْهُ سِوَاهُ فَلَا بَأْسَ بِهَا إِنْ شَاءَ الله" ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو تمیمہ لٹکائے تو اللہ تعالیٰ اس کا کام مکمل نہ کرے،اور جو ودعہ لٹکائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے سپرد کردے۔شیخ فرماتے ہیں: اس کا بھی وہی معنیٰ ہے کو ابوعبید نے بیان کیا کہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ نہی اور کراہیت اس میں جو سب کچھ اسی کو سمجھے اور بیماری کا ختم ہونا صرف اسی سے خیال کرے جیسا کہ اہل جاہلیت کرتے تھے، بہرحال جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کے لیے تعویذ لٹکائے اور

یہ بات ذہن میں رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس بیماری کو دور کرنے والا ہے (یہ تعویذ تو ظاہری اسباب میں سے ہے) تو اس میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ۔ (سنن الکبری للبیھقی، باب التمائم، جلد9، صفحہ588، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

تفسیر قرطبی میں ہے "فَإِنْ قِيلَ: فَقَدْ رُوِيَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ((مَنْ عَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ))وَرَأَى ابْنُ مَسْعُودٍ عَلَى أُمِّ وَلَدِهِ تَمِيمَةً مَرْبُوطَةً فَجَبَذَهَا جَبْذًا شَدِيدًا فَقَطَعَهَا وَقَالَ:إِنَّ آلَ ابْنِ مَسْعُودٍ لَأَغْنِيَاءُ عَنِ الشِّرْكِ، ثُمَّ قَالَ:إِنَّ التَّمَائِمَ وَالرُّقَى وَالتِّوَلَةَ مِنَ الشِّرْكِ .قِيلَ:مَا التِّوَلَةُ؟ قَالَ:مَا تَحَبَّبَتْ بِهِ لِزَوْجِهَا،وَرُوِيَ مُعَلَّقٍ لَا يَكُونُ شِرْكًا، وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ((مَنْ عَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ إِلَيْهِ))فَمَنْ عَلَّقَ الْقُرْآنَ يَنْبَغِي أَنْ يَتَوَلَّاهُ اللَّهُ وَلَا يَكِلَهُ إِلَى غَيْرِهِ---.وَعَنِ الضَّحَّاكِ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَرَى بَأْسًا أَنْ يُعَلِّقَ الرَّجُلُ الشَّيْءَ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ ---وَرَخَّصَ أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ فِي التَّعْوِيذِ يُعَلَّقُ عَلَى الصِّبْيَانِ" ترجمہ: اگر کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی چیز لٹکائی اسی کے سپرد کر دیا گیا، اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ام ولد (باندی کی ایک قسم) پر تمیمہ (تعویذ) بندھا ہوا دیکھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے کھینچ کر توڑ دیا اور فرمایا: ابن مسعود کی آل شرک سے بیزار ہے، پھر فرمایا: تمائم (تعویذات)، رقی (دم) اور تولہ شرک ہے، پوچھا گیا: تولہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: جس کے ذریعہ اپنے شوہر کی محبت حاصل کی جائے۔

مروی ہے کہ تعویذ پہننا شرک نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان: جس نے تعویذ لٹکایا اسی تعویذ کے سپرد کر دیا گیا۔ تو جس نے قرآن لکھ کر تعویذ پہنا تو درحقیقت اس نے اللہ عزوجل کو اپنا کارساز بنایا نہ کہ غیر کو۔ حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں کوئی حرج نہ جانتے تھے کہ انسان قرآن پاک کے کچھ حصے کو تعویذ بنا کر پہنے۔ حضرت ابوجعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے بچوں کو تعویذ پہننانے کی اجازت دی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورۃ الاسراء تحت الآیۃ82، ج 10، ص310، دار کتب المصریہ، قاھرہ)

تعویذ کے متعلق سوشل میڈیا پر موجود سعودی نجدی کے کلپ کا جواب

کچھ عرصہ پہلے سوشل میڈیا پر ایک سعودی وہابی کا کلپ چلا جس میں ایک عام سے مسلمان کو پکڑ اس کے تعویذ پر فضول قسم کا اعتراض کیا کہ قرآن پڑھنے کا حکم ہے قرآن پہننے کا نہ حکم ہے نہ فائدہ ہے۔ اپنے اس باطل موقف پر یہ دلیل دی کہ شہد میں شفا ہے لیکن شہید پینے میں ہے شہد لٹکانے میں نہیں۔

سعودی وہابی مولوی کے اس باطل فلسفے کا جواب یہ ہے کہ جب احادیث اور ائمہ کرام سے تعویذ پہننے کا ثبوت موجود ہے

تو پھر ان ڈھکوسلوں سے اس کا انکار شقاوت قلبی ہے۔تعویذات پر اوپر نقلی دلائل اوپر پیش کیے گئے ہیں،اب چند عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں:

☆ قرآن کو شفا کہا گیا ہے،جس طرح قرآن پڑھنا شفا ہے اسی طرح قرآن لکھ کر رکھنا بھی شفا ہے کیونکہ اصولی قائدہ ہے"اَلْکِتَابُ کَالْخِطَابِ"(تحریر،خطاب کی طرح ہے۔)یہی وجہ ہے کثیر مسائل میں جو حکم بولنے سے ہوتا ہے وہی حکم لکھنے سے ہوتا ہے جیسا کہ طلاق لکھ کی دی جائے یا بول کر دونوں کا ایک حکم ہے۔

☆ علمائے اسلاف نے کئی بزرگوں کے ناموں کے فضائل میں فرمایا کہ ان کے نام سے شفا مل جاتی ہے جیسے علامہ دمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،بعض اہل علم نے مجھے خبر دی ہے"أن أسماء الفقهاء السبعة، الذين كانوا بالمدينة الشريفة، إذا كتبت في رقعة وجعلت في القمح فإنه لا يسوس، ما دامت الرقعة فيه، وهم مجموعون ---عبيد الله عروة قاسم سعيد أبو بكر سليمان خارجه "ترجمہ:مدینہ منورہ کے سات فقہاء کے نام کاغذ میں لکھ کر گندم میں رکھے جائیں تو جب تک وہ کاغذ گندم میں رہے گا اس گندم کو گھن نہیں لگے گی،اور ان فقہاء کے نام یہ ہیں:(1)عبیداللہ(2)عروہ(3)قاسم(4)سعید(5)ابوبکر(6)سلیمان(7)خارجہ۔

(حياة الحيون،جلد2،صفحه53،دارالكتب العلميه،بيروت)

علامہ دمیری مزید فرماتے ہیں"وأفادني بعض أهل التحقيق، أن أسماء هم إذا كتبت وعلقت على الرأس، أو ذكرت عليه أزالت الصداع العارض له" ترجمہ:بعض اہل تحقیق نے مجھے بتایا ہے کہ ان فقہاء کے نام لکھ کر سر پر لٹکا دیا جائے یا ان سے دم کیا جائے تو سر کا درد دور ہو جاتا ہے۔

(حياة الحيون،جلد2،صفحه53،دارالكتب العلميه،بيروت)

شرح مواہبِ لدنیہ للعلامۃ الزرقانی میں ہے"اذا كتب اسماء اهل الكهف فى شيء والقى فى النار اطفئت "ترجمہ:جب اصحابِ کہف کے نام لکھ کر آگ میں ڈالے جائیں تو آگ بجھ جاتی ہے۔

(شرح الزرقانى على المواہب اللدنية،المقصد الثامن ،جلد7،صفحه108، مطبوعه معرفة، بيروت)

ایک حدیث پاک ہے "حدثني ابو موسى الكاظم عن ابيه جعفر الصادق عن ابيه محمد ن الباقر عن ابيه زين العابدين عن ابيه الحسين عن ابيه على ابن ابى طالب رضى الله تعالىٰ عنهم قال حدثني حبيبى و قرة عينى رسول الله عليه وآله وسلم قال حدثني جبريل قال سمعت رب العزة يقول لا اله الا الله حصنى فمن قال دخل

حصنی امن من عذابی " ترجمہ: امام علی رضا امام موسیٰ کاظم وہ امام جعفر صادق وہ امام محمد باقر وہ امام زین العابدین وہ امام حسین وہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی کہ ان سے جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ میں نے اللہ عزوجل سے سنا کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے تو جس نے اسے کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا میرے عذاب سے امان میں رہا۔

اس حدیث کی سند میں جن ہستیوں کا نام آیا ہے ان کی شان بیان کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں " لو قرأت هذا لاسناد علی مجنون لبریء من جنته" ترجمہ: یہ مبارک سند اگر مجنون پر پڑھو تو ضرور اسے جنون سے شفا ہو جائے گی۔ (الصواعق المحرقہ، صفحہ 205، مکتبہ مجددیہ، ملتان)

دراصل ناموں میں شفا کی وجہ یہ ہے کہ نام عین ذات ہے۔ جس طرح کسی نیک ہستی کی ذاتی باعث برکت وشفا ہوتی ہے اسی طرح اس کا نام بھی اسی خصوصیت کا حامل ہوتا ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اولیائے اللہ عزوجل کے ناموں کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' جب اسمائے اصحاب کہف قدست اسرارہم میں وہ برکات ہیں حالانکہ وہ اولیائے عیسویین میں سے ہیں تو اولیائے محمدیین صلوٰات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کا کیا کہنا، ان کے اسمائے کرام کی برکت کیا شمار میں آسکے۔ اے شخص تو نہیں جانتا کہ نام کیا ہے، مسمی کے انحائے وجود سے ایک نحو ہے۔ امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء رحمہم اللہ نے فرمایا کہ وجود شئی (یعنی کسی چیز کے ہونے) کی چار صورتیں: وجود اعیان، (جو آنکھوں سے دیکھی جائے)، علم میں، تلفظ (بولنے) میں، کتابت (لکھنے) میں، تو ان دو شق اخیر (یعنی آخر والی دو صورتیں بولنے اور لکھنے والی) اسم (نام) ہی کو وجود مسمی قرار دیا ہے۔ بلکہ عقائد میں لکھتے ہیں ''الاسم عین المسمی '' کسی کا نام اس کی عین ذات ہے۔۔۔ تو خالی اسماء (اولیاء اللہ کے نام) ہی ایک اعلیٰ ذریعہ تبرک وتوسل ہوتے ہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 134، رضا فائونڈیشن، لاہور)

☆ ہم طبی طور پر بھی دیکھیں تو ہر بیماری کا علاج دوائی کھانے سے نہیں ہے کبھی دوائی سونگھنے سے شفا ملتی ہے، کبھی دوائی کو ظاہری بدن پر رکھ کر اس کی تاثیر سے شفا حاصل کی جاتی ہے، کبھی شفاء کسی چیز کو دیکھنے سے حاصل کی جاتی ہے وغیرہ۔ یونہی قرآن پاک اگر شفا ہے تو اسے فقط زبان سے پڑھنے کے ساتھ خاص کرنا ایک شرطِ بدعتیہ ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

☆ اگر قرآن کا لکھا ہوا تعویذ پہننا بے فائدہ ہے کہ اصل تو قرآن پڑھنا ہے تو پھر خانہ کعبہ کی تصاویر گھروں میں لگانا جیسا کہ پوری دنیا کے مسلمان بطور برکت لگاتے ہیں یہ بھی بے فائدہ ہونا چاہئے کہ اصل حکم تو خانہ کعبہ کا طواف کرنا ہے۔

سعودی تفسیر کا تنقیدی جائزہ

سعودی وہابی حج وعمرہ کے لئے آئے ہوئے مسلمانوں کو وہابی بنانے کے لئے کوئی قصر نہیں چھوڑتے۔ دوران قیام طرح طرح کے فرقہ وارانہ لٹریچر دیتے ہیں اور جب مسلمان واپس اپنے وطن جانے کے لئے ائیر پورٹ پر آتے ہیں تو ان کو مفت میں قرآن پاک کی تفسیر دیتے ہیں۔ اس تفسیر میں پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک ثابت کیا گیا ہے اور قرآن پاک کی آڑ میں وہابی عقائد اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ سعودی تفسیر میں کئی معنوی تحریفیں ہیں اور قرآن پاک کی آیات کی غلط تفسیر بیان کی گئی ہے۔

سعودی تفسیر کا تعارف

بھولے بھالے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سعودی تفسیر کسی مکہ مدینہ کے عربی عالم کی لکھی ہوئی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سعودی تفسیر کا ترجمہ برصغیر کے مولوی جونا گڑھی کا ہے اور سعودی تفسیر پاکستانی مولوی صلاح الدین یوسف نے لکھی ہے۔ اس تفسیر میں کس قدر غیر شرعی مسائل بیان کئے گئے ہیں ان کا آگے تفصیلی بیان ہوگا۔

سعودی وہابیوں کا ترجمہ کنزالایمان جلانے کا حکم

سعودی تفسیر سے پہلے حج وعمرہ کرنے والوں کو دیوبندی مولوی کی تفسیر بنام ”تفسیر عثمانی“ دی جاتی تھی وہابیوں نے دیوبندیوں کی تفسیر کو بند کر کے اپنی تفسیر دینا شروع کی اور امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا مایہ ناز ترجمہ کنزالایمان جلانے کا ناپاک حکم دیا۔ ملاحظہ ہو سعودیہ کا سرکاری طور پر جاری ہونے والا خط جس میں انہوں نے صراحۃً قرآن جلانے کا حکم دیا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، وزارۃ الحج والاوقاف وزیر

حکمنامہ

جناب وکیلِ وزارت امور مساجد

جناب وکیل وزارت حج واوقاف

جناب نائب مدیر امور مساجد واوقاف، علاقہ شرقیہ

جناب مدیر اوقاف ومساجد، مدینہ منورہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہمارے خط نمبر 403/1009 مکتوبہ بتاریخ 26 صفر 1403 ہجری کے جواب میں جناب رئیس عام شعبہ تحقیق وافتاء ودعوت وارشاد کا خط نمبر 5/3601 مکتوبہ تاریخ 7 جمادی الاولیٰ 1403 ہجری موصول ہوا۔ ہم نے اپنے خط میں جمعیت ڈونکاسٹر کے صدر اور جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ یورپ و برطانیہ کے خطوط کا حوالہ دیا تھا جن میں احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ اور نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر اردو کی شدید مذمت کی گئی تھی۔ چونکہ اس ترجمہ و تفسیر میں شرک و بدعت اور گمراہ کن افکار موجود ہیں۔

الشیخ عبدالعزیز بن باز نے ہمارے اس خط کے جواب میں لکھا ہے کہ ہمیں بھی مختلف اداروں کی طرف سے اس مترجم کے نمونہ موصول ہوئے جن کی تحقیق سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اس میں تحریفات اور جھوٹ بھرا پڑا ہے اور خود بریلوی گروہ کے عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اول و آخر ظاہر و باطن کہنا درست ہے جو کہ شرک ہے۔ نیز ان کے بدعتی افکار اور باطل آراء ہیں جو کہ فوت شدہ حضرت انبیاء والیاء سے مدد مانگنا، ان کی قبروں پر کھانا پیش کرنا، عرس منانا اور محافل منعقد کرنا اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کو بُرا کہنا اور تیجے، چالیسویں، گیارہویں کی رسمیں کرنا، اس بنا پر اس ترجمہ و تفسیر کو ملک بدر کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

لہٰذا تمام متعلقہ اداروں کو یہ اطلاع کر دی جائے کہ جن مساجد میں اس کے نسخے ہیں یا کسی اور جگہ ہوں تو ان کو ضبط کر لیا جائے اور جلا دیا جائے۔

والسلام۔ منجانب: عبدالوہاب بن احمد عبدالواسع

وزیر امور حج واوقاف

ایک مسلمان اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچے کیا اس طرح قرآن جلانا جائز ہے؟ قرآن کے ترجمہ کے ساتھ قرآنی عربی آیات بھی ہوتی ہیں۔ اب ترجمہ کو غلط کہہ کر ترجمہ سمیت پورا قرآن جلانا کس شرعی دلیل کی بنا پر جائز ہے؟ کوئی مائی کا لال وہابی اس کا جواب دے۔

اگر کوئی کافر ہمارے قرآن کو جلائے تو پوری امت مسلمہ اس کے خلاف آواز اٹھاتی ہے لیکن ان وہابیوں کا کیا کرنا ہے جو برملا سرکاری طور پر اور وہ بھی حجاز جیسی مقدس زمین پر اللہ عزوجل کلام جلاتے ہیں۔ دیوبندی اور وہابیوں کے ترجمہ قرآن و تفسیر کے ساتھ اہل سنت کا لاکھ اختلاف سہی لیکن آج تک کسی بھی سنی عالم نے کسی دیوبندی وہابی کے ترجمہ قرآن کے متعلق یہ فتویٰ نہیں دیا کہ ان کے ترجمہ کو جلا دیا جائے۔

سعودی وہابیوں نے بغیر دلیل ترجمہ کنزالایمان سے بغض رکھتے ہوئے اس ترجمہ کو معاذ اللہ غلط اور شرک سے بھرا ہوا کہا جبکہ پوری دنیا میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا ترجمہ قرآن کنزالایمان مقبول ہوا۔ پی ایچ ڈی کا مقالہ بنام'' کنزالایمان اور دیگر معروف اردو تراجم کا تقابلی جائزہ'' اس کی شان میں میں لکھا گیا۔ وہابیوں کے ہی بڑے مولویوں نے ترجمہ کنزالایمان کی تعریف کی ہے چنانچہ وہابیوں کے رسالہ ہفت روزہ'' الاعتصام'' لاہور میں لکھا ہے:'' فاضل بریلوی نے ترجمہ اور ترجمانی کی درمیانی راہ اختیار کی اور ان کی تمام تر توجہ اس امر پر رہی کہ قرآن مجید کے ان بعض الفاظ جو عربی اور اردو زبان میں مختلف مفہوم رکھتے ہیں کا ایسا ترجمہ کیا جائے کہ غیر مسلم ان پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کی نوبت ہی نہ آئے بلاشبہ بعض الفاظ کے ترجمہ کی حد تک وہ (فاضل بریلوی) کامیاب بھی رہے۔''

(ہفت روزہ الاعتصادم لاہور، 22ستمبر 1989ء،ماخوذ از رضائے مصطفٰے ،دسمبر 1989ء)

وہابی ترجمان'' المنبر لائل'' پور لکھتا ہے:'' مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ترجمہ (قرآن، کنزالایمان) کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔'' (المنبرلائل پور، 6صفرالمظفر 1386ھ ،ماخوذ از رضائے مصطفٰے، فروری 1976ء)

سعودی وہابیوں نے کہا کہ بریلوی حضور علیہ السلام کو اول، آخر، ظاہر، باطن کہتے ہیں اور یہ شرک ہے۔ یہ وہابیوں کی صریح جہالت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاتی ناموں میں یہ چار نام موجود ہیں، اگر کسی وہابی کو یقین نہ آئے تو کوئی بھی قرآن جس کے شروع میں اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لکھے ہوئے ہیں ان کو ملاحظہ کرلے۔ حضور علیہ السلام کے کئی نام ایسے ہیں جو اللہ عزوجل کے بھی ہیں اور ایک عام شخص بھی جانتا ہے کہ جب کسی صفت کے حقیقی معنیٰ مراد ہوں تو وہ اللہ عزوجل کے لئے اور مجازی معنیٰ حضور علیہ السلام کے لئے ہوتے ہیں۔ مزید اول آخر ظاہر و باطن پر صریح حدیث پاک ملاحظہ ہو چنانچہ مولانا فاضل علی قاری شرح شفا میں علامہ تلمسانی سے ناقل، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے آکر مجھے یوں سلام کیا"السلام علیك یا اول ، السلام علیك یاآخر ، السلام علیك یا ظاهر ، السلام علیك یا باطن " اے اول آپ پر سلام، اے آخر آپ پر سلام، اے ظاہر آپ پر سلام، اے باطن آپ پر سلام۔

میں نے کہا: اے جبریل! یہ تو خالق کی صفتیں ہیں مخلوق کو کیونکر مل سکتی ہیں؟ جبرائیل نے عرض کی: میں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے۔ اس نے حضور کو ان صفتوں سے فضیلت اور تمام انبیاء و مرسلین پر خصوصیت بخشی ہے۔ اپنے نام وصفت سے حضور کے لئے نام وصفت مشتق فرمائے ہیں۔ حضور اول نام رکھا ہے کہ حضور سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں۔

اور آخر اس لئے کہ ظہور میں سب سے مؤخر۔ اور آخر امم کی طرف خاتم الانبیاء ہیں اور باطن اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے باپ آدم (علیہ الصلوۃ والسلام) کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ساق عرش پر سرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ میں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجا یہاں تک کہ حق جل وعلا نے حضور کو مبعوث کیا، خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حکم سے بلاتے اور چراغ تاباں۔ ظاہر اس لئے حضور کا نام رکھا کہ اس نے اس زمانہ میں حضور کو تمام ادیان پر غلبہ دیا اور حضور کا شرف وفضل سب آسمان وزمین پر آشکارا کیا، تو ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے حضور پر درود نہ بھیجا، اللہ تعالیٰ حضور پر درود بھیجے، حضور کا رب محمود ہے اور حضور محمد۔ اور حضور کا رب اول وآخر وظاہر وباطن ہے اور حضور اول وآخر وظاہر وباطن ہیں۔ یہ عظیم بشارت سن کر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "الحمدلله الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتی فی اسمی و صفتی" حمد اس خدا کو جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں تک کہ میرے نام اور صفت ہیں۔

(شرح الشفاء للملاعلی القاری فصل فی تشریف الله تعالٰی بما سماه الخ ،جلد1،صفحه515،دارالکتب العلمیة بیروت)

سعودی تفسیر کے متعلق دیوبندیوں کا مؤقف

آج دیوبندی ریال کی لالچ میں سعودی وہابیوں کے افعال کی تائید کرتے ہیں جبکہ سعودیہ میں سرکاری طور پر تفسیر عثمانی کی تقسیم بند ہونے پر دیوبندیوں نے بھی آہ وبکا کی تھی اور سعودی تفسیر کی مخالفت کی تھی چنانچہ جامعہ بنوریہ دیوبند کراچی والوں نے اپنی ویب سائیٹ پر اس کا رونا کچھ یوں رویا ہے: "کچھ سالوں سے سعودی حکومت نے شاہ فہد مرحوم کے نام سے ایک چھاپہ خانہ بنایا ہے، جس میں دیگر اُمور کے علاوہ قرآنِ کریم کی طباعت واِشاعت بطورِ خاص اس کا مشن ہے، دُنیا کی تمام مشہور زبانوں میں قرآن مجید کے جو تراجم ہوئے ہیں، وہ بھی اس مطبع میں چھاپے جاتے ہیں اور حجاجِ کرام میں تقسیم کئے جاتے ہیں، جب یہ نیک سلسلہ شروع ہوا تو برصغیر کے اُردوخواں حاجیوں کے لئے انہوں نے جس مختصر اور جامع ترجمہ وتفسیر کا اِنتخاب کیا، وہ تحریکِ پاکستان کے علم بردار اور پرچم کشا علامہ شبیر احمد عثمانی کا ترجمہ وتفسیر تھا۔۔ مگر چند سال قبل پاک وہند سے روزگار اور کمائی کے لئے سعودیہ گئے ہوئے کچھ عناصر پاک وہند میں جن کے ہم نوا اُنگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، انہوں نے نچلی سطح پر تعلق وتملق کے ذریعے تفسیر عثمانی کی جگہ ہندوستان کے کسی غیر معروف آدمی کا ترجمہ چھپوانے کی تگ ودو کی، وہ بھی ایسا ترجمہ جس کے خریدار پاک وہند میں انہیں میسر نہ تھے، وہاں سے سرکاری خرچ پر چھپوا کر اَز راہِ تملق خادمِ حرمین شریفین کا ہدیہ کہہ کر ہر حاجی کو دے دیا

جاتا ہے۔'' (http://banuri.edu.pk/ur/node/1302)

سعودی تفسیر میں دعویٰ

سعودی تفسیر میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ سلف صالحین کی تفاسیر کا نچوڑ ہے جبکہ یہ بالکل باطل ہے، یہ وہابیوں کے باطل عقائد کا نچوڑ ہے۔ وہابی عقائد جو ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبد الوہاب نجدی، اسماعیل دہلوی کے ہیں ان کو اس میں داخل کر کے سلف صالحین کے عقائد بتائے گئے ہیں۔ وہابی جب بھی کہیں کہ ائمہ کرام نے فلاں بات کو شرک کہا ہے تو سمجھ لیا جائے کہ اس سے مراد حقیقی طور پر وہ ائمہ نہیں ہیں جن کو امت مسلمہ متفقہ طور پر مانتی ہے بلکہ اس سے مراد یہی چار پانچ وہابی مولوی ہیں۔

پوری سعودی تفسیر کا مقصد

سعودی تفسیر میں سب سے زیادہ اسی پر زور دیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام سے مانگنا بہت بڑا شرک ہے۔ یہ بزرگ ہستیاں معاذ اللہ مثلِ پتھر ہیں۔ اس مقصد کے لئے وہابی مولوی نے پوری تفسیر میں بتوں والی آیات کو نبیوں اور ولیوں پر منطبق کر کے مسلمانوں بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

سعودی تفسیر کا تنقیدی جائزہ پیش خدمت ہے:

کیا نبی ورسول کو دنیا کے حالات کا پتہ نہیں ہوتا؟

سعودی تفسیر کا نجدی مفسر لکھتا ہے: ''یعنی یہی سب سے بڑے گمراہ ہیں جو پتھر کی مورتیوں کو یا فوت شدہ اشخاص کو مدد کے لئے پکارتے ہیں، جو قیامت تک جواب دینے سے قاصر ہیں اور قاصر ہی نہیں بلکہ بالکل بے خبر ہیں۔''

(سورۃ الاحقاف، سورۃ46، آیت5، صفحہ1416)

دوسری جگہ لکھا ہے: ''مرنے کے ساتھ ہی دیکھنے، سننے، سمجھنے اور چلنے کی طاقت ختم ہوگئی۔ اب ان کی طرف منسوب یا تو پتھر یا لکڑی کی خود تراشیدہ مورتیاں ہیں یا گنبد، قبے اور آستانے ہیں جو ان کی قبروں پر بنا لئے گئے۔''

(سورۃ الاعراف، سورۃ7، آیت195، صفحہ474)

سعودی تفسیر میں ہے: ''مرنے کے بعد انسان کتنا بھی نیک ہوحتیٰ کے نبی و رسول ہو، اسے دنیا کے حالات کا علم نہیں ہوتا۔۔۔وہ بے خبر ہوتا ہے۔

(سورۃ یونس، سورۃ10، آیت 29، صفحہ571)

جبکہ کثیر دلائل سے یہ ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے امتی کے اعمال پر باخبر ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ''قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُحَدِّثُونَ وَيُحَدَثُ لَكُمْ، وَوَفَاتِي خَيْرٌ

لَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ، فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللَّهَ عَلَيْهِ، وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللَّهَ لَكُمْ. رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے تم خبریں دیتے ہو اور تمہارے لئے (بطور وحی) خبریں دی جاتی ہیں۔ میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے اگر اس میں اچھائیاں ہونگیں تو اللہ عزوجل کی حمد کروں گا اور اگر اس میں برائیاں دیکھوں گا تو اللہ عزوجل سے تمہاری مغفرت کروں گا۔ اس حدیث کو امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد، كتاب علامات النبوة، باب ما يحصل لأمته---، جلد8، صفحه594، دار الفكر، بيروت)

مشکوٰۃ شریف اور سنن الدارمی کی روایت ہے "عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ أَيَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ يُؤَذَّنْ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا، وَلَمْ يُقَمْ، وَلَمْ يَبْرَحْ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ الْمَسْجِدَ، وَكَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلَاةِ إِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ترجمہ: حضرت سعید ابن عبدالعزیز سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب جنگ حرہ (یزید نے واقعہ کربلا کے بعد مدینہ پر جو حملہ کیا تھا) کا زمانہ ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں تین دن نہ اذان کہی گئی نہ تکبیر کہی گئی اور سعید ابن مسیّب مسجد سے نہ ہٹے وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگر ایک گنگناہٹ سے جسے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر سے سنتے تھے۔

(سنن الدارمي، كتاب دلائل النبوة، باب ما أكرم الله تعالى نبيه صلى الله عليه وسلم بعد موته، جلد1، صفحه227، دار المغني، السعودية)

اس روایت کے تحت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الحاوی للفتاوٰی" میں فرماتے ہیں "فهذه الأخبار دالة على حياة النبي صلى الله عليه وسلم وسائر الأنبياء" ترجمہ: یہ روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلیل ہیں۔ (الحاوي للفتاوي، جلد2، صفحه179، دار الفكر، بيروت)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الحاوی للفتاوٰی میں لکھتے ہیں "قال المتكلمون المحققون من أصحابنا أن نبينا صلى الله عليه وسلم حي بعد وفاته، وأنه يسر بطاعات أمته ويحزن بمعاصي العصاة منهم" ترجمہ: ہمارے اصحاب میں سے محقق متکلمین فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور امت کے گناہوں پر غمگین ہوتے ہیں۔

(الحاوي للفتاوي، كتاب البعث، مبحث النبوات، جلد2، صفحه180، دار الفكر، بيروت)

کیا صالحین پتھر یا بے خبر ہیں؟

نجدی مفسر نے لکھا: شفاعت کا اختیار تو کجا انہیں تو شفاعت کے معنیٰ ومفہوم کا بھی پتہ نہیں کہ وہ پتھر ہیں یا بے خبر۔(اگلے صفحے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو صراحۃً مردہ کہا۔) (سورۃ الزمر،سورۃ39،آیت43،صفحہ1304)

صالحین شفاعت بھی کرنے والے ہیں اور لوگوں کے حالات سے باخبر بھی ہیں اور بزرگ ہستیوں کی سماعت زندوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے اور یہ دنیا سے پردہ کرنے کے باوجود تصرفات کرتے ہیں۔مسند ابویعلیٰ کی حدیث پاک بسند صحیح مروی ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا ثابت ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ لَيَنْزِلَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَحَكَمًا عَدْلًا، فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ، وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ، وَلَيُصْلِحَنَّ ذَاتَ الْبَيْنِ، وَلَيُذْهِبَنَّ الشَّحْنَاءَ، وَلَيُعْرَضَنَّ عَلَيْهِ الْمَالُ فَلَا يَقْبَلُهُ، ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلَى قَبْرِي فَقَالَ:يَا مُحَمَّدُ لَأُجِيبَنَّهُ.(حكم حسين سليم أسد):إسناده صحيح“ ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابوالقاسم علیہ السلام کی جان ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔عدل وانصاف کے امام ہوں گے،صلیب کو توڑیں گے،خنزیر کو قتل کریں گے،باہمی اصلاح فرمائیں گے،دشمنی ختم فرمائیں گے،ان پر مال پیش کیا جائے گا قبول نہ فرمائیں گے۔پھر اگر میری قبر پر آکر یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں گے تو میں ضرور ان کا جواب دوں گا۔حسین سلیم اسد نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا۔ (مسند أبي يعلى،شهر بن حوشب عن أبي هريرة،جلد11،صفحه462،دار المأمون للتراث ،دمشق)

قبور میں اولیائے کرام کے تصرفات کر ذکر کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں”یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند درقبور خود مانند تصرفہائے شاں درحیات خود یا بیشتر شیخ معروف و عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دو کس دیگر راز اولیاء شمردہ ومقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ ویافتہ است “ ترجمہ:ایک عظیم بزرگ فرماتے ہیں میں نے مشائخ میں سے چار حضرات کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں رہ کر بھی ویسے ہی تصرف فرماتے ہیں جیسے حیات دنیا کے وقت فرماتے تھے یا اس سے بھی زیادہ شیخ معروف کرخی،سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دو اور اولیاء کو شمار کیا۔(شیخ عقیل

منجمی بسہی اور شیخ حیاۃ ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالیٰ) ان کا مقصد حصر نہیں بلکہ خود جو دیکھا اور مشاہدہ فرمایا وہ بیان کیا۔

(اشعة اللمعات، باب زیارة القبور، جلد1، صفحه715، تیج کمار، لکھنؤ)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہمعات میں لکھتے ہیں "در اولیائے امت و اصحاب طریق اقوی کسیکه بعده تمام راهِ جذب باکد وجوه باصل ایں نسبت میل کرده ودر آنجا بوجه اتم قدم است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولهذا گفته اند که ایشاں درقبور خود مثل احیاء تصرف مے کند" **ترجمہ: اولیائے امت واصحاب طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت جس کے بعد تمام راہ عشق مؤکدترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اسی مقام پر قائم ہوچکی ہے۔ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں، اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں رہ کر زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔** (ہمعات، ہمعہ 11، صفحہ 61، اکیڈمی شاہ ولی اللہ، حیدر آباد)

قرآن پاک میں موجود لفظ ﴿يَدْعُوْنَ﴾ کا مطلب

قرآن پاک کی آیت ہے ﴿وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللهِ اَحَدًا﴾ اس آیت کا ترجمہ وہابی یوں کرتے ہیں: اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔ (سورة الجن، سورة72، آیت18)

نجدی مفسر نے لکھا ہے: ''مسجدوں کا مقصد صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے، اس لئے ان میں کسی اور کی عبادت اور استغاثہ واستمداد جائز نہیں۔ یہ امور مطلق بھی ممنوع ہیں، مگر مسجد میں غیر اللہ کو پکارنا تو نہایت ہی قبیح اور ظالمانہ حرکت ہے۔ لیکن بدقسمتی سے بعض نادان مسلمان اب مسجدوں میں بھی اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی مدد کے لئے پکارتے ہیں۔''

(سورة الجن، سورة72، آیت 18، صفحه1641)

تمام وہابیوں کی سوئی اسی بات پر اڑی ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا اس کی پوجا کرنا ہے جو کہ شرک ہے۔ جبکہ قرآن پاک میں جہاں ﴿يَـدْعُـوْنَ﴾ کا ذکر ہے اس سے مراد بتوں کو پکارنا اور ان کی پرستش کرنا ہے۔ اس کی مزید وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے ﴿وَلَا تَسُبُّوْا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِن دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے۔

(سورة الانعام، سورة6، آیت 108)

یہاں ﴿يَـدْعُـوْنَ﴾ کا معنی پکارنا نہیں پوجنا ہے۔ مفسرین ومحدثین نے یدع کے یہی معنی بیان کئے ہیں چنانچہ تفسیر طبری میں ہے "(فلا تدع) یا محمد (مع الله إلها آخر) أی لا تعبد معه معبودا غیره" **ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ**

وسلم اللہ عزوجل کے ساتھ کسی اور خدا کو نہ پکار یعنی کسی اور کی پرستش نہ کر۔

(جامع البيان في تأويل القرآن،في تفسير،الشعراء ، سورت26،آيت 213،جلد19،صفحه404،مؤسسة الرسالة،بيروت)

وہابیوں نے پکارنے کو عبادت کرنا شمار کر کے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں:''مدد چاہنا اور ہے اور پوجنا اور ہے۔'' (فتاوٰی عزیزی ،مترجم،صفحه154)

غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے سورۃ جن کی آیت 18 کی تفسیر میں لکھا ہے:''صرف پکارنا عبادت نہیں ہوتا بلکہ معبود سمجھ کر،اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک کر کے پکارنا عبادت ہے،محض وسیلہ کے لئے پکارنا عبادت نہیں ہوتا۔''

(الدر العفيد،بحواله تحفة الاحوذی،جلد4،صفحه283)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد مانگنا وہابیوں کے نزدیک شرک ہے

نجدی مفسر نے لکھا:''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدد اور اغثني يارسول الله وغیرہ کے الفاظ سے استغاثہ و استعانت کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ قرآن کی اس آیت اور اس قسم کی دیگر واضح تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ شرک کے ذیل میں آتا ہے۔'' (سورة يونس ،سورة10 ،آيت 49،صفحه578)

احادیث میں حضور علیہ السلام سے مدد مانگنا ثابت ہے۔المعجم الصغیر میں ہے ہے کہ ایک صحابی نے مافوق الاسباب آپ کو مدد کے لئے پکارا چنانچہ حضرت ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات ان کے پاس گزاری،جب نماز کے لئے وضو کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا:لبیک لبیک لبیک۔تیری مدد کی گئی،تیری مدد کی گئی،تیری مدد کی گئی۔جب آپ آئے تو میں نے عرض کیا کہ آپ کی آواز میں نے سنی جیسے آپ کسی انسان سے بات کرر ہے ہوں کیا آپ کے ساتھ کوئی اور انسان تھا؟حضور علیہ السلام نے فرمایا''هَذَا رَاجِزُ بَنِي كَعْبٍ يَسْتَصْرِخُنِي وَيَزْعُمُ أَنَّ قُرَيْشًا أَعَانَتْ۔۔۔'' ترجمہ:یہ(دور سے امداد کے اشعار پڑھنے والا)بنی کعب کا شخص تھا۔مجھے پکار رہا تھا کہ قریش مدد کرے۔

(المعجم الصغير،باب الميم،من اسمه محمد،جلد2،صفحه167،حديث968، المكتب الإسلامی ،بيروت)

حضرت نابغہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یوں فریاد کی:

و يا قبر النبی و صاحبيه　　　الا يا غوثنا لو تسمعونا

ترجمہ:اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دو صاحبوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما!اے ہمارے فریاد رس!کاش آپ ہماری فریاد سن

لیں۔

حضرت سیدنا علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا کے میدان میں یوں دعا کرتے ہیں:

یار حمة للعلمین ارحم بزین العابدین   محبوس الظالمین فی موکب و المزدحم

ترجمہ: اے رحمۃ للعالمین زین العابدین پر رحم فرمائیں کہ وہ بڑے لشکر میں پھنسا ہوا ہے۔

(فتاوی اویسیہ ،جلد1،صفحہ370،صدیقی پبلیشرز ،کراچی)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں:

یا اکرم الثقلین یا کنزا لوری   بدلی بجودك و ارضنی برضاك

انا طامع بالجود منك لم یکن   لابی حنیفة فی الانام سواك

ترجمہ: اے موجودات کے اکرام اور نعمت الٰہی کے خزانے جو اللہ نے آپ کو دیا، مجھے بھی دیجئے اور اللہ نے آپ کو راضی کیا ہے مجھے بھی خوش کیجئے۔ میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں آپ کے سوا ابوحنیفہ کا مخلوق میں کوئی نہیں۔

(فتاوی بریلی ،صفحہ386،شبیر برادرز ،لاہور)

روح البیان میں ہے "قال المولی الجامی قدس سرہ: یا نبی اللہ السلام علیك ...انما الفوز والفلاح لدیك" ترجمہ: مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا: یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ پر سلام ہو کامیابی وکامرانی آپ ہی کی بارگاہ سے ملتی ہے۔ (روح البیان،فی تفسیر، سورۃ البقرہ،آیت62،جلد1،صفحہ152،دار الفکر ،بیروت)

امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی میں ہے "سئل عما یقع من العامة من قولهم عند الشدائد یا شیخ فلان و نحو ذالك من الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والصالحین وهل للمشائخ اغاثة بعد موتهم ام لا ؟فاجاب بما نصه ان الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والاولیاء والعلماء الصالحین جائزة وللانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثة بعد موتهم "ترجمہ: ان سے استفتاء ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء ومرسلین واولیاء وصالحین سے فریاد کرتے اور یا شیخ فلاں (یارسول اللہ، یاعلی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی) اوران کی مثل کلمات کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء ومرسلین واولیاء وعلماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔ (فتاوی الرملی،جلد04، صفحہ733،درالکتب العلمیہ، بیروت)

جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ان کی شان میں قصائد پڑھے اور آپ نے اس

سے منع نہ فرمایا تو پھر کسی کی کیا مجال ہے جو اسے شرک اور خلاف قرآن کہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ صحابہ کرام، تابعین، علمائے کرام کے شان میں بے شمار قصائد کہے گئے ہیں، بلکہ خود دیوبندی، وہابیوں نے اپنے بڑوں کے بارے میں ایسے قصائد کہے ہیں۔

وحید الزماں غیر مقلد نے لکھا: اولیائے امت سے تواتر کے ساتھ بعد وصال بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنا ثابت ہے۔ (ہدیۃ المہدی)

وہابیوں کے نزدیک صالحین کا وسیلہ مشرکین کا طریقہ اور شیطانی فلسفہ ہے

وسیلہ کے متعلق عقائد کے باب میں تفصیلاً کلام کیا گیا ہے جس میں وہابیوں کا دلائل سے رد کیا گیا ہے کہ جو ہستی دنیا سے پردہ کر جائے اس کا وسیلہ دینا احادیث سے ثابت ہے۔لیکن وہابی اسے مشرکین کا طریقہ اور شیطانی فلسفہ قرار دیتے ہیں چنانچہ سعودی تفسیر میں ہے: ''جاہلوں نے اس حقیقی وسیلہ (اعمال صالحہ) کو چھوڑ کر قبروں میں مدفون لوگوں کو اپنا وسیلہ سمجھ لیا ہے ،جس کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں۔'' (سورۃ المائدہ،سورۃ5،آیت35،صفحہ300)

نجدی مفسر نے صالحین کے وسیلہ کو مشرکین کا طریقہ اور شیطانی فلسفہ کہا۔ (سورۃ یونس،سورۃ10،صفحہ568،566)

اپنے اس باطل موقف پر قائم رہتے ہوئے سعودی تفسیر میں کئی مقامات پر حضور علیہ السلام کو وسیلہ بنانے سے منع کیا ہے جیسا کہ دیگر وہابی وسیلہ کے متعلق جو موقف رکھتے ہیں سعودی مولوی نے بھی وہی اسلوب اختیار کیا کہ اللہ عزوجل نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم صرف اسی سے کسی ولی وغیرہ کے واسطہ کے بغیر دعا کریں۔صحابہ کرام نے کبھی بھی قبر الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہو کر آپ سے توسل واستمداد نہیں کی۔عثمان بن حُنیف کی روایت کے متعلق وہابیوں کا موقف ہے کہ اس نابینا نے آپ علیہ السلام کی موجودگی میں آپ کے وسیلہ اور نداء سے دعا کی نا کہ غیر موجودگی میں کیونکہ کسی کی غیر موجودگی میں وسیلہ اختیار کرنے والا اس کی عبادت کرنے والا ہے جیسے مشرک کرتے تھے۔

یہ وہابی نجدی مفسر کی احادیث اور علمائے اسلاف کے اقوال سے لاعلمی کی واضح دلیل ہے۔اوپر وسیلہ کے تحت احادیث پیش کیں کہ خود حضور علیہ السلام نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کے وصال پر انبیاء علیہم السلام کا وسیلہ دیا۔پھر ایک صحیح حدیث پاک میں آپ نے کسی علم کو یاد کرنے کے لئے ایک دعا سکھائی جس میں پچھلے انبیاء علیہم السلام کا وسیلہ دینا موجود ہے۔مزید ایک حدیث حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء میں ابونعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی (المتوفی 430ھ) روایت

کرتے ہیں"حَدَّثَنَا أَبِی ثنا أَحمَدُ ثنا الْحُسَيْنُ ثنا أَحمَدُ قَالَ:سَمِعتُ عَبدَ اللَّهِ الْحَذَّاءَ يَقُولُ:قَالَ يُوسُفُ عَلَيهِ السَّلَامُ:اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَتَوَجَّهُ إِلَيكَ بِصَلَاحِ آبَائِی:إِبرَاهِيمَ خَلِيلِكَ وَإِسْحَاقَ ذَبِيحِكَ وَيَعقُوبَ إِسْرَائِيلِكَ. فَأَوحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَيهِ:يَا يُوسُفُ!تَتَوَجَّهُ بِنِعمَةٍ أَنَا أَنعَمتُهَا عَلَيهِم" ترجمہ:حضرت یوسف علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے حضور عرض کی اے رب! میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنے حق آباؤ اجداد کے وسیلہ سے،ابراہیم علیہ السلام جو تیرے خلیل ہے،اسحاق جو تیرے ذبیح ہیں اور یعقوب علیہ السلام جو تیرے بندے ہیں۔اللہ عزوجل نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تو ان نعمتوں کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوا جو میں نے ان پر کی ہیں۔

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ،أحمد بن أبي الحواري ومنهم الزاهد في السراري،جلد10،صفحه9، دار الكتاب العربي،بيروت)

اس کے علاوہ کثیر مستند واقعات ہیں جس میں حضور علیہ السلام کو وسیلہ بنانا اور آپ سے مدد مانگنا ثابت ہے چنانچہ حضرت محمد بن منکدر جو تابعی ہیں اور امام مالک اور امام اعظم جیسی شخصیات کے استاذ ہیں وہ روضہ رسول پر چہرہ رکھ لیتے۔جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا:جب بھی مجھے مشکل پیش آتی ہے تو میں"اسْتَعَنْتُ بِقَبْرِ النَّبِی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ترجمہ:قبر رسول سے مشکل کشائی چاہتا ہوں۔(سير أعلام النبلاء ،محمد بن المنكدر بن عبد الله القرشي التيمي،جلد5،صفحه359، مؤسسة الرسالة،بيروت)

شعب الایمان میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد بن اسحاق ثقفی فرماتے ہیں: میں نے ابو اسحاق قرشی کو بیان کرتے سنا کہ یہاں مدینہ پاک میں ایک آدمی تھا جب بھی وہ کوئی ایسی برائی دیکھتا جسے وہ اپنے ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ رکھتا تھا وہ قبر رسول کے پاس آتا اور یوں عرض کرتا"أَيَا قَبْرَ النَّبِيِّ وَصَاحِبَيْهِ ...أَلَا يَا غَوْثَنَا لَوْ تَعْلَمُونَا" ترجمہ:اے صاحب قبر اور آپ کے دونوں رفقاء اور اے ہمارے فریادرس کاش آپ ہماری حالت زار پر نظر کرم فرمائیں۔ (شعب الإيمان،فضل الحج والعمرة،جلد6،صفحه60،مكتبة الرشد،الرياض)

وہابی مولویوں کا کہنا ہے حضرت عثمان بن حنیف والی حدیث کا تعلق آپ کی حیات مبارک کے ساتھ ہے،یہ بھی وہابی مولوی کی حدیث پاک سے جہالت ہے ورنہ دوسری روایت میں حضور علیہ السلام کے وصال ظاہری کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور مبارک میں ہی حضرت عثمان بن حنیف والی حدیث کی دعا مانگی گئی تھی۔ابن تیمیہ نے اس واقعہ کے ساتھ روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کیے"فَإِنْ كَانَتْ لَكَ حَاجَةٌ فَمِثْلُ ذَلِكَ"اگر آئندہ بھی تجھے کوئی حاجت ہو تو اسی طرح کرنا۔

(مجموع الفتوىٰ تيميه،جلد1،صفحه105،مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية)

ابن تیمیہ اور چند ان کے ماننے والوں کے علاوہ جمہور فقہائے کرام نے وصال شدہ ہستیوں کے توسل کو جائز کہا ہے

چنانچہ الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے"ذَهَبَ جُمْهُورُ الْفُقَهَاءِ (الْمَالِكِيَّةُ وَالشَّافِعِيَّةُ وَمُتَأَخِّرُو الْحَنَفِيَّةِ وَهُوَ الْمَذْهَبُ عِنْدَ الْحَنَابِلَةِ)إلَى جَوَازِ هَذَا النَّوْعِ مِنَ التَّوَسُّلِ سَوَاءٌ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ بَعْدَ وَفَاتِهِ" ترجمہ: جمہور فقہاء (مالکیہ، شافعیہ، متاخرین حنفیہ، حنابلہ) کا مذہب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے دعا کرنا ان کی حیات اور وفات دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية، جلد14، صفحه156، دارالسلاسل ،الكويت)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"وَقَالَ السُّبْكِيُّ: يَحْسُنُ التَّوَسُّلُ بِالنَّبِيِّ إلَى رَبِّهِ وَلَمْ يُنْكِرْهُ أَحَدٌ مِنْ السَّلَفِ وَلَا الْخَلَفِ إلَّا ابْنَ تَيْمِيَّةَ فَابْتَدَعَ مَا لَمْ يَقُلْهُ عَالِمٌ قَبْلَهُ اهـ" ترجمہ: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا اچھا ہے اور سلف وخلف میں سے سوائے ابن تیمیہ کے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ ابن تیمیہ نے سب سے پہلے اس وسیلہ کو ناجائز کہا، اس سے پہلے کسی عالم نے اس وسیلہ کو ناجائز نہ کہا۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحت، فصل فی البیع ،جلد6، صفحه397، دارالفکر، بیروت)

انہی وہابیوں کے ایک بہت بڑے مولوی شوکانی نے بھی انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے توسل سے دعا مانگنا جائز کہا ہے۔ تحفۃ الذاکرین للشوکانی میں ہے"ويتوسل إلى الله بأنبيائه و الصالحين "ترجمہ: اللہ عزوجل کی طرف انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ بنایا جائے گا۔ (الموسوعة الفقهيه الكويته، جلد14، صفحه158، دارالسلاسل ،الكويت)

وحید الزماں جو کہ غیر مقلدوں کا مجتہد اور مترجم ہے اس نے لکھا: کہ جب دعا میں غیر اللہ کے وسیلے کا جواز ثابت ہے تو اس کو زندوں کے ساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دعا کی تھی وہ نبی علیہ السلام کے وسیلے سے ممانعت پر دلیل نہیں۔ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے اس لئے دعا کی تا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کے ساتھ دعا میں شریک کریں۔ اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔۔۔ کاش میری عقل ان منکرین (وہابیوں) کے پاس ہوتی کہ جب کتاب وسنت کی تصریح سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ جائز ہے تو صالحین کا وسیلہ بھی اسی پر قیاس کیا جائے۔

امام حاکم اور امام طبرانی اور امام بیہقی نے ایک حدیث میں حضرت آدم کی اس دعا کو روایت کیا: اے اللہ عزوجل میں تجھ سے بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوال کرتا ہوں۔

علامہ سبکی نے کہا: کہ آپ علیہ السلام کا وسیلہ پیش کرنا، مدد طلب کرنا اور شفاعت طلب کرنا مستحسن ہے۔

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے: نبی علیہ السلام کے وسیلہ سے اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہو کر آہ وزاری کرنے کا متقدمین اور

متاخرین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔حتی کہ ابن تیمیہ آیا اور اس نے انکار کیا۔

قاضی شوکانی نے کہا: انبیاء علیہم السلام میں کسی نبی، اولیاء میں سے کسی ولی اور علماء میں سے کسی عالم کا بھی وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔ (ہدیۃ المہدی، صفحہ48 تا49)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے حضرت (شاہ جی نور محمد) کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کی: حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کا محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے۔ (قبر شریف سے) حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا، اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر یہی قبر سے ملا کرتا ہے۔ (امداد المشتاق، صفحہ123)

حضرت آدم علیہ السلام کے توبہ حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے

وہابی چونکہ وسیلے کے منکر ہیں اس لئے جہاں بھی حضور علیہ السلام کو وسیلہ بنانے کی بات آئے وہابی اندھا دھند اس حدیث کو جھوٹی قرار دیتے ہیں چنانچہ وہابی مولوی لکھتا ہے: حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اختیار کے متعلق روایت بے سند، موضوع اور قرآن اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقے کے خلاف ہے۔ انبیا نے کبھی کسی کا وسیلہ اختیار نہیں کیا۔ (سورۃ البقرہ، سورۃ2، آیت 37، ملخص صفحہ20)

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے ہونا کئی احادیث سے ثابت ہے۔ امام حاکم نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا'' هَـذَا حَـدِيـثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَهُوَ أَوَّلُ حَدِيثٍ ذَكَرْتُهُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ فِي هَـذَا الْكِتَـابِ'' ترجمہ: یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ہے۔ یہ پہلی حدیث ہے جسے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے واسطے سے اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين، جلد2، صفحہ672، دار الكتب العلمية، بيروت)

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید کو محدثین نے ضعیف ضرور کہا ہے لیکن اسے احادیث گھڑنے والا نہیں کہا گیا ہے۔ لہٰذا اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو تو یہ اپنے شواہد کے ساتھ حسن ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابن عباس سے بھی وسیلہ کے سبب توبہ قبول ہونے کی روایات مروی ہیں۔

وہابیوں کے نزدیک صالحین کی قبر کی تعظیم بت پرستی ہے

سعودی مفسر لکھتا ہے: ''ان (صالحین) کے مرنے کے بعد ان کی قبور پر گنبد بنانا، عرس کرنا، قبروں کو غسل دینا، چادر چڑھانا، ان کی قبروں کے پاس تعظیماً ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، یہ کاروبار لات ومنات کو فروغ دینا ہے اور یہ محبت یا تعظیم نہیں بلکہ ان کی عبادت ہے، وہ شرک اور ظلم عظیم ہے اور یہ فتنہ عبادت قبور ہے۔'' (سورۃ البقرۃ، سورۃ2، آیت98، ملخص صفحہ40)

اہل سنت کے نزدیک صالحین کی قبور پر گنبد بنانا جائز ہے اور مستند دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ اوپر اس پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے، اولیاء کرام کا سالانہ عرس کرنا اور اس عرس میں قرآن خوانی کرنا، صدقہ وخیرات کرنا شرعا جائز ہے جو نا جائز کہے دلیل لائے۔ اولیاء کرام کے مزارات کو غسل دینا ایک تعظیم ہے جس میں حرج نہیں۔ خانہ کعبہ کو بھی ہر سال تعظیماً غسل دیا جاتا ہے۔ مزارات پر چادر ڈالنا بھی تعظیم ہے جس کی اجازت فقہاء کرام نے دی ہے ملاحظہ ہو فتاویٰ شامی۔ قبروں کی تعظیم کرنا ہرگز شرک نہیں بلکہ باادب ہونے کی دلیل ہے۔ اگر کوئی اپنے باپ کی قبر پر جائے اور وہاں باپ کے ادب میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو تو کیا اس نے شرک کیا یا باپ کا ادب کیا؟ یقیناً یہ ادب ہے۔ یونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام، اولیاء کرام کے مزارات پر باادب حاضری دینا یقیناً ادب ہے۔ یہ قطعا شرک نہیں جو اسے شرک کہتا ہے وہ خود ہٹ دھرم و جاہل ہے۔ شرک تو تب ہے جب کوئی کسی قبر کو معاذ اللہ مثل خدا سمجھ کر پوجے۔ شرک اللہ عزوجل کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنے کو کہتے ہیں۔ اہل سنت ہرگز اولیائے کرام کو اللہ عزوجل کے برابر نہیں کہتے بلکہ اللہ عزوجل کے دوست سمجھتے ہیں۔ ﴿وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ﴾ کے تحت علامہ صاوی فرماتے ہیں "من الضلال البین والخسران الظاهر تكفير المسلمين بزيارة الاولياء الله زاعمين ان زيارتهم من عبادة غير الله كل بل هی من جملة المحبة فی الله التی قال فيها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :الا لا ايمان لمن لا محبة له" ترجمہ: کھلی گمراہی اور کھلا خسارہ ہے ان لوگوں کے لئے جو مسلمانوں کو زیارت اولیاء کی بنیاد پر محض یہ گمان کر کے کافر قرار دیتے ہیں کہ زیارت اولیاء من عبادۃ غیر اللہ۔ غیر اللہ کی عبادت کے قبیل سے ہے۔ ہرگز نہیں! بلکہ یہ تو محبۃ فی اللہ کا مظہر ہے، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ سنو اس کا ایمان نہیں جس کے اندر محبت نہیں۔ (تفسیر صاوی، جلد1، صفحہ497، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

صحابہ کرام وعلمائے اسلاف سے روضہ رسول اور دیگر ہستیوں کی قبور کی تعظیم کرنا ثابت ہے۔ شرح الشفا میں علی بن (سلطان) محمد الملا الہروی القاری (المتوفی 1014ھ) لکھتے ہیں "(ورؤی) وفی نسخة ورئی أی أبصر (ابْنُ عُمَرَ وَاضِعًا

يَدَهُ عَلَى مَقْعَدِ النَّبِيِّ صلى الله تعالى عليه وسلم) أى موضع قعوده (من المنبر ثمّ وضعها) أى يده (على وجهه) رواه ابن سعد عن عبد الرحمن بن عبد القارىء أنه رآه وَاضِعًا يَدَهُ عَلَى مَقْعَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تعالى عليه وسلم۔(كان أصحاب النبىّ صلى الله تعالى عليه وسلم إذا خلا المسجد) أى من عامة الناس (جسّوا) بفتح الجيم وتشديد السين المهملة أى حسو ومسوا (رمّانة المنبر) أى العقدة المشابهة للرمانة (التى تلى القبر) يعنى التى كان يأخذها عليه السلام بيمينه (بميامنهم) متعلق بجسوا أى تمسحوا بأيمانهم طلبا لليمن والبركة فى زيادة الإيمان " یعنی حضرت ابن عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر آپ کے بیٹھنے کی جگہ پر اپنے ہاتھ پھیرتے تھے پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔ اسے روایت کیا ابن سعد نے عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے کہ انہوں نے ان کو حضور علیہ السلام کے بیٹھنے کی جگہ کو ہاتھ رکھتے دیکھا جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جب مسجد نبوی سے نکلتے تو قبر انور کے کناروں کو اپنے داہنے ہاتھ سے مس کرتے اور پھر قبلہ رو ہو کر دعا کرتے صحابہ کرام جب مسجد نبوی خالی ہوتی تو قبر انور کناروں کو بطور برکت ایمان میں اضافہ کے لئے چھوتے تھے۔

(شرح الشفا،فصل :فی حکم زیارة قبره صلی الله علیه وسلم وفضیلة من زاره وسلم علیه،جلد2،صفحه153،154،دار الکتب العلمیة،بیروت)

اوپر صالحین کے مزارات پر حاضری اور دعا کی قبولیت پر تفصیلی دلائل دیئے گئے ہیں اور بڑے بڑے محدثین اور علمائے کرام کے اپنے افعال اور ان کی قبور پر دعا قبول ہونے کا ثبوت دیا گیا ہے اور یہ واقعات نقل کرنے والے بھی جید محدثین ہیں۔

تہذیب التہذیب میں ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی (المتوفی 852ھ) لکھتے ہیں "محمد بن المؤمل بن الحسن بن عيسى يقول خرجنا مع إمام أهل الحديث أبى بكر بن خزيمة وعديله أبى على الثقفى مع جماعة من مشائخنا وهم إذ ذاك متوافرون إلى زيارة قبر على بن موسى الرضى بطوس قال فرأيت من تعظيمه يعنى بن خزيمة لتلك البقعة وتواضعه لها وتضرعه عندها ما تحيرنا " ترجمہ: محمد بن مؤمّل کہتے ہیں: میں امام اہل حدیث ابوبکر بن خزیمہ، ان کے دوست ابن علی ثقفی اور اساتیذ وعلماء کے ایک گروہ کے ہمراہ طوس میں علی بن موسیٰ الرّضا رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت پر گیا تو اس زیارتی سفر میں دیکھا کہ ابن خزیمہ اس مقام کا خاص احترام اور تواضع کر رہے ہیں اور ان کے نزدیک خاص طریقے سے التماس کر رہے تھے جس سے ہمیں بہت تعجب ہوا۔

(تهذيب التهذيب،حرف العين ، من اسمه على ،جلد7،صفحه388،مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند)

وہابیوں کے امام ابن تیمیہ کی قبر پر اس کے عقیدت مند کئی دن تک ڈیرے جمائے رہے جیسا کہ البدایہ والنہایہ میں ابن کثیر نے لکھا"وتردد الناس إلى قبره أياما كثيرة ليلا ونهارا يبيتون عنده ويصبحون"

(البداية والنهاية،ذكر وفاة شيخ الإسلام أبي العباس تقي الدين أحمد بن تيمية قدس الله روحه،جلد14،صفحه136، دار الفكر،بيروت)

مزید ابن کثیر نے ابن تیمیہ کے جنازے کے متعلق لکھا: قبل غسل ختم (قرآن) پڑھے گئے۔ مردوں کی جماعت نے دیکھ کر اور چوم کر برکت پائی۔ پھر عورتوں کی جماعت آئی اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر غسل دیا گیا۔ عقیدت مندوں نے غسل کا بچا ہوا پانی پی لیا اور پتے چبا لیئے، پھر بعد غسل بھی بہت قرآن ختم کئے گئے، پھر کئی دن تک قبر کے پاس بھی یہی کچھ ہوتا رہا۔

(البداية والنهاية،ذكر وفاة شيخ الإسلام أبي العباس تقي الدين أحمد بن تيمية قدس الله روحه،جلد14،صفحه135--، دار الفكر،بيروت)

جمعیت اہل حدیث کے امیر ساجد میر نے امام بخاری کی قبر پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔

(ہفت روزہ تصویر پاکستان،صفحہ19مارچ1993ء)

جنت البقیع میں جانے سے پہلے ایک بورڈ لگا ہے جس پر لکھا ہے: قبر والوں سے کچھ طلب کرنا شرک ہے، قبر والوں کے وسیلے وواسطے سے دعا کرنا بدعت ہے، قبرستان میں قرآن کی تلاوت سنت رسول کے خلاف ہے، قبرستان سے مٹی اٹھانا شریعت کے خلاف ہے۔

احادیث میں مردوں پر یسین پڑھنے کی ترغیب ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر کے شاگرد امام شعبی فرماتے ہیں کہ انصار صحابہ کرام کا معمول تھا کہ وہ اپنے فوت شدہ لوگوں کی قبر پر جا کر قرآن کی تلاوت کرتے تھے ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ اور شرح الصدور۔

فوت شدگان پر قرآن پڑھنا

وہابیوں کے نزدیک مُردوں کے ایصال ثواب کے لئے قرآن پاک کرنا ناجائز ہے چنانچہ سعودی تفسیر میں ہے: ''قرآن خوانی کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ اس لئے کہ یہ مردہ کا عمل ہے نہ اس کی محنت۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو مردوں کے لئے قرآن خوانی کی ترغیب دی نہ راہنمائی فرمائی۔''

(سورۃ النجم، سورۃ53،آیت39،صفحہ1498)

جبکہ صریح حدیث پاک حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا"من مر على المقابر فقرأ فيها إحدى عشرة مرة (قل هو الله أحد) ثم وهب أجره الأموات أعطى من الأجر

بعدد الأموات"، **یعنی جو سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اموات مسلمین کو اس کا ثواب بخشے بعدد اموات اجر پائے۔**

(کنزالعمال، کتاب الموت،الإکمال من زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ و سلم، جلد15،صفحہ1018،مؤسسۃ الرسالۃ ، بیروت)

اس کے علاوہ علمائے اسلاف نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ میت کو قرآن پاک پڑھ کر ثواب ایصال کر سکتے ہیں چنانچہ شارح بخاری امام عینی رحمۃ اللہ علیہ بنایہ میں فرماتے ہیں"الاصل ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة اوصوماً اوصدقة اوغیرها کالحج وقراء ة القران والاذکار وزیارة قبور الانبیاء والشهداء والاولیاء والصالحین وتکفین الموتی وجمیع انواع البر والعبادة کالزکوٰة والصدقة والعشور والکفارات ونحوها، اوبدنیة کالصوم والصّلوٰةو الاعتکاف وقراءة القراٰن و الذکر والدعاء اومرکبة منها کالحج والجهاد وفی البدائع جعل الجهاد من البدنیات وفی المبسوط جعل المال فی الحج شرط الوجوب فلم یکن الحج مرکبا قیل هو اقرب الی الصواب ولهذ الایشترط المال فی حق المکی اذا قدر علی المشی الی عرفات فاذا جعل شخص ثواب ماعمله من ذلك الی اخر یصل الیه وینتفع به حیا کان المهدی الیه او میتا " **ترجمہ:اصل یہ ہے کہ انسان اپنے کسی عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے،نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اس کے علاوہ جیسے حج تلاوتِ قرآن،اذکار،انبیاء،شہداء،اولیاء اور صالحین کے مزارات کی زیارت،مُردے کو کفن دینا اور نیکی وعبادت کی تمام قسمیں جیسے زکوٰۃ،صدقہ،عشر،کفارہ اور ان کے مثل مالی عبادتیں،یا بدنی جیسے روزہ،نماز،اعتکاف،تلاوت قرآن،ذکر،دعا یا بدنی اور مالی دونوں سے مرکب جیسے حج اور جہاد اور بدائع میں جہاد کو بدنی عبادتوں سے شمار کیا ہے۔مبسوط میں مال کو حج کے وجوب کی شرط بتایا ہے تو حج مالی وبدنی سے مرکب نہیں بلکہ صرف بدنی عبادت ہوا۔کہا گیا یہ درستی کے زیادہ قریب ہے۔اسی لیے مکی کے حق میں مال کی شرط نہیں جبکہ وہ عرفات تک پیدل جانے پر قادر ہو،تو جب مذکورہ عبادات میں سے اپنی ادا کی ہوئی کا ثواب دوسرے کے لیے کردے تو وہ اسے پہنچے گا اور اس سے اس کو فائدہ ملے گا جسے ہدیہ کیا ہے وہ زندہ ہو یا وفات پاچکا ہو۔**

(البنایة شرح الهدایة ،باب الحج عن الغیر،جلد2،صفحه1611، المکتبة الامدادیة، مکة المکرمة)

ردالمحتار میں ہے"ان ا بن عمر کان یعتمر عنه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم عمرا بعد موته من غیر وصیة وحج ابن الموفق (رحمة اللّٰه تعالٰی علیه وهوفی طبقة الجنید قدس سره) عنه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم سبعین حجة وختم ابن السراج عنه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اکثر من عشر الاف ختمة وضحی عنه مثل ذلك"،**ترجمہ:حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بغیر کسی وصیت کے ان کی طرف**

سے عمرے کیا کرتے تھے۔ابن موفق رحمہ اللہ نے (جو حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے طبقہ سے ہیں) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ستّر حج کیے۔ابن سراج نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے دس ہزار سے زیادہ قرآن پڑھے اور اسی کے مثل سرکار کی جانب سے قربانی بھی کی۔

(ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی زیارۃ القبور، جلد2، صفحہ244، دار الفکر، بیروت)

مزید علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "لکن سئل ابن حجر المکی عمالو قرأ لاھل المقبرة الفاتحة ھل یقسم الثواب بینھم اویصل لکل منھم مثل ثواب ذلك کاملا فاجاب بانه افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعة الفضل" ترجمہ: ابن حجر مکی سے سوال ہوا: اگر اہل قبرستان کے لیے فاتحہ پڑھے تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ان میں سے ہر ایک کو اس کی مثل کامل ثواب پہنچے گا۔انہوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت نے صورت دوم پر فتویٰ دیا ہے اور وسعتِ کرم کے لائق وہی ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی زیارۃ القبور، جلد2، صفحہ244، دار الفکر، بیروت)

وہابیوں کے بڑے پیشوا اسماعیل دہلوی بھی قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کرنے کو مانتے تھے چنانچہ قل خوانی کو بدعت حسنہ کہتے ہوئے یوں کہا "ھمه اوضاع از قرآن خوانی فاتحه خوانی وخورانیدن طعام سوائے کندن چاه وامثال دعاواستغفار واُضحیه بدعت ست بدعت حسنه بالخصوص است مثل معانقه روز عید ومصافحه بعد نماز صبح یا عصر "ترجمہ: کُنواں کھودنے اور اسی طرح حدیث میں سے ثابت دوسری چیزوں اور دعاء استغفار، قربانی کے سوا تمام طریقے، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا سب بدعت ہیں۔مگر خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے عید کے دن معانقہ اور نماز فجر یا عصر کے بعد مصافحہ کرنا (بدعتِ حسنہ ہے۔) (مجموعہ زبدۃ النصائح، فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ614، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

عون المعبود شرح سنن ابی داؤد میں ایک اور وہابی مولوی محمد اشرف بن امیر العظیم آبادی لکھتے ہیں "قال علماؤنا الأصل فی الحج عن الغیر أن الإنسان له أن یجعل ثواب عمله لغیره من الأموات والأحیاء حجا أو صلاة أو صوما أو صدقة أو غیرها کتلاوة القرآن والأذکار فإذا فعل شیئا من هذا وجعل ثوابه لغیره جاز" ترجمہ: ہمارے (وہابی) علماء نے کہا ہے کہ غیر کی طرف حج کرنے کی اصل یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کے ثواب کو زندہ یا فوت شدہ کو ایصال کردے اور ایصال ثواب میں حج، نماز، روزہ اور صدقہ وغیرہ ہیں جیسے تلاوت قرآن اور ذکراذکار کرنا، جب ان میں سے کوئی عمل کیا تو کسی دوسرے کو اس کا ثواب پہنچانا جائز ہے۔

(عون المعبود شرح سنن أبی داود، ومعه حاشیة ابن القیم، جلد11، صفحہ284، دار الکتب العلمیة، بیروت)

وہابی مولوی نواب صدیق حسن بھوپالی صاحب میت کے لئے ختم کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''جس کے پاس ختم قرآن یا تہلیل ہواس سے کہے کہ دس بار قل ھواللہ احد بسم اللہ پڑھے، پھر دس بار درود، پھر دس بار" سبحان الله والحمد لله و لا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله" پھر دس بار" اللھمّ اغفره وارحمه" پھر ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ پڑھ کر آواز سے کہے کہ ثواب ان کلمات طیبات کا جو اس حلقہ میں پڑھے گئے اور ثواب ختم قرآن تہلیل کا فلاں کی روح کو پیش کیا اور وہاں بیٹھے لوگ یوں کہیں ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾۔''

(کتاب التعویذات،صفحہ163،اسلامی کتب خانہ ،لاہور)

سماع موتی

وہابیوں کے نزدیک عام تو عام خواص بھی اپنی قبروں میں مردہ ہیں اور زندوں کا کلام سننے سے عاجز ہیں۔سعودی تفسیر میں سورۃ نمل آیت نمبر 80 کے تحت لکھا ہے:''قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ سماع موتی کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے، مردے کسی کی بات نہیں سنتے۔البتہ وہ صورتیں مستثنیٰ ہیں جہاں سماعت کی صراحت کسی نص سے ثابت ہو جیسے بخاری میں ہے کہ مردہ دفن کرنے والوں کی جوتوں کی آواز سنتا ہے یا قلیب بدر کے کافروں کا سننا وغیرہ۔''

(سعودی تفسیر،سورۃ النمل،سورۃ27،آیت80،صفحہ1064)

اہل قبور کا زندوں کا کلام سننا کثیر دلائل سے ثابت ہے اور یہ سننا عوام کے لئے بھی ہے اور خواص کے لیے اور زیادہ ہے۔طبرانی معجم کبیر و کتاب الدعاء میں اور ابن مندہ اور امام ضیائی مقدسی کتاب الاحکام اور ابراہیم حربی کتاب اتباع الاموات اور ابوبکر علاء الخلال کتاب الشافی اور ابن زہیرہ وصایا العلماء عند الموت اور ابن شاہین کتاب ذکر الاموت و دیگر علماء ومحدثین رحمہم اللہ اپنی تصانیف حدیثیہ میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں"إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِنْ إِخْوَانِكُمْ، فَسَوَّيْتُمِ التُّرَابَ عَلَى قَبْرِهِ، فَلْيَقُمْ أَحَدُكُمْ عَلَى رَأْسِ قَبْرِهِ، ثُمَّ لِيَقُلْ:يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهُ يَسْمَعُهُ وَلَا يُجِيبُ، ثُمَّ يَقُولُ:يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهُ يَسْتَوِي قَاعِدًا، ثُمَّ يَقُولُ:يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهُ يَقُولُ:أَرْشِدْنَا رَحِمَكَ اللهُ، وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ .فَلْيَقُلْ:اذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّكَ رَضِيتَ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا، فَإِنَّ مُنْكَرًا وَنَكِيرًا يَأْخُذُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهِ وَيَقُولُ:انْطَلِقْ بِنَا مَا نَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ قَدْ لُقِّنَ حُجَّتَهُ" ترجمہ:جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو چاہئے کہ تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلاں بن فلانہ (یعنی میت اور اس کی

ماں کا نام) کہہ کر پکارے بیشک وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا دوبارہ پھر یوں ہی ندا کرے وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا تیسری بار پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے مگر تمہیں اس کے جواب کی خبر نہیں ہوتی، اس وقت باہر کھڑا کہے یاد کر وہ بات جس پر تو دنیا سے گیا تھا یعنی اس بات کی گواہی دیتا کہ اللہ کے سواء کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ تو نے پسند کیا اللہ تعالی کو پروردگار ہونے اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو پیشوا ہونے کو۔ منکر ونکیر ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اس کے پاس جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔

(المعجم الكبير ،باب الصاد،سعيد بن عبد الله الأودي، عن أبي أمامة،جلد8،صفحہ249،مکتبہ ابن تیمیۃ،القاہرۃ)

ابن ابی الدنیا وبیہقی وصابونی وابن عساکر وخطیب بغدادی وغیرہم محدثین رحمہم اللہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَعَرَفَهُ وَإِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ" ترجمہ: جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اسے سلام کرتا ہے میّت جوابِ سلام دیتا اور اسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرے جس سے جان پہچان نہ ہو اور سلام کرتا ہے میّت اسے جواب سلام دیتا ہے۔ (شعب الایمان،فصل فی زیارۃ القبور،جلد11،صفحہ473،مکتبۃ الرشد،الریاض)

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ أَبُو رَزِينٍ:يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ طَرِيقِي عَلَى الْمَوْتَى فَهَلْ مِنْ كَلَامٍ أَتَكَلَّمُ بِهِ إِذَا مَرَرْتُ عَلَيْهِمْ؟ قَالَ:قُلِ:السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ أَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ .قَالَ:أَبُو رَزِينٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَسْمَعُونَ؟ قَالَ: يَسْمَعُونَ وَلَكِنْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يُجِيبُوا" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا راستہ (مسلمانوں کی) قبروں کے پاس ہے۔ کوئی کلام ایسا ہے کہ جب ان پر گزروں کہا کروں؟ فرمایا: یوں کہہ سلام ہو تم پر اے مؤمن ومسلمان قبروں والو! تم ہمارے آگے ہوا اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں۔ ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا مردے سنتے ہیں؟ فرمایا سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

(کتاب الضعفاء الکبیر،محمد بن الأشعث عن أبی سلمة،جلد4،صفحہ19، دارالکتب العلمیة، بیروت)

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں "أی جوابا یسمعه الجن والإنس فهم

یردون حیث لا یسمع"، ترجمہ: حدیث کی یہ مراد ہے کہ مردے ایسا جواب نہیں دیتے جو جن وانسان سن لیں ورنہ وہ ایسا جواب تو دیتے ہیں جو ہمارے سننے میں نہیں آتا۔ (شرح الصدور، باب زیارۃ القبور، صفحہ84، خلافت اکیڈمی، سوات)

یہ حکم بھی عمومی ہے ورنہ کئی ایسے مستند واقعات ہیں کہ اہل قبر نے سلام کا جواب دیا یا دیگر ایسا کلام کیا جس کو انسانوں نے سنا بھی ہے۔ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں انہی عطاف مخزومی کی خالہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے قبر سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نماز پڑھی۔اس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام ونشان نہ تھا۔بعد نماز مزار مطہر پر سلام کیا تو "فَسَمِعْتُ رَدَّ السَّلَامِ عَلَيَّ يَخْرُجُ مِنْ تَحْتِ الْأَرْضِ"، ترجمہ: میں نے قبر انور سے سلام کا جواب سنا۔

(دلائل النبوۃ، باب قول اللہ لاتحسبن الذین، جلد3، صفحہ308، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں "انہ مر بالبقیع فقال السلام علیکم یا اھل القبور اخبار ما عندنا ان نساء کم قد تزوجن و دیارکم قد سکنت و اموالکم قد فرقت فاجابه ھا تف یاعمر ابن الخطاب اخبار ماعندنا ان ماقدمناہ فقد وجدناہ وما انفقنا فقد ربحناہ وما خلفناہ فقد خسرناہ"، ترجمہ: ایک بار امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیع پر گزرے اہل قبور پر سلام کر کے فرمایا: ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ تمہاری عورتوں نے نکاح کر لیے اور تمہارے گھروں میں اور لوگ بس گئے، تمہارے مال تقسیم ہوگئے۔اس پر کسی (مُردے) نے جواب دیا: اے عمر بن خطاب! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کیے تھے یہاں پائے اور جو راہ خدا میں دیا تھا اس کا نفع اٹھایا اور جو پیچھے چھوڑا اس میں نقصان اٹھایا۔

(شرح الصدور بحوالہ، کتاب القبور لابن ابی الدنیا، باب زیارۃ القبور، صفحہ206، دار المعرفۃ، بیروت)

تفسیر درمنثور میں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام جب اپنی طبعی موت وصال کر گئے تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگایا کہ آپ نے اپنے بھائی کا (معاذ اللہ) حسد کے سبب قتل کر دیا ہے۔جب قوم بنی اسرائیل نہ مانی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ستر آدمیوں کو لیا پھر حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر کے پاس آ کر کہا "یا ھرون من قتلك قال لم یقتلنی أحد ولکنی مت"، ترجمہ: اے ہارون! تجھے کس نے قتل کیا؟ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا مجھے کسی نے قتل نہیں کیا میں اپنی موت آپ دنیا سے پردہ کر گیا ہوں۔ (تفسیر درمنثور، فی تفسیر، سورۃ الاعراف، آیت 154، جلد3، صفحہ567، دار الفکر، بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ علیہ السلام کے پاس حاضر تھے اور حضرت اَسماء بنت عُمیس آپ کے قریب تھیں کہ آپ علیہ السلام نے سلام کیا اور پھر فرمایا "يَا أَسْمَاءُ، هَذَا جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مَعَ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ

وَإِسْـرَافِيلَ سَلَّمُوا عَلَيْنَا فَرُدِّی عَلَيْهِمُ السَّلَامَ" ترجمہ:اے اسماء یہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ اوپر سے گزرے ہیں انہوں نے مجھے سلام کیا تو میں نے اس کا جواب دیا۔

(المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة،ذكر مناقب جعفر بن أبي طالب بن عبد المطلب بن ہاشم قتل بمؤتة شهيدا في سنة ثمان من الهجرة رضي الله عنه،جلد3،صفحه232،حديث4937، دار الكتب العلمية،بيروت)

حضور علیہ الاسلام کا صحابیہ کی قبر پر کھڑے ہو کر اس سے کلام کرنا ثابت ہے چنانچہ ابو الشیخ عبید بن مرزوق سے راوی

"كـانـت امـرأة تقم المسجد فماتت ولـم يعلم بها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فمر على قبرها فقال :ما هذا الـقبر قالوا ام محجن قال التي كانت تقم المسجد قالوا نعم فصف الناس فصلى عليها ثم قال اى العمل وجدت افـضـل:قالوا يارسو ل الله اتسمع قال:ما انتم باسمع منها فذكر انها اجابته ان اقم المسجد "ترجمہ:یعنی ایک بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی ان کا انتقال ہوگیا۔ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو کسی نے خبر دی حضور ان کی قبر پر گزرے۔ دریافت فرمایا یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ام محجن کی ۔فرمایا وہ ہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کی ہاں۔ حضور نے صف باندھ کر نماز پڑھائی، پھر ان بی بی کی طرف خطاب کر کے فرمایا تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا تم اس سے کچھ زیادہ نہیں سنتے۔ پھر یہی سوال کیا تو اس نے جواب دیا ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینا۔ (شرح الصدور بحواله ابو شيخ، باب معرفة الميت من يغسله ،صفحه101،دارالمعرفة،بيروت)

وہابی مولوی کا کہنا صرف ان مردوں کا سننا ثابت ہے جس کے بارے میں حدیث پاک میں صراحت ہے اس کے علاوہ نہیں۔ یہ وہابیہ کا خود ساختہ موقف ہے۔ احادیث کے علاوہ بھی علمائے اسلاف نے سماع موتی کو ثابت کیا ہے۔ وہابیوں کے پاس عدم سماعت پر کوئی ایک دلیل تو کیا کسی مستند عالم کا قول ہی نہیں۔ یہ وہابی ہمیشہ کے طرح اس مسئلہ میں بھی بغیر دلیل کے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

وہابیوں کے عقیدہ کے مطابق نبی علیہ السلام معاذ اللہ مردہ ہیں

نجدی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ مردہ کہا چنانچہ لکھتا ہے:"جب یا علی مدد، یا رسول اللہ مدد کہا جائے اور اسی طرح دیگر مُردوں سے استمداد واستغاثہ کیا جائے مثلا یا شیخ عبد القادر شیئا للہ وغیرہ تو پھر ان کے دل کی کلیاں کھل اٹھتی ہیں۔" (سورۃ الزمر،سورۃ39،آیت 45 ،صفحہ1305)

ایک اور جگہ لکھتا ہے:"یہ آیت جمادات کی بجائے صالحین پر زیادہ صادق آتی ہے کہ وہ مردہ ہی نہیں بلکہ مزید وضاحت

فرمادی کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔اس سے قبر پرستوں کا بھی واضح رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ قبروں میں مدفون مردہ نہیں زندہ ہیں۔''

(سورۃ النخل،سورۃ16،آیت 21،صفحہ731)

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اس پر احادیث موجود ہیں۔مسند احمد، ابن ابی شیبۃ ، ابو داؤد ، نسائی ،ابن ماجہ ،الدارمی ،ابن خزیمۃ ، ابن حبان ، الحاکم ،طبرانی ،بیہقی شریف میں صحیح حدیث پاک موجود ہے''حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالَ:قَالُوا:يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ يَقُولُونَ:بَلِيتَ ؟ فَقَالَ:إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ (قال الشيخ الألباني:صحيح)'' ترجمہ:حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے۔اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے،اسی دن فوت ہوئے،اسی دن صور پھونکا جائے گا،اسی دن چیخ کی آواز سنائی جائے گی۔تو اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی درود پیش کیا جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔شیخ البانی (موجودہ دور کے وہابیوں کے امام) نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن ابو دائود، کتاب الصلوٰۃ،باب فضل یوم الجمعة وليلة الجمعة،جلد1،صفحہ342،دار الفکر ،بیروت)

عون المعبود شرح سنن ابی داود میں وہابی مولوی محمد اشرف العظیم آبادی (المتوفی 1329ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتا ہے''(إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ)أَيْ مَنَعَهَا وَفِيهِ مُبَالَغَةٌ لَطِيفَةٌ (أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ) أَيْ مِنْ أَنْ تَأْكُلَهَا فإن الأنبياء فى قبورهم أحياء قال بن حَجَرٍ الْمَكِّيُّ وَمَا أَفَادَهُ مِنْ ثُبُوتِ حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ حَيَاةً بِهَا يَتَعَبَّدُونَ وَيُصَلُّونَ فِي قُبُورِهِمْ مَعَ اسْتِغْنَائِهِمْ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ كَالْمَلَائِكَةِ۔۔۔ وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ إِلَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَأَنَّهُ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ أُمَّتِهِ وَأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا يَبْلُونَ مَعَ أَنَّ مطلق الإدراك كالعلم والسماع ثابت سائر الموتى وقد صح عن بن عَبَّاسٍ مَرْفُوعًا مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُرُّ عَلَى قَبْرِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ وَفِي رِوَايَةٍ بِقَبْرِ الرَّجُلِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِلَّا عَرَفَهُ وَرَدَّ عَلَيْهِ وَلِابْنِ أَبِي الدُّنْيَا إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ يَعْرِفُهُ

فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَعَرَفَهُ وَإِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا يَعْرِفُهُ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَصَحَّ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ إِلَى الْبَقِيعِ لِزِيَارَةِ الْمَوْتَى وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ وَوَرَدَ النَّصُّ فِي كِتَابِ اللَّهِ فِي حَقِّ الشُّهَدَاءِ أَنَّهُمْ أَحْيَاءٌ يُرْزَقُونَ وَأَنَّ الْحَيَاةَ فِيهِمْ مُتَعَلِّقَةٌ بِالْجَسَدِ فَكَيْفَ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَقَدْ ثَبَتَ فِي الْحَدِيثِ الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ رَوَاهُ الْمُنْذِرِيُّ وَصَحَّحَهُ الْبَيْهَقِيُّ وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَرْتُ بِمُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ" ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر حرام فرمایا یعنی زمین کو انبیاء علیہم السلام کے جسم کھانے سے منع کیا اور اس میں مبالغہ لطیفہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ابن حجر مکی نے فرمایا اس سے جو فائدہ ہوا وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں عبادت کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور وہ کھانے پینے سے مستغنی ہیں جیسا کہ فرشتے ہیں۔ محققین کی جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے وصال کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنی امت کے نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں۔ اور بے شک انبیاء علیہم السلام (کے جسم، علم وسماعت کے ساتھ) سلامت رہتے ہیں کیونکہ مطلق ادراک، علم، سننا تمام مردوں کے لئے ثابت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح مرفوع روایت مروی ہے کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور اس قبر والے کو سلام کرتا ہے تو مردہ اسے پہچانتا اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور ابن ابی دنیا نے روایت کیا کہ اگر کسی جاننے والے کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو مردہ اسے پہنچاتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے اور جسے نہیں پہچانتا اس کا فقط جواب دیتا ہے۔ صحیح روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لے جاتے اور ان پر سلام کرتے۔ قرآن پاک میں شہدا کے بارے میں ارشاد ہوا کہ وہ زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔ شہدا کی حیات ان کے جسم کے ساتھ متعلق ہے تو انبیاء و مرسلین علیہم السلام کیوں زندہ نہیں ہوں گے۔ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں حیات ہیں۔ اسے امام منذری نے روایت کیا اور امام بیہقی نے صحیح فرمایا۔ صحیح مسلم کی حدیث پاک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب معراج کی رات کثیف احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک پر سے گزرے تو وہ اپنی قبر مبارک میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(عون المعبود شرح سنن أبي داو،جلد3،صفحه261،دار الكتب العلمية،بيروت)

وہابیوں کے پیشوا شوکانی کا کلام ملاحظہ ہو "وقد ذهب جماعة من المحققين إلى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حي بعد وفاته، وأنه يسر بطاعات أمته، وأن الأنبياء لا يبلون، مع أن مطلق الإدراك كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتى" ترجمہ: محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال کے بعد زندہ

ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں۔انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارک قبروں میں خراب نہیں ہوتے بلکہ مطلق ادراک مثلاً علم اور سننا تو تمام مردوں کے لئے ثابت ہے۔

(نيل الأوطار،ابواب الجمعة،باب انعقاد الجمعة بأربعين وإقامتها في القرى،جلد 3،صفحه295، دار الحديث، مصر)

انبیاء علیہم السلام کے صدقے اولیائے کرام بھی قبور میں زندہ ہیں اور اللہ عزوجل ان کو تصرفات عطا فرماتا ہے۔شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں"اولیائے خدا نقل کردہ شد ندازیں دارفانی به دار بقا و زندہ اند نزد پروردگار و مرزوق اند خوشحال اند و مردم را ازاں شعور نیست "ترجمہ:اولیاءاللہ اس دارفانی سے دار بقاء میں منتقل کردیے جاتے ہیں،وہ اپنے پروردگار کے یہاں زندہ ہیں،انہیں رزق ملتا ہے اور خوشحال رہتے ہیں اور لوگوں کو اس کی خبر نہیں۔ (اشعة اللمعات ،باب حكم الاسراء،جلد3،صفحه402،مطبوعه نوريه رضويه، سكهر)

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں"أولياء الله لا يموتون ولكن ينتقلون من دار إلى دار، وفيه إشارة إلى أن العرض على مجموع الروح والجسد منهم بخلاف غيرهم "ترجمہ:اللہ عزوجل کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں۔اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ معاملات روح اور جسم دونوں کے ساتھ پیش آتے ہیں بخلاف عام لوگوں کے۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح،كتاب الصلوٰة، باب الجمعة،جلد3،صفحه1020،دار الفكر،بيروت)

امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ اپنے رسالہ میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظّمہ میں تھا بابِ بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا۔جب میں نے اس کی طرف نظر کی،مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا"يا ابا سعيد اماعلمت ان الاحباء احياء و ان ماتوا وانما ينقلون من دار الى دار "ترجمہ:اے ابو سعید!کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں،وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔ (الرسالة القشيرية،باب احوالهم عند الخروج من الدنيا،جلد2،صفحه474، دار المعارف، القاہرة)

حضرت سیدی ابوعلی قدس سرہ سے مروی ہے میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا،جب کفن کھولا اور ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ ان کی غربت پر رحم کرے،فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا"يا اباعلى أتذلني بين يدى و من دللني "ترجمہ:اے ابوعلی!مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔

میں نے عرض کی:اے سردار میرے!کیا موت کے بعد زندگی؟فرمایا"بلى انا حى و كل محب الله حى لا

یضرنك بجاهي غدا يارو ذباري " ترجمہ: میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے۔اے روذباری میرے صدقے تجھے کل کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ (الرسالة القشيرية،باب احوالهم عند الخروج من الدنيا،جلد2،صفحه474،دار المعارف، القاهرة)

کیا حضور اپنے امتیوں کا درود نہیں سنتے ؟

نجدی مفسر لکھتا ہے:''اس فاسد عقیدے سے درود شریف پڑھنا کہ آپ علیہ السلام براہِ راست سنتے ہیں، یہ عقیدہ فاسدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔'' (سورة الاحزاب،سورة33،آیت 56،صفحه1190)

دوسری جگہ نہ سننے پر دلیل یہ دی کہ: وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں ہیں۔۔۔منوں مٹی کے نیچے مدفون ہیں۔

(سورة فاطر،سورة35،آیت14،صفحه1222)

حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں امتیوں کا درود پیش بھی کیا جاتا ہے اور عاشقوں کا درود آپ خود سنتے ہیں۔امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند الفردوس میں اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ إلی الجامع الصغیر میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ،حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں"أكثِرُوا الصَّلاةَ عَلَيَّ فإنّ اللَّهَ وَكَّلَ بِي مَلَكاً عندَ قَبْرِي فَإِذا صَلَّى عَلَيَّ رَجُلٌ مِنْ أُمَّتِي قالَ لي ذَلِك المَلَكَ يَا محمَّدُ إنّ فُلانَ بنَ فُلانٍ صَلَّى عليكَ السَّاعَةَ" ترجمہ:مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مزار پر ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے جب کوئی میرا امتی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ مجھ سے عرض کرتا ہے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی حضور پر درود بھیجا ہے۔

(الفتح الكبير في ضم الزيادة إلى الجامع الصغير،حرف الهمزه،جلد1،صفحه211، دار الفكر،بيروت)

دیکھیں اللہ عزوجل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار کے خادم کو یہ تصرف عطا فرمایا ہے کہ نہ صرف پوری دنیا سے درود پاک کی آواز سنتا ہے بلکہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ یہ درود پڑھنے والا کس کا بیٹا ہے؟ سبحان اللہ! یہ شان ہے خدمتگاروں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا؟ بعض اس موقع پر ایک بے وقوفانہ جملہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے صرف فرشتوں کو سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے نبی علیہ السلام کو نہیں۔اس کا جواب دیتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ، فَيُمْكِنُ لَهُمْ سَمَاعُ صَلَاةِ مَنْ صَلَّى عَلَيْهِمْ" ترجمہ: بےشک انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو زندہ ہونے کے سبب ان کا خود درود سننا ممکن ہے۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، كتاب الصلوٰة،باب الجمعة،جلد3،صفحه1016،دار الفكر، بيروت)

الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ إلی الجامع الصغیر میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ،حضور پرنور سید عالم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں"مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ" ترجمہ: جو میری قبر کے پاس درود پڑھے میں اس کا درود سنتا ہوں۔ (الفتح الكبير في ضم الزيادة إلى الجامع الصغير،حرف الميم،جلد3،صفحه193، دار الفكر،بيروت)

جلاء الأفهام في فضل الصلاة على محمد خير الأنام میں محمد بن ابی بکر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفی 751ھ) نے لکھا ہے"عَن أبي هُرَيْرَة رَضِي الله عَنهُ قَالَ قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم من صلى على عِنْد قَبْرِي سمعته وَمن صلى عَليّ من بعيد أعلمته" ترجمہ:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے میں اس کا درود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے میں جان لیتا ہوں۔ (جلاء الأفهام في فضل الصلاة على محمد خير الأنام،صفحه54،دار العروبة،الكويت)

ابن قیم نے طبرانی کے حوالے سے روایت نقل کی کہ آپ نے فرمایا"لَيْسَ من عبد يُصَلِّي عَليّ إِلَّا بَلغنِي صَوته حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبعد وفاتك قَالَ وَبعد وفاتي" ترجمہ:نہیں ہے کوئی شخص کے مجھ پر درود پڑھے مگر یہ کہ مجھ تک اس کی آواز پہنچ جاتی ہے۔صحابہ نے عرض کی اور آپ کے وصال کے بعد؟ (یعنی کیا وصال کے بعد بھی آپ لوگوں کے درود کی آواز سنیں گے) تو آپ نے فرمایا اور میرے وصال کے بعد بھی۔

(جلاء الأفهام في فضل الصلاة على محمد خير الأنام،واما حديث ابى الدرداء رضى الله تعالىٰ عنه،صفحه127،دار العروبة،الكويت)

اولیاء اللہ کی قیامت والے دن شان اور وہابیوں کا انکار

وہابی دنیا میں اولیائے کرام کی کرامات اور ان کی شان و عظمت کے منکر ہیں۔ان کے نزدیک ولیوں کی بیعت کرنا بدعت اور بے فائدہ ہے۔قیامت والے دن ان کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔نجدی مفسر نے لکھا:''آخرت میں پیروں،گدی نشینوں کی بے بسی اور بے وفائی پر مشرکین حسرت کریں گے۔لیکن وہاں اس حسرت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔کاش دنیا میں ہی وہ شرک سے توبہ کرلیں۔'' (سورة البقره،سورة2،آيت167،صفحه66)

قیامت والے دن حسرت و شرمندگی وہابیوں کو ہوگی جب وہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی شان دیکھیں گے۔اہل سنت کو ان شاء اللہ عزوجل اس دن اس نسبت کے فوائد ملیں گے کہ اولیائے کرام کی دنیا و آخرت میں نسبت کارآمد ہے۔حافظ ابوسعید عبدالملک بن عثمان کتاب شرف النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی،حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں"اذا كان يوم القيٰمة وجمع الله الاولين والاخرين يؤتى بمنبرين من نور

فینصب احدھما عن یمین العرش والاخر عن یسارہٖ ویعلوھما شخصان فینادی الذی عن یمین العرش معاشر الخلائق من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا رضوان خازن الجنة ان اللہ امرنی ان اسلم مفاتیح الجنة الی محمد وان محمدا امرنی ان اسلّمھا الی ابی بکر وعمر لیدخلا محبیھما الجنة الا فاشھدوا ثم ینادی الذی عن یسار العرش معشر الخلائق من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا مالك خازن النار ان اللہ امرنی ان اسلم مفاتیح النار الی محمد ومحمد امرنی ان اسلمھا الی ابی بکر وعمرلیدخلا مبغضیھما النار الا فاشھدوا .اوردہ ایضاً فی الباب السابع من کتاب الاحادیث الغررفی فضل الشیخین ابی بکرٍوعمر من کتاب الاکتفاء "جب روز قیامت اللہ تعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کوجمع فرمائے گا تو نور کے دومنبر لاکرعرش کے دائیں بائیں بچھائے جائیں گے،ان پر دوشخص چڑھیں گے، داہنے والا پکارے گا:اے جماعات مخلوق!جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اورجس نے نہ پہچانا تو میں رضوان، داروغہ بہشت ہوں مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کروں اورمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کودوں کہ وہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کریں۔ سنتے ہوگواہ ہوجاؤ۔ پھر بائیں والا پکارے گا:اے جماعات مخلوق!جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اورجس نے نہ پہچانا تو میں مالک،داروغہ دوزخ ہوں مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ دوزخ کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کروں اورمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکروعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کودوں کہ وہ اپنے دشمنوں کوجہنم میں داخل کریں سنتے ہوگواہ ہوجاؤ۔اس کوبھی کتاب الاکتفاء میں کتاب الاحادیث الغرر فی فضل الشیخین ابی بکروعمر کے باب ہفتم میں بیان کیا۔

یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ ابوبکرشافعی نے غیلانیات میں روایت کی"ینادی یوم القیٰمة این اصحاب محمدٍ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ،فیؤتیٰ بالخلفاء رضی اللہ تعالٰی عنھم فیقول اللہ لھم ادخلوا من شئتم الجنة ودعوا من شئتم اوماھو بمعناہ ذکرہ العلامة الشھاب الخفّاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء الامام القاضی عیاض فی فصل ما اطلع علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الغیوب ، وقال اوماھو بمعناہ " روز قیامت ندا کی جائے گی کہاں ہیں اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔پس خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم لائے جائیں گے اللہ عزوجل ان سے فرمائے گا تم جسے چاہو جنت میں داخل کرواور جسے چاہو چھوڑ دو۔علامہ شہاب خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فصل "نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوکن کن غیوب پر مطلع کیا گیا" میں اس کا ذکر کیا اورفرمایایا جواس کے ہم معنیٰ ہے۔

(فتاوی رضویہ،جلد30،صفحہ430--،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج شریف میں فرماتے ہیں"آمدہ است کہ ایستادہ میکنداو را پروردگار وے یمین عرش ودر روایتے برعرش وددرروایتے بر کرسی ومے سپاردبوے کلید جنت " ترجمہ: مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کوعرش کی دائیں جانب کھڑا کرے گا۔ایک روایت میں ہے کہ عرش کے اوپراور ایک روایت میں ہے کہ کرسی پر کھڑا کریگااور جنت کی چابی آپ کے سپرد فرمائے گا۔ (مدارج النبوۃ باب ہشتم،جلد1،صفحہ274، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

ایک حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خودارشادفرمایا"اَلْکَرَامَۃُ وَالْمَفَاتِیحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِی" ترجمہ:عزت دینااور تمام کاروبار کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی۔

(سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الفضل،جلد1،صفحہ30، دارالمحاسن ،القاہرہ)

عظیم محدث حضرت عبدالوہاب شعرانی کا ہے وہ میزان الشریعہ میں فرماتے ہیں"قد ذکرنا فی کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ان ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم ویلا حظون احدھم عندطلوع روحہ وعند سوال منکر ونکیر لہ وعند النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف " ترجمہ:تحقیق ہم نے ذکرکیا ہے کتاب''الاجوبہ عن ائمۃ الفقہاءوالصوفیہ''میں کہ فقہاءاورصوفیہ سب کے سب اپنےمتبعین کی شفاعت کریں گےاور وہ اپنےمتبعین اورمریدین کونزع کی حالت میں روح کے نکلنے،منکرنکیر کےسوالات ،نشروحشر،حساب ومیزان عدل پراعمال تلنےاور پل صراط پرگزرنے کے وقت ملاحظہ فرماتے ہیں اوروہ کسی مقام پربھی ان سے غافل نہیں ہوتے۔ (المیزان الکبریٰ،فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ،جلد1،صفحہ53،مصطفی البابی ،مصر)

نقل ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ جوشخص میرایا میرےفرزندوں کا مرید ہوگا معین الدین جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہوگا جب تک وہ جنت میں نہ چلا جائے۔لوگوں نےعرض کیا کہ فرزندوں سے مراد آپ کے خلفاء ہیں یااولاد؟فرمایا کہ فرزندوں سے مراد قیامت تک ہونے والے(فرزندانِ معنوی)یعنی خلفاء ہیں۔''

(سبع سنابل ،صفحہ436، فرید بک سٹال، لاہور)

ایک طرف تو شفاعت صالحین کا انکار کیا لیکن دوسری جگہ خود ہی اعتراف کیا چنانچہ صفحہ 889,1205 پرلکھا کہ شفاعت صالحین ہوگی۔

کیا آج امت محمدیہ کی اکثریت گمراہ ہوگئی ہے؟

سعودی تفسیر میں واضح طور پر یہ کہہ دیا گیا کہ امت محمدیہ کی اکثریت اس وقت گمراہ ومشرک ہوچکی ہے چنانچہ لکھا

ہے: ''حقیقت قرآنی کی رو سے یہ زیادہ ممکن ہے کہ اہل حق تعداد کے لحاظ سے اقلیت میں ہوں اور اہل باطل اکثریت میں۔ جس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی۔''

(سورۃ الانعام، سورۃ6، آیت116، صفحہ385)

ایک جگہ لکھا ہے: ''آج امت محمدیہ کی اکثریت شرک و بدعت کے ارتکاب کے سبب خیرامۃ کی بجائے شرامۃ بنی ہوئی ہے۔''

(سورۃ البقرہ، سورۃ2، آیت 47، صفحہ22)

یہ وہابیوں کی عادت ہے کہ وہ اپنے وہابی عقائد کے حامل افراد کے علاوہ سب کو گمراہ ومشرک سمجھتے ہیں۔ چونکہ پوری دنیائے اسلام میں وہابی پانچ فیصد سے بھی کم ہیں اس لئے وہابی لوگوں کو مشرک ثابت کر کے اپنے جال میں پھانستے ہیں لیکن ان احادیث کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں جس میں واضح ہے کہ امت محمدیہ کی اکثریت کبھی گمراہ نہیں ہوسکتی۔ ہمیشہ اہل سنت و جماعت گروہ تعداد میں زیادہ رہے گا۔ ابن ماجہ کی حدیث میں فرمایا"إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ"، ترجمہ: میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ جب تم اختلاف (فرقہ واریت) دیکھو تو تم پر بڑے گروہ کی اتباع لازم ہے۔

(ابن ماجه، كتاب الفتن، باب السواد الأعظم، جلد2، صفحه1303، دار إحياء الكتب، الحلبي)

سواد اعظم پر کلام کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں"فعليكم بالسواد الأعظم أي جملة الناس ومعظمهم الذين يجتمعون على طاعة السلطان وسلوك النهج المستقيم كذا في المجمع فهذا الحديث معيار عظيم لأهل السنة والجماعة شكر الله سعيهم فانهم هم السواد الأعظم وذلك لا يحتاج الى برهان فإنك لو نظرت الى أهل الأهواء بأجمعهم مع انهم اثنان وسبعون فرقة لا يبلغ عددهم عشر أهل السنة" ترجمہ: تم پر سواد اعظم کی اتباع لازم ہے یعنی اس سواد اعظم کی اتباع جو سلطان کی اطاعت اور صراط مستقیم پر گامزن رہے جیسا کہ مجمع میں ہے۔ یہ حدیث (سوادِ اعظم کی اتباع کرو) اہل سنت کا معیار عظیم ہے۔ اللہ عزوجل نے اہل سنت کی کوشش کو قبول کیا اور اہل سنت وجماعت ہی سوادِ اعظم ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ اگر تو گمراہ فرقوں کی طرف نظر کرے تو اگر بہتر کے 72 گمراہ فرقے اکٹھے ہو جائیں وہ اہل سنت کی تعداد کے دسویں حصے تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔

(شرح سنن ابن ماجه، جلد1، صفحه283، قديمي كتب خانه، كراچی)

ترمذی کی حدیث پاک میں ہے"إِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً" ترجمہ: یقیناً بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں

میں بٹ جائے گی۔سوائے ایک ملت کے سب دوزخی ہیں۔لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ! وہ کون سا فرقہ ہے؟ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(ترمذی ،کتاب الایمان ، ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ،جلد4،صفحہ323،حدیث2641،دار الغرب الإسلامی، بیروت)

دوسری جگہ اس فرقہ کی ایک نشانی یہ ارشاد فرمائی کہ وہ بڑا گروہ ہوگا چنانچہ ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے"سَبُعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ"ترجمہ:بہتر دوزخی اور ایک جنتی ہے اور وہ بڑا گروہ ہے۔

(سنن ابودائود،کتاب السنۃ، شرح السنۃ،جلد4،صفحہ198،المکتبۃ العصریۃ،بیروت)

ایمانِ ابوین کریمین اور وہابی عقیدہ

وہابیوں کے نزدیک حضور علیہ السلام کے والدین کریمین معاذ اللہ مومن نہ تھے چنانچہ سعودی تفسیر میں لکھا ہے:یہ آیت نازل ہوئی جس میں مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کرنے سے روک دیا گیا ہے۔۔۔۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدہ کے لئے مغفرت کی دعا کرنے کی اجازت طلب فرمائی جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(سورۃ التوبۃ،سورۃ9،آیت 114،صفحہ551)

اہل سنت کے نزدیک آپ علیہ السلام کے والدین اعلیٰ درجے کے مومن تھے اور وہ اس وقت مومن تھے جب پورا عرب شرک میں گرفتار تھا۔اہل سنت کے نزدیک بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین بلکہ آپ کے آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب مؤمن تھے۔ان کا مؤمن ہونا قرآن وکثیر آیات وآثار اور مستند کتب سے ثابت ہے۔قرآن پاک میں ہے﴿ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ ﴾ترجمہ کنزالایمان:مشرک نرے ناپاک ہیں۔

(سورۃ التوبۃ ،سورت9،آیت 28)

توضرور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے آبائے کرام طاہرین وامہات کرام طاہرات سب اہل ایمان وتوحید ہوں کہ بنص قرآن عظیم کسی کافر وکافرہ کے لیے کرم وطہارت سے حصہ نہیں۔مشرک جتنا مرضی نہائے ،پاک صاف کپڑے بھی پہنے وہ باطن سے ناپاک ہے جب تک ایمان نہیں لاتا۔حضور علیہ السلام کے آباؤ اجداد کا مومن و پاک ہونا کثیر راویتوں سے ثابت ہے۔الشریعۃ للآجری میں ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجُرِّيُّ البغدادی (المتوفی 360ھ) روایت کرتے ہیں"أَنْبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ الْبُخَارِيُّ قَالَ:ثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ قَالَ:حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ:حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدٌ الْحَلَبِيُّ،عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفُرَاتِ،عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الضَّحَّاكِ ،عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ:أَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ نُورًا

بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ بِأَلْفَيْ عَامٍ يُسَبِّحُ ذَلِكَ النُّورُ وَتُسَبِّحُ الْمَلَائِكَةُ بِتَسْبِيحِهِ ،فَلَمَّا خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ آدَمَ أَلْقَى ذَلِكَ النُّورَ فِي صُلْبِهِ ،فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:فَأَهْبَطَنِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى الْأَرْضِ فِي صُلْبِ آدَمَ ،وَجَعَلَنِي فِي صُلْبِ نُوحٍ فِي سَفِينَتِهِ، وَقَذَفَ بِي فِي النَّارِ فِي صُلْبِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ،ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يَنْقُلُنِي فِي الْأَصْلَابِ الْكَرِيمَةِ إِلَى الْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ ،حَتَّى أَخْرَجَنِي مِنْ بَيْنِ أَبَوَيَّ ،وَلَمْ يَلْتَقِيَا عَلَى سِفَاحٍ قَطُّ" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قریش اللہ عزوجل کے سامنے نور تھا حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے۔ یہ نور اللہ عزوجل کی تسبیح کرتا تھا اور اس کے ساتھ فرشتے تسبیح کرتے تھے۔ جب اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس نور کو ان کے صلب میں ڈال دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے میرے نور کو حضرت آدم علیہ السلام کے صلب میں ڈال دیا اور میرے نور کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں ڈالا، ابراہیم کی صلب میں میرا نور تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔ پھر میرا یہ نور کریم پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک میں اپنے والدین سے ظاہر ہوا اور میرے آباؤ اجداد میں س کوئی زانی نہیں۔

(الشریعۃ، کتاب الایمان، باب ذکر قول اللہ عز وجل (وتقلبك فی الساجدین)جلد3،صفحہ1419، دار الوطن ،الریاض)

بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ عزوجل نے آپ کے والدین کو زندہ فرمادیا اور وہ آپ پر ایمان لائے اور دوبارہ اپنی قبروں میں تشریف لے گئے۔ امام حاکم کی حدیث پاک بھی اس بات کی تائید کرتی ہے چنانچہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا"حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الشَّيْبَانِيُّ، ثنا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى، ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ الْعَبْسِيُّ، ثنا الصَّعْقُ بْنُ حَزْنٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ--- رَجُلٌ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ لَمْ أَرَ رَجُلًا كَانَ أَكْثَرَ سُؤَالًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ:يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَى أَبَوَاكَ فِي النَّارِ فَقَالَ:مَا سَأَلْتُهُمَا رَبِّي فَيُعْطِينِي فِيهِمَا وَإِنِّي لَقَائِمٌ يَوْمَئِذٍ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ---هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاه"حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح روایت کیا کہ ایک نوجوان انصاری صحابی تھا جس سے بڑھ کر میں نے کسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنے والا نہیں دیکھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے والدین کا تذکرہ کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان کے لئے اپنے رب سے جو کچھ طلب کیا تو اس نے ان کے حق میں مجھے عطا فرمایا بے شک میں مقام محمود پر قائم ہوں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر، جلد2، صفحہ396، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

المواہب اللدنیہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تحقیق طور پر یہ روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے وصال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع میں ہم کو حج کے لئے گئے۔ مجھے اس راستہ سے لے گئے جو عقیقۃ الحجون کی طرف جاتا ہے۔ اس وقت آپ رو رہے تھے اور سخت غمگین تھے۔ آپ کے رونے کی وجہ سے میں بھی روئی۔ پھر آپ اونٹ پر سے اترے اور مجھ سے فرمایا: اے حُمیرا! تم کوئی شے پکڑلو تاکہ گرنے سے بچو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے اونٹ کے پہلو پر کمر ٹیک دی۔ آپ دیر تک وہاں ٹھہرے رہے۔ پھر آپ پلٹ کر میری طرف تشریف لائے۔ اس وقت آپ بہت خوش تھے اور تبسم فرما رہے تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا"ذهبت لقبر أمي فسألت ربي أن يحييها، فأحياها فامنت بي"میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر گیا اور میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ تو ان کو زندہ کر دے۔ اللہ عزوجل نے میری والدہ کو میرے لئے زندہ کر دیا۔ وہ مجھ پر ایمان لے آئیں۔ پھر اللہ عزوجل نے ان کو ان موت کی حالت میں پھیر دیا۔

(المواہب اللدنیة بالمنح المحمدیة، احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک القسطلانی(المتوفی 923ھ)، ذکر رضاعه صلی اللہ علیه وسلم، جلد1، صفحه103، المکتبة التوفیقیة، القاہرة)

اذان سے قبل درود پڑھنا کیا گناہ ہے؟

سعودی تفسیر میں نجدی مولوی لکھتا ہے: ''اسی طرح اذان سے قبل اسے پڑھنا بھی بدعت ہے جو ثواب نہیں گناہ ہے۔''

(سورۃ الاحزاب، سورۃ33، آیت56، صفحہ1190)

اذان سے قبل درود پڑھنا جائز ومستحب عمل ہے ہرگز ناجائز وگناہ نہیں ہے۔ قرآن وحدیث اور اقوال علماء میں سے کوئی ایک دلیل بھی وہابیوں کے پاس نہیں ہے جس میں اذان سے قبل درود کو ناجائز کہا گیا ہو۔ اس کے برعکس اس کے مستحب ہونے کی صراحت ہے۔ خاتم المحققین، حضرت علامہ مفتی سید ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ درود شریف پڑھنے کے مستحب مواقع بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں"نَصَّ الْعُلَمَاءُ عَلَى اسْتِحْبَابِهَا فِي مَوَاضِعَ :يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَتَهَا، وَزِيدَ يَوْمُ السَّبْتِ وَالْأَحَدِ وَالْخَمِيسِ، لِمَا وَرَدَ فِي كُلٍّ مِنْ الثَّلَاثَةِ، وَعِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَاءِ، وَعِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ وَالْخُرُوجِ مِنْهُ، وَعِنْدَ زِيَارَةِ قَبْرِهِ الشَّرِيفِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَفِي خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ وَغَيْرِهَا، وَعَقِبَ إجَابَةِ

الْمُؤَذِّنِ، وَعِنْدَ الْإِقَامَةِ، وَأَوَّلُ الدُّعَاءِ وَأَوْسَطِهِ وَآخِرِهِ، وَعَقِبَ دُعَاءِ الْقُنُوتِ، وَعِنْدَ الْفَرَاغِ مِنْ التَّلْبِيَةِ، وَعِنْدَ الِاجْتِمَاعِ وَالِافْتِرَاقِ، وَعِنْدَ الْوُضُوءِ، وَعِنْدَ طَنِينِ الْآذانِ، وَعِنْدَ نِسْيَانِ الشَّيْءِ۔۔۔" ترجمہ: علماء کرام نے بعض مواقع پر درود پاک پڑھنے کے مستحب ہونے پر نص فرمائی ہے ان میں سے چند یہ ہیں: روز جمعہ، ہفتہ اتوار اور سوموار کے دن، صبح و شام، مسجد میں جاتے اور نکلتے وقت، بوقت زیارت روضہ اطہر، صفا ومروہ پر، خطبہ جمعہ کے وقت، جواب اذان کے بعد، اقامت کے وقت، دعا کے اول وآخر اور بیچ میں۔ دعائے قنوت کے بعد، تلبیہ کے بعد، ملنے اور جدا ہوتے وقت، وضو کے وقت، اذان دینے کے وقت اور کسی چیز کے بھول جانے کے وقت۔

(ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، فروع قرا بالفارسیۃ، جلد1، صفحہ517، دارالفکر، بیروت)

ہندوستان و پاکستان کے علاوہ بھی دیگر ممالک میں اذان سے قبل و بعد درود وسلام پڑھا جاتا ہے۔ شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جامع مسجد ازہر شریف اور قاہرہ کی مسجدوں میں اذان کے بعد عموما یہ درود شریف بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے "الصلوٰۃ والسلام علیك یا اولَ خلقِ اللّٰہ وآخِرَ رُسُلِ اللّٰہ"

(مصنف عبدالزاق کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب، صفحہ20، مکتبہ قادریہ، لاہور)

غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن نے لکھا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود شریف کسی بھی صیغے سے ہو، خواہ وہ صیغے مروی ہوں یا نہ ہوں، پڑھنے والا یقیناً اس ثواب کا مستحق ٹھہرے گا جس کا وعدہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ نزل الابرار، صفحہ 117، 178۔

داتا گنج بخش، غریب نواز خودساختہ القاب ہیں تو شیخ الاسلام، فضیلۃ الشیخ کہاں سے ثابت ہیں؟

اولیائے کرام کی شان وعظمت کا منکر سعودی تفسیر کا مصنف لکھتا ہے: ''داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز اور بابا فرید گنج شکر کے معبود، مشکل کشاء و گنج بخش ہونے کی کوئی دلیل ان لوگوں کے پاس نہیں، یہ سب نام اپنے تجویز کردہ اور خودساختہ ہیں۔''

(سعودی تفسیر، سورۃ الاعراف، سورۃ7، آیت71، صفحہ431، سورۃ یوسف، سور12، آیت40، 651)

جس ہستی میں جو کمال ہو اس کے مطابق اسے لقب دیا جاتا ہے۔ وہابی اولیائے کے القاب کے منکر ہیں لیکن اپنے مولویوں کو القاب دیتے ہیں جبکہ یہ القاب نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں نہ صحابہ کرام سے جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ، فضیلۃ الشیخ، مفتی اعظم، مولانا، الملک۔

اولیائے کرام کے معروف القابات وہابیوں مولویوں سے بھی ثابت ہیں چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

فرماتے ہیں: ''نواب صدیق حسن خان بہادر شوہر ریاست بھوپال رسالہ " تقصار جیود الاحرار " میں تصریح کرتے ہیں کہ غوث الثقلین وغوث اعظم وقطب الاقطاب کہنا شرک سے خالی نہیں۔ میں کہتا ہوں: نواب بہادر نے یہاں خدا جانے کس خیال سے ایسا گرا ہوا لفظ لکھا ورنہ بیشک تمام وہابیہ پر فرض قطعی کہ صرف لفظ غوث کہنے پر خالص شرک جلی کا حکم لگائیں۔ غوث اعظم وغوث الثقلین تو بہت اجل واعظم ہے، آخر غوث کے کیا معنی فریاد کو پہنچنے والا، جب ان کے نزدیک استمداد فریاد شرک، تو فریاد رس کہنا کیونکر شرک صریح نہ ہوگا، اب دیکھئے کہ ان حضرات کے طور پر کون کون مشرک ہوگیا؟

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ومیاں اسمٰعیل دہلوی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو غوث الثقلین لکھا۔ دیکھو (مقال 38، 78)

شاہ ولی اللہ امام معتمد اور شیخ ابوالرضاء ان کے جدّ امجد اور مرزا جانجاناں انکے ممدوح اوحد اور ان کے پیر سلسلہ شیخ عبدالاحد نے غیاث الدارین حضور غوث الثقلین کو غوث اعظم کہا، دیکھو (مقال 61، 70، 71، 76، 77)۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا "برخے از اولیاء مسجود خلائق ومحبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ وسلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالی سرھما" کچھ اولیاء خلائق کے مسجود اور دلوں کے محبوب ہوگئے ہیں جیسے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالیٰ سرّھما۔

تنبیہ: ذرا یہ ''مسجود خلائق'' کا لفظ بھی پیش نظر رہے جس نے شرک کا پانی سر سے گزار دیا۔ میاں اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں کہا "طالبان نافهم میدانند که مانیزهم پائیه حضرت غوث الاعظم شدیم " نافہم طالب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی غوث الاعظم کے ہم پایہ ہوگئے۔ انہیں بزرگوار نے حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کو قطب الاقطاب لکھا، دیکھو (مقال 79)۔

اور ہاں مولوی اسحٰق صاحب تو رہے ہی جاتے ہیں جنھوں نے مائۃ مسائل کے جواب سوال دہم کہا "ولایت و کرامت حضرت غوث الاعظم قدس سرہ " غرض مذہب طائفہ عجب مہذب مذہب ہے جس کی بناء پر تمام ائمہ وعمائد طائفہ بھی سو سو طرح مشرک کافر بنتے ہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔'' (فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 833، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وہابیوں کے نزدیک آثار صالحین مٹانا توہین نہیں بلکہ توحید ہے

وہابیوں نے مکہ و مدینہ پر قبضہ کر کے کثیر مقدس مقامات کو شہید کیا اس وجہ سے کہ لوگ ان مقامات کی زیارت کو آتے تھے اور یہ وہابیوں کے نزدیک خودساختہ شرک ہے۔ لہٰذا توحید کی آڑ لے کر وہابیوں نے ان آثار کو بھی ختم کر دیا۔ سعودی مفسر نے صالحین کے تبرکات وآثار کے متعلق لکھا: ''اس سے معلوم ہوا کہ شرک کے آثار ختم کرنا بلکہ ان کا نام ونشان تک مٹاڈالنا، چاہے ان کی نسبت کتنی ہی مقدس ہستیوں کی طرف ہو، توہین نہیں جیسا کہ اہل بدعت، قبر پرست باور کرواتے ہیں، بلکہ منشاء توحید ہے۔۔۔اس لئے کہ وہ شرک کا ذریعہ بن گیا تھا۔''
(سورة طه،سورة20،آیت 97،صفحه873)

سعودی مفتیوں نے لکھا ہے: ''غارِثور، غارِحراء اور دیگر اسلامی یادگاروں کی تعظیم اوراحترام کرنا شرک کا سبب ہے۔''
(فتاویٰ علماء البلد الحرام،جلد8،صفحه1028)

اہل سنت کے نزدیک مقدس مقامات کی زیارت کرنا یا اس کا ادب کرنا ہرگز شرک نہیں بلکہ اہل ایمان کا وتیرہ ہے۔ جس مشک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہ لگا کر پانی پیا ہے، اتنے حصے کو بطور تبرک رکھا جاتا ہے۔ جس جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے، اسے بطور تبرک استعمال کیا جاتا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”فی حدیث عتبان فی هذا فوائد کثیرة منها التبرك بالصالحین وآثارهم والصلوٰة فی المواضع التی صلوا بها وطلب التبریك منهم“ ترجمہ: حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں بہت فوائد ہیں ان میں سے صالحین اوران کے آثار سے تبرک اوران کی جائے نماز پر نماز اوران سے تبرکات حاصل کرنا ثابت ہے۔
(شرح صحیح مسلم ،کتاب المساجد، باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة لعذر،جلد5،صفحه161، دار إحیاء التراث العربی ،بیروت)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں ”من اعظامه واکباره صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم اعظام جمیع اسبابه و اکرام مشاهده وامکنته من مکة والمدینة ومعاهده ومالمسه علیه الصلوٰة والسلام اواعرف به “ ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام متعلقات کی تعظیم اور آپ کے نشانات اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے مقامات اور آپ کے محسوسات اور آپ کی طرف منسوب ہونے کی شہرت والی اشیاء کا احترام یہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتکریم ہے۔
(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ،فصل ومن اعظامه واکباره الخ،جلد2،صفحه126،دار الفیحاء،عمان)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں ”ان الانسان اذا صار محبوبا فکان منظورا للحق وللملاء الاعلی عروساجمیلا فکل مکان حل فیه انعقدت و تعلقت به همم الملاء الا علی وان ساق الیه افواج

الملئكة و امواج النور لاسيما اذا كانت همته تعلقت بهذا المكان و العارف الكامل معرفة و حالا له همة يحل فيها نظر الحق يتعلق باهله وماله و بيته و نسله و نسبه وقرابته و اصحابه يشمل المال و الجاه وغيرها و يصلحها فمن ذلك تميزت ماثر الكمل من ماثر الكمل من ماثر غيرهم" ترجمہ: تحقیق جب انسان محبوب بن جاتا ہے تو وہ حق تعالیٰ کا منظور اور ملاء اعلیٰ کا خوب صورت دولہا بن جاتا ہے۔ تو وہ جس مکان میں ہوتا ہے وہاں ملاء اعلی کی ہمتیں مرکوز ہوجاتی ہیں اور فرشتوں کی فوج اور نور کی امواج اس جگہ وارد ہوتی ہیں۔ خصوصاوہ مکان جہاں اس کی ہمت مرکوز ہوتی ہے اور معروف میں کامل عارف کی ہمت میں حق تعالیٰ کی نظر رحمت مرکوز ہوتی ہے۔ جس کا عارف کے اہل، مال، گھر، نسل ونسب، قرابت اور اس کے اصحاب سے یوں تعلق ہوتا ہے کہ اس سے متعلق ہر چیز کو وہ تعلق شامل ہوجاتا ہے اسی بناء پر لوگوں کے آثار کامل اور غیر کامل حضرات کے آثار سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (فیوض الحرمین (مترجم اردو)، مشہد20، صفحہ138، 139، محمد سعید اینڈ سنز، کراچی)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں "ان تقبيل الاماكن الشريفة على قصد التبرك و كذلك تقبيل ايدى الصالحين و ارجلهم فهو حسن محمود باعتبار القصد و النية" ترجمہ: شریف مقامات کو چومنا بشرطیکہ تبرک کے ارادے سے ہو اور اسی طرح نیک لوگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا اچھا اور قابل تعریف کام ہے۔ بشرطیکہ اچھے ارادے اور نیت سے ہو۔

(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الحج، باب ماذكر فى الحجر الاسود، جلد9، صفحہ241، دار إحياء التراث العربى، بيروت)

شفاء شریف میں ہے "و جديرلمواطن اشتملت تربتها على جسد سيد البشر صلى الله تعالى عليه و سلم مدارس و مشاهد و موافقت ان تعظم عرصاتها و تنستسم نفحاتها و تقبل ربوعها و جد راتهاملخصا" ترجمہ: جن مقامات کی مٹی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد پاک کو لگی ہے ان راستوں، مشاہد اور مواقف کے میدانوں کی تعظیم، فضاؤں کی تکریم، ٹیلوں اور دیواروں کو بوسہ دینا مناسب ہے۔

(الشفاء، الفصل السابع إعزاز ماله من صلة بالنبى صلى الله عليه وسلم من امكنة ومشاہد، جلد 2، صفحہ131، دار الفيحاء، عمان)

بزرگوں کے ایصال ثواب کے لئے اشیاء صدقہ کرنا وہابیوں کے نزدیک شرک ہے

وہابیوں کی عقل کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو یہ قرآن وحدیث کے دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے مجبوراً مانتے ہیں کہ مسلمانوں کو ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے لیکن جب مسلمان اولیائے کرام کے لئے ایصال ثواب کریں تو یہ وہابی اسے اہل لغیر اللہ قرار دے کر شرک کہتے ہیں۔ سعودی مفسر نے ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کے تحت لکھا: "بزرگوں کے ایصال ثواب کی اشیاء

چاول، مٹھائی وغیرہ وار جانور اگرچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ہی ذبح کئے جائیں پھر بھی حرام ہیں، کرنے والے مشرک ومرتد ہیں۔''

(ملخصا صفحہ29,119,398,760)

وہابی اسی لئے مزار کے تبرک کو حرام کہہ دیتے اور بعض تو اسے مندر کے پرساد کے برابر سمجھتے ہیں۔ جبکہ مسلمان جب کسی ولی اللہ کے نام چیز صدقہ کرتے ہیں تو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کا ثواب اس ولی اللہ کو پہنچے۔ جو آیت پیش کی جاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین جب کسی جانور کو ذبح کرتے تھے اس وقت بت کا نام لیتے تھے جبکہ مسلمان کسی ولی اللہ کے نام جو جانور نذر کرتے ہیں اسمیں ذبح کرتے وقت ولی اللہ کا نام نہیں لیتے بلکہ اللہ عزوجل کا نام لیتے ہیں۔ اس آیت کی یہی تفسیر مفسرین نے کی ہے۔ امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "لا خلاف بین المسلمین أن المراد به الذبیحة إذا أهل بها لغیر الله عند الذبح" ترجمہ: مسلمانوں کا اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کہ اس سے مراد ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لینا ہے۔

(أحکام القرآن، فی تفسیر، سورۃ البقرہ، آیت173، جلد1، صفحہ154، دار إحیاء التراث العربی ، بیروت)

وہابی حضرات کسی ایک جید مفسر وفقیہ کا قول نہیں پیش کر سکتے، جس میں کہا گیا ہے کہ جو چیز اولیاء کرام کی طرف منسوب ہو وہ حرام ہے۔ بلکہ اس کے جواز کی صراحت ملتی ہے چنانچہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں "امــا البقـرة المنذورة للاولیاء کما هو الرسم فی زماننا حلال طیب" ترجمہ: وہ گائے جو اولیاء کرام کے ایصالِ ثواب کے لئے نذر کی گئی جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے حلال وطیب ہے۔ (تفسیرات احمدیہ، صفحہ45، مکتبہ حقانیہ ، پشاور)

خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ان آیات میں ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کو حرام فرمایا گیا۔ تحقیق طلب بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ سے کیا مراد ہے۔ اس کے لئے ذیل کے حوالے ملاحظہ کیجئے۔ مفردات راغب اصفہانی صفحہ 566، مطبع میمنیہ مصر (میں فرماتے ہیں) "قوله وما اهل لغیر الله ای ما ذکر علیه غیر اسم الله وهو ماکان یذبح لاجل الاصنام" ترجمہ: مااہل بہ لغیر اللہ یعنی وہ جس پر غیرِ نام خدا ذکر کیا گیا، یہ وہ جانور ہے جو بتوں کے لئے ذبح کیا جاتا تھا۔

تفسیر جلالین، پارہ2، رکوع5 (میں ہے) "وماأهل به لغير الله ای ذبح علی اسم غیره والاهلال رفع الصوت وکانوا یرفعونه عند الذبح لا لهتهم" ترجمہ: وما اہل بہ لغیر اللہ یعنی جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا اور اہلال کے معنی آواز بلند کرنا ہیں اور مشرکین اپنے معبودوں کے لئے ذبح کرنے کے وقت آواز بلند کرتے تھے۔

تفسیر مدارک تحت آیت مذکورہ بالا میں ہے "وماأهل به لغیر الله ای ذبح للاصنام فذکر علیه غیر اسم الله و

اصل الاهلال رفع الصوت ای رفع به الصوت للصنم و ذالك قول اهل الجاهلية باسم اللات و العزی" ترجمہ: وما اھل بہ لغیر اللہ یعنی جو بتوں کے لئے ذبح کیا گیا اس پر غیر نام خدا ذکر کیا گیا اور اصل میں اہلال آواز بلند کرنا ہے یعنی اس کے ساتھ بت کے لئے آواز بلند کی گئی اور وہ اہل جاہلیت کا بنام لات وعزّی کہنا تھا۔ لات وعزّی مشرکین کے بتوں کے نام ہیں۔ ان کے لئے جو جانور قربانی کرتے تھے اس کو بنام لات وعزّی کہہ کر پکارتے تھے۔۔۔۔۔

ان تمام تفاسیر معتبرہ سے ثابت ہوا کہ وقتِ ذبح جس جانور پر غیر خدا کا نام ذکر کیا جائے، اس کا کھانا حرام ہے جیسا کہ مشرکین عرب بتوں کی قربانی کے جانوروں کو ان کے ناموں پر ذبح کرتے تھے۔ جس جانور پر وقت ذبح غیر خدا کا نام نہ لیا گیا، اگر چہ عمر بھر اس کو غیر کے نام سے پکارا ہو، مثلاً یہ کہا ہو زید کی گائے، عبدالرحمٰن کا دنبہ، عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کی بھیڑ، مگر وقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہا گیا ہو، اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کا نام نہ لیا گیا ہو تو وہ حلال طیب ہے۔ ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل نہیں۔۔۔۔ لہٰذا فاتحہ و نیاز وصدقات وخیرات وغیرہ کو ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل کرنا قرآن کریم کے معنی میں تبدیلی اور تمام تفاسیر معتبرہ کی مخالفت اور غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی صدر الافاضل، صفحہ215--، شبیر برادرز، لاہور)

ثناء اللہ امرتسری نے لکھا: "گیارھویں، بارھویں ایصال ثواب کی نیت سے درست ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ، جلد2، صفحہ71)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: "اگر مالیدہ اور دودھ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے ارادے سے پکا کر کھلائیں تو کچھ مضائقہ نہیں جائز ہے۔۔۔۔۔ اگر کسی بزرگ کے نام فاتحہ دی گئی تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے۔" (فتاویٰ عزیزی، جلد1، صفحہ50)

مزید لکھا: "وہ کھانا جس کا ثواب حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ، قل، درود شریف پڑھا جائے تو وہ تبرک ہو جاتا ہے، اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔" (فتاویٰ عزیزی، جلد1، صفحہ50)

حضور علیہ السلام کے نور ہونے والی حدیث کا انکار

حدیث پاک میں ہے کہ اللہ عزوجل نے سب سے پہلے اپنے نور سے نبی علیہ السلام کے نور کو پیدا کیا۔ وہابی اس حدیث پاک کے منکر ہیں چنانچہ حدیث نور کے متعلق نجدی مفسر نے لکھا: "جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت "نور من نور الله" کا عقیدہ گھڑ رکھا ہے اور آپ علیہ السلام کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح اس خانہ ساز عقیدے کے

اثبات کے لئے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے سب سے پہلے نبی علیہ السلام کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور سے ساری کائنات پیدا کی۔ حالانکہ یہ حدیث کسی مستند مجموعہ حدیث میں نہیں۔ علاوہ ازیں صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا۔۔ محدث البانی لکھتے ہیں کہ یہ باطل ہے۔''

(سورۃ المائدہ،سورۃ5،آیت 15،صفحہ292)

جبکہ حدیث نور ہرگز جھوٹی نہیں بلکہ صحیح حدیث پاک ہے۔امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور امام بخاری وامام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنف میں روایت بیان کی ہے''عبد الرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر قال:سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن اول شئی خلقه الله تعالیٰ ؟ فقال:هو نور نبیك یا جابرخلقه الله ،ثم خلق فیه كل خیر ،وخلق بعده كل شئی ،وحین خلقه اقامه قدامه من مقام القرب اثنی عشر الف سنة،ثم جعله اربعة اقسام فخلق العرش والكرسی من قسم،وحملة العرش وخرنة الكرسی من قسم ،واقام القسم الرابع فی مقام الحب اثنی عشر الف،ثم جعله اربعة اقسام فخلق القلم من قسم ،واللوح من قسم ،والجنة من قسم ،ثم اقام القسم الرابع فی مقام الخوف اثنی عشر الف سنة،جعله اربعة اجزاء فخلق الملائكة من جزء ،والشمس من جزء ،والمقمر والكواكب من جزء ،واقام الجزء الرابع فی مقام الرجاء اثنی عشر الف سنة،ثم جعله اربعة اجزاء فخلق العقل من جزء،والعلم والحكمة من جزء، والعصمة والتوفیق من جزء ،واقام الجزء الرابع فی مقام الحیاء اثنی عشر الف سنة ثم نظر الله عزوجل الیه فترشح النور عرقا فقطر منه مائة الف واربعة(وعشرون الف واربعة الاف)قطرة من نور ،فخلق الله من كل قطرة روح نبی او روح رسول ،ثم تنفست ارواح الانبیاء فخلو الله من انفاسهم الاولیاء والشهداء والسعداء والمطیعین الی یوم القیمة، فالعرش والكرسی من نوری والكروبیون من نوری والروحانیون والملائكة من نوری، والشمس والقمر والكوكب من نوری،والعقل والتوفیق من نوری، وارواح العسل والانبیاء من نوری، والشهداء والسعداء والصالحون من نتاج نوری، ثم خلق الله اثنی عشرالف حجاب فاقام الله نوری وهو الجزء الرابع ،فی كل حجاب الف سنة، وهی مقامات العبودیة والسكینة والصبر والصدق والیقین، فغمس الله ذالك النور فی كل حجاب الف سنة فلما اخرج الله النور من الحجب ركبه الله فی الارض فكان یضیء منها مابین المشرق والمغرب كالسراج فی اللیل

المظلم، ثم خلق الله آدم من الارض فركب فيه النور فى جبينه، ثم انتقل منه الى شيث، وكان ينتقل من طاهر الى طيب، ومن طيب الى طاهر، الى ان اوصله الله صلب عبدالله بن عبد المطلب، ومنه الى رحم امى آمنة بنت وهب، ثم اخرجنى الى الدنيا فجعلنى سيدالمرسلين وخاتم النبيين و رحمة اللعلمين وقائد الغر المحجلين وهكذا كان بدء خلق نبيك يا جابر" ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ آپ نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا، پھر اس میں ہر خیر کو پیدا فرمایا اور ہر شے کو اس کے بعد پیدا کیا، اور جب اس نور کو پیدا کیا تو اسے اپنے سامنے مقام قرب میں بارہ ہزار سال قائم کیا، پھر اس کی چار قسمیں بنائیں، ایک قسم سے عرش اور کرسی کو پیدا کیا، ایک قسم سے عرش کے حاملین اور کرسی کے خازنوں کو پیدا کیا، چوتھی قسم کو مقام محبت میں بارہ ہزار سال رکھا، پھر اسے چار حصے کیا، ایک قسم سے قلم کو، ایک سے لوح کو اور ایک قسم سے جنت کو پیدا کیا، پھر چوتھی قسم کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال رکھا اور اسے چار حصے کیا، ایک حصے سے فرشتوں کو، ایک سے سورج کو اور ایک حصے سے چاند اور ستاروں کو پیدا کیا، پھر چوتھے حصے کو مقام رجاء میں بارہ سال رکھا، پھر اسے چار حصے کیا، ایک سے عقل، ایک سے علم وحکمت اور عصمت وتوفیق کو پیدا کیا، چوتھی جزء کو بارہ ہزار سال مقام حیا میں قائم کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر فرمائی تو اس نور کو پسینہ آ گیا اور اس نور سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے ٹپکے، اللہ تعالیٰ نے ہر قطرے سے کسی نبی یا رسول کی روح کو پیدا فرمایا۔ پھر انبیاء کی روحوں نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سانسوں سے قیامت تک ہونے والے اولیاء، شہداء، ارباب سعادت اور اصحاب اطاعت کو پیدا فرمایا۔ پس عرش اور کرسی میرے نور سے کروبیاں میرے نور سے، فرشتے اور اصحاب روحانیت میرے نور سے، جنت اور اس کی نعمتیں میرے نور سے، ساتوں آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے، سورج چاند اور ستارے میرے نور سے، عقل اور توفیق میرے نور سے، رسولوں اور انبیاء کی روحیں میرے نور سے، شہداء، سعداء اور صالحین میرے نور سے پیدا ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار پردے پیدا فرمائے اور میرے نور یعنی چوتھی جزء کو ہر پردے میں ایک ہزار سال رکھا، یہ عبودیت، سکینہ، صبر، صدق اور یقین کے مقامات تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ہر پردے میں ایک ہزار سال غوطہ دیا، اور جب اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ان پردوں سے نکالا تو اسے زمین پر اتار دیا، تو جس طرح اندھیری رات میں چراغ سے روشنی ہوتی ہے اسی طرح اس نور سے مشرق سے لے کر مغرب تک کی فضا منور ہو گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے زمین سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، تو وہ نور ان کی پیشانی میں رکھ دیا، ان سے وہ نور حضرت شیث

علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا، وہ نور طاہر سے طیب کی طرف اور طیب سے طاہر کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب کی پشت تک پہنچا دیا اور وہاں سے ہماری والدہ حضرت آمنہ بنت وہب کے رحم کی طرف منتقل کیا، پھر ہمیں اس دنیا میں جلوہ گر کیا اور ہمیں رسولوں کا سردار، انبیاء کا خاتم، تمام جہانوں کے لئے رحمت مجسم اور روشن اعضاءِ وضو والوں کا قائد بنایا، اے جابر اس طرح تیرے نبی کی ابتدا تھی۔ (الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف،صفحه63،مطبع بیروت)

(مصنف عبد الرزاق کی پہلی جلد کے دس گم گشته ابواب ،صفحه97--،مکتبه قادریه ،لاہور)

وہابی بغیر کسی دلیل کہ اس مسئلہ میں ضد کرتے ہیں اور اس حدیث کو ماننے سے انکار کرتے ہیں جبکہ یہ صحیح حدیث پاک ہے اور کئی سالوں تک مصنف عبدالرزاق سے نکالی دی گئی تھی، لیکن جید علمائے اسلاف نے مصنف ہی کے حوالے سے اسے بیان کیا تھا جیسا کہ الفتاوی الحدیثیۃ میں احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی السعدی الأنصاری، شہاب الدین شیخ الإسلام ابو العباس (المتوفی 974ھ) لکھتے ہیں"فقد أخرج عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبد الله الأنصاری رضی الله عنهما قال: قلت:یا رسول الله بأبی أنت وأمی أخبرنی عن أول شیء خلقه الله قبل الأشیاء ؟ قال:یا جابر إن الله خلق قبل الأشیاء نور نبیك محمد صلی الله علیه وسلم من نوره-----" ترجمہ: امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں عرض کی یارسول اللہ صلی الہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، مجھے خبر دیں کہ اللہ عزوجل نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل اشیاء کی تخلیق سے قبل اپنے نور سے تیرے نبی علیہ السلام کے نور کو پیدا کیا۔

(الفتاوی الحدیثیة،صفحه44،دار الفکر،بیروت)

مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"درحدیث صحیح وارد شده که اول ماخلق الله نوری" ترجمہ: اس پر صحیح حدیث وارد ہے کہ اللہ عزوجل نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

(مدارج النبوة،جلد2،صفحه2،مکتبه نوریه رضویه،سکھر)

حدیثِ جابر (اے جابر! اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا) نقل کرنے کے بعد دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا: ''اس حدیث سے نورِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اول الخلق ہونا بااولیت حقیقت ثابت ہوا کیونکہ جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے، ان اشیاء کا نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متأخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔'' (نشر الطیب،ص7،اسلامی کتب خانه،لاہور)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا"وبتواتر ثابت شد که آں حضرت علی سایه نداشتند وظاهر است که بجز نور همه اجسام ظل مے دارند" ترجمہ: یہ بات تواتراً ثابت کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، یہ بات ظاہر ہے کہ جو چیز نور ہو اس کا سایہ نہیں ہوتا۔ (امداد السلوك،صفحه86)

اسماعیل دہلوی لکھتا ہے: جیسے کہ روایت اول ما خلق اللہ نوری اس پر دلالت کرتی ہے۔ یک روزہ، صفحہ 11۔

وحید الزماں لکھتا ہے: "اللہ عزوجل نے سب سے پہلے نورِ محمدی کو پیدا کیا، پھر پانی، پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا، پھر قلم سے دوات، پھر عقل کو پیدا۔ پس نورِ محمدی آسمانوں، زمین اور ان میں پائی جانے والی مخلوق کے لئے مادہ اوّلیہ ہے۔"

(ہدية المہدی،صفحه56)

ثناء اللہ امرتسری نے لکھا: "ہمارے عقیدے کی تشریح یہ ہے کہ رسول خدا، خدا کے پیدا کئے ہوئے نور ہیں۔"

(فتاوٰی ثنائیه،جلد 2،صفحه 793)

کیا میلاد منانا بدعت اور فضول خرچی ہے؟

سعودی مفسر نے کئی مقامات پر جشن میلاد رسول کو بدعت اور فضول خرچی لکھا۔ ایک جگہ لکھتا ہے: "عید میلاد کے بدعت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اسلام میں صرف دو ہی عیدیں ہیں جو اسلام نے مقرر کی ہیں۔"

(سعودی تفسیر،سورة المائده،سورة5،آیت114،صفحه337)

جبکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا تذکرہ میلاد ہے۔ پوری دنیا میں مسلمان بارہ ربیع الاول کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی مناتے ہیں، گھروں اور بازاروں کو سجاتے ہیں، محفل میلاد کی محافل سجاتے ہیں جس میں نعت خوانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت بیان کی جاتی ہے۔ یہ سب بہت اچھا اور قرآنی تعلیمات کے مطابق ہے۔ قرآن پاک میں ہے﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

(سورة یونس،سورة10،آیت58)

یقیناً مسلمانوں پر رب تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل یہ ہے کہ اس نے اپنا محبوب ہمیں عطا فرمایا۔ اس نعمت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ اس نعمت پر رب کا شکر کرنا، اس کا چرچا کرنا عین اسلامی تعلیمات ہیں چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (سورة الضحی ،سورت93،آیت 11)

امام جلال الدین سیوطی اپنی کتاب الحاوی للفتاوٰی میں میلاد شریف کی اصل ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "سئل شیخ الإسلام حافظ العصر أبو الفضل ابن حجر عن عمل المولد، فأجاب بما نصه أصل عمل المولد بدعة لم تنقل عن أحد من السلف الصالح من القرون الثلاثة، ولكنها مع ذلك قد اشتملت على محاسن وضدها، فمن تحرى في عملها المحاسن وتجنب ضدها كان بدعة حسنة وإلا فلا، قال :وقد ظهر لي تخريجها على أصل ثابت وهو ما ثبت في الصحيحين من أن النبي صلى الله عليه وسلم قدم المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء ، فسألهم فقالوا :هو يوم أغرق الله فيه فرعون ونجى موسى فنحن نصومه شكرا لله تعالى ، فيستفاد منه فعل الشكر لله على ما من به في يوم معين من إسداء نعمة أو دفع نقمة، ويعاد ذلك في نظير ذلك اليوم من كل سنة" **ترجمہ: شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے میلاد شریف میں ہونے والے افعال کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اصل میں میلاد بدعت ہے کہ قرون ثلاثہ کے سلف صالحین سے منقول نہیں ہے، لیکن یہ اچھے اور ناپسندیدہ افعال پر مشتمل ہے اگر کوئی میلاد میں اچھے اعمال کرے اور غیر شرعی افعال (جیسے گانے باجے، میوزک والی نعتیں، ذکر والی نعتیں وغیرہ) سے بچے تو میلاد بدعت حسنہ ہے ورنہ نہیں۔ اور فرمایا کہ میں لئے یہ ظاہر ہوا ہے کہ میلاد کی اصل ثابت ہے اوراس کا ثابت ہونا بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دس محرم کا روزہ رکھتے ہوئے پایا تو ان سے اس کی وجہ پوچھی تو یہودیوں نے کہا کہ اس دن فرعون غرق ہوا موسیٰ علیہ السلام نے اس سے نجات پائی تو ہم اللہ عزوجل کے شکر کے طور پر اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ جس معین دن میں کوئی نعمت ملے یا کوئی مصیبت دور ہو اس دن اللہ عزوجل کا شکر کرنا درست ہے۔ اور ہر سال اس دن کو منانا اس واقعہ کی یاد تازہ کرنا ہے۔**

(الحاوی للفتاوی بحوالہ ابن حجر ،حسن المقصد فی عمل المولد ،جلد1،صفحہ229،دارالفکر ،بیروت)

پر افسوس وہابی میلاد کو بدعت اور اسراف کہتے ہیں لیکن اپنے دینی وسیاسی جلسہ کو جہاد عظیم اور اس میں لگنے والے لائٹوں اور جھنڈیوں کو صدقہ عظیم سمجھتے ہیں۔

اہل سنت پر بہتان

سعودی تفسیر میں جہاں عقائد کے حوالے سے خرافات شامل ہیں وہاں مسلمانوں کو وہابی بنانے کے لئے اہل سنت پر بہتان باندھے گئے ہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

کیا اہل سنت صالحین کو صفات الوہیت کا حامل سمجھتے ہیں؟

سعودی تفسیر میں لکھا: ''مدفون بزرگوں کو صفات الوہیت کا حامل سمجھ کر انہیں مدد کے لئے پکارتے ہیں۔''

(سعودی تفسیر،سورۃ یوسف،سورۃ12،آیت106،صفحہ674)

یہ بہتان عظیم ہے۔اہل سنت ہر گز کسی نبی یا ولی کو اللہ عزوجل کی صفات کا حامل نہیں سمجھتے۔اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے پیاروں کو تصرفات عطا فرمائے ہیں اور یہ اللہ عزوجل کی عطا کردہ قوت سے ہی مدد کر سکتے ہیں۔جاہل سے جاہل مسلمان بھی کسی نبی و ولی کو خدا کا شریک نہیں ٹھہراتا۔امام علامہ علی بن عبدالکافی سبکی اپنی کتاب مستطاب ''شفاء السقام'' شریف میں ارشادفرماتے ہیں"لیس المراد نسبة النبی صلی الله تعالیٰ علیه و سلم الی الخلق و الاستقلال بالافعال هذا لایقصده مسلم فصرف الکلام الیه و منعه من باب التلبیس فی الدین و التشویش علی عوام المؤحدین" ترجمہ: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور خالق وفاعل مستقل ہیں۔یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا،تو اس معنی پر کلام کو ڈھالنا اور حضور سے مدد مانگنے کو منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

(شفاء السقام، الباب الثامن فی التوسل والاستغاثہ الخ ،صفحہ175،مکتبہ نوریہ رضویہ ،فیصل آباد)

کیا اہل سنت حضور علیہ السلام کو بشر نہیں مانتے؟

سعودی تفسیر میں کہا گیا: ''اہل بدعت (یعنی اہل سنت) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔''

(سعودی تفسیر،سورۃ المائدہ،سورۃ5،آیت15،صفحہ292)

اہل سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کے منکر نہیں ہے۔ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت میں نور تھے اور آپ لباس بشریت میں جلوہ گر ہوئے تھے۔ایسا ممکن ہے کہ نوری ذات لباس بشریت میں آئے جیسا کہ فرشتے نوری ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں حاضر خدمت ہوتے تھے۔قوم لوط کا واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ فرشتے لڑکوں کی شکل میں آئے تھے۔قرآن پاک میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس انسانی شکل میں آئے۔

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف واحسن، وہ انسان ہیں مگر ارواح وملائکہ سے ہزار درجہ الطف، وہ خود فرماتے ہیں "لست کمثلکم" میں تم جیسا نہیں۔" رواہ الشیخان "اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔

ویروی (ایک اور حدیث پاک ہے) "لست کھیئتکم" میں تمہاری ہیئت پر نہیں۔

ویروی (اور ایک حدیث پاک مروی ہے) "ایکم مثلی" تم میں کون مجھ جیسا ہے۔

آخر علامہ خفاجی کا ارشاد نہ سنا کہ: حضور کا بشر ہونا نورِ رخشندہ ہونے کے منافی نہیں کہ اگر تو سمجھے تو وہ نور علی نور ہیں۔ پھر صرف اس خیال فاسد پر کہ ہم سب کا سایہ ہوتا ہے ان کا بھی ہوگا، ثبوتِ سایہ ماننا یا اس کی نفی میں کلام کرنا عقل وادب سے کس قدر دور پڑتا ہے۔ "الا ان محمدا بشر لا کالبشر بل ھو یاقوت بین الحجر" خبردار! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں مگر کسی بشر کی مثل نہیں، بلکہ وہ ایسے ہیں جیسے پتھروں کے درمیان یاقوت۔''

(فتاوی رضویہ، جلد30، صفحہ710، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

حضور کو عالم الغیب کہنا

سعودی مفسر نے بہتان باندھتے ہوئے کہا: ''آج کل کے اہل بدعت (یعنی اہل سنت) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرح عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ گھڑ رکھا ہے۔''

(سعودی تفسیر، سورۃ آل عمران، سورۃ3، آیت44، صفحہ144)

یہ بھی صریح بہتان ہے۔ اہل سنت کے نزدیک اللہ عزوجل کی ذات کے علاوہ کسی اور پر عالم الغیب کا اطلاق ممنوع ہے۔ غیب کی خبریں دینے والے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یوں کہا جائے "مطلع علی الغیب" یا یوں کہا جائے کہ ''اللہ عزوجل کی عطا سے عالم الغیب ہیں۔'' شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں ''علم غیب کا عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندۂ مومن کی نسبت صریح لفظ "یعلم الغیب" وارد ہے کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح للملا علی قاری بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے'' کان یعلم الغیب'' مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت جل جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اوس سے عرفا علم بالذات متبادر ہے

کشاف میں ہے" المراد به الخفی الذی لاینفذ فیه ابتداء الا علم اللطیف الخبیر ولهذا لا یجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب" اوراس سے انکار معنی لازم نہیں آتا،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب وما کان وما یکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قطعاً عزت وجلالت والے ہیں،تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز وجلیل نہ ہے نہ ہوسکتا ہے مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عزوجل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔"

کچھ آگے لکھتے ہیں:"یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطا کی تصریح کردیجائے تو محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔" (فتاوی رضویہ،جلد29،صفحہ 405،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

باقی وہابی مولوی کا اللہ عزوجل کو حاضر وناظر کرنا شرعاً غلط ہے۔اللہ عزوجل کے لئے لفظ"حاضر" کا استعمال درست نہیں۔حاضر کا مطلب ہوتا ہے جگہ میں موجود ہونا اور رب تعالیٰ جگہ سے پاک ہے۔بلکہ ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔مجمع الانہر میں ہے"من قال:نه مكانی زتو خالی نه توهج مكانی،كفر"ترجمہ:کسی نے یہ کہا کہ کوئی گوشہ یا مکان ایسا نہیں جہاں ذاتِ خدا موجود نہیں،اس نے کفر کیا۔

(مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر،کتاب السیر، باب المرتد،جلد1،صفحہ691، دار إحياء التراث العربی)

لہٰذا رب تعالیٰ کے لئے حاضر وناظر کا لفظ استعمال نہیں ہوسکتا۔رب تعالیٰ کے لئے علیم،سمیع،بصیر کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اس کے بعد یہ حقیقت خود بخود واضح ہوجاتی ہے کہ جب حاضر وناظر کے اصلی معنی سے اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا واجب ہے۔تو ان لفظوں کا اطلاق بغیر تاویل کے ذاتِ باری تعالیٰ پر کیوں کر ہوسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں حاضر وناظر کوئی نام نہیں اور قرآن وحدیث میں کسی جگہ حاضر وناظر کا لفظ ذات باری تعالیٰ کے لئے وارد نہ ہوا۔نہ سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا۔کوئی شخص قیامت تک ثابت نہیں کرسکتا کہ صحابہ کرام،تابعین یا ائمہ مجتہدین علیہم الرضوان نے کبھی اللہ تعالیٰ کے لئے حاضر وناظر کا لفظ استعمال کیا ہو۔

اوراسی لئے متاخرین کے زمانہ میں بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہنا شروع کیا تو اس دور کے علماء نے اس پر انکار کیا بلکہ بعض علماء نے اس اطلاق کو کفر قرار دے دیا۔بالآخر یہ مسئلہ(کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہنا کفر ہے یا نہیں)جمہور علماء کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ اس میں تاویل ہوسکتی ہے،اس لئے یہ اطلاق کفر نہیں اور تاویل یہ کی کہ

''حضور'' کومجازاً علم کے معنی میں لیا جائے اور ''نظر'' کے مجازی معنی رؤیت مراد لئے جائیں۔اس تاویل کے بعد جب اللہ تعالیٰ کو حاضروناظر کہا جائے گا تو یہ اطلاق علیم،بصیراور عالم من یری کے معنی میں ہوگا۔ملاحظہ فرمائیے درمختاراور شامی۔''

(مقالات کاظمی، جلد3،صفحہ155،مکتبہ ضیائیہ ،راولپنڈی)

البتہ حضور علیہ السلام کو حاضروناظر کہنا بالکل درست ہے۔حاضر کے لغوی معنی ہیں سامنے موجود ہونا اور ناظر کے معنی دیکھنے کے ہیں۔حاضروناظر کا مفہوم یہ ہے کہ جہاں تک ہماری نظر کام کرے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور جس جگہ تک ہماری دسترس ہو کہ تصرف کرلیں وہاں تک ہم حاضر ہیں۔آسمان تک نظر کام کرتی ہے وہاں تک ہم ناظر ہیں مگر حاضر نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضروناظر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے مزارِ اقدس سے تمام عالَم کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور جس جگہ چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔حاضروناظر کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں بلکہ آپ جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔حضور علیہ السلام کے حاضروناظر ہونے پر قرآن پاک کی یہ آیت دلیل ہے ﴿يَـا أَيُّهَـا الـنَّبِـيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضروناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ (سورۃ الاحزاب،سورۃ33، آیت45)

اس آیت کے تحت تفسیر روح المعانی وتفسیر جمل میں ہے " انا ارسلنك شاهدا على من بعثت اليهم تراقب احوالهم و تشاهداعمالهم و تتحمل منهم الشهادة بما صدر عنهم التصديق و التكذيب و سائر ماهم عليه من الهدى و الضلال و توديها يوم القيامة اداء مقبولا فيما لهم و ما عليهم" ترجمہ: ہم نے بھیجا آپ کو حاضروناظر (شاہد) بنا کر ان سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے احوال کی نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان سے تحملِ شہادت فرماتے ہیں یعنی ان کے گواہ بنتے ہیں ان تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئیں تصدیق اور تکذیب میں سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وہ ہیں ہدایت اور گمراہی میں سے اور آپ اس شہادت کو ادا فرمائیں گے قیامت کے دن ان تمام باتوں میں جو ان کیلئے مفید اور مضر ہونگی۔

(تفسير روح المعاني ،سورة الاحزاب ،جلد11،صفحه22،دار الكتب العلمية،بيروت)

صاحب روح البیان علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"ومعنى شهادة الرسول عليهم اطلاعه على رتبة كل متدين بدينة و حقيقة التى هو عليها من دينه و حجابه الذى هو به محجوب عن كمال دينه فهو يعرف ذنوبهم و حقيقة ايمانهم و اعمالهم و حسناتهم و سياتهم و اخلاصهم و نفاقهم و غير ذلك بنورالحق" ترجمہ:

مسلمانوں پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے یہ معنی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر دین دار کے دین کے مرتبوں پر اور وہ اپنے دین میں جس حقیقت پر ہیں اس پر اور وہ حجاب جس کے سبب دین کے کمال سے محجوب ہو گیا ہے سب پر مطلع اور خبردار ہیں۔تو وہ امت کے گناہوں، ان کے ایمان کی حقیقتوں، ان کے اعمال، ان کی نیکیوں، برائیوں اور ان کے اخلاص ونفاق، سب کو نورِ حق کے ذریعہ جانتے پہچانتے ہیں۔

(روح البیان،فی تفسیر،سورۃ البقرۃ ،سورت2،آیت 143،جلد1،صفحہ248،دار الفکر ،بیروت)

احادیث سے بھی حضور علیہ السلام کے حاضر وناظر ہونے کی تائید ہوتی ہے جیسے بخاری شریف کی حدیث پاک ہے"عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَعَى زَيْدًا، وَجَعْفَرًا، وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ، قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ، فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ، فَأُصِيبَ،ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ، وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتَّى أَخَذَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ" ترجمہ:حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید،جعفر اور ابن رواحہ کے شہید ہو جانے کی خبر (اس سے پہلے کہ میدان جنگ سے ان کی شہادت کی خبر آئے) دے دی تھی چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شہید کیا گیا، پھر علَم کو جعفر نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہوا، پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لے لیا اور وہ بھی مارا گیا۔آپ یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔پھر فرمایا اس کے بعد علَم کو اس شخص نے لیا جو خدا تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے (یعنی خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو دشمنوں پر فتح عنایت فرمائی۔

(صحیح بخاری ، کتاب المناقب ،باب مناقب خالد بن الولید رضی اللہ عنہ،جلد5،صفحہ27،دار طوق النجاۃ،مصر)

یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناظر ہونے پر دلیل ہے کہ آپ مدینے میں بیٹھے ہوئے میدان جنگ کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور کون سا صحابی شہید ہو گیا ہے، کس کے ہاتھ میں جھنڈا ہے، سب بتا رہے ہیں۔پھر ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں"دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، وَهِيَ تَبْكِي، فَقُلْتُ :مَا يُبْكِيكِ؟ قَالَتْ:رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَعْنِي فِي المَنَامِ، وَعَلَى رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ، فَقُلْتُ:مَا لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: شَهِدْتُ قَتْلَ الحُسَيْنِ آنِفًا" ترجمہ:حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئی تو وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی پر خاک تھی، میں نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابھی حسین کا قتل

دیکھ کر آیا ہوں۔ (جامع ترمذی،ابواب المناقب،باب مناقب أبی محمد الحسن--،جلد5،صفحہ657،مصطفی البابی الحلبی،مصر)

یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر ہونے پر دلیل ہے کہ آپ دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی میدان کربلا میں تشریف لے گئے۔لہٰذا ان دونوں احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر وناظر ہونا ثابت ہے۔ہم نے پہلے بھی واضح کیا تھا کہ حاضر وناظر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ موجود ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ آپ دنیا میں ہونے والے واقعات کو ملاحظہ فرمارہے ہیں اور جس جگہ جانا چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔

کیا اہل سنت قبروں کے ساتھ وہی کچھ کرتے ہیں جو مشرک بتوں کے ساتھ کرتے ہیں؟

سعودی مفسر نے کہا:''یہ نام نہاد مسلمان بھی قبروں پر قبوں کے ساتھ وہی کرتے ہیں جو پتھر کے پجاری اپنی مورتیوں کے ساتھ کرتے ہیں۔'' (سعودی تفسیر،سورۃ البقرہ،سورۃ2،آیت 51،صفحہ24)

مزید لکھا:''یہی مغالطہ آج کل کے مردہ پرس اہل بدعت کو ہے جس کی بنیاد پر وہ فوت شدگان کو مدد کے لئے پکارتے،ان کے نام کی نذر ونیاز دیتے اور ان کو اللہ کی عبادت میں شریک گردانتے ہیں۔''

((سعودی تفسیر،سورۃ المؤمنون،سورۃ23،آیت90،صفحہ957)

مسلمان ہرگز صالحین کی عبادت نہیں کرتے۔عبادت صرف اللہ عزوجل کی ہے اور تعظیم ہر اس ہستی کی کرتے ہیں جس کی تعظیم کرنے کا اللہ عزوجل اور اس کے رسول نے تعلیم دی ہے۔جس طرح والدین کی تعظیم ثواب ہے یونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ایمان ہے،صحابہ واولیائے کی تعظیم باعث نجات ہے۔وہابی چونکہ خود بے ادب ہیں اس لئے ان کو نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام واولیائے عظام کی تعظیم شرک لگتی ہے۔وہابی کے اس غلط عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے وہابی مولوی وحید الزماں نے لکھا ہے:''ہمارے بعض متاخرین نے شرک کے مسئلہ میں بہت غلو وتشدد کیا اور دائرہ اسلام کو بہت تنگ کردیا۔مکروہ وحرام امور کو بھی شرک قرار دے دیا۔اگر اس شدت سے انکا مقصد شرکِ اصغر یا ان امور کا سدِ باب مقصد ہے تو اللہ ان کو معاف کرے،وگرنہ وہ دین میں سخت غالی اور تشدد کرنے والے تھے۔اللہ عزوجل کا ارشاد ہے﴿ **لاتغلوا فی دینکم**﴾ کہ دین میں زیادتی نہ کرو۔دین میں تشدد خارجیوں کی نشانی ہے جو دین سے خارج اور عہد شکن ہیں۔''

حاشیہ میں لکھا ہے:''وہ محمد بن عبد الوہاب نجدی ہے جس نے ان امور کو شرک اکبر قرار دیا (جو شرک نہیں تھے) اور اس کی اتباع میں اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں بھی وہی کاروائی کی ہے،اس پر شیخ نجدی کے بھائی سلیمان بن عبد الوہاب

نے رد کیا۔"

(ہدیۃ المہدی، صفحہ 26)

باب سوئم: سعودیہ میں ہونے والے غیر شرعی افعال کی نشاندھی

عقیدت ومحبت کی پٹی کو اتار کر قارئین سعودیہ میں ہونے والے چند غیر شرعی افعال کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔ ویسے تو سعودیہ سمیت کثیر عربیوں کا عجمیوں پر ہونے والا ظلم ہی ان کی اصلیت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ کیسے یہ روزگار کے تلاش میں آئے ہوئے پردیسیوں پر ظلم وستم کرتے ہیں، ان کے پیسے دباتے اور ان کے کاروبار چھین لیتے ہیں۔ کس طرح عربی کفیل لوگوں کے پورے کاروبار پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ سعودی قوانین سارے کے سارے عجمیوں پر لگائے جاتے ہیں۔

لیکن چونکہ یہ کتاب سعودی نجدی وہابیوں کے عقائد ونظریات کی تردید میں ہے اس لئے اس کتاب میں صرف انہی کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ یہاں غیر شرعی افعال کی نشاندہی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قارئین کو یہ آگاہی دینا مقصود ہے کہ ان وہابیوں کا مقصد حج وعمرہ کے لیے آئے لوگوں کو وہابی بنانا ہے، اس کے علاوہ نہ تو ان کو یہ پرواہ ہے کہ لوگوں کا حج وعمرہ صحیح ہوتا ہے یا نہیں اور نہ ہی یہ کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں کو شرک شرک کے علاوہ یہ بتادیں کہ حج وعمرہ کے فرائض وواجبات کیا ہیں، کن صورتوں میں دم لازم ہوگا، گزرنے والے لوگوں کا ان کو تعویذ نظر آجائے گا اور فوراً اس تعویذ کو کھینچ کر توڑ دیں گے لیکن یہ نظر نہیں آئے گا کہ کوئی نمازی کے آگے سے گزر رہا ہے جبکہ نمازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے۔ ذیل میں چندہ غیر شرعی افعال کی نشاندہی کی جاتی ہے:

حج وعمرہ کے مسائل سے آگاہی نہ دینا

حج وعمرہ کرنے والا فرائض چھوڑے یا واجبات ان سعودی وہابیوں کو ان سے کوئی غرض نہیں ان کو غرض ہے تو صرف لوگوں میں زبردستی وہابی عقائد گھسانے کی۔ حج کے متعلق کوئی مستند کتاب نہیں دیں گے اگر دیں گے تو وہ کتب جس میں لکھا ہوگا کہ فلاں جگہ زیارت کو جانا شرک ہے فلاں جگہ کو چومنا شرک ہے، روضہ رسول کی زیارت کی نیت سے سفر حرام شرک ہے، روضہ رسول کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا شرک ہے وغیرہ۔ حج کے لئے آئے ہوئے زائرین کو جدہ ائیر پورت پر جو سرکاری کتابچہ دیا جاتا ہے اس میں انتہائی مختصر انداز میں حج کا طریقہ ہے اور اس میں بھی وہی شرک وبدعت کے خودساختہ فتوے شامل کئے ہیں کہ فلاں بات شرک ہے فلاں حرام وناجائز ہے۔ مسجد حرم اور مسجد نبوی میں کسی اور کو لٹریچر تقسیم کرنے کی اجازت نہیں۔ وہاں اگر لٹریچر تقسیم ہوتا ہے تو وہ صرف وہابی عقائد ونظریات کا ہوتا ہے۔ زائرین کو وہابی بنانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے اور جب وہ اپنے ملک واپس جانے لگے تو جدہ ائیر پورٹ پر مزید ان کے عقائد خراب کرنے کے لئے ایک سعودی تفسیر بھی دی جاتی ہے۔

اتصالِ صفوف نہ ہونا

مکہ و مدینہ جیسے عظیم شہروں میں یہ غیرشرعی حرکت بہت دیکھنے کوملتی ہے کہ صف بندی کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا اور نہ سعودی گورنمنٹ اس کی طرف توجہ کرتی ہے، زبردستی سب کونماز کے لئے تو بھیج دیتی ہے لیکن اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ صحیح طریقہ سے نمازادا کرنا بھی بتلادیں۔لوگ مسجدحرام اورمسجدنبوی سے دوراپنی صفیں بنا کرنمازادا کررہے ہوتے ہیں۔کئی تواپنے ہوٹلوں پر ہی امام کعبہ یاامام مسجدنبوی کی اقتدامیں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔شرعی طور پراس طرح اپنے ہوٹلوں میں ہی امام مسجد کی اقتداء میں نماز پڑھنا، یونہی درمیان میں راستے چھوڑ کر پیچھے صفیں قائم کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس سے نمازادا ہوگی۔

کتب فقہ میں صراحت ہے کہ مسجد کے باہر اگر صفیں ہوں تو اگر درمیان میں راستہ یا دوصفوں جتنی جگہ چھوڑ کر پیچھے صف بندی کی جائے گی تو نماز نہ ہوگی۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں علاء الدین ابوبکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی (المتوفی 587ھ) لکھتے ہیں”وَلَوْ اقْتَدَى خَارِجَ الْمَسْجِدِ بِإِمَامٍ فِي الْمَسْجِدِ:إنْ كَانَتْ الصُّفُوفُ مُتَّصِلَةً جَازَ، وَإِلَّا فَلَا؛ لِأَنَّ ذَلِكَ الْمَوْضِعَ بِحُكْمِ اتِّصَالِ الصُّفُوفِ يَلْتَحِقُ بِالْمَسْجِدِ هَذَا إذَا كَانَ الْإِمَامُ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ، فَأَمَّا إذَا كَانَ يُصَلِّي فِي الصَّحْرَاءِ:فَإِنْ كَانَتْ الْفُرْجَةُ الَّتِي بَيْنَ الْإِمَامِ وَالْقَوْمِ قَدْرَ الصَّفَّيْنِ فَصَاعِدًا لَا يَجُوزُ اقْتِدَاؤُهُمْ بِهِ“ ترجمہ:اگرخارج مسجد میں امام کی اقتدا کی تو اگر صفیں متصل ہوں تو اقتدا جائز ہے ورنہ جائز نہیں،اس لیے کہ صفوں کے متصل ہونے کی وجہ سے یہ جگہ مسجد کے ساتھ ملحق ہوگئی۔ یہ اس صورت میں ہے جب امام مسجد میں نماز پڑھائے۔اگرصحرا میں نماز پڑھائے پھراگرامام اورمقتدیوں کے درمیان دوصفوں یااس سے زیادہ کا وقفہ ہوتوامام کی اقتدا جائز نہ ہوگی۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،کتاب الصلوٰۃ،فصل واجبات الصلوٰۃ،جلد1،صفحہ146، دار الکتب العلمیۃ،بیروت)

فقہ حنفی کی طرح فقہ حنبلی میں بھی صفوں کا اتصال ضروری ہے۔یہاں حنبلی فقہ کا حوالہ اس وجہ سے دیا جارہا ہے کہ سعودی خود کو حنبلی کہتے ہیں لیکن عقائد کی طرح فقہ میں بھی حنبلیوں کے نقش قدم پر نہیں ہیں۔شرح الزرکشی شمس الدین محمد بن عبداللہ الزرکشی المصری الحنبلی (المتوفی 772ھ) لکھتے ہیں”إن كان بينهما طريق فيشترط لصحة الاقتداء اتصال الصفوف على المذهب .لما يروى عن عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ،أنه قال:من صلى وبينه وبين الإمام نهر،أو جدار،أو طريق فلا يصلى مع الإمام“ ترجمہ:اگرامام اورمقتدیوں کے درمیان راستہ ہوتو صحت اقتدا کے لئے شرط ہے کہ اتصالِ صفوف ہومذہب کے مطابق کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جواس طرح نماز پڑھے کہ امام اورمقتدیوں کے درمیان نہر یادیوار یا

راستہ ہو تو اس کی نماز امام کے ساتھ نہ ہوگی۔

(شرح الزرکشی، کتاب الصلوٰۃ، موقف المأموم من الإمام، جلد2، صفحہ 102، دار العبیکان)

اسی طرح الإنصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف میں علاء الدین أبو الحسن علی بن سلیمان الحنبلی (المتوفی 885ھ) لکھتے ہیں "لَوْ كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ نَهْرٌ قَالَ جَمَاعَةٌ مِنْ الْأَصْحَابِ: مَعَ الْقُرْبِ الصَّحِيحِ، وَكَانَ النَّهْرُ تَجْرِي فِيهِ السُّفُنُ، أَوْ طَرِيقٌ، وَلَمْ تَتَّصِلْ فِيهِ الصُّفُوفُ، إنْ صَحَّتْ الصَّلَاةُ فِيهِ لَمْ تَصِحَّ الصَّلَاةُ عَلَى الصَّحِيحِ مِنْ الْمَذْهَبِ، وَعِنْدَ أَكْثَرِ الْأَصْحَابِ قَالَ فِي الْفُرُوعِ: اخْتَارَهُ الْأَكْثَرُ قَالَ الْمُصَنِّفُ وَالشَّارِحُ: اخْتَارَ الْأَصْحَابُ عَدَمَ الصِّحَّةِ، وَكَذَا قَالَ فِي النُّكَتِ وَالْحَوَاشِي وَقَطَعَ بِهِ أَبُو الْمَعَالِي فِي النِّهَايَةِ وَغَيْرِهِ وَقَدَّمَهُ فِي الْفُرُوعِ وَغَيْرِهِ قَالَ الزَّرْكَشِيُّ: أَمَّا إنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيقٌ فَيُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ الِاقْتِدَاءِ اتِّصَالُ الصُّفُوفِ عَلَى الْمَذْهَبِ، وَعَنْهُ يَصِحُّ الِاقْتِدَاءُ بِهِ. اخْتَارَهُ الْمُصَنِّفُ وَغَيْرُهُ، وَإِلَيْهِ مَيْلُ الشَّارِحِ قَالَ الْمَجْدُ: هُوَ الْقِيَاسُ، لَكِنَّهُ تُرِكَ لِلْآثَارِ وَصَحَّحَهُ النَّاظِمُ وَقَدَّمَهُ ابْنُ تَمِيمٍ"

(الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف، کتاب الصلوٰۃ، باب صلاة الجماعة، جلد2، صفحہ293، دار إحياء التراث العربی)

الشرح الممتع علی زاد المستقنع میں وہابیوں کا مولوی محمد بن صالح بن محمد العثیمین (المتوفی 1421ھ) لکھتا ہے "فالصَّوابُ في هذه المسألة: أنَّه لا بُدَّ في اقتداءِ مَن كان خارجَ المسجدِ مِن اتِّصالِ الصُّفوفِ، فإنْ لم تكن متَّصِلة فإنَّ الصَّلاة لا تَصِحُّ مثال ذلك: يوجد حولَ الحَرَمِ عَماراتٌ، فيها شُقق يُصلِّي فيها الناسُ" ترجمہ: صحیح اس مسئلہ میں یہ ہے کہ خارج مسجد میں اقتداء کے لیے صفوں کا اتصال ضروری ہے۔ اگر صفیں متصل نہ ہوں تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ اس کی مثال وہ ہے جو حرم شریف کے گرد عمارات میں پائی جاتی ہے کہ لوگ بغیر اتصال کے نمازیں پڑھتے ہیں۔

(الشرح الممتع علی زاد المستقنع، کتاب الطهارة، وإن لم يره ولا من وراءه إذا سمع التكبير، وكذا خارجه إن رأى الإمام أو المأمومين، جلد4، صفحہ297، دار ابن الجوزی)

یہ وہابی مولوی صاحب نے واضح طور پر کہا کہ حرم شریف میں لوگ بغیر صفیں متصل کیے اپنی نمازیں خراب کرتے ہیں اس کے باوجود راقم نے حرمین شریفین میں کوئی ایک پمفلٹ یا پوسٹر نہیں دیکھا جس پر یہ مسئلہ لکھا ہوا اور لوگوں کو ذہن دیا ہو کہ نماز کے دوران صفوں کا اتصال کیا کریں۔

نمازیوں کے آگے سے گزرنا

مسجد نبوی میں اگر کوئی گنبد خضراء کی طرف منہ کر کے بیٹھے یا دعا مانگے وہابی فوراً اس کو پکڑ لیتے ہیں لیکن کوئی نمازی کے آگے سے گزر رہا ہو اسے کچھ بھی نہیں کہتے اور نہ ہی لٹریچر کے ذریعے یا اپنے بیانات کے ذریعے لوگوں کو منع کرتے ہیں کہ نمازیوں کے آگے سے نہ گزرا جائے۔ یونہی مسجد حرام اور صفا و مروہ میں نمازیوں کے آگے سے بے دھڑک ہو کر گزرا جاتا ہے۔

نمازی کے آگے سے گزرنا جائز نہیں چاہے جتنا بھی ضروری کام ہو کیونکہ احادیث مبارکہ میں ایسے شخص کے بارے میں سخت وعیدیں وارد ہیں چنانچہ سنن ابن ماجہ کی حدیث پاک میں ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُكُمْ مَا لَهُ فِي أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْ أَخِيهِ، مُعْتَرِضًا فِي الصَّلَاةِ، كَانَ لَأَنْ يُقِيمَ مِائَةَ عَامٍ، خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْخَطْوَةِ الَّتِي خَطَاهَا" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی جانتا کہ اپنے بھائی کی نماز میں اس کے آگے سے گزرنے میں کیا (گناہ) ہے تو سو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم چلنے سے بہتر سمجھتا۔

(سنن ابن ماجه كتاب الصلوٰة باب المرور بين يدى المصلى، جلد 1، صفحه 304، حديث 946، دار إحياء الكتب العربية -فيصل عيسى البابى، الحلبى)

موطا امام مالک میں ہے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي، مَاذَا عَلَيْهِ، لَكَانَ أَنْ يُخْسَفَ بِهِ، خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ" ترجمہ: نمازی کے آگے سے گزرنے والا اگر جانتا کہ اس میں کتنا گناہ ہے تو زمین میں دھنس جانے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔

(موطأ الإمام مالك، وقوت الصلوٰة، التشديد فى المرور بين يدى المصلى، جلد 1، صفحه 160، حديث 410، مؤسسة الرسالة، بيروت)

تین صفوں کے بعد بھی نمازی کے آگے سے نہیں گزر سکتے البتہ اگر کوئی بہت بڑی مسجد یا میدان میں نماز پڑھ رہا ہو تو موضعِ سجود کے بعد سے اس کے آگے سے گزر سکتے ہیں۔ موضعِ سجود سے مراد یہ ہے کہ نمازی سجدہ کی جگہ دیکھے تو جتنی دور تک اس کی نظر پھیلے وہ موضعِ سجود ہے۔ اور اگر کوئی چھوٹی مسجد یا مکان میں نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے آگے سترہ بھی نہ ہو تو دیوارِ قبلہ تک اس کے آگے سے نہیں گزر سکتے۔ مسجد نبوی اور مسجد حرام کو مسجد کبیر میں شامل کر کے دو صفیں چھوڑ کر آگے سے گزرنے کی اجازت دی ہے یونہی دوران طواف نمازی کے آگے سے گزرنے کی اجازت دی ہے اس کے علاوہ نمازی کے آگے سے گزرنے کو ناجائز کہا ہے۔ جبکہ حرمین شریفین اور اس کے علاوہ دیگر بڑی مساجد میں نمازی کے عین آگے سے سجدے کی جگہ سے بے دھڑک گزر رہے ہوتے ہیں۔

اس عمل کے ناجائز ہونے پر اہل سنت کی طرح وہابی بھی متفق ہیں لیکن وہابی صرف فتویٰ کے حد تک ہیں عملا لوگوں کو نہ اس سے منع کرتے ہیں اور نہ ہی مسجد کے کسی حصے پر یہ کتبہ لکھ کر لگایا ہے کہ نمازیوں کے آگے سے نہ گزرا جائے۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے"وان كان يصلي في بيت او مسجدصغير،فإنه يحرم المرور من موضع قدميه إلى حائط القبلة لأنه كبقعةواحدة،إن لم يكن له سترة" ترجمہ:اور اگر گھر یا مسجد صغیر میں نماز پڑھ رہا ہو تو سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے قدموں کی جگہ سے لیکر دیوار قبلہ تک گزرنا حرام ہے اس لئے کہ یہ ایک ہی خطہ ارض ہے۔

(الفقه الإسلامی وأدلته،جلد2،صفحه127،دار الفكر،سوريَّة،دمشق)

المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی میں ہے"وإن لم يكن بينهما حائل ان كان المسجدصغيراً يكره في اى موضع يمر" ترجمہ:اور اگر ان دونوں کے درمیان سترہ نہ ہو تو مسجد صغیر میں نمازی کے آگے سے کسی بھی جگہ سے گزرنا مکروہ (تحریمی) ہے۔ (المحيط البرہانی فی الفقه النعمانی ،كتاب الصلوٰة،جلد1،صفحه 431،دار الكتب العلمية، بيروت)

فتاوی عالمگیری میں ہے"وَلَوْ مَرَّ مَارٌّ فِي مَوْضِعِ سُجُودِهِ لَا تَفْسُدُ وَإِنْ أَثِمَ"ترجمہ:اگر کوئی (نمازی کے آگے سے) گزرنے والا نمازی کے موضعِ سجود میں سے گزرا تو اس (نمازی) کی نماز فاسد نہ ہوگی ،اگرچہ (گزرنے والا) گنہگار ہوگا۔

(فتاوى عالمگیری،كتاب الصلوٰة،الباب السابع،الفصل الاول،جلد1،صفحه104،دارالفكر،بيروت)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:''نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوارِ قبلہ تک نکلنا جائز نہیں، جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو، اور صحراء یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضعِ سجود تک نکلنے کی اجازت نہیں، اس سے باہر نکل سکتا ہے، موضعِ سجود کے یہ معنی ہیں کہ آدمی جب قیام میں اہلِ خشوع وخضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر جمائے یعنی جہاں سجدے میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جمائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع میں ہے اس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اس سے باہر جائز۔'' (فتاوی رضویه،جلد7،صفحه254,255، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:''میدان اور بڑی مسجد میں مصلّی (یعنی نمازی) کے قدم سے موضعِ سجود تک گزرنا ناجائز ہے، موضعِ سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے تو جتنی دور تک نگاہ پھیلے وہ موضعِ سجود ہے، اس کے درمیان سے گزرنا ناجائز ہے، مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوارِ قبلہ تک کہیں سے گزرنا جائز نہیں، اگر سترہ نہ ہو۔'' (بہارِ شریعت،حصہ 3،صفحہ183، مكتبة المدينه ،كراچی)

نمازی کے آگے سے گزرنے پر وہابیوں کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو:

مسجد حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا

شروع ازعبدالوحیدساجد بتاریخ 05 June 2012 01:15 PM

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جب کوئی شخص مسجد حرام میں نماز ادا کررہا ہو، نماز فرض ہو یا نفل اور نماز ادا کرنے والا مقتدی ہو یا منفرد، اس کے آگے سے گزرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته!

الحمدللہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

مسجد حرام یا کسی بھی دوسری مسجد میں مقتدی کے آگے سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں (کیونکہ امام ان کے لیے سترہ ہے) اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو کسی دیوار کی اوٹ کے بغیر نماز پڑھا رہے تھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ گدھے پر سوار صف کے آگے سے گزر گئے اور کسی نے انہیں منع نہ کیا۔ صحیح البخاری، العلم، باب متی یصح سماع الصغیر، حدیث۔

نمازی اگر امام یا منفرد (یعنی اکیلے نماز پڑھ رہا) ہو تو اس کے آگے سے گزرنا جائز نہیں، نہ مسجد حرام میں اور نہ کسی دوسری جگہ، کیونکہ دلائل کے عموم کا یہی تقاضا ہے اور ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مکہ یا مسجد حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنے میں کوئی نقصان نہیں یا اس سے گزرنے والا گناہ گار نہیں ہوتا۔

وباللہ التوفیق

فتاویٰ ارکان: اسلام نماز کے مسائل (محدث فتویٰ)

خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں بے ادبیاں کرنا

حرمین شریفین کی زیارت کرنے والا ایک باادب مسلمان یہ ضرور ملاحظہ کرتا ہے کہ وہ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی جس کی تعظیم ہم مسلمان اس حد تک کرتے ہیں کہ اپنے گھروں، دوکانوں میں ان کی تصاویر لگاتے ہیں، ان سے بے حد عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، اسی کعبہ اور گنبد خضرا کے ساتھ یہ سعودی جو بے ادبیاں کرتے ہیں وہ دیکھ کر عاشقوں کے دل جلتے ہیں۔ خانہ کعبہ میں جوتا پہن کر دیوار کعبہ کے ساتھ ٹیک لگائے پولیس والے کی تصویر انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ مسجد نبوی میں جہاں آواز اونچا کرنے کی ممانعت ہے وہاں لوگوں کو مشرک مشرک کہہ کر آوازیں بلند کی جارہی ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کو دھکے دیئے جارہے ہوتے ہیں ذلیل کیا جارہا ہوتا ہے۔ خانہ کعبہ کی طرف پاؤں کر کے لیٹنے والوں کو منع نہیں کیا جاتا بلکہ ایک مرتبہ ایک عاشق مسلمان نے سونے والوں کو منع کیا تو وہابیوں نے الٹا اسے ڈانٹا۔

حج وعمرہ کرنے والے زائرین کو جو حکومت کی طرف سے کھانے پینے کے ڈبے دیے جاتے ہیں ان پر کعبہ معظّمہ کی تصویر بنی ہوتی ہے، لوگ کھا پی کر وہ ڈبے پھینک دیتے ہیں اور پھر وہ ڈبے لوگوں کے پاؤں میں آرہے ہوتے ہیں۔

قرآن پاک کی بے ادبی

پوری دنیا کے مسلمان قرآن پاک کا بے حد ادب کرتے ہیں، اس کی طرف پیٹھ کرنے سے بچتے ہیں، اسے پڑھنے سے پہلے چومتے ہیں۔ قرآن زمین پر رکھنے کو انتہائی بے ادبی سمجھتے ہیں۔ وہابیوں نے ایک بغیر وضو قرآن چھونے کو جائز کہا تو دوسرا قرآن کی بے ادبیاں کرنے کو بھی جائز رکھا جیسے قرآن کو زمین پر رکھنا، پاؤں کے اوپر رکھنا، جوتیوں کے ساتھ رکھنا، قرآن پاک کی الماری چھوٹی اور جوتے رکھنے الماریاں بڑی ہونا سعودیہ میں بکثرت دیکھا جاتا ہے۔ کتب فقہ میں صراحت ہے کہ قرآن پاک کی بے ادبی بعض صورتوں میں انسان کو کافر بنا دیتی ہے۔ الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں ہے"إِذَا أَهَانَ الْـمُسْلِـمُ مُـصْحَفًا مُتَعَمِّدًا مُخْتَارًا يَكُونُ مُرْتَدًّا وَيُقَامُ عَلَيْهِ حَدُّ الرِّدَّةِ .وَقَدِ اتَّفَقَ الْفُقَهَاءُ عَلَى ذَلِكَ ، فَمِنْ صُوَرِ ذَلِكَ مَا قَال الْحَنَفِيَّةُ :لَوْ وَطِءَ بِـرِجْـلِهِ الْمُصْحَفَ اسْتِخْفَافًا وَإِهَانَةً يَكُونُ كَافِرًا ، وَكَذَا مَنْ أَمَرَ بِوَطْئِهِ يَكُونُ كَافِرًا وَلَوْ أَلْقَى مُصْحَفًا فِي قَاذُورَةٍ مُتَعَمِّدًا قَاصِدًا الْإِهَانَةَ فَقَدِ ارْتَدَّ عِنْدَ الْجَمِيعِ ، قَال الشَّافِعِيَّةُ :وَكَذَا لَوْ مَسَّهُ بِالْقَاذُورَةِ وَلَوْ كَانَتْ طَاهِرَةً كَالْبُصَاقِ وَالْـمُخَاطِ .فَـإِنْ كَـانَ ذَلِكَ عَـنْ سَهْـوٍ أَوْ غَفْلَةٍ أَوْ فِي نَوْمٍ لَمْ يَكْفُرْ .وَكَـذَا إِنْ كَـانَ مُـكْـرَهًا أَوْ مُضْطَرًّا فَفَعَلَهُ لَا يَـكْـفُرُ" ترجمہ: اس پر تمام فقہائے کرام متفق ہیں کہ اگر کسی مسلمان نے قصدا بالاختیار قرآن پاک کی توہین کی تو وہ مرتد ہے اس پر

ارتداد کی حد قائم کی جائے گی۔ گستاخی کی صورتوں میں سے ایک وہ ہے جو حنفیہ نے کہا کہ اگر کسی نے قرآن پاک کو اپنے پاؤں سے استخفافا اور اہانت کے طور پر روندا وہ کافر ہو گیا۔ اسی طرح کسی نے دوسرے کو پاؤں سے روندنے کا کہا وہ بھی کافر ہو گیا۔ اگر کسی نے قرآن کو قصدا بطور اہانت گندی جگہ پر پھینکا تو وہ سب کے نزدیک مرتد ہو گیا۔ شافعیہ نے کہا کہ اگر کسی نے گندگی کے ساتھ قرآن کو چھوا اگرچہ وہ گندی چیز پاک ہو جیسی تھوک اور بلغم تو وہ کافر ہو گیا۔ اگر کسی نے یہ غلطی سے یا غفلت میں یا نیند میں کیا تو کفر نہیں یونہی اگر کسی نے زبردستی کروایا یا وہ مضطر ہو تو کفر نہیں۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية، جلد38، صفحه21، دار الصفوة ، مصر)

قبلہ اور قرآن کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے۔ المحیط البرہانی میں ابو المعالی برہان الدین محمود بن احمد البخاری الحنفی (المتوفی 616ھ) لکھتے ہیں" ويكره مد الرجلين إلى القبلة في النوم وغيره عمداً، وكذلك يكره مد الرجلين إلى المصحف، وإلى كتب الفقه لما فيه من ترك تعظيم جهة القبلة، وكلام الله تعالى، ومعاني كلام الله تعالى" ترجمہ: نیند میں یا علاوہ نیند کے قصدا قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے۔ اسی طرح قرآن پاک اور کتب فقہ کی طرف پاؤں کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں جہت قبلہ، اللہ عزوجل کے کلام اور معانی کلام اللہ کی تعظیم ترک کرنا ہے۔

(المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الخامس في المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه شيء من القرآن، نحو الدراهم والقرطاس، أو كتب فيه ذكر الله تعالى، جلد5، صفحه321، دار الكتب العلمية، بيروت)

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح میں احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی (المتوفی 1231ھ) لکھتے ہیں" وفي الخلاصة مد الرجلين إلى جانب المصحف إذا لم يكن بحذائه لا يكره "ترجمہ: خلاصہ میں ہے کہ قرآن کی جانب پاؤں پھیلانا جبکہ اس کے برابر میں نہ ہو تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ (مفہوم مخالف یہ نکلا کہ اگر پاؤں قرآن کی سیدھ میں ہو تو مکروہ ہے۔)

(حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الطهارة، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، صفحه 148، دار الكتب العلمية بيروت)

سعودی مولوی خود کو حنبلی مقلد کہتے ہیں اور حنبلی فقہ میں بھی قرآن پاک کا ادب کرنے کا کہا ہے اور قرآن کی طرف پاؤں پھیلانے، اسے زمین پر رکھنے کو مکروہ و بے ادبی کہا ہے۔ الإقناع فی فقہ الإمام أحمد بن حنبل میں موسی بن احمد بن موسی الحنبلی (المتوفی 968ھ) اور کشاف القناع عن متن الإقناع میں منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدریس البہوتی الحنبلی (المتوفی 1051ھ) لکھتے ہیں"(وَيُكْرَهُ مَدُّ الرِّجْلَيْنِ إلَى جِهَتِهِ--- وَرَمْيِهِ إلَى الْأَرْضِ بِلَا وَضْعٍ وَلَا

حَاجَة۔۔۔ قُلْت وَ كَذَا كُتُبُ عِلْمٍ فِيهَا قُرْآنٌ"،ترجمہ:قرآن پاک کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے۔زمین پر بغیر حاجت رکھنا جہاں رکھنے کی اجازت نہیں مکروہ ہے۔میں کہتا ہوں اسی طرح وہ کتب جن میں قرآن ہو ان کا بھی یہی حکم ہے۔

(كشاف القناع عن متن الإقناع،كتاب الطهارة،فصل أحدث حدثا أكبر أو أصغر،جلد1،صفحه136، دار الكتب العلمية،بيروت)

صفاومروہ کی حدود میں اضافہ

صفاومروہ کی حدود جس کو مسعیٰ کہا جاتا ہے ایک مخصوص حد ہے جس کا ذکر صدیوں سے کتابوں میں مذکور ہے۔جو چوڑائی کتابوں میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسعیٰ کا عرض ذراع عامہ سے ساڑھے سولہ میٹر اور ذراع ہاشمی سے تقریبا22 میٹر ہے۔یعنی مسعیٰ کا عرض تقریبا16 سے 22 میٹر تک ہوسکتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔فقہائے کرام نے صراحت کی کہ صفاومروہ کی مقررہ حد سے زیادتی جائز نہیں ہے لیکن وہابیوں نے اس صفاومروہ کی حد میں زیادتی کی۔اب جدید مسعیٰ کل 40 میٹر ہے جو اصل مسعیٰ کی حد سے باہر ہے۔یہ زیادتی مشرق کی جانب سے ہوئی ہے جہاں اس وقت صفا بنا ہوا ہے۔ (ماخوذ از ،ماہنامہ اشرفیہ،مبار کپور)

وہابیوں نے لوگوں کی تعداد کی زیادتی کے سبب یہ عمل کیا ہے جبکہ ضروری نہ تھا کہ وہ صفاومروہ کی حدود جو صدیوں سے مقرر ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمیت صحابہ اسی حدود میں سعی کرتے رہے ہیں اب ایسی جگہ کو سعی میں شامل کرلیا جائے جس کی فقہاء نے اجازت ہی نہیں دی۔اگر لوگوں کی تعداد میں زیادتی کے سبب حاجت ہی تھی تو اس کے مزید منزلیں بنالی جاتیں چوڑائی میں اضافہ نہ کیا جاتا۔

مستند کتب میں مسعیٰ کا عرض موجود ہے چنانچہ أخبار مكة وما جاء فيها من الأثار میں ابو الولید محمد بن عبد اللہ الأزرقی (المتوفی 250ھ) اور شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام میں محمد بن احمد بن علی المکی الحسنی الفاسی (المتوفی 832ھ) اور البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں زین الدین بن إبراہیم بن محمد ابن نجیم المصری (المتوفی 970ھ) لکھتے ہیں"وَذَرْعُ مَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعُمِائَة۔۔۔وَذَرْعُ مَا بَيْنَ الْعَلَم الَّذِي عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ إِلَى الْعَلَمِ الَّذِي بِحِذَائِهِ عَلَى بَابِ دَارِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَهُمَا عَرْضُ الْمَسْعَى خَمْسَةٌ وَثَلَاثُونَ ذِرَاعًا وَنِصْفٌ" ترجمہ:صفا اور مروہ کے درمیان جگہ سات سو ذراع ہے،مسجد کے دروازے جہاں جھنڈا لگا ہے اور عباس بن عبد المطلب کے دروازے جہاں جھنڈا لگا ہے اس کے درمیان مسعیٰ کا عرض ساڑھے پینتیس ذراع ہے۔

(أخبار مكة،ذكر ذرع ما بين الركن الأسود إلى الصفا وذرع ما بين الصفا والمروة ،جلد2،صفحه119، دار الأندلس ،بيروت)

صفاومروہ دونوں پہاڑوں کی چوڑائی کتب میں مذکور ہے جس کے درمیان سعی کرنا ہوتی ہے۔ان دونوں پہاڑوں کی

چوڑائی بھی 16 سے 22 میٹر ہے۔عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ابو محمد محمود بن احمد بن موسی بدر الدین العینی (المتوفی855ھ) اورشفاء الغرام بأخبار البلد الحرام میں محمد بن احمد بن علی المکی الحسنی الفاسی (المتوفی832ھ) اورتہذیب الأسماء واللغات میں ابوزکریا محیی الدین یحیی بن شرف النووی (المتوفی676ھ) فرماتے ہیں"الصفا:هو مبدأ السعي مقصور، وهو مكان مرتفع عند باب المسجد الحرام، وهو أنف من جبل أبي قبيس، وهو الآن إحدى عشرة درجة فوقها أزج كإيوان، وعرض فتحة هذا الأزج نحو خمسين قدمًا، وأما المروة فلاطئة جدا، وهي ممن أنف جبل قيقعان وهي درجتان، وعليها أيضًا أزج كإيوان، وعرض ما تحت الأزج نحو أربعين قدمًا، فمن وقف عليها كان محاذيًا للركن العراقي، وتمنعه العمارة من رؤيته، وقولهم :إذا نزل من الصفا سعى حتى يكون بينه وبين الميل الأخضر المعلق بفناء المسجد نحو ست أذرع، فيسعى سعيا شديدًا حتى يحاذي الميلين الأخضرين اللذين بفناء المسجد، وحذاء دار العباس ثم يمشي حتى يصعد المروة."یعنی سعی کی ابتداء مسجد حرام کے دروازے کے پاس بلند مقام ہے وہ اس وقت جبل ابی قبیس سے ہے۔اب اس کے گیارہ درجے ہیں۔سب سے اوپر کا درجہ ازج ہے جیسے ایوان اورعرض جو ازج کے نیچے ہے تقریبا چالیس قدم ہے۔جو اس جگہ کھڑا ہوتا ہے وہ رکن عراقی کے محاذی ہوگا اور عمارت کو دیکھنا منع ہے۔ان کا قول ہے کہ جب صفا سے نیچے آئے یہاں تک کہ اس کے اورمیل احضر کے درمیان فنائے مسجد جیسے چھ ذراع تو تیز دوڑے یہاں تک کہ میلین اخضرین جو فنائے مسجد کے ساتھ اورعباس کے گھر کے سامنے ہو تو پھر چلنا شروع ہو جائے یہاں تک کہ مروہ پر چڑھ جائے۔

(تهذيب الأسماء واللغات،حرف الصاد،فصل في أسماء المواضع،جلد3،صفحه 181، دار الكتب العلمية، بيروت)

امام نووی کے حساب سے صفا کا عرض 15 میٹر40 سینٹی میٹر ہوتا ہے ۔یعنی تقریبا16 میٹر اور مروہ کا عرض بھی تقریبا اتنا ہی ہے۔جو صفا مروہ کا عرض ہے وہی مسعیٰ کا عرض بنے گا کیونکہ مسعی صفا اورمروہ کے درمیان جگہ کا نام ہے۔

پہلے ادوار میں بھی مسعی میں توسیع ہوتی رہی ہے لیکن وہ حد کے اندر ہی ہوتی تھی۔وہ توسیع یوں ہوتی تھی کہ مسعی کے درمیان جو گھر اوردوکانیں ہوتی تھیں اس کو ختم کر دیا جاتا تھا۔

الکافی فی فقہ الإمام أحمد میں ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ الحنبلی (المتوفی620ھ)،کتاب الفروع ومعہ تصحیح الفروع لعلاء الدین علی بن سلیمان المرداوی میں محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج الحنبلی (المتوفی763ھ)،دقائق أولی النہی لشرح المنتہی المعروف بشرح منتہی الإرادات میں منصور بن یونس بن صلاح الدین البہوتی الحنبلی

(المتوفی1051ھ)،کشف المخدرات والریاض المزہرات لشرح أخصر المختصرات میں عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن احمد البعلی الخلوتی الحنبلی (المتوفی1192ھ)،مطالب أولی النہی فی شرح غایۃ المنتہی میں مصطفیٰ بن سعد بن عبدہ السیوطی الحنبلی (المتوفی1243ھ)اورالمبدع فی شرح المقنع میں إبراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن محمد ابن مفلح حنبلی(المتوفی 884ھ) لکھتے ہیں"وَيَجِبُ اسْتِيعَابُ مَا بَيْنَهُمَا فَيُلْصِقُ عَقِبَهُ بِأَصْلِهِمَا، فَلَوْ تَرَكَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، وَلَوْ ذِرَاعًا لَمْ يُجْزِئْهُ حَتَّى يَأْتِيَ بِـــــــهِ" ترجمہ:واجب ہے پورا کرے جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے پس اس کے پیچھے والے کو اس کی اصل کے ساتھ ملا دے(یعنی صفا اورمروہ کے آخر تک سعی کرے)۔اگراس میں سے ایک ذراع بھی چھوڑ دیا تو کفایت نہ کرے گا جب تک واپس اتنا ادا نہ کرلیا جائے۔

(المبدع فی شرح المقنع،کتاب المناسك،السعی بین الصفا والمروۃ،جلد3،صفحہ206، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

حاشیۃ الروض المربع شرح زاد المستقنع میں عبد الرحمٰن بن محمد بن قاسم العاصمی الحنبلی النجدی (المتوفی1392ھ)، الروض المربع شرح زاد المستقنع میں منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدریس البہوتی الحنبلی (المتوفی1051ھ) فرماتے ہیں" فإن ترك مما بينهما شيئا ولو دون ذراع لم يصح سعيه .(فإذا بدأ بالمروة سقط الشوط الأول) فلا يحتسبه"،ترجمہ:اگران دونوں کے درمیان جگہ میں سے ایک ذراع سے بھی کم حصے میں سعی چھوڑ دی تو یہ جائز نہ ہوگا۔اگر صفا کی جگہ مروہ سے سعی شروع کی تو اس پھیرے کو شمار نہیں کیا جائے گا۔

(الروض المربع شرح زاد المستقنع،کتاب المناسك،فصل بعد الصلاۃ فی المقام یعود ویستلم الحجر،صفحہ 274، دار المؤید مؤسسۃ الرسالۃ)

بہرحال یہ تو علمی باتیں ہیں وہابیوں کو ان سے کوئی غرض نہیں ہوتی یہ شروع سے ہی اپنی من مانی کرتے ہیں۔جس چیز کو انہوں نے شرک وبدعت سمجھ لیا وہ شرک وبدعت ہی قرار دیں گے چاہے جتنے مرضی دلائل دیئے جائیں اور جس کو حلال سمجھ لیں وہ حلال ہے چاہے اس کے حرام ہونے پر دلائل دیئے جائیں۔اہل علم حضرات کو چاہیئے کہ اگر ممکن ہو تو اسی حصہ میں صفاء ومروہ کی سعی کی جائے جو پہلے دور میں تھی اور وہ آج بھی بیسمنٹ میں ہے۔اگر آپ صفا ومروہ کے بیسمنٹ میں جائیں تو آپ کو واضح طور پر محسوس ہوگا کہ بیسمنٹ کے اوپر والی منزلیں بیسمنٹ سے ڈبل ہیں۔اگر بیسمنٹ میں سعی ممکن نہ ہو کیونکہ بعض اوقات اسے بند کیا ہوتا ہے تو پھر جس منزل پر بھی سعی کریں تو اس میں بہتر ہے مروہ والی جگہ(جو خانہ کعبہ کے قریب ہے)سے ہی صفا کی سعی شروع کریں اور واپس بھی اسی جگہ سے آجائیں یعنی جہاں سے لوگ صفا کو شروع کریں وہاں سے صفا شروع نہ کریں بلکہ جہاں سے

لوگ مروہ سے واپس آ رہے ہوتے ہیں وہاں سے سعی شروع کریں اور واپس بھی اسی مروہ سے آئیں یہی حصہ پرانا صفا و مروہ ہے۔

مزدلفہ میں خیمے لگا کر لوگوں کو سنت مؤکدہ سے محروم کرنا

منیٰ میں قیام سنت مؤکدہ ہے اور سعودی وہابیوں نے کثیر لوگوں کو اس سنت سے محروم کرنے کے لئے منیٰ کی بجائے مزدلفہ میں خیمے بنادیئے ہیں جس کا نام نیو منیٰ رکھ دیا ہے۔

نیو منیٰ میں خیمہ لینے سے حج کی تین مؤکدہ سنتوں کا ترک ہوتا ہے۔(1) آٹھ تاریخ کو منیٰ میں ظہر سے نمازیں شروع کرنا اور نو کی رات کا قیام۔(2) ایام رمی کی راتوں کا قیام۔(3) نو کی صبح طلوع آفتاب سے قبل مزدلفہ سے منی کی طرف روانگی۔

احناف کے نزدیک غیر معذور کا ان راتوں کو منیٰ میں گزارنا سنت مؤکدہ ہے جس کا ترک اساءت اور ثواب سے محرومی ہے جبکہ امام مالک کے نزدیک غیر معذور کو ایام منی کی راتیں منی میں گزارنا واجب ہے ترک کی صورت میں دم لازم ہے اور امام احمد سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں ایک وجوب کی اور دوسری سنت ہونے کی۔

اگر حاجیوں کی تعداد میں زیادتی کے سبب منیٰ میں جگہ کم تھی تو سعودی وہابیوں کو چاہئے کہ منی ہی میں منزلیں بنادیں نہ یہ کہ لوگوں کو منیٰ کی حدود سے باہر کردیں۔

کتب فقہ میں صراحت ہے کہ منیٰ میں راتیں گزارنا سنت ہے۔العدۃ شرح العمدۃ میں عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن احمد المقدسی (المتوفی 624ھ) فرماتے ہیں"(ثم يرجع إلى منى ولا يبيت لياليها إلا بها)وذلك أن السنة لمن أفاض يوم النحر أن يرجع إلى منى---والمبيت في منى ليالي منى واجب، وهي إحدى الروايتين عن أحمد" ترجمہ: پھر حاجی منی کی طرف پلٹے اور یہی راتیں گزارنا حاجی کے لئے سنت ہے۔قربانی کرنے کے بعد منی کی طرف پلٹ جائے۔امام احمد کی ایک روایت کے مطابق منی میں یہ راتیں گزارنا واجب ہے۔

(العدة شرح العمدة، كتاب الحج والعمرة،باب ما يفعله الحاج بعد الحل،صفحه217، دار الحديث، القاهرة)

حنبلیوں کے نزدیک ایام تشریق کی راتیں منی میں گزارنا وجب ہے چنانچہ مختصر الإنصاف والشرح الکبیر میں محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان التمیمی النجدی نے (المتوفی 1206ھ) لکھا ہے"ثم يرجع إلى منى ولا يبيت ليالي منى إلا بها، وهو واجب"، ترجمہ: پھر منی واپس آئے اور وہاں راتیں گزارنا واجب ہے۔

(مختصر الإنصاف والشرح الكبير (مطبوع ضمن مجموعة مؤلفات الشيخ محمد بن عبد الوهاب، الجزء الثاني ()،صفحه335،مطابع

الرياض ،الرياض)

الملخص الفقہی میں سعودی وہابی مولوی صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان لکھتا ہے"وبعد طواف الإفاضة يوم العيد يرجع إلى منى، فيبيت بها وجوبا؛ لحديث ابن عباس؛ قال " :لم يرخص رسول الله صلى الله عليه وسلم لأحد يبيت بمكة؛ إلا للعباس لأجل سقايته "، رواه ابن ماجه .فيبيت بمنى ثلاث ليال"ترجمہ:طواف زیارت کے بعد یوم عید کومنی واپس آئے اور یہاں راتیں گزارنا واجب ہے حدیث ابن عباس کے سبب کہ انھوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے لئے مکہ میں رہنے کی رخصت نہ دی سوائے حضرت عباس کے کہ انھوں نے حاجیوں کو پانی پلانا تھا اسے ابن ماجہ نے روایت کیا۔تو منی میں تین راتیں گزارے گا۔

(الملخص الفقہی،کتاب الحج،باب فی أحكام الحج التی تفعل فی أيام التشريق وطواف الوداع،جلد1،صفحہ444،دار العاصمة، الرياض)

ٹریول ایجنٹ کا دنیاوی منفعت کے لئے مزدلفہ میں خیمے لینا اور پھر لوگوں کو اس کے فوائد بتانا بہت بُرا فعل ہے۔ہونا تو یوں چاہئے کہ مسلمان ہونے کے ناطے دیگر مسلمانوں کو سنتوں پر عمل کروائیں نا کہ اپنی اور ان کی آسانی کیلئے سنتوں کا تارک بنائیں۔حاجی حضرات کو بھی چاہئے کہ ایسا پیکج نہ لیں جس میں مزدلفہ میں خیمے ملتے ہوں کہ جہاں لاکھوں لگا رہے ہیں اور کثیر تحائف خرید رہے ہیں وہاں سنت مئوکدہ کی ادائیگی کی نیت سے کچھ زیادہ لگا دیں گے تو ضرور اجر ملے گا۔پاکستان کے سرکاری پیکج میں عموما نیو منی (یعنی مزدلفہ) ہی میں خیمے ملتے ہیں۔

اگر کسی کا خیمہ مزدلفہ میں ہے اور وہ سنت پر عمل پیرا ہونا چاہتا ہے تو وہ یوں کرے کہ مغرب سے لے کر طلوع فجر تک جتنا وقت بنتا ہے اس میں آدھے سے زیادہ حصہ منی میں گزار لے اس کی سنت ادا ہو جائے گی۔

حاجیوں کا عرفات کی حدود سے باہر رہنا

حج کا سب سے اہم رکن عرفات میں قیام کرنا ہے اور میدان عرفات ایک مخصوص جگہ ہے۔اگر کوئی عرفات کی حدود میں داخل ہی نہ ہوا اور باہر بیٹھا رہا تو اس کا حج نہ ہوگا یونہی اگر مغرب سے پہلے میدان عرفات سے باہر نکل گیا تو ترک واجب کے سبب اس پر دم لازم ہوگا۔دیکھا گیا کہ کثیر لوگ میدان عرفات سے باہر مختلف جگہوں پر بیٹھے ہوتے ہیں اور سعودی پولیس اور وہابی مولوی سب کو دیکھ رہے ہوتے ہیں اس کے باوجود لوگوں کو ترغیب نہیں دیتے کہ میدان عرفات کی حدود میں قیام کریں۔جیسا کہ پہلے کہا کہ وہابیوں کو لوگوں کے حج وعمرہ کے ساتھ کوئی غرض نہیں کہ لوگ صحیح طریقے سے حج وعمرہ کر رہے ہیں یا نہیں ان کو غرض ہے تو صرف اور صرف لوگوں کو وہابی بنانے سے۔

کتب فقہ اور خود وہابی مولویوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ میدان عرفات کی حدود میں داخل ہوئے بغیر حج نہ ہوگا۔الملخص الفقہی میں سعودی وہابی مولوی صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان لکھتا ہے"ثم يسيرون صباح اليوم التاسع بعد طلوع الشمس من منى إلى عرفة، وعرفة كلها موقف؛ إلا بطن عرنة؛ ففي أي مكان حصل الحاج من ساحات عرفة؛ أجزأه الوقوف فيه، ما عدا ما استثناه النبي صلى الله عليه وسلم، وهو بطن عرنه؛ وقد بينت حدود عرفة بعلامات و كتابات توضح عرفة من غيرها، فمن كان داخل الحدود الموضحة؛ فهو في عرفة، ومن كان خارجها؛ فيخشى أنه ليس في عرفة؛ فعلى الحاج أن يتأكد من ذلك، وأن يتعرف على تلك الحدود؛ ليتأكد من حصوله في عرفة ."ترجمہ:نو ذوالحج کو طلوع شمس کے بعد منی سے عرفہ کی طرف نکلیں اور عرفہ پورے کا پورا ٹھہرنے کی جگہ ہے سوائے بطن عرنہ کے۔عرفہ میں کسی بھی جگہ حاجی آ جائے تو یہ اس کو کفایت کر جائے گا مگر جس کا استثنٰی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کر دیا اور وہ بطن عرنہ ہے۔حدود عرفات کے متعلق علامات اور تحریرات لگائی گئی ہیں جس سے ان کی پہچان ہو جاتی ہے جو ان واضح کردہ حدود کے اندر ہے وہ عرفہ میں ہے اور جو باہر ہے خوف ہے کہ وہ عرفہ میں نہ ہو۔حاجیوں پر لازم ہے کہ وہ حدود عرفہ کے متعلق علم حاصل کریں۔

(الملخص الفقہی،کتاب الحج،باب فی أعمال يوم التروية ويوم عرفة،جلد1،صفحہ436،دار العاصمة، الرياض، المملكة العربية السعودية)

احناف کی طرح حنابلہ کے نزدیک بھی غروب آفتاب سے پہلے عرفات کی حدود سے نکلنے پر دم لازم ہو جاتا ہے۔الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں ہے"إذا جاوز عرفة قبل غروب الشمس ولم يعد إليها، فقد اختلف الفقهاء في حكمه ولهم ثلاثة آراء :الرأي الأول :يرى الحنفية والحنابلة والشافعية في قول أنه يجب عليه دم لتركه الواجب، كما لو ترك غيره من الواجبات" ترجمہ:اگر غروب سے قبل عرفہ سے نکل گیا اور واپس نہ آیا تو اس کے حکم کے بارے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں۔تین آراء میں پہلی رائے احناف،حنابلہ اور ایک قول کے مطابق شافعیہ کی یہ ہے کہ اس پر ترک واجب کی بنا پر دم واجب ہے جیسا کہ اس کے علاوہ واجب ترک کرنے پر دم لازم ہے۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية،جلد45،صفحہ318، طبع الوزارة)

احرام کی حالت میں منہ پر ماسک لگانا

احناف اور مالکیوں کے نزدیک احرام کی حالت میں چہرہ چھپانا جائز نہیں ہے۔مرد یا عورت نے مونھ کی ٹکلی ساری یا چہارم چھپائی یا مرد نے پورا یا چہارم سر چھپایا تو چار پہر یا زیادہ لگاتار چھپانے میں دَم ہے اور کم میں صدقہ اور چہارم سے کم کو چار

پہرتک چھپایا تو صدقہ ہے اور چار پہر سے کم میں کفارہ نہیں مگر گناہ ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے"وَلَوْ غَطَّى الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ أَوْ وَجْهَهُ يَوْمًا فَعَلَيْهِ دَمٌ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ كَذَا فِي الْخُلَاصَةِ وَكَذَا إذَا غَطَّاهُ لَيْلَةً كَامِلَةً سَوَاءٌ غَطَّاهُ عَامِدًا أَوْ نَاسِيًا أَوْ نَائِمًا" ترجمہ:اگر محرم نے سر یا چہرہ ایک مکمل دن ڈھانپا تو اس پر دم ہے۔اگر ایک دن سے کم ڈھانپا تو اس پر صدقہ ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔اسی طرح اگر ایک کامل رات ڈھانپا تو دم ہے اور کم پر صدقہ ہے۔برابر ہے کہ یہ ڈھانپنا قصداہو یا بھولے سے یا نیند میں ہو۔

(الفتاوی الهندية، كتاب المناسك،الباب الثامن فى الجنايات،الفصل الثانی فی اللبس،جلد1،صفحه242، دار الفكر،بيروت)

فقہ حنبلی میں بھی ایک قول کے مطابق چہرہ چھپانا درست نہیں ہے چنانچہ المغنی لابن قدامۃ میں ابومحمد موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ الحنبلی (المتوفی620ھ) لکھتے ہیں "وَاخْتَلَفُوا عَنْ أَحْمَدَ فِي تَغْطِيَةِ وَجْهِهِ، فَنَقَلَ عَنْهُ إسْمَاعِيلُ بْنُ سَعِيدٍ:لَا يُغَطِّي وَجْهَهُ؛ لِأَنَّ فِي بَعْضِ الْحَدِيثِ:وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ وَلَا وَجْهَهُ" ترجمہ:حالت احرام میں چہرہ چھپانے کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف اقوال ہیں۔اسماعیل بن سعید نے ان سے نقل کیا کہ مُحرِم چہرہ نہیں چھپائے گا اس لیے کہ بعض حدیث میں ہے کہ تم اپنا سر اور چہرہ نہ چھپاؤ۔

(المغنى لابن قدامة،مسألة المحرم يغسل بماء وسدر،جلد2،صفحه401، مكتبة القاهرة)

سعودیہ حکومت حاجیوں کو بجائے اس کے کہ منہ کھلے رکھے جائیں الٹا یہ ترغیب دیتی ہے کہ منہ پر ماسک پہنا جائے۔یہی وجہ ہے کہ ایک بہت بڑی تعداد حالت احرام میں منہ پر ماسک لگائے پھرتی ہے۔

احرام میں بکسوا لگانا

احرام میں بکسوا، کامن پن وغیرہ لگانا خلاف سنت اور اساءت ہے کیونکہ یہ لُبسِ مخیط کی طرح ہے۔علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں"وَيُسَنُّ أَنْ يُدْخِلَهُ تَحْتَ يَمِينِهِ وَيُلْقِيَهُ عَلَى كَتِفِهِ الْأَيْسَرِ، فَإِنْ زَرَّرَهُ أَوْ خَلَّلَهُ أَوْ عَقَدَهُ أَسَاءَ وَلَا دَمَ عَلَيْهِ" ترجمہ:سنت یہ ہے کہ دائیں طرف (کے کندھے) کے نیچے سے داخل کر کے بائیں کندھے کے اوپر احرام ڈال دے۔اگر احرام کو ٹانکا لگایا تو بُرا کیا اس پر دم نہیں۔

(در مختار، كتاب الحج،فصل فى الإحرام وصفة المفرد بالحج،جلد2،صفحه481،دارالفكر،بيروت)

مناسک ملاعلی قاری میں احرام کے مکروہات میں ہے"(وعقد الازار و الرداء) ای ربط طرف احدهما بطرفه الآخر (و ان يخله) ای كل واحد منهما (بخلال) كنحو أبرة،(و شدهما بحبل و نحوه) من رباط و منطقة" یعنی

ازار اور چادر کی ایک طرف کو دوسرے کے ساتھ جوڑنا اگرچہ سوئی یا کسی چیز سے ہو مکروہ ہے۔

(مناسك ملا علی قاری ،صفحه133،مکتبه فاورقیه ، کوئٹه)

فقہ حنبلی میں بھی احرام کو ٹانکا لگانے سے منع کیا گیا ہے چنانچہ الکافی فی فقہ الإمام أحمد میں ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ الحنبلی (المتوفی 620ھ) لکھتے ہیں"ولا يجوز له عقد ردائه عليه؛ لأن ابن عمر قال :لا تعقد عليك شيئاً، ولأنه يصير بالعقد كالمخيط، ولا يجوز له أن يزره عليه، ولا يخله بشوكة ولا غيرها" ترجمہ: چادر کو کسی چیز کے ساتھ باندھنا جائز نہیں ہے۔اس لیے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اپنے اوپر کوئی چیز نہ باندھو۔ اور اس لئے کہ یہ باندھنا سینے کی طرح ہو جائے گا۔ٹانکا یا کانٹے کے ساتھ احرام کو جوڑنا جائز نہیں ہے۔

(الكافي في فقه الإمام أحمد، كتاب الحج،باب محظورات الاحرام،جلد1،صفحه488، دار الكتب العلمية،بيروت)

وہابی مولوی یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ احرام کی حالت میں کوئی بٹن یا پن وغیرہ لگانا جائز ہے۔راقم الحروف نے اپنے کانوں سے مسجد نبوی میں بیٹھے ایک وہابی کا یہ جواب سنا ہے کہ احرام کو کسی پن سے جوڑنا جائز ہے۔یہی وجہ ہے کہ کئی حاجی اپنے احرام میں کامن پن لگائے پھر رہے ہوتے ہیں۔

۞---باب چہارم: اعتراضات کے جوابات---۞

اعتراض: وہابیوں اور دیوبندیوں کے عقائد خارجیوں جیسے نہیں یہ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مانتے ہیں۔ پھر دیوبندی تو خود کو حنفی کہتے ہیں اور سعودی وہابی خود کو حنبلی کہتے ہیں۔ کیا خارجیوں میں کوئی حنفی، حنبلی وغیرہ بھی ہوسکتا ہے؟ کیا موجودہ دور میں بھی خارجی موجود ہیں؟

جواب: خارجی کوغیر انسانی مخلوق نہیں بلکہ خود کو توحید کے ٹھیکیدار سمجھنے والے وہ لوگ ہیں جو دجال کے آنے تک آتے رہیں گے اور پھر دجال کے گروہ میں شامل ہوجائیں گے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ خود کو حنفی بھی کہتے رہے ہیں اور اہل سنت بھی۔ ابن عبدالوہاب کو کثیر مستند علماء بلکہ دیوبندی مولویوں نے بھی خارجی کہا ہے جبکہ وہ خود کو حنبلی کہتا تھا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ خارجیوں میں کوئی حنبلی یا حنفی نہیں ہوسکتا بالکل غلط ہے۔ نافی بن ارزق نامی خارجی حنفی تھا چنانچہ الاستقصا میں شہاب الدین ابوالعباس احمد بن خالد السلاوی (المتوفی 1315ھ) لکھتے ہیں "قَالَ ابُن خلدون افُتَرَقت الُخَوَارِج على أَربع فرق الأولى الُأزَارِقَة أَصُحَاب نَافِع بن الُأَزُرَق الُحَنَفِيّ" ترجمہ: ابن خلدون نے کہا کہ خوارج چار فرقوں میں بٹ گئے اس میں پہلا فرقہ ازارقہ، اصحاب نافع ازرق حنفی کا تھا۔

(الاستقصا لأخبار دول المغرب الأقصى، ولاية عبيد الله بن الحبحاب على المغرب، جلد1، صفحه163، دار الكتاب، الدار البيضاء)

تاریخ ابن خلدون میں ابن مہدی خارجی کے متعلق لکھا ہے "كان يقتل من خالفه من أهل القبلة، ويبيح نساء هم وأولادهم--- ويقتل الزاني وشارب الخمر وسامع الغناء، ويقتل من تأخر عن صلاة الجماعة ومن تأخر عن وعظه يوم الإثنين والخميس .وكان حنفيا في الفروع" ترجمہ: جو مسلمان اس کی مخالفت کرتا اس کو قتل کرتا تھا اور اس کے عقائد کی مخالفت کرنے والے مسلمانوں کی عورتوں کو لونڈی اور اولادوں کو غلام بنالیتا تھا۔ زانی اور شراب پینے والے، گانے سننے والے کو قتل کردیتا تھا۔ جو نماز سے لیٹ ہوتا یا پیر اور جمعرات کو اس کے وعظ سے پیچھے رہ جاتا اسے قتل کردیتا۔ وہ فروع میں حنفی مسلک کا پیروکار تھا۔

(تاريخ ابن خلدون، أخبار ابن مهدي الخارجي وبنيه وذكر دولتهم باليمن وبدايتها وانقراضها، جلد4، صفحه281، دار الفكر، بيروت)

علامہ شامی ابن عبدالوہاب نجدی اور اس کے پیروکاروں کو حنبلی کہتے ہوئے اور ان کی قتل وغارت کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "كما وقع في زماننا في اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجدو تغلبوا على الحرمين وكانو ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقاد هم مشركون

واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتی کسر اللّٰہ تعالٰی شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثالث وثلثين و مائتين والف ''ترجمہ: یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ (ابن) عبدالوہاب سے واقع ہوا جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پر غلبہ حاصل کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان بس وہی ہیں اور جو ان کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے اہلسنت کا قتل اور ان کے علماء کو شہید کرنا مباح ٹھہرا لیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہر ویران کیے اور 1233 میں لشکرِ مسلمین کو ان پر فتح بخشی۔ (ردالمحتار کتاب الجهاد ،باب البغاة،جلد4،صفحہ262،دارالفکر،بیروت)

اعتراض: کیا خارجی و گستاخ مکہ و مدینہ جیسے پاک شہروں پر قابض ہو سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں ایسے کئی واقعات ہیں جس میں گمراہ و گستاخوں نے مکہ و مدینہ پر قبضہ کیا ہے۔ ابوجہل، عبداللہ بن ابی جیسے مشرک و منافق مکہ و مدینہ کے سردار رہے ہیں۔ اسلام کے عام ہونے کے بعد یزید جیسا فاسق حاکم رہا ہے، حجاج بن یوسف جیسا قاتل اور دیگر کئی بے عمل و بے دین حکمران حکومت کرتے رہے ہیں۔ 128 ہجری میں ابوحمزہ نامی خارجی نے پھر مسلمانوں کے خلاف جہاد کے لئے لوگوں کو ابھارا اور مکہ اور مدینہ پر حملہ کیا اور مدینہ شریف کے بے شمار مسلمانوں کا قتل عام کیا، پھر یہ ابوحمزہ خارجی مدینہ میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چڑھا اور جہاد کی باطل تعریف و مفہوم بیان کیا، پھر خارجیوں کی بُری عادت کی طرح وہی کفر و شرک کے فتوے دیئے چنانچہ تاریخ الطبری میں ہے ''حدثني العباس قال قال هارون حدثني جدی أبو علقمة، قال سمعت أبا حمزة على منبر رسول الله يقول:من زنى فهو كافر ومن شك فهو كافر، ومن سرق فهو كافر، ومن شك أنه كافر ''ترجمہ: ابوعلقمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوحمزہ کو منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ کہتے ہوئے سنا جو زنا کرے وہ کافر ہے اور جو اس میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جو چوری کرے وہ کافر ہے اور جو اس میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (تاریخ الطبری،الجزء السابع،سنہ ثلاثین و مائة،جلد7،صفحہ397،دار التراث ،بیروت)

اس کے علاوہ ایک تازہ مثال عصر حاضر کے سعودیوں کی ہے جنہوں نے مکہ و مدینہ پر ناجائز قبضہ کیا ہے۔ اگر کوئی وہابی کہے کہ سعودیوں کا حرمین شریفین پر قبضہ کرنا جائز تھا اور دلیل یہ دے کہ ترکیوں کی حکومت حرمین شریفین پر غیر شرعی تھی تو ہم جواباً کہیں گے کہ اسی سے تمہارے موقف کی تردید ہوگئی کہ جب ترکی غلط تھے تو اللہ عزوجل نے ان کی حکومت پھر حرمین شریفین پر کیسے ہونے دی؟ یعنی ثابت ہوا کہ غلط لوگوں کی حکومت حرمین شریفین پر ہو سکتی ہے۔ اور اگر ترکیوں کی حکومت ٹھیک تھی اور صحیح

بات بھی یہی ہے کہ ترکی اہل سنت عاشق رسول تھے، تو پھر نجدی وہابیوں کا ترکیوں سے حکومت چھیننا ناجائز ثابت ہوا۔

اعتراض: اہل سنت مکہ ومدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟

جواب: ان کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(1) ان کے عقائد ٹھیک نہیں۔

(2) نمازوں کے اوقات کا مسئلہ ہے۔

(3) وہ خود کو حنبلی کہتے ہیں اور ہم حنفی ہیں اور دوسرے امام کے مقلد کے پیچھے نماز پڑھنے کی کچھ شرائط ہیں۔

(4) وہابی مولوی حالت سدل میں امامت کرواتے ہیں۔

(5) دوران نماز عمل کثیر کرتے ہیں۔

(1) عقائد ٹھیک نہیں

مکہ و مدینہ تو کیا پورے سعودیہ میں سرکاری مساجد میں امام کا وہابی عقائد کا ہونا ضروری ہے۔ غیر وہابی کو عمومی طور پر امامت نہیں ملتی۔ وہابیوں کے عقائد کیا ہیں اس پر پیچھے تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔ احادیث و کتب سے یہ واضح ہے کہ بدمذہب و فاسق کی پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ سنن ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے "عَنْ أَبِی سَهْلَةَ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ قَالَ أَحْمَدُ: مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا أَمَّ قَوْمًا، فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ فَرَغَ: لَا يُصَلِّي لَكُمْ، فَأَرَادَ بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوهُ وَأَخْبَرُوهُ بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: نَعَمْ، وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّكَ آذَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ" ترجمہ: حضرت سائب ابن خلاد سے مروی ہے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک ہیں فرمایا ایک شخص نے قوم کی امامت کی تو اس نے قبلے کی طرف تھوک دیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پر اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۔ اس کے بعد اس نے نماز پڑھانی چاہی لوگوں نے روک دیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے آگاہ کیا۔ اس نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ فرمایا ہاں۔ اور مجھے خیال ہے کہ آپ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستایا۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوٰۃ،باب فی کراہیۃ البزاق فی المسجد،جلد1،صفحہ130، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے عاشق سے اپیل ہے کہ غور فرمائیں کہ صرف کعبہ مکرمہ کی طرف تھوکنے والے امام (صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامت سے ہٹا دیا بلکہ جب وہی امام صاحب دوبارہ امامت کرنا چاہتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کی امامت قبول نہیں کرتے۔ بتایئے اس امام کی نماز کس کھاتے میں جائے گی جو کعبہ کے آقا بلکہ کعبہ کے کعبہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ ہے،صحابی نے قصداً کعبہ کی طرف نہیں تھوکا اور کعبہ کی سمت (جو مدینہ طیبہ سے تخمیناً تین سو میل دور ہے) کو تھوکا تھا،جبکہ یہ حضور علیہ السلام کے والدین کو معاذ اللہ کافر کہتا ہے،امام حسین کو باغی اور یزید کو رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے،پوری دنیا کے اکثر مسلمانوں کو مشرک قرار دیتا ہے۔کیا حضور علیہ السلام کی محبت ایسے عقائد والے کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دیتی ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک پیش امام ہمیشہ قراءت جہری میں سورۃ عبس وتولیٰ کی تلاوت کرتا۔مقتدیوں کی شکایت پر اسے طلب کیا گیا اور اس کا سَر قلم کر دیا گیا کیونکہ یہ منافق اس آیت کو اس نظریے سے پڑھتا تھا کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنبیہ کی تھی۔امام اسمٰعیل حنفی حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں "روی ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بلغہ ان بعض المنافقین یؤم قومہ فلا یقرأ فیھم الا سورۃ عبس فارسل الیہ فضرب عنقہ لما استدل بذلك علی کفرہ" ترجمہ:حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا کہ ایک امام ہمیشہ نماز میں اسی سورت (عبس وتولیٰ) کی قراءت کرتا ہے تو آپ نے اس کو بلوا بھیجا پھر آپ نے اس کا سر قلم کر دیا۔(چونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ عالیہ کی تنقیص کے ارادے سے اس کی قراءت کیا کرتا تھا) اس لیے عمر فاروق نے اس کے اس عمل سے اس کے کافر ہونے پر استدلال کر کے قتل کر دیا۔ (روح البیان، سورۃ عبس پارہ30،جلد10،صفحہ331،دارالفکر،بیروت)

علمائے اسلاف نے صراحت کے ساتھ بدمذہبوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو گناہ کہا اور پڑھی گئی نماز کو دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔تذکرۃ الحفاظ میں حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شعیب بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا"لا تصلی إلا خلف من تثق به وتعلم أنه من أهل السنة" ترجمہ:کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھ جب تک تجھے یقین نہ ہو جائے کہ امام اہل سنت میں سے ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ،جلد1،صفحہ153،دار الکتب العلمیۃ،بیروت)

فتح القدیر میں ہے"وَرَوَى مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ أَنَّ الصَّلَاةَ خَلْفَ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ لَا تَجُوزُ" ترجمہ:امام محمد روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں

ہے۔ (فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ،باب الامۃ،جلد1،صفحہ350،دارالفکر،بیروت)

کبیری میں ہے"ویکرہ تقدیم المبتدع ایضالانه فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل یعترف بانه فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیاً علی خلاف ما یعتقدہ اھل السنة والجماعة۔" ترجمہ:یونہی بدعتی کوامام بنانا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہےاور ایسا آدمی عملی فاسق سے بدتر ہے کیونکہ عملی فاسق اپنے فسق کا اعتراف کرتا ہےاور ڈرتا ہےاور اللہ سے معافی کا خواست گار رہتا ہے بخلاف بدعتی کے۔ بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جو اہلسنت وجماعت کے عقائد کے خلاف کوئی دوسرا عقیدہ رکھتا ہو۔

(کبیری ،کتاب الصلوۃ،فصل فی الامامۃ،صفحہ 443،مکتبہ نعمانیہ ،کوئٹہ)

بدمذہب مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا دور کی بات جو مولوی بدمذہبوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے اس کے پیچھے بھی نماز جائزنہیں چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا، جو بدمذہبوں سے میل جول رکھتا تھا،تو آپ نے فرمایا:"اس صورت میں وہ فاسقِ معلن ہےاور امامت کے لائق نہیں۔"

(فتاوٰی رضویہ،جلد07،صفحہ625،مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

قطب مدینہ حضرت ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"اس وقت نماز ان (سعودی مولویوں) کے پیچھے نہیں ہوتی کیونکہ بعض عقائد کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔۔۔امامت اور نماز کا مسئلہ حجاز مکہ مکرمہ میں یہ پہلی مرتبہ پیش نہیں آیا بلکہ اس سے بھی پہلے تین دور ایسے گزر چکے ہیں کہ بہت سے امام وقت کے پیچھے نماز ادا کرنے سے گریز کرتے تھے یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام کا بھی یہی عمل رہا ہے۔ پہلا دور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت پیش آیا جب کہ بہت سے صحابی اس زمانے میں بھی مقررہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے تھے کہ کہیں شہادت عثمان میں یہ بھی شامل نہ ہو۔

پھر دوسرا دور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کے بعد آیا جب مملکت میں خلفشار رہا اور بے دین طاقتیں ابھر کر سامنے آئیں اور اس طرح یزید کا دور سلطنت آگیا اس زمانے میں بھی لوگوں نے یزیدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کیا۔ تیسرا زمانہ حجاج بن یوسف کا تھا عبداللہ بن زبیر سے اس کی لڑائی ہوئی۔ لاکھوں مسلمان شہید ہو گئے لوگوں نے اس کے مقررہ امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔

اب یہ چوتھا دور ہے۔بعض فسادی مسلمانوں کو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کچھ مخصوص عقائد کے لوگ سعودی امام کے پیچھے

نماز نہیں پڑھتے جب کہ لاکھوں مسلمان پڑھتے ہیں، لاکھوں مسلمان اگر عقائد کی واقفیت کے بعد پڑھتے ہیں تو نماز کا ہونا محل نظر ہوگا لیکن ہمیں معلوم ہے مسلمان ان کے تمام عقائد سے واقف نہیں ہیں ایک سال ایک لاکھ سے زائد مسلمان ترکی سے حج کرنے آئے تھے میں نے خود دیکھا کہ ان کی بڑی بڑی جماعتیں مسجد نبوی میں علیحدہ ہوتی تھیں۔جن لوگوں کا عقیدہ گڑبڑ ہوتا ہے وہ اسی قسم کے الزامات لگاتے ہیں ہر عقیدہ اچھا ہے ہر شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یہی کچھ مخصوص جماعتیں عوام میں انتشار پھیلاتی ہیں۔سوچئے کہ اگر فاسق، فاجر، بدعقیدہ گمراہ کہ مشائخ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچانے والے، نیک اور بزرگ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عاشق علماء اور اولیاء سب ایک ہی پلڑے میں ڈال دیئے جائیں تو خیر و شر کا معیار ہی باقی نہ رہے۔ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ آپس میں فساد سے اجتناب ضروری ہے ایسی صورتوں میں گریز کرنا چاہئے جن صورتوں میں خواہ مخواہ مسلمانوں کے درمیان افتراق پیدا ہوتا ہے۔جہاں تک معتقدات کا سوال ہے کہ اس پر بڑی بحثیں ہو چکی ہیں سینکڑوں کتابیں بھری پڑی ہیں جس کو شوق ہو معلومات حاصل کرے۔

بہرحال اہل سنت و جماعت کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ مسلمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر سب کچھ قربان کر دے، ایمان کے کاملیت کی دلیل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عشق کی حد تک محبت اور عظمت ہے دانستہ یا دانستہ قولاً یا فعلاً اشارۃً یا کنایۃً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذرہ برابر توہین یا ان کو کسی صورت سے تکلیف پہنچانے کی نیت سے کوئی کام کرنا ایمان کے دائرے سے خارج ہوتا ہے۔اہل سنت کا حج اس وقت تک مکمل ہوتا ہی نہیں جب تک کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کی نیت سے مسجد نبوی میں حاضر نہ ہوں۔کیونکہ اسلام دراصل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا نام ہے۔خدا کے منکر دنیا میں بہت کم ہیں اور خدا کا نام بھی لیتے ہیں۔اصل بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی ہے۔ (ترجمان اہلسنت، صفحہ 81،82 ،جنگ آزادی،نومبر، 1857ء)

حیرانگی اس بات پر ہوتی ہے کہ وہابی ایک طرف تو مسلمانوں کی اکثریت کو مشرک قرار دیتے ہیں اہل سنت بریلویوں کو مشرک سمجھتے ہیں پھر ان وہابیوں کو اس پر تکلیف ہوتی ہے کہ بریلوی ہمارے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ ہندوستان پاکستان کے وہابی تقلید کو شرک کہتے ہیں لیکن سعودی وہابی حنبلی مقلدوں کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔

خود وہابیوں نے یہ فتاویٰ دیئے ہیں کہ اہل سنت بریلویوں کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے چنانچہ وہابی مفتی سے سوال کیا گیا: کیا دیوبندیوں، بریلویوں وغیرہ کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواباً کہا گیا: غیر اللہ کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھنے والے مشرک بریلوی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔قرآن میں ہے ﴿اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾

اور دیوبندی غیر متعصب امام کے پیچھے بوقت ضرورت نماز پڑھی جاسکتی ہے تاہم مستقلاً اپنا علیحدہ بندوبست کرنا چاہیے کسی بھی مخصوص مقام کو مسجد قرار دیا جاسکتا ہے۔حدیث میں ہے "جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً"

مولانا عبدالقہار دہلوی رحمہ اللہ۔مفتی جماعت غربا اہلحدیث پاکستان

تقلید کے متعلق وہابی اپنے نظریات بیان کرتے ہوئے اور مقلد کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق کہتے ہیں:''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد کی نماز مقلد کے پیچھے ہوتی ہے یا نہیں اور مقلد کی نماز غیر مقلد کے پیچھے ہوتی ہے یا نہیں؟ (1)امام اعظم کی تقلید کرنا شرک ہے یا نہیں؟(2)جو شخص یہ کہے کہ غیر مقلد کی نماز مقلد کے پیچھے نہیں ہوتی،اس کے لیے حکم شارع کیا ہے؟مندرجہ بالا سوالات کے جوابات حدیث سے ہونے چاہیے۔

جواب:ہر مسلمان کے پیچھے نماز ہوتی ہے۔وہ مقلد ہو یا غیر مقلد،بشرطیکہ مشرک اور مبتدع بدعت مکفرہ نہ ہو۔اس واسطے کہ مشرک کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور نہ ہی ایسے مبتدع کے پیچھے نماز ہوتی ہے جس کی بدعت مکفرہ ہو،پس جو مقلد مشرک نہیں اور مبتدع ببدعت مکفرہ بھی نہیں ہے،اس کے پیچھے نماز بلاشبہ جائز اور درست ہے اور ہاں واضح رہے بعض مقلدین کی تقلید مفضی الیٰ الشرك (شرک تک پہنچانے والی) ہوتی ہے۔سوا یسے مقلدین کے پیچھے نماز جائز نہیں اور تقلید مفضی الیٰ الشرك یہ ہے کہ کسی ایک خاص مجتہد کی اس طرح تقلید کرے کہ جب کوئی صحیح حدیث غیر منسوخ اپنے مذہب کے خلاف پاوے تو اس کو قبول نہ کرے اور یہ سمجھے بیٹھا ہو،کہ ہمارے امام سے خطا اور غلطی ناممکن ہے اور اس کا ہر قول حق اور صواب ہے اور اپنے دل میں یہ بات جمارکھی ہو کہ ہم اپنے امام کی تقلید ہرگز نہ چھوڑیں گے اگر چہ ہمارے مذہب کے خلاف قرآن وحدیث سے دلیل قائم ہو پس جس مقلد کی تقلید ایسی ہو وہ مشرک ہے۔۔۔

(1)امام اعظم کی تقلید اگر مفضی الی الشرک ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا،تو بے شک امام اعظم کی یہ تقلید شرک ہے۔والافلا۔(اگر ایسی نہیں تو مشرک نہیں ہے)

(2)اس شخص کا علی الاعلان یہ کہنا صحیح نہیں ہے ہاں اگر اس شخص کے کہنے سے یہ مراد ہو کہ مقلد مشرک (یعنی جس کی تقلید مفضی الی الشرک ہو) کے پیچھے غیر مقلد کی نماز نہیں ہوتی تو اس کا یہ کہنا صحیح ہے،واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(فتاوی نذیریہ، کتاب التقلید والاجتہاد)

مولانا سید نذیر حسین مرحوم ومغفور (ان شاء اللہ) دہلی کی جامع مسجد اور عیدگاہ میں جا کر حنفی امام کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے، ان کا یہ طرز عمل خبر متواتر سے ثابت اور معلوم ومشہور ہے۔ (الاعتصام)''

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

دیوبندی اصولی لحاظ سے غیر مقلد وہابی اور نجدی امام (حرمین) کے پیچھے نماز ناجائز سمجھتے ہیں ہاں صرف ریال کمانے کے لئے پیچھے پڑھ بھی لیتے ہیں بلکہ ریال کے اضافہ کے لئے اہلسنت کو نہ پڑھنے پر نہ صرف بدنام کرتے ہیں بلکہ چغلی جیسے حرام عمل کا ارتکاب کر کے علماء اہلسنت کو گرفتار کراتے ہیں جیسے حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب الہ آبادی اور شہزادہ علامہ محمد اختر رضا بریلوی اور مولانا محمد ابراہیم کشمیری اور حضرت الحاج مولانا خورشید احمد صاحب اور علامہ نیر صاحب بانی انجمن سپاہ مصطفیٰ پاکستان کے ساتھ ہوا۔

دیوبندی کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

سوال: کیا غیر مقلد امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے؟ جنید کشمیری

جواب: جی نہیں۔ کیونکہ یہ گمراہ ہیں اور ان کے عقائد قرآن وسنت اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔ مزید تفصیلات کے لیے متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ تعالی کی کتب کا مطالعہ فرمائیں اور حضرت کے بیانات سنیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء مرکز اہل السنّت والجماعت، سرگودھا

3 رمضان المبارک 1435ھ 2 جولائی 2014ء

(http://www.ahnafmedia.com/question-a-answers/item/4506-ghaeer-muqallid-k-pechay-namaz-parhnay-ka-hukum)

(1) کیا اہل حدیث غیر مقلد ہیں؟ (2) اگر ہاں تو کیا ان کے پیچھے ہماری نماز صحیح ہوگی؟ اور (3) بریلوی کے پیچھے ہماری نماز کیسی ہوگی؟ میں حنفی دیوبندی ہوں۔

Sep25،2013،Answer:48096

فتوی1323-1308/N=11/1434-U

(1) جی ہاں! جو لوگ ہمارے زمانہ میں اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتے ہیں بلکہ از خود قرآن وحدیث سمجھ کر اپنی فہم کے مطابق شریعت پر عمل کی آزادی کے قائل ہیں وہ غیر مقلد ہیں۔

(2) غیر مقلدین چونکہ گمراہ اور اہل السنۃ والجماعت سے خارج ہیں اس لیے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اور اگر کسی نے ان کے پیچھے نماز پڑھ لی تو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہو جائے گی بشرطیکہ اس کی جانب سے حنفی مسلک کے مطابق نماز کو فاسد کرنے والی کوئی چیز نہ پائی گئی ہو۔

(3) بریلوی لوگ یعنی احمد رضا خاں کے متبعین بھی گمراہ اور اہل السنۃ والجماعت سے خارج ہیں، ان میں سے جن لوگوں کے عقائد کفر تک پہنچے ہوئے نہ ہوں ان کے پیچھے نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے اور جس کے عقائد کفریہ تک پہنچے ہوئے ہوں اس کے پیچھے نماز بالکل جائز نہیں، نماز ادا نہ ہوگی، دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

مفتی سعید احمد پالن پوری شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند اپنے ایک مضمون ''اصلی سلفی اور آج کے سلفی'' میں لکھتا ہے: '' پس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ آج کل کے سلفی، چاہے وہ ظاہری ہوں یا سعودیہ والے حنبلی سلفی، سب امام احمد رحمہ اللہ کے بعد غلو میں مبتلا ہو چکے ہیں، وہ غلو کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ ان کے نزدیک سارے عقیدے اور سارا علم کلام انہی دو باتوں میں منحصر ہو گیا ہے کہ اللہ کو عرش پر بیٹھا ہوا مانو، اور اللہ کو آسمان دنیا پر اترتا ہوا مانو تبھی تم مسلمان ہو، ورنہ تم مسلمان نہیں۔

دوسری بات: تین فرقے علم کلام میں برحق ہیں اور چار فقہیں برحق ہیں، پس جو بھی ان چار سے خارج ہوگا وہ اہل حق میں سے نہیں ہوگا، اور جو بھی ان تین سے خارج ہوگا وہ بھی اہل حق میں سے نہیں ہوگا۔ اور آج کے سلفی ان تین میں سے نہیں، اصلی سلفی اور تھے، اور یہ سلفی اور ہیں، وہ لوگ سلفی نہیں ہیں جو اللہ کے لئے جسم مانتے ہیں، اللہ کو مخلوق کے مشابہ مانتے ہیں، اللہ کے لئے جہت مانتے ہیں، اور اللہ کے لئے مکان مانتے ہیں۔'' (مکتبہ حجاز دیوبند سہارن پور)

(http://maktabahijaz.blogspot.com/2011/08/blog-post_25.html)

فتویٰ دیوبند

دارالعلوم دیوبند کراچی کے مفتی کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند بیچ اس مسئلے کے کہ زید کہتا ہے کہ الیاس کاندھلوی کی تبلیغی جماعت والے وہابی

ہوتے ہیں اور محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی نسبت سے وہابی کہلاتے ہیں بکر کہتا ہے کہ یہ بات غلط ہے محمد ابن عبدالوہاب نجدی گمراہ کن شخص تھا، تبلیغی جماعت کو اور علمائے دیوبند سے اس کو کیا نسبت، وہابی کے معنی ہیں اللہ والا کیونکہ اللہ وہاب کا نام ہے لیکن زید مصر ہے کہ یہاں اصطلاحی یعنی ابن عبدالوہاب کے پیروں کی اقتداء کرنا کیسا ہے مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا بلا کراہت جائز ہے۔

الجواب: محمد ابن عبدالوہاب نجدی ایک بہت بڑے عالم تھے توحید وسنت کے پھیلانے اور شرک مٹانے میں انہوں نے بہت محنت کی ہے البتہ بعض چیزوں میں غلو کر گئے ان کے متبعین سعودی عرب میں پائے جاتے ہیں۔ مولانا محمد الیاس صاحب محمد ابن عبدالوہاب کے پیرو نہیں تھے، علماءِ حق سے علم حاصل کیا، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی کے خلیفہ تھے، دیوبند کے اکابر بھی محمد ابن عبدالوہاب کے پیروکار نہیں ہیں، بہت سی باتوں میں ان کے مخالف ہیں تفصیل کے لئے الشہاب الثاقب کا مطالعہ کریں جو حضرت مولانا سید حسین علی مدنی کی تصنیف ہے۔ جو لوگ محمد ابن عبدالوہاب کی ہر بات میں پیرو ہیں حتیٰ کہ ان کے غلو میں بھی شریک ہیں ان کی بجائے ایسے امام کی اقتداء بہتر ہے جو مسلک امام ابوحنیفہ پر ہو۔ محمد ابن عبدالوہاب کے پیروکار چونکہ سعودی عرب میں ہیں اور حرمین شریفین میں وہی امامت کرتے ہیں اس لئے حجاج کرام کو ان کے ہی پیچھے نماز پڑھنا پڑتی ہے اور تھوڑی سی کراہت برداشت کرنا پڑتی ہے، ورنہ حرم شریف کی جماعت سے محرومی ہوتی ہے۔ جو لوگ وہاں جا کر گھروں میں علیحدہ جماعت کر لیتے ہیں وہ حرم شریف کی نماز سے محروم ہوتے ہیں اور سخت غلطی کرتے ہیں۔ **(محمد عاشق الٰہی دارالعلوم کراچی)**

یہ فتویٰ کراچی کے الفتح 28 مئی 4 جون 1976ء صفحہ 21 میں شائع ہوا۔

یہاں دیوبندیوں کے مفتی نے مکہ مدینہ کے مولویوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو واضح طور پر مکروہ کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ہم مجبوراً ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ دوسرے مولوی نے سعودی وہابی حنبلیوں کو سلفی غالی کہا ہے۔ پتہ نہیں کیوں دیوبندی مولویوں کی یہ تحریرات دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کا صلح کلی مولوی طارق جمیل پڑھتا نہیں اور میڈیا پر بیٹھ کر لوگوں کے سامنے یہ جاہلانہ بات کہتا ہے کہ کئی امام کعبہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، حالانکہ وہاں سے تو دین نکلا ہے، وہاں کا مولوی کیسے غلط ہو سکتا ہے، کیا اللہ عزوجل اتنا عاجز آ گیا کہ اپنے گھر میں کسی گستاخ کو امام بنا دیا؟

یہ طارق جمیل کی تاریخ سے جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رہے کیا اللہ عزوجل معاذ اللہ عاجز تھا جو ان بتوں کو ختم نہ کر سکا؟ اسی طرح کئی ظالموں کی حکومت اور امامت رہی ہے جیسا کہ اس باب میں ثابت کیا گیا ہے۔ پھر بقول طارق جمیل کے مکہ مدینہ کے مولوی غلط نہیں ہو سکتے تو سعودی مفتیوں نے جو متفقہ طور پر تبلیغی جماعت کو گمراہ قرار

دے کراس پرفتویٰ دیا ہے(وہ فتویٰ پہلے باب میں پیش کیا گیا ہے)،دیوبندی تبلیغی جماعت کو چاہیے کہ اس فتویٰ کو مانتے ہوئے خودکوگمراہ تسلیم کریں۔

(2)اوقات میں فرق ہے

سعودی وہابی مولویوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ عصر کی نماز مثل اول پر پڑھاتے اور حنفیوں کے نزدیک اس وقت میں عصرادا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ظہر کا وقت ہوتا ہے۔دیوبندیوں کے مرکزی دارالافتاء میں یہ فتویٰ جاری ہوا کہ سعودی یا دیگر عرب ممالک کے شافعی،حنبلی مولویوں کے پیچھے عصر کی نماز نہ پڑھی جائے چنانچہ سوال ہوا:میں حنفی مسلک پر عمل کرتا ہوں،کیا میں شافعی یا حنبلی امام کے پیچھے عصر کی نماز پڑھ سکتا ہوں؟ چونکہ ان کا وقت حنفی مسلک سے مختلف ہے۔کیا عصر کے علاوہ کسی نماز میں فرق ہے؟ دبئی میں اکثر مساجد شافعی ہیں یا حنبلی ہیں،اس لیے نماز کا وقت ہوتے ہی اذان دی جاتی ہے،کیا شافعی یا حنبلی مسلک کے مطابق اذان ختم ہوتے ہی میں تنہا عصر کی نماز پڑھ سکتا ہوں؟

Oct،21،2010Answer:26363

فتوی1643=1186-11/1431

جوابا کہا گیا:صورت مسئولہ میں جب حنفی مسلک کے اعتبار سے عصر کی نماز کا وقت ہواس وقت آپ نماز ادا کیا کریں،اگرایک دوحضرات اورمل جائیں تو جماعت کرلیا کریں،ورنہ تنہا پڑھ لیں،مستقل طور پر شافعی یا حنبلی امام کی اقتداء میں عصر کی نماز نہ ادا کریں،اتفاقاً اگرکبھی پڑھ لیں تو اس کی گنجائش ہے۔

(1)عصر کے علاوہ دیگر نمازوں کے اوقات میں اختلاف نہیں ہے،البتہ وہ کچھ نمازوں کو اولِ وقت میں ادا کرتے ہیں،ہم کچھ تاخیر سے ادا کرتے ہیں،مگر وقت اس نماز کا شروع ہو چکا ہوتا ہے اس لیے آپ دیگر نمازیں ان کی اقتداء ہی میں ادا کریں،تنہا نہ پڑھیں۔

(2)وہاں عصر کی اذان ہوتے ہی آپ کے لیے تنہا عصر کی نماز پڑھنا صحیح نہیں بلکہ آپ توقف کریں اور مثلین کے بعد عصر کی نماز ادا کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء،دارالعلوم دیوبند

(http://www.haqforum.com/)

(3) دوسری فقہ والے مقلد امام کے پیچھے نماز

چلو ایک لمحہ کے لئے ہم مان لیتے ہیں کہ سعودی مولوی وہابی عقائد کے حامل نہیں بلکہ حنبلی ہیں، تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حنبلیوں کے پیچھے حنفیوں اور دیگر مقلدوں کی نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ کتب فقہ میں صراحت ہے کہ اگر کسی جگہ شافعی، مالکی یا حنبلی مسلک کے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ہو تو درج ذیل باتیں مدنظر ہوں:

(1) حنبلی، شافعی یا مالکی مقلد کی اقتدا اس وقت کر سکتے ہیں، جب وہ مسائل طہارت ونماز میں ہمارے فرائض مذہب کی رعایت کرتا ہو یا معلوم ہو کہ اس نماز میں رعایت کی ہے یعنی اس کی طہارت ایسی نہ ہو کہ حنفیہ کے طور پر غیر طاہر کہا جائے، نہ نماز اس قسم کی ہو کہ ہم اُسے فاسد کہیں پھر بھی حنفی کو حنفی کی اقتدا افضل ہے۔

(2) اگر پتہ ہے کہ یہ حنفی مذہب کی رعایت نہیں رکھتا تو کراہت شدید ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔

(3) اگر دیکھا ہے کہ شافعی امام کا ہماری آنکھوں کے سامنے جسم سے خون نکل کر بہا ہے اور اس نے وضو نہیں کیا اور اسی طرح نماز پڑھا دی ہے یا کوئی اور فرض ورکن چھوڑا ہے تو ایسی صورت میں بالکل اسکے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں کہ نماز ہوگی ہی نہیں۔

(4) اگر امام کے متعلق کچھ پتہ نہیں کہ یہ حنفی مذہب کی رعایت رکھتا ہے یا نہیں تو اس صورت میں نماز قدرے کراہت کے ساتھ ہوجائے گی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس مسئلہ پر مختصر اور جامع کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اگر شافعی طہارت ونماز میں فرائض وارکان مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے افضل اور اگر حال رعایت معلوم نہ ہو تو قدرے کراہت کے ساتھ جائز، اور اگر عادت عدم رعایت معلوم ہو تو کراہت شدید ہے اور اگر معلوم ہو کہ خاص اس نماز میں رعایت نہ کی تو حنفی کو اس کی اقتدا جائز نہیں اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی، صورت اول و دوم میں شریک ہوجائے اور صورت سوم میں شریک نہ ہو اور چہارم میں تو نماز ہی باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوٰی رضویہ، جلد 6، صفحہ 559، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے ''أَنَّ الِاقْتِدَاءَ بِالشَّافِعِيِّ عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ الْأَوَّلُ أَنْ يَعْلَمَ مِنْهُ الِاحْتِيَاطَ فِي مَذْهَبِ الْحَنَفِيِّ فَلَا كَرَاهَةَ فِي الِاقْتِدَاءِ بِهِ الثَّانِي أَنْ يَعْلَمَ مِنْهُ عَدَمَهُ فَلَا صِحَّةَ لَكِنْ اخْتَلَفُوا هَلْ يُشْتَرَطُ أَنْ يَعْلَمَ مِنْهُ عَدَمَهُ فِي خُصُوصِ مَا يَقْتَدِي بِهِ أَوْ فِي الْجُمْلَةِ صَحَّحَ فِي النِّهَايَةِ الْأَوَّلَ وَغَيْرُهُ اخْتَارَ الثَّانِيَ وَفِي فَتَاوَى

الـزَّاهِـدِيِّ إِذَا رَآهُ احْتَـجَـمَ ثُـمَّ غَـابَ فَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَصِحُّ الِاقْتِدَاءُ بِهِ لِأَنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يَتَوَضَّأَ احْتِيَاطًا وَحُسْنُ الظَّنِّ بِهِ أَوْلَـى الثَّـالِـثُ أَنْ لَا يَـعْلَمَ شَيْئًا فَالْكَرَاهَةُ" ترجمہ: شافعی امام کی اقتداء کی تین صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ شافعی سے مذہب حنفی کی رعایت کرنا معلوم ہوتو اس کی اقتداء میں کراہت نہیں ۔دوسری صورت یہ ہے کہ اس سے عدمِ رعایت معلوم ہوتو اسکی اقتداء درست نہیں، لیکن فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ شرط ہے کہ اس سے عدمِ رعایت کا علم خاص اس نماز کے بارے میں ہوجس میں اقتداء مطلوب ہے یا فی الجملۃ کا اعتبار ہے۔نہایہ میں پہلے قول کو صحیح قرار دیا ہے اور دیگر نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے اور فتاوٰی زاہدی میں ہے کہ جب کوئی حنفی شافعی کو دیکھے کہ اس نے پچھنے لگوائے پھر وہ غائب ہوگیا تو اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی اقتداء درست ہے کیونکہ ممکن ہے اس نے احتیاطاً وضو کرلیا ہو اور اس کیساتھ حسنِ ظن رکھنا بہتر اور اولیٰ ہے۔تیسری صورت یہ ہے کہ امام کے بارے میں کسی قسم کا علم نہ ہو (یعنی رعایت کا نہ عدمِ رعایت کا) تو اس صورت میں اس کی اقتداء مکروہ ہوگی۔ (البحرالرائق شرح کنزالدقائق ،کتاب الصلوٰۃ،فصل القنوت فی غیر الوتر،جلد2،صفحہ50،دار الکتاب الاسلامی،بیروت)

فتاوٰی قاضی خان، خلاصۃ الفتاوٰی، جامع الرموز، مجمع الانہر، حاشیۃ الطحطاوی، ردالمحتار میں کچھ اس طرح ہے "الاقتـدا بشـافـعـی الـمـذهـب انـمايصح اذاكان الامام يتحامى مواضع الخلاف بان يتوضأ من الخارج النجس من غير السبيـليـن كـالفصد ولايكون متعصباو لايتوضأبالماء الراكدالقليل وان يغسل ثوبه من المنی ويفرك اليابس منه ويـمسـح ربـع رأسـه هـكذافی النهايةوالكفاية ولايتوضأ بالماء القليل الذی وقعت فيه النجاسة كذا فی فتاوٰی قـاضی خان ولابالماء المستعمل هكذافی السراجيةاه ملخصا" ترجمہ: شافعی المذہب کی اقتداء اس وقت صحیح ہے جب وہ مقاماتِ اختلاف میں احتیاط سے کام لیتا ہو، مثلاً سبیلین کے علاوہ سے نجاست کے خروج پر وضو کرتا ہو جیسا کہ پچھنے لگوانے پر اور متعصب نہ ہو اور نہ ہی قلیل کھڑے پانی سے وضو کرنے والا ہو اور منی والا کپڑا دھوتا ہو، اور خشک منی کپڑے سے کھرچ دیتا ہو، سر کے چوتھائی کا مسح کرتا ہو، نہایہ اور کفایہ میں اسی طرح ہے، اور ایسے ہی قلیل پانی جس میں نجاست گر گئی ہو اس سے وضو نہ کرتا ہو فتاوٰی قاضی خان میں اسی طرح ہے اور نہ ہی ماءِ مستعمل سے وضو کرتا ہو، جیسا کہ سراجیہ میں ہے۔

(فتاوٰی ہندیۃ،کتاب الصلوٰۃ،الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ،جلد1،صفحہ 84،دارالفکر،بیروت)

دیوبندیوں کے مرکز دارالعلوم دیوبند میں یہ سوال کیا گیا: سعودی عربیہ میں تراویح کی نماز میں امام صاحب قرآن شریف دیکھ کر پڑھتے ہیں تو کیا ایسا کرنا درست ہے اور ان کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا درست ہے یا پھر تنہا سے نماز پڑھ لے؟ یہاں پر خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کے علاوہ تقریباً ہر مسجد میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

Sep،25,2008:Answer:7713

1569=1487فتوی

جواباً کہا گیا: حنفی مقتدی کی نماز، دیکھ کر پڑھنے والے امام کے پیچھے درست نہ ہوگی۔ لہٰذا تنہا پڑھ لیں یا حرم شریف میں جا کر پڑھ لیا کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند 25 ستمبر 2008ء

(4) سدل کرتے ہیں

سعودی وہابیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ یہ مولوی سر پر رومال لٹکا لیتے ہیں رومال کو اغل بغل نہیں کرتے اور یہ سدل ہے جو مکروہ تحریمی ہے۔ امام اور مقتدیوں سب کی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ سدل کی تعریف اور اس کا حکم بیان کرتے ہوئے وہابی مولوی صاحب لکھتے ہیں "بَاب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ" **باب: صلاۃ میں سدل کی کراہت کا بیان**

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عِسْلِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ ---- وَقَدْ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ فَكَرِهَ بَعْضُهُمُ السَّدْلَ فِي الصَّلَاةِ، وَقَالُوا: هَكَذَا تَصْنَعُ الْيَهُودُ . و قَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّمَا كُرِهَ السَّدْلُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ، فَأَمَّا إِذَا سَدَلَ عَلَى الْقَمِيصِ فَلَا بَأْسَ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَكَرِهَ ابْنُ الْمُبَارَكِ السَّدْلَ فِي الصَّلَاةِ ." ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلاۃ میں سدل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں: سدل کے سلسلے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صلاۃ میں سدل کرنا مکروہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ اس طرح یہود کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ صلاۃ میں سدل اس وقت مکروہ ہوگا جب جسم پر ایک ہی کپڑا ہو، رہی یہ بات کہ جب کوئی کُرتے کے اوپر سدل کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں یہی احمد کا قول ہے لیکن ابن المبارک نے صلاۃ میں سدل کو (مطلقاً) مکروہ قرار دیا ہے۔

وضاحت: سدل کی صورت یہ ہے کہ چادر یا رومال وغیرہ کو اپنے سر یا دونوں کندھوں پر ڈال کر اس کے دونوں کناروں

کو لٹکتا چھوڑ دیا جائے اور سدل کی ایک تفسیر یہ بھی کی جاتی ہے کہ کُرتا یا جبہ اس طرح پہنا جائے کہ دونوں ہاتھ آستین میں ڈالنے کے بجائے اندر ہی رکھے جائیں اور اسی حالت میں رکوع اور سجدہ کیا جائے۔

وضاحت: اس تقیید پر کوئی دلیل نہیں ہے، حدیث مطلق ہے اس لیے کہ سدل مطلقاً جائز نہیں، کرتے کے اوپر سے سدل میں اگرچہ ستر کھلنے کا خطرہ نہیں ہے لیکن اس سے صلاۃ میں خلل تو پڑتا ہی ہے، چاہے سدل کی جو بھی تفسیر کی جائے۔

تیار کردہ: مجلس علمی دار الدعوۃ: اشراف

مراجعۃ وتقدیم: ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالجبار الفریوائی

استاذ حدیث جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ، ریاض"

(سنن الترمذی، صفحہ 321، دار الکتب السلفیۃ، دہلی، انڈیا)

سعودی وہابیوں نے اس رومال کے اوپر ایک پٹکا سا باندھا ہوتا ہے جسے گاترا کہا جاتا ہے اس کی وجہ سے یہ سدل سے خارج نہیں ہوگا کیونکہ رومال کو سر پر رکھ کر کنارے لٹکانا تو پھر بھی صادق آ رہا ہے ہاں اس سے اتنا فرق ضرور پڑتا ہے کہ اس پٹکے کی وجہ سے یہ رومال سر پر ٹِکا رہتا ہے اور گرنے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور یہ چیز بھی سدل ہونے سے مانع نہیں ہے چنانچہ ردالمحتار میں بحر کے حوالے سے ہے "وَظَاهِرُ كَلَامِهِمْ يَقْتَضِي أَنَّهُ لَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ الثَّوْبُ مَحْفُوظًا مِنْ الْوُقُوعِ أَوْ لا" ترجمہ: ان کا ظاہر کام اس کا متقاضی ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں کہ کپڑا گرنے سے محفوظ ہو یا نہیں۔

(ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، فروع مشی المصلی مستقبل القبلۃ ہل تفسد صلاتہ، جلد 1، صفحہ 639، دار الفکر، بیروت)

اگر کوئی یہ کہے کہ سر پر اس طرح رومال لینا فقط سعودی وہابیوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ پورے عرب میں رائج ہے تو یہ معتاد ہونے کی وجہ سے سدل نہ رہا تو اس کا جواب یہ ہے شرعی طور پر معتاد ہونا سدل سے خارج کرنے کے لئے کافی نہیں کیونکہ چادر یا رومال کے معتاد ہونے کے باوجود فقہاء کرام نے سدل قرار دیا یونہی رومی قباؤوں کے آستینوں کو لٹکانا خلاف معتاد نہ ہونے کے باوجود سدل میں داخل فرمایا۔ لہٰذا اگر اس طرح رومال لینا پوری دنیا میں بھی رائج ہو تو تب بھی وہ سدل ہی رہے گا۔

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح القدیر میں لکھتے ہیں "يَصْدُقُ عَلَى أَنْ يَكُونَ الْمِنْدِيلُ مُرْسَلًا مِنْ كَتِفَيْهِ كَمَا **يَعْتَادُهُ كَثِيرٌ**" اس پر صادق آتا ہے رومال کا کندھوں پر لٹکانا جیسا کہ بہت رائج ہے۔

(فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ، فصل یکرہ للمصلی أن یعبث بثوبہ أو بجسدہ، جلد 1، صفحہ 412، دار الفکر، بیروت)

اسی طرح البحر الرائق میں ہے "وَظَاهِرُ مَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ أَنَّ الشَّدَّ الَّذِي يُعْتَادُ وَضْعُهُ عَلَى الْكَتِفَيْنِ إذَا أَرْسَلَ

طَرَفًا عَلَى صَدْرِهِ وَطَرَفًا عَلَى ظَهْرِهِ لَا يَخْرُجُ عَنْ الْكَرَاهَةِ"

(البحر الرائق، کتاب الصلوٰۃ،افتراش ذراعیه فی الصلاۃ، جلد2، صفحه26، دار الکتاب الاسلامی)

(5)عمل کثیر

سعودی وہابیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ دوران نماز عمل کثیر کرتے ہیں، کبھی داڑھی سے کھیلتے رہتے ہیں، کبھی اپنا رومال اور جبہ ہی ٹھیک کرتے رہتے ہیں اور کبھی تو دوران نماز فون بھی سن لیتے ہیں۔

کتب فقہ میں صراحت ہے کہ دورانِ نماز اگر عمل کثیر کیا جائے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے۔عمل کثیر وہ ہے جو نماز کے اعمال میں سے نہ ہو اسے نماز میں بغیر ضرورت کیا جائے اور دیکھنے والا اسے زیادہ سمجھے۔ بدائع الصنائع میں ہے "وَمِنْهَا الْعَمَلُ الْكَثِيرُ الَّذِي لَيْسَ مِنْ أَعْمَالِ الصَّلَاةِ فِي الصَّلَاةِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ فَأَمَّا الْقَلِيلُ فَغَيْرُ مُفْسِدٍ، وَاخْتُلِفَ فِي الْحَدِّ الْفَاصِلِ بَيْنَ الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ قَالَ بَعْضُهُمْ:اَلْكَثِيرُ مَا يُحْتَاجُ فِيهِ إلَى اسْتِعْمَالِ الْيَدَيْنِ وَالْقَلِيلُ مَا لَا يُحْتَاجُ فِيهِ إلَى ذَلِكَ حَتَّى قَالُوا:إذَا زَرَّ قَمِيصَهُ فِي الصَّلَاةِ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ، وَإِذَا حَلَّ إزَارَهُ لَا تَفْسُدُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ:كُلُّ عَمَلٍ لَوْ نَظَرَ النَّاظِرُ إلَيْهِ مِنْ بَعِيدٍ لَا يَشُكُّ أَنَّهُ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ فَهُوَ كَثِيرٌ، وَكُلُّ عَمَلٍ لَوْ نَظَرَ إلَيْهِ نَاظِرٌ رُبَّمَا يُشْبِهُ عَلَيْهِ أَنَّهُ فِي الصَّلَاةِ فَهُوَ قَلِيلٌ وَهُوَ الْأَصَحُّ" اسی میں ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جو نماز کے اعمال میں سے نہ ہو اسے نماز میں بغیر ضرورت کے کیا جائے، باقی قلیل عمل مفسد نماز نہیں ہے اور علماء نے کثیر اور قلیل میں اختلاف کیا ہے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ کثیر وہ عمل ہے جس کے کرنے میں دونوں ہاتھ استعمال ہوتے ہوں اور قلیل وہ جس میں دو ہاتھ استعمال نہ ہوتے ہوں یہاں تک فرمایا کہ اگر کسی نے نماز کی حالت میں قمیض پہنی تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر حالت نماز میں تہبند اتارا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور بعض علماء نے فرمایا کہ ہر وہ عمل کہ دور سے دیکھنے والے جب اسکی طرف دیکھے تو اسے شک ہو کہ یہ نماز میں نہیں ہے اور اگر دیکھنے والے کو نماز میں ہونے کا شک ہو تو قلیل ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

(بدائع الصنائع، کتا ب الصلوٰۃ،فصل بیان حکم الاستخلاف،جلد1،صفحه 241،دارالکتب العلمیة،بیروت)

اعمال نماز میں سے نہ ہونے کا مطلب ہے کہ کوئی بندہ منہ میں کوئی چیز رکھ کر کھا رہا ہے اگرچہ دور سے دیکھنے والے کو یونہی لگ رہا ہے کہ نماز میں ہے لیکن عمل غیر نماز ہونے کی وجہ سے فاسد ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے "(قَوْلُهُ وَالْأَكْلُ وَالشُّرْبُ)أَيْ يُفْسِدَانِهَا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَمَلٌ كَثِيرٌ وَلَيْسَ مِنْ أَعْمَالِ الصَّلَاةِ وَلَا ضَرُورَةَ إلَيْهِ وَعَلَّلَ قَاضِي خَانْ وَجْهَ كَوْنِهِ كَثِيرًا بِقَوْلِهِ لِأَنَّهُ عَمَلُ الْيَدِ وَالْفَمِ وَاللِّسَانِ" یعنی نماز کی حالت میں کھانا پینا نماز کو فاسد کرتا ہے اس لئے

کہ کھانا اور پینا دونوں اپنی اپنی جگہ عمل کثیر ہیں اور یہ نماز کے اعمال میں سے نہیں ہیں اور نہ ان کی ضرورت ہے اور امام قاضی خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اس کے کثیر ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ عمل ہاتھ، منہ اور زبان سے ہوتا ہے۔

(البحرالرائق، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا، جلد2،صفحہ11،دار الکتاب الإسلامی)

نماز کے دوران بلاضرورت ہاتھ سے قمیص کو آگے یا پیچھے سے درست کرنا فعل عبث ہے اور نماز میں ہر فعل عبث مکروہ تحریمی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے"رأی علیہ الصلوٰۃ والسلام رجلا یعبث بلحیتہ فی الصلوٰۃ فقال لو خشع قلبہ لخشعت جوارحہ والعبث عمل لا فائدۃ فیہ ولا حکمہ تقتضیہ والمراد بالعبث ھنا فعل مالیس من افعال الصلوٰۃ لانہ ینافیھا" مراقی الفلاح میں مذکور مکروہ کے تحت حاشیۃ الطحطاوی میں ہے"ای تحریما" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں اپنی داڑھی کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا اس کے اعضاء میں بھی خشیت ہوتی۔ عبث وہ عمل ہے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو اور حکم اس کا تقاضہ نہ کرتا ہو۔ عبث سے مراد وہ فعل جو افعال نماز میں سے نہ ہو کیونکہ یہ نماز کے منافی ہے۔ یہ مکروہ تحریمی ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، کتاب الصلوٰۃ،فصل فی المکروہات، صفحہ345،دارالکتب العلمیۃ،بیروت)

لہٰذا وہابیوں مولویوں کا ایک رکن میں تین مرتبہ کھجانا یا اپنا رومال ٹھیک کرتے رہنا یا ایک ہی مرتبہ فون سننا فساد نماز میں سے ہے۔ حنفیوں کی طرح کتب حنابلہ میں بھی عمل کثیر کو فسادِ نماز میں سے شمار کیا گیا ہے چنانچہ منار السبیل فی شرح الدلیل میں ابن ضویان ابراہیم بن محمد بن سالم الحنبلی (المتوفی 1353ھ) لکھتے ہیں"(والعمل الکثیر عادۃ من غیر جنسھا لغیر ضرورۃ) کالمشی، والحك، والتروح فإن کثر متوالیاً أبطل الصلاۃ إجماعاً" ترجمہ: وہ عمل کثیر جو نماز کی جنس سے نہ ہو، بغیر ضرورت عادۃ ہو جیسے چلنا، خارش کرنا، تراوح (ادھر ادھر جھومنا) کرنا اگر یہ لگاتار کثرت سے ہو تو بالاجماع نماز کو باطل کردے گا۔

(منار السبیل فی شرح الدلیل، کتاب الصلوٰۃ،فصل فیما یبطل الصلوٰۃ،جلد1،صفحہ98، المکتب الإسلامی)

فقہ العبادات علی المذہب الحنبلی میں ہے"العمل الکثیر المتوالی من غیر جنس الصلاۃ، کفتح باب، ومشی، ولف عمامۃ، عمداً أو سھواً أو جھلاً لغیر ضرورۃ" ترجمہ: بغیر ضرورت پے درپے عمل کثیر جو نماز کی جنس سے نہ ہو چاہے عمدا ہو یا سہوا یا لاعلمی میں جیسے دروازہ کھولنا، چلنا، عمامہ باندھنا۔

(فقہ العبادات علی المذہب الحنبلی)

اعتراض: اگر مکہ مدینہ کے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو پھر حج کیسے ہوجاتا ہے؟

جواب: اللہ عزوجل عالم الغیب ہے اسے معلوم ہے کہ حجاز پر ظالموں کی حکومت بھی آئے گی اس لئے حج وعمرہ میں کوئی بھی رکن ایسا نہیں ہے جو کسی امام کے پیچھے ادا کرنا ہو۔ حج اللہ عزوجل کے پیاروں کی یادوں کا نام ہے۔ صفا ومروہ کی سعی اماں ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد ہے تو عرفات حضرت آدم وحوا کی باہم ملاقات کا دن اور شیطان کو کنکریاں مارنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد اور طوافِ خانہ کعبہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ طواف، سعی، منی، مزدلفہ اور عرفات کسی بھی رکن میں کسی امام کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ حج کا خطبہ بھی ہر حاجی پر سننا لازم نہیں ہے اور نہ ہی ہر حاجی تک اس خطبہ کی آواز جاتی ہے۔ **الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں ہے** "اتَّفَقَ الْفُقَهَاءُ عَلَى أَنَّهُ يُسَنُّ لِلإِمَامِ أَوْ نَائِبِهِ الْخُطْبَةُ فِي الْحَجِّ، يُبَيِّنُ فِيهَا مَنَاسِكَ الْحَجِّ لِلنَّاسِ، وَذَلِكَ اقْتِدَاءٌ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاخْتَلَفُوا فِي عَدَدِ الْخُطَبِ الَّتِي يَخْطُبُهَا، فَذَهَبَ الْجُمْهُورُ إِلَى أَنَّهَا ثَلاَثُ خُطَبٍ، وَذَهَبَ الشَّافِعِيَّةُ إِلَى أَنَّهَا أَرْبَعٌ.

الْخُطْبَةُ الأُولَى: يُسَنُّ عِنْدَ الْجُمْهُورِ عَدَا الْحَنَابِلَةِ أَنْ يَخْطُبَ الإِمَامُ أَوْ نَائِبُهُ بِمَكَّةَ فِي الْيَوْمِ السَّابِعِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ، وَيُسَمَّى بِيَوْمِ الزِّينَةِ، خُطْبَةً وَاحِدَةً لاَ يَجْلِسُ فِيهَا يُعَلِّمُ فِيهَا النَّاسَ مَنَاسِكَ الْحَجِّ، اقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم.

الْخُطْبَةُ الثَّانِيَةُ: تُسَنُّ هَذِهِ الْخُطْبَةُ يَوْمَ عَرَفَةَ بِنَمِرَةَ، قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمْعَ تَقْدِيمٍ اقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُ فِيهَا النَّاسَ مَا أَمَامَهُمْ مِنْ مَنَاسِكَ، وَيَحُثُّهُمْ عَلَى الاِجْتِهَادِ فِي الدُّعَاءِ وَالْعِبَادَةِ وَهِيَ خُطْبَتَانِ كَخُطْبَتَيِ الْجُمُعَةِ عِنْدَ الْجُمْهُورِ، وَقَال الْحَنَابِلَةُ هِيَ خُطْبَةٌ وَاحِدَةٌ.

الْخُطْبَةُ الثَّالِثَةُ: يُسَنُّ عِنْدَ الشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنَابِلَةِ أَنْ يَخْطُبَ الإِمَامُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى، خُطْبَةً وَاحِدَةً يُعَلِّمُ النَّاسَ فِيهَا مَنَاسِكَهُمْ مِنَ النَّحْرِ وَالإِفَاضَةِ وَالرَّمْيِ، لِمَا رَوَى ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ، يَعْنِي بِمِنًى. وَذَهَبَ الْحَنَفِيَّةُ وَالْمَالِكِيَّةُ إِلَى أَنَّ هَذِهِ الْخُطْبَةَ تَكُونُ يَوْمَ الْحَادِيَ عَشَرَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ، لاَ يَوْمَ النَّحْرِ۔۔۔

الْخُطْبَةُ الرَّابِعَةُ: يُسَنُّ عِنْدَ الشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنَابِلَةِ أَنْ يَخْطُبَ الإِمَامُ بِمِنًى ثَانِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ خُطْبَةً وَاحِدَةً يُعَلِّمُ فِيهَا النَّاسَ جَوَازَ النَّفْرِ وَغَيْرَ ذَلِكَ وَيُوَدِّعُهُمْ" **ترجمہ:** فقہائے کرام اس پر متفق ہیں کہ امام یا اس کے نائب کے لیے حج

کا خطبہ سنت ہے۔اس خطبہ میں وہ لوگوں کو حج کے مسائل بیان کرے، یہ حضور علیہ السلام کی پیروی ہے۔ خطبہ کی تعداد میں اختلاف ہے۔ جمہور فقہائے کرام اس طرف گئے ہیں کہ حج میں کل تین خطبے ہیں اور شافعی اس طرف گئے ہیں کہ کل چار خطبے ہیں۔

پہلا خطبہ: حنابلہ کے علاوہ جمہور کے نزدیک سنت ہے کہ امام یا اس کا نائب مکہ میں ساتویں ذوالحجہ کو جسے زینت کا دن کہا جاتا ہے ایک خطبہ دے جس میں وہ بیٹھے نہیں۔اس خطبہ میں لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے۔

دوسرا خطبہ: یہ خطبہ عرفات کے دن نمرہ میں ظہر اور عصر جمع کرنے سے قبل دے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے۔اس میں لوگوں کو حج کے آئندہ مسائل سکھائے اور عبادت ودعا میں کوشش کرنے کی ترغیب دے۔ جمہور کے نزدیک یہ جمعہ کے خطبہ کی طرح دو خطبے پڑھے (یعنی دو خطبوں کے درمیان بیٹھے)۔حنابلہ کے نزدیک یہ خطبہ ایک ہے۔(یعنی جمعہ کی طرح دو خطبے نہیں ہیں۔)

تیسرا خطبہ: شوافع اور حنابلہ کے نزدیک امام کا منیٰ میں قربانی کے دن خطبہ دینا سنت ہے۔ یہ ایک خطبہ ہے جس میں قربانی، فرض طواف اور رمی کے مسائل بیان کرے۔ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن منی میں لوگوں کو خطبہ دیا۔ حنفیہ اور مالکیہ اس طرف گئے ہیں کہ یہ خطبہ گیارہ ذوالحج کو دیا تھا نا کہ دس ذوالحجہ کو۔

چوتھا خطبہ: شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک سنت ہے کہ امام ایام تشریق کے دوسرے دن ایک خطبہ دے جس میں لوگوں کو رخصتی کے مسائل سکھائے۔ (الموسوعة الفقهية الكويتية، جلد19، صفحه188--، دارالسلاسل، الكويت)

اعتراض: امام کعبہ ومسجد نبوی کے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں شرم آتی ہے کہ اتنی مقدس جگہ کے امام کے پیچھے جماعت چھوڑ دی جائے۔

جواب: سیدنا سیدعثمان غنی، علی المرتضیٰ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ بغاوت کرنے والوں اور پھر یزید کے دور میں یزید کے خونخوار اماموں کے پیچھے صحابہ نے نہ صرف نماز پڑھنی چھوڑ دی بلکہ انہوں نے مدینہ کو چھوڑ دیا۔ کیا ہماری شرم وغیرت صحابہ کرام سے بڑھ کر ہے؟ صحابہ کرام وتابعین ہم سے زیادہ نمازوں کے پابند تھے، جب وہ گمراہوں کے پیچھے نماز نہیں

پڑھتے رہے تو ہم کس کو دلیل بنا کر ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔

اعتراض: حضور علیہ السلام نے مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

جواب: یہ بھی حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب ہے کہ صرف نمازوں کا فرمایا ہے کسی حدیث شریف میں یہ حکم نہیں کہ امام کے پیچھے پڑھی جائیں کیونکہ حضور علیہ السلام کو علم تھا کہ حکومتیں بدلتی رہیں گی اسی لئے صرف نماز کا حکم ہے باجماعت کا حکم نہیں۔ پھر باجماعت نماز اپنی بھی الگ سے ادا کی جاسکتی ہے۔

اعتراض: حج کے دوران منٰی۔مزدلفہ۔عرفات میں نمازوں کا کیا ہوگا؟

جواب: حج کے دوران منی اور مزدلفہ میں ایک تو باجماعت نماز پڑھنا ضروری نہیں دوسرا حج وعمرہ کا تعلق نمازوں کے ساتھ نہیں ہے، نمازیں تو ہم اپنے ملکوں میں بھی پڑھتے ہیں۔

اعتراض: کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ مکہ ومدینہ کا امام بدمذہب وگمراہ ہو؟ تاریخ سے ثابت کریں۔

جواب: حضرت عثمان غنی کے دور میں خارجی باغیوں کا امام مسجد نبوی میں تھا جس کے پیچھے نماز پڑھنے کو صحابہ مکروہ جانتے تھے۔ فتح الباری میں الامام الحافظ شہاب الدین ابن حجر العسقلانی (852ھ) اور عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ابو محمد محمود بن احمد الحنفی بدر الدین العینی (المتوفی 855ھ) لکھتے ہیں" عَن سهل بن يُوسُف الْأَنْصَارِيّ عَن أَبِيه قَالَ كره النَّاس الصَّلَاة خلف الَّذين حصروا عُثْمَان " ترجمہ: سہل بن یوسف انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ جانتے تھے جنہوں نے حضرت عثمان غنی کو محصور کیا ہوا تھا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب إمامة المفتون والمبتدع، جلد5، صفحہ231، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی میں علی بن عبداللہ السمہودی (المتوفی 911ھ) لکھتے ہیں "قلت: وهذا لأن الاستيلاء على المسجد والمدينة كان فی ذلك الزمان للشيعة وكان القاضی والخطيب منهم، حتى ذكر ابن فرحون أن أهل السنة لم يكن أحد منهم يتظاهر بقراءة كتب أهل السنة" یعنی اُس زمانہ میں مسجد نبوی اور مدینہ شریف پر رافضیوں کا قبضہ تھا، قاضی اور مسجد نبوی کے امام وخطیب سب شیعہ ہی تھے۔ یہاں تک کہ ابن فرحون کا بیان ہے کہ کوئی شخص مدینہ منورہ میں اہل سنت وجماعت کی کتابوں کو علانیہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، الفصل السادس والعشرون، حكمة الله فی الحريق، جلد2، صفحہ152، دار الكتب العلمية، بيروت)

ابن کثیر لکھتے ہیں:''317ہجری میں قاہر محمد بن المتضد باللہ کے دور خلافت میں قرامطہ (ایک گمراہ فرقہ) نے حرم مکہ پر (8 ذوالحج) کو حملہ کیا۔ان کا امیر ابوطاہر کعبہ کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا: میں اللہ ہوں، خالق ہوں۔کعبہ شریف کی شدید بے حرمتی کی گئی، غلاف پھاڑ دیا گیا، دروازہ اکھاڑ دیا گیا، حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے گئے جو بائیس سال کے بعد واپس ملا، زمزم کا گنبد گرادیا، بے شمار حجاج کو شہید کر کے بغیر نماز جنازہ کے ان کی لاشوں کو زمزم کے کنویں میں گرادیا گیا۔ان کا امیر چلا کر کہہ رہا تھا: وہ ابابیل نامی پرندے کہاں ہیں وہ نشان زدہ کنکریاں کہاں ہیں۔''ملخصا

(البداية والنهاية، ،ذكر أخذ القرامطة الحجر الأسود إلى بلادهم، وما كان منهم إلى الحجيج، جلد11، صفحه160، 161، دارالفكر، بيروت)

خود وہابیوں کا یہ نظریہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد عرب میں شرک عام ہو گیا تھا چنانچہ سعودی مفسر لکھتا ہے:''قرون اولیٰ کے بہت بعد ایک مرتبہ پھر عرب میں شرک کے یہ مظاہر عام ہو گئے تھے جس کے لئے اللہ عزوجل نے مجدد الدعوۃ شیخ محمد بن عبدالوہاب کو توفیق دی۔۔۔ان مظاہر شرک کا خاتمہ فرمایا اور اسی دعوت کی تجدید ایک مرتبہ پھر سلطان عبدالعزیز والی نجد وحجاز نے کی۔''

(سعودی تفسیر، صفحه1494، السعوديه)

اعتراض: جو بھی ہو مکہ و مدینہ میں امامت کروانے کی سعادت کوئی معمولی بات نہیں ہے۔پوری دنیا کے سب سے بہترین خطے میں امامت کی نسبت ملنا بہت بڑی بات ہے۔

جواب: بعض لوگوں سے اس طرح کی بات سن کر لوگوں کی سوچ پر حیرانگی کے ساتھ ساتھ ان کی جہالت پر ترس بھی آتا ہے کہ انہیں معلوم نہیں جن لوگوں کا یہ دفاع کرتے ہیں اور ان کی طرف سعادت مندی کی نسبتیں لگاتے ہیں وہ نسبتوں کے منکر ہیں۔یہ وہابی برملا کہتے ہیں کہ کسی نبی یا ولی کی نسبت کام نہ آئے گی بلکہ ایک حدیث کو سیاق وسباق سے پھیر کر اس پر پیش کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے کہہ دیا تھا کہ میری نسبت تجھے کوئی فائدہ نہ دے گی۔معاذ اللہ عزوجل۔

ہم اہل سنت الحمد للہ عزوجل! نسبتوں کے منکر نہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ نسبتوں کا فائدہ اسے ملتا ہے جو صحیح العقیدہ ہو۔ورنہ قرآن نے واضح طور پر ان مشرکین کے نظریات کی تردید کر دی جن کو حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے کا بڑا مان تھا۔اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَایَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَایَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تو کیا تم نے حاجیوں

کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرالی جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔ (سورۃ التوبہ،سورۃ19،آیت9)

مراد یہ ہے کہ کُفّار کو مؤمنین سے کچھ نسبت نہیں، نہ ان کے اعمال کو ان کے اعمال سے کیونکہ کافر کے اعمال رائیگاں ہیں خواہ وہ حاجیوں کے لئے سبیل لگائیں یا مسجد حرام کی خدمت کریں۔ان کے اعمال کو مومن کے اعمال کے برابر قرار دینا ظلم ہے۔

یونہی وہ نجدی خارجی جو حضور علیہ السلام کے والدین کو معاذ اللہ کافر کہیں، یزید کو رحمۃ اللہ علیہ کہیں اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی کہے۔ایسا عقیدہ رکھنے والا پوری دنیا کی کسی بھی مسجد میں امامت کروالے اس کو یہ امامت کوئی فائدہ نہ دے گی کہ جس کے صدقے ایمان ملا، اس ہستی کے متعلق ہی عقیدہ درست نہیں تو کیا فائدہ۔

امام کعبہ اگر پاکستان آجائے تو پاکستانی قوم اپنی کم علمی میں امام حرم کے عقائد ونظریات سے یکسر غافل ہو کر فقط حرم کی نسبت کی وجہ سے اس کو دیکھنے جاتی ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے جاتی ہے۔اگر امام کعبہ اپنے درج ذیل عقائد ونظریات پاکستان آتے ہی لوگوں کو بتادیں تو ہم دیکھتے ہیں کتنے لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے آتے ہیں:حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد مانگنا شرک ہے، روضہ پر کھڑے ہو کر دعا مانگنا شرک ہے، گنبد خضرا بنانا ایک بدعتی عمل تھا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر صحابہ واولیاء کرام کے مزارات اور ان پر بنے گنبد گرانا واجب ہے، روضہ رسول کو مسجد نبوی سے اکھاڑ کر جنت البقیع میں منتقل کیا جانا چاہئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین (معاذ اللہ) مشرک تھے، یزید حق پر تھا امام حسین (معاذ اللہ) خطا پر تھے، عید میلاد النبی منانا حرام ہے، پیری مریدی تصوف، تعویذ وغیرہ سب گمراہی وشرک ہے۔

ان وہابیوں کے نزدیک لبیک یارسول اللہ کہنا شرک ہے لیکن خود اپنے پوسٹروں پر لبیک یا خادم الحرمین لکھتے ہیں۔حیرانگی اس بات کی ہے کہ دیوبندی بھی امام حرم کو اپنی مساجد ومراکز میں بلاتے ہیں جبکہ انہی سعودی مفتیوں نے دیوبندیوں اور ان کی تبلیغی جماعت کو گمراہ کہا ہے ملاحظہ ہو کتاب "تبلیغی جماعت علمائے عرب کی نظر میں" اور "الدیوبندیہ تعریفھا، عقائدھا"

امام کعبہ کے دیدار اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے لوگ سفر کرتے رہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ روضہ رسول کی زیارت کے لئے سفر حرام ہے، امام کعبہ کی گاڑی پر پھول ڈالے جاتے رہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا بدعت

ہے۔اس مولوی کی فقط مسجد الحرام سے نسبت ہونے کی وجہ سے اتنی تعظیم کی جاتی رہی ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام،صحابی یا کسی ولی سے نسبت کام نہ آئے گی۔

بعض صوفی اور علماء حضرات سعودی نجدی وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور اس پر عجیب وغریب دلائل دیتے ہیں جن کو سن کر حیرانی ہوتی ہے کہ جب مسلمانوں کے دینی پیشواؤں کا یہ حال ہے تو عوام کا کیا بنے گا؟ کون عوام کی اصلاح کرے گا؟ جیسے یہ کہنا کہ وہ فلاں مولوی صاحب سعودی مولویوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ،فلاں بھی اس لیے ہم بھی پڑھتے ہیں۔حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں ناجائز عمل چاہے ساری دنیا کرے وہ ناجائز ہی رہتا ہے۔بعض صوفی ذہن کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم روحانی طور پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں ،حالانکہ یہ عجیب بات ہے جو نہ کسی حدیث سے ثابت ہے اور نہ ہی اصولی طور پر درست ہے۔بعض کہتے ہیں کہ سعودی امام وہابی نہیں حنبلی ہیں جبکہ جو شخص بدعقیدہ ہو وہ حنبلی ہو یا حنفی اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہوتی ،امامت کی شرائط میں سے امام صحیح العقیدہ ہونا ہے۔

ان اہل علم حضرات کی بارگاہ میں عرض ہے کہ اپنے خود ساختہ غیر شرعی مؤقف پر غور کریں ،اپنے مریدین اور ماننے والوں کی اصلاح کریں نہ کہ سعودی نجدی وہابیوں کی عقیدت ان کے دل میں بٹھا کر ان کو وہابیت کے قریب کریں۔جب سعودیہ میں آپ حضرات کے مریدین یا محبین آپ لوگوں کے ہاتھ چومیں اور سعودی وہابی آپ کو پکڑ کر ذلیل کرتے ہیں ،اس وقت آپ لوگوں کو خوب ان پر غصہ آتا ہے اور ان کے خلاف بولتے ہیں ،تو یہ عجیب بات نہیں کہ جو آپ کو ایک جائز کام پر ذلیل کریں ، پریشان کریں ، بلکہ آپ کو نہیں کئی علماء ومشائخ کو تنگ کریں آپ ایسے لوگوں کو اپنا امام بنالیں گے؟ اپنے ملک میں کوئی امام مسجد ذراسی حرکت کرے تو اس کے پیچھے نماز چھوڑ دیتے ہیں اور وہابی نجدی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے ادبیاں کریں ،قرآن پاک کی بے حرمتی کریں ،اہل بیت بالخصوص امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیر کریں ان کے پیچھے نماز پڑھ کر اور زبردستی اسے جائز ثابت کر کے اپنی اور دوسروں کی نمازیں خراب کس شرعی دلیل کے ساتھ کرتے ہیں؟؟

آخر میں قارئین کی بارگاہ میں عرض ہے کہ امامت کا مسئلہ کوئی خود ساختہ نہیں کہ ہم اہل سنت بلاوجہ سعودی وہابیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے بلکہ نہ پڑھنے کی وجوہات تفصیلا ذکر کر دی ہیں۔اس کے باجود کسی کو سمجھ نہ آئے تو وہ ہم سے دلیل کے ساتھ بات کرے ان شاءاللہ عزوجل دلائل کے ساتھ تسلی بخش جوابات دینے کے ذمہ دار ہیں۔بس اتنی گزارش ہے کہ اندھی عقیدت کو چھوڑ کر شرعی احکام کی طرف آجائیں ،ہمیں اس اندھی عقیدت نے آگے ہی بہت نقصان پہنچایا ہے۔ہم نے علماء ومشائخ کی

جاہل اولادوں کو اپنا پیشوا بنا کر دین وسنّیت کا بہت نقصان کیا ہے۔سعودی نجدیوں سے حسن عقیدت رکھ کر ان کی کتب کو پڑھ کر،ان کے بیانات سن کر کئی مسلمانوں کو وہابیت کی طرف دھکیل دیا ہے۔

حرفِ آخر

اس پوری کتاب میں مستند دلائل کے ساتھ وہابی خارجی عقائد ونظریات کو بیان کرکے ان کی تردید کی گئی ہے۔قارئین عقیدت کی آنکھ کو بند کرکے حقیقت وشریعت اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ سے اس کتاب کو پڑھیں گے تو ان شاءاللہ عزوجل ان کے سامنے سعودی وہابیوں کی حقیقت عیاں ہوجائے گی۔جو حج وعمرہ اور نوکری کے لئے سعودیہ جاتے ہیں اور وہابی عقائد وافعال کو قرآن وحدیث سمجھ لیتے ہیں ان کے اس وہم کا رد کردیا گیا ہے۔امید ہے کہ جو حق کا متلاشی ہوگا وہ اس کتاب کو پڑھ کر کبھی بھی سعودی وہابی عقائد کو نہیں اپنائے گا اور جس کے مقدر میں بدبختی لکھی ہے وہ اس کتاب کو پڑھ کر الٹا راقم الحروف ہی کو بُرا کہے گا۔لیکن فقیر کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کون کیا کہے گا اور نہ ہی یہ سگ مدینہ صلح کلی ہے کہ کسی کو بُرا نہ کہہ کر دین فروش بن جائے۔اللہ عزوجل نے جتنا علم دیا ہے اس کا استعمال کرتے ہوئے امت مسلمہ کے عقائد ونظریات کا دفاع کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں۔اگر کسی ایک بھی مسلمان کے عقائد اس کتاب کو پڑھ کر صحیح ہوجائیں تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت رنگ لے آئے۔بالفرض کوئی ایک بھی اس کتاب کو پڑھ کر اپنی اصلاح نہ کرے تب بھی ضرور ان شاءاللہ عزوجل میری محنت رائیگاں نہ جائے گی،کم ازکم مجھے تو قلبی سکون رہے گا کہ میں جتنا کرسکتا تھا اتنا کردیا۔

اللہ عزوجل اس ادنیٰ سی کوشش کے صدقہ سے میری میرے والدین،میرے مرشد کامل،اساتذہ کرام اور دوست احباب کی مغفرت فرمائے۔ہمیں اہل سنت کے عقائد پر موت عطا فرمائے۔جنت البقیع میں مدفن اور جنت الفردوس میں مدنی حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پڑوس عطا فرمائے۔آمین ثم آمین